فہرست مضامین متن کلیات برہمن

فہرست مضامین حواشی کلیات برہمن

لیتھو کی خوش نگیاں

لیتھو میں جہاں خوبیاں ہیں۔ وہاں اس میں ناقابلِ تدارک یہ خرابی بھی ہے کہ ہر مرحلہ پر غلطیوں کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جہاں کاتب خدا کے فضل سے امی ہو وہاں نور علیٰ نور آجکل بے علمی کی تعلیم ہے پھر کس طرح صحیح لکھا جا سکتا ایسے ہی کاتب اور سنگ ساز کا گذارا تھا کے حصہ میں آئے ہزار سمجھایا ایک سمجھ میں نہ آیا کلیاتِ شریف چھپنے کے بعد جو دیکھی تو غلطیوں سے ایسی گھبراہٹ پائی کہ ہمت نہ کی اپنی حالت سے خوف کھاتا ہے اب یہی التماس ہے کہ صاحبانِ کمال فہم کلام سے کام لیتے ہوئے صرف مطالعہ کریں اور ان اغلاط کیلئے ہمیں معاف فرمائیں۔

آئے خطا پوش بندہ نواز
کز ناچیز خطا ہمی آید
ہیچ نت ز راستی تصحیح گزار بسیار

اظہارِ عقیدت

تقریظ یا تمثیل اُس چیز کیلئے ضروری ہے کہ جو سمجھ میں نہ آسکے، جسطرح گنگا جل، زمزم، آفتاب یا ماہتاب تمثیل سے مستغنی ہیں، ٹھیک اُسی طرح کلام برہمن بھی جو سراسر رموزِ الہی ہے کسی تقریظ یا تمثیل کا محتاج نہیں، اِسلئے اربابِ کمال کو زحمت نہیں دیگئی، مگر چند قدردانانِ برہمن نے اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے، جو بکمال شکریہ درج کیا جاتا ہے۔

تہار تُناسی

از فاضل اجل محسنِ کامل جناب پنڈت جگموہن ناتھ صاحب رینہ شوق۔ ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر الہ آباد ۳، البرٹ روڈ ۳ دسمبر ۱۹۳۰ء

کلیاتِ برہمن کے دیباچہ و مقدمہ اور لائف کا کچھ حصہ سرسری طور پر میں نے دیکھا۔ چونکہ میں خود بھی ایک تذکرہ شعرائے کشمیری پنڈتان کی تالیف میں مشغول ہوں۔ اسوجہ سے مجھے کم فرصت رہتا ہوں اور کلیاتِ برہمن میں برہمن کی لائف کو اطمینان کیساتھ مطالعہ نہیں کرسکا ہوں، مگر جو کچھ مطالعہ میں آیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے کس جانفشانی سے برہمن کے حالات صحیح اور قابلِ اطمینان دریافت اور مجتمع کیے ہیں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ کلیاتِ برہمن شائع ہونے پر ایک بیش بہا کتاب ذخیرہ اردو ادبیات میں ثابت ہوگی، اور اسکے مولف کا بارِ احسان دُنیائے ادب پر تا ابد قائم رہیگا۔ ناچیز جگموہن ناتھ رینہ

از ذہن رسا کامل محقق ادیب فاضل مرزا عبدالرحیم صاحب جمل لیرانوی، فیروزپوری، تلمیذ ارشد گوگانی، مرحوم،

عندلیباں فخرباں کردند شکر کردگار ۔ ایکہ در باغ سخن کردہ ثنائی[1] بہار

برہمن کو بود در عہدِ شہ اورنگ زیب ۔ شاعرے شیریں زبانِ فارسی عالی وقار

بود آں شاہِ قلم یک منشی شاہ جہاں ۔ در زمانِ خویش کردہ قدرِ او ہر تاجدار

دید عالمگیر را شاہ جہاں از یاد رفت ۔ گو علی را سیفہ خاں یاد آمدہ از ذوالفقار[2]

در حیاتِ خود شدہ مشہور در ایران و ہند ۔ نیکنام و خوش کلام و عابد و پرہیزگار

فقر شد آئین او میداشت شاہانہ مزاج ۔ باعثِ پیری او کردہ گوشہ گیری اختیار

اکبرآباد داست مولد نازِ دہلی بے کند ۔ بر کلام لاجوابش جانِ عالم شد نثار

بود بر حُسبہ[3] منشی قشقہ مقبولیت ۔ داد عالمگیر دستارِ فضیلت شاہوار

[1] اشارہ طرف تہار تُناسی [2] شاہ جہاں سرہندی کی طرف اشارہ ہے [3] سیفہ خاں نے ذوالفقار خاں ناصر علی کے مدنظر یہ کہا ہے۔

قطعۂ تاریخ

از فکرِ رسا شاعرِ شیریں مقال ناثر روشن خیال دیوان رائے نیتجوبنت رائے صاحب تیغ رستامی
خلف الرشید جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار رستامی ایم اے ایس بی
اچ پی ایچ ایس دار شید تلامذہ جناب بہار رستامی - المرقوم ۹ جیٹھ سمت ۱۹۸۶ - مقام نیا محلہ منشیان قدیمہ

شاہجہانی عہد کا تھا رائے رایان خطاب — تھے مخاطب چندربھان برہمن عالیجناب
وہ فضیلت میں تھے کامل کیا سیاق و کیا نصاب — نثر کے تھے ماہِ تاباں نظم کے تھے آفتاب
فارسی عربی میں یکتا اور ادیبِ سنسکرت — تھے پُرانوں اور ویدوں پر بھی عامل بیحساب
پردۂ اخفا میں تھا اُن کا کلامِ معرفت — سخت محنت اور تردد سے ہوا وہ دستیاب
جس قدر اسرارِ الٰہی اُن میں ہیں مذکور سب — فارسی میں لکھ دیے وہ بے تکلف بیحجاب
ایسی کوشش کیلئے ممنون ہیں صاحب بہارؔ — دیکھ لو جس کی ہے شاہد کلیاتِ مستطاب
زندگانی کل حواشی اور تنقیدِ کلام — سخت محنت اور تجسس سے لکھے ہیں لاجواب
چار طرزِ سخن دانی برہمن مشہور ہیں — جن کا دنیا کے کتب خانے میں نہیں ہمسر جواب
چار مینارِ فضیلت برہمن یہ چھوڑ کر — کلیاتِ برہمن ہے بے نظیر و لاجواب

۱۹۸۶ ہجری

سنِ اشاعت تیغ نے لکھا بروئے تخرجہ
مطلعِ توحید پہ چمکیگا مثلِ آفتاب

از کلکِ جواہر سلک عالیجناب میر اعجاز صاحب اعجاز منشی فاضل مولوی فاضل مدظلہٗ

ہفتہ ہوا، بذریعہ ڈاک کلیاتِ برہمن میری طلبی پر پہنچی، چونکہ اس کی دید کا شوق عرصہ سے بیقرار کئے تھا، اسلئے ہر کام چھوڑ کر مصروفِ مطالعہ ہوا - اسکے اعلےٰ تنقیدی و تاریخی بے نظیر ادبی و زباندانی مضامین کے مختلف ٹکڑوں نے بیحد مسرور کیا - میں نے اردو اور فارسی کی جسقدر ادبی کتابیں ملک میں شائع ہوئی ہیں بغور ملاحظہ کی ہیں، میرا دعوٰی ہے کہ ان ہر دو زبانوں میں آجتک ایسی ایک کتاب بھی شائع نہیں ہوئی، نہ ہونا چاہئے تھی، کیونکہ یہ تالیف ایسے دل و دماغ سے ہوئی ہے جو زبان انگریزی کا ماہر ہے - فارسی میں فاضل ہے - اردو کا ادیب، سنسکرت اور بھاشا پر عبور ہے - پس جو دماغ اسقدر زبانوں کا استاد ہو - آغاز عمر

ہی سے علم و عمل میں پرورش پائی ہو، اور نصف صدی مطالعہ و تصانیف میں صرف کر دی ہو،
روزگار سے بے فکر، خاندانی ورثہ ہو، بے تعصب اور منصف ہو، اُسکے ہی قلم سے ایسی مکمل و جامع کتاب
مکمل ہو سکتی ہے۔ زمانہ گذشتہ اور جدید میں ایک آدمی ایک بات کا ماہر ہوتا ہے ایسا ماہر اگر دوسرے علم کا مرتکب
وہ کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتا، میں نہیں چاہتا کہ میں اکیلا ہی اسکے لطف سے بہرہ اندوز ہوں، جدید اور
آئندہ نسلوں کو ایک بے نظیر علمی کارنامہ سے معرف کرانے کیلئے بالتفصیل لکھتا ہوں۔

گلزارِ بہار یعنی کلیاتِ کلام نظمِ فارسی و اردو برہمن حسب ذیل حصوں پر منقسم ہے۔
پہلا حصہ نہایت دلچسپ محققانہ مقدمہ ہے کہ جو ۱۶ صفحے تک پھیلا گیا ہے۔ دیباچہ اور مقدمہ
نگاری میں خصوصی فاضل عبدالحق حیدرآبادی بڑا استاد ہے، اسکے بعد دیباچے دیکھے گئے سب
غیر تعلق واقعات سے رنگین پائے جاتے ہیں جن کا کتاب کے موضوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔
جناب بہار رسامی کا یہ کمال ہے کہ وہ ایک قدم بھی موضوع سے باہر ہونے نہیں دیتا فضیلت انکی عام ہے،

دوسرا حصہ، زندگانی رائے رایان ہے، کہ جو ۱۶ صفحہ سے ۱۹۲ صفحہ تک
طرح طرح کے دلچسپ تاریخی واقعات کے جواہرات سے پُر ہے۔ جناب بہار رسامی کی تلاش و تحقیق
کی کیا داد دیجئے کہ ۳ صدی گزشتہ کے ایک فاضل گم گردہ کے واقعات زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے
اور سب روایات و درایات سے، غرضیکہ جناب برہمن کی زندگی کا پیدائش سے رحلت تک کا کوئی واقعہ
ایسا نہیں کہ جسے نہ لکھا گیا ہو اور دلیل سے صحیح ثابت نہ کیا ہو، گو یہ حصہ اپنی گوناگوں پہلوؤں سے
بے نظیر ہے مگر صفحہ ۱۵۶ پر جو مضمون "دلِ برہمن اور دربار دارا" کی سرخی کے تحت لکھا گیا ہے
وہ اردو اور فارسی زبان میں بالکل نیا ہے جس طرح سے ایک اہل جرمن صدیوں کی ایک عمارت دیکھ کر
اُس عہد کی طرزِ بود و باش، خوراک، لباس، علم اور تمدنی صورت کا صحیح نقشہ کھینچ دیتا ہے۔
ٹھیک اسی طرح سے جناب بہار نے "واقعاتِ دارا شکوہ" کا صحیح تاریخی مرقع کھینچا ہے۔
یہ چیز ضرور پڑھے جانے کے قابل ہے کہ کس طرح فاضلانہ طریق پر داد تحقیق دی گئی ہے اور
کیا کیا حقائق پردۂ راز سے منکشف کئے گئے ہیں، جن قدیم مورخین نے برہمن کا ذکر کیا ہے انکا
تبصرہ بڑا دلچسپ ہے۔

تیسرا قابل قدر فاضلانہ حصہ ہے جسے "نقادی نقد سخن" سے معنون کیا گیا ہے۔
اس میں جناب برہمن کے کلام نثر و نظم پر ایک مفصل و جامع ریویو کیا گیا ہے اور صنائع و
بدائع کے وہ وہ نکات ظاہر کئے ہیں جو کسی ایسی تحریر میں آج تک نہیں دیکھے گئے۔

شبلی نعمانی نے اپنی بعض تصانیف میں اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہا ہے۔ مگر ایک دو تشریحات کرنے کے بعد اُس کا قلم آگے وسیع میدان میں قدم نہیں رکھ سکا، شبلی نے تعصب اور حمایت کے زور میں ناواجب، واجب کرنا، اور کھینچ تان کر اپنی تشریحات کے احاطہ میں نہیں گھیرنا چاہا۔ سب سے بڑا نقص شبلی کا یہ تھا کہ اُسکا قلم صحیح تشریح کرنے سے قاصر تھا، اُسنے تصانیف زیر ریویو ایسی منتخب کیں کہ جنکی نقادی میں وہ عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتا تھا،

یہ نقادی ۱۹۵ صفحہ سے ۲۰۴ صفحہ پر ختم ہوئی ہے، "نقادی" ایسا خشک مضمون ہے، کہ جس پر خاص خاص علم دوست اصحاب ہی توجہ دے سکتے ہیں، جب **گلزار نسیم** کی صحت کر کے **چکبست لکھنوی** مرحوم نے چھاپی، اور شرر لکھنوی اور ظفر علی زمیندار نے اپنے اپنے متعصبانہ اعتراضات سے اپنی اپنی قابلیت کے قلاع مسمار کرنے کے اسباب پیدا کئے، تو اُس وقت چکبست نے ایسا حق نقادی ادا کیا کہ دورِ گذشتہ و حالیہ میں ایسا وقیع اور عالمانہ حق نقادی کسی سے ادا نہیں کیا گیا، وہ اسلئے کہ چکبست فارسی اُردو کا فاضل تھا، معاشرہ کا عالم، انگریزی کا ماسٹر، بیچارہ شرر تعصب کا مجاور تھا، اور نظم کے صنائع و بدائع سے بالکل بے بہرہ وہ خود بھی شاعر نہ تھا، اسلئے اُس میدان میں وہ ایسا گرا کہ اُسکی ندامت مرتے دم تک نہ گئی، اور اُسکی تمام مصنوعی شہرت جو اُسکی متعصبانہ تحریرات کی وجہ سے بعض متعصب حلقوں میں قائم ہو گئی تھی یکدم زائل ہو گئی۔

جناب بہار سنامی نے اپنی نقادی کا آزادانہ پہلو اختیار کیا ہے، اس نقادی سے اُنکی وسیع واقفیت، حافظہ، ذکاوت، معاملہ فہمی فضیلت اور صنائف سخن پر کامل عبور کا پتہ چلتا ہے، ۱۹۵ ورق سے ۲۰۵ ورق تک "رائے رایان" کی نثر پر عالمانہ بحث کی ہے حقیقت یہ ہے کہ جناب بہار سنامی کا ہیرو برہمن ہی تھا، اُسکی جو تحریر ہے وہ عیوب سے پاک فلسفہ اور ویدانت کے ادق مسائل کا لاجواب صریح الفہم حل ہے، برہمن کی تحریرات بمنزلہ ایک شاستر کے ہیں، کہ جس میں کسی قسم کا سُقم ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ برہمن اسلامی عروج کے زمانہ میں بھی اپنی بے نظیر لیاقت کی وجہ سے ہر طبقہ میں محبوب و مطلوب تھا، اسمیں گیارہ سرخیاں ہیں اور سب دورِ حاضرہ کے قابل عمل، "ضبط مراتب سخن" پر جو دلچسپ محاکمہ کیا ہے اور میر حسن کو مقابلہ میں لا کر حقیقت کا انکشاف کیا ہے دیدۂ بینا کیلئے سرمۂ بصیرت ہے، "ضبط مراتب سخن" پر برہمن کی چند سطور اُسکی فضیلت مختصر اور پُر گوئی کی روشن دلیل ہے۔

صفحہ ۲۰۷ سے جناب "بہار ستامی" نے "ازمنۂ قدیم و جدید شاعری" پر جو دو مضمون
مضمون لکھا ہے وہ حقیقی شاعری کی جان ہے۔ اسکے پڑھ لینے سے ہر شاعر صحیح راستہ
پر چل سکتا ہے، اسکے آگے برہمن کے کلام کی خصوصیات بالتفصیل لکھی ہیں۔ تمام مقالہ نگار
جب کبھی اپنے ممدوح کے کلام کا تبصرہ کرتے ہیں، تو شاعری کی جسقدر خوبیاں اُن کے ذہن
میں ہوتی ہیں اپنے ممدوح کے کلام میں دکھانے کی سعی ناکام کرتے ہیں) اور سچ تو یہ ہے کہ
یہی کوششیں اُنکی تمام تحریر کی وقعت کو کھو دیتی ہیں، جناب بہار نے خصوصیات
کلام برہمنؔ پر نہایت ہی کم توجہ دی ہے۔ ورنہ برہمن کے کلام کی خصوصیات ہی
ایک ایسا مضمون تھا کہ جس پر کافی بحث کی جاتی۔

اس سے آگے "برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع" پر تفصیل کے ساتھ بحث
کی ہے۔ یہ حصہ جناب بہار ستامی کی علمی و ادبی قابلیت کا شاہد ہے،
صنعت طباق، طباق سلبی، مقابلہ، مراۃ النظیر، تشابہ الاطراف، رجوع، ایہام،
جمع و تفریق، عکس و تبدیل، مبالغہ مقبولہ، مذہب الکلامی، حسن التعلیل، لف و نشر مرتب
تجنیس خطی، سیاقۃ الاعداد اور فی البدیہہ وغیرہ وغیرہ شاعری کی صنعتوں پر مختصر مگر جامع
بحث کرکے نمونہ میں برہمن کا شعر درج کیا ہے، اور کہیں دیگر شعراء کا کلام بھی
دیا ہے، "پرواز خیال کے دلچسپ مقابلے" بڑی عرقریزی سے کیے گئے ہیں،
جس قدر انسانی صفات و جذبات ہیں اُن پر جداگانہ مضمون تحریر کرکے برہمن
کے حوالہ سے تقویت دی ہے، غرضکہ ۴۰ صفحے تک دریائے سنسکرت، فارسی
عربی اور انگریزی سے وہ وہ بیش بہا موتی نکال کر ایسے سلیقے سے سجائے ہیں،
کہ جو خاص جناب بہار ستامی کا ہی حصہ ہے۔

چوتھا حصہ ۴۹ صفحہ کا دیوان ہے۔ رباعیات، دیگر کلام، قصائد اور مثنوی وغیرہ کے
سے کلام نظم برہمن مکمل کیا گیا ہے، کاغذ۔ چھپائی اعلیٰ لکھائی معمولی ہے۔ کوئی
لائبریری اس لاجواب مجموعہ سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ تصاویر اور تحریر برہمن کا
حاصل کرنا جناب بہار ستامی ہی کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ تصاویر اعلیٰ اہمیت
رکھتی ہیں۔ اس مجموعہ کی قیمت ان خوبیوں کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ صرف تین روپے
ضرور ملاحظہ کیجیے۔

مقدمہ

بسیار پاک کئے دامانِ وصافئے باطن ۔ مگر بخدمتِ زنار بستن آسان نیست

صالح صحبتوں اور قابلِ تعظیم بزرگوں کی محفلوں میں بیٹھنے کا مجھے سنِ شعور سے شوق ہے، سرہند اسلامی عروج میں لندن بنا ہوا تھا، خراب و برباد ہو جانے پر بھی خونِ صالح چہروں پر رنگ و روغن چمکا رہا ہے، میں وہاں مجسٹریٹ تھا، فدائی خاں کا شہرہ باغِ خاص و عام میری سیرگاہ تھا، تین تین سو چار چار سو برس برس کے تناور درخت، حکومتوں کے اقبال و ادبار کے نقش دل پر کھینچے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے عرس پر کابل و ایران مکھیوں کی طرح جمع ہو جاتا تھا، میں کام سے فراغت پا کر وہاں پہنچتا تھا اور گھنٹوں سبزہ زار پر بیٹھا رہتا تھا، جو ملنے کے قابل ہوتا ملتا، عبد اللہ خاں کابلی اس عقیدے کا مردِ کامل تھا کہ وہ عرس علی التواتر دیکھے، وہ سنہ ۱۹۰۷ میں نگترے کے درخت کے نیچے ایک چھوٹی تقطیع کی کتاب پڑھتا نظر آیا، میں ٹہلتا ٹہلتا پاس جا کھڑا، اور کتاب دیکھنے لگا، شنگرفی جدولیں سفید بلکہ ابر آلود بادل سے کاغذ پر بجلیاں گرا رہی تھیں، چشمِ معشوق سے زیادہ سیاہ روشنائی خطِ نستعلیق پر موتی بکھیر رہی تھی، کیونکہ ہر صفحہ کے درمیان بھی جدول تھی، اس لئے میں نے قیاس کیا کہ یہ کوئی نظم ہے، خانِ موصوف لطف لے لے کر دل ہی دل میں پڑھتا تھا اور ہر شعر کے خاتمہ پر آنکھیں

شروع کیا، چونکہ شوقِ دید پورا ہوچکا تھا، اس لئے چند دن کے بعد اُسے اپنے بکس میں رکھ لیا، جب دل چاہتا تھا، پڑھ لیتا تھا، اور جیسے اس کا اہل سمجھتا تھا، کچھ سنا بھی دیتا تھا،

اس دیوان کی قدامت کاغذ کی ساخت، کتابت کی طرز، دلربائی، سیاہی کی جان سپاری، جلد کی تیاری اس کی قدامت کی زندہ شہادات ہیں، اگر برہمن صاحب کا کلام اُن کی زیست ہی میں مقبولِ عام ہوچکا تھا، اور کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان نواب موصوف نے معتوب ہونے کے بعد اپنی اس جاگیر میں آکر کسی طفلِ مکتب سے نقل کرایا کہ اُس عہد کے شرفا کا ایران کے رواج کے موافق شغل بیکاری یہی تھا،

ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا چند بزرگوار منشی رائے رام سہائے جی جو میرے والد حقیقی تھے جابجا کاغذوں میں لکھتے ہیں کہ قلعہ سیف آباد سیف خان کی اولاد کے قبضے میں تھا کہ جو اپنی بدبختی سے خلقِ خدا کی دشمنِ جان ہو رہی تھی، مہاراجہ کیرت پرکاش (بہادر) والئے سرمور جو حصولِ ملاقات کے لئے پٹیالہ تشریف لائے تو ان کی ہمراہی پر ان رہزنوں نے ڈاکہ مارا اور قلعہ میں جا چھپے، راجہ صاحب نے ایسے مارِ آستین دشمنوں کی سرکوبی پر سری مہاراجہ امر سنگھ بہادر راجہ پٹیالہ کو آمادہ کیا، قلعہ فتح ہوا، بعد فتح جب مہاراج نے چند بزرگوار منشی رائے دیا لال دیوانِ اعظم سے مالِ غنیمت کی دُرستی فرمایا، کہ دیوان جی آپ بھی کچھ لے لیجئے، عرض کیا کہ سکھانِ عالیشان قلعہ کا سب قیمتی سامان لے گئے، اب یہاں محض کاغذات کے بے ترتیب انبار پڑے ہیں، وہ اس خانہ زاد کو بخش دیجئے، چنانچہ نواب سیف خان و فدائی خان کا کتب خانہ ۲۰ گڈوں میں سنام پہنچا، یہ نسخہ اسی مالِ غنیمت کی یادگار رہا،

دیوان دیوان مذکور کے شروع میں غربی گوشہ پر اس ترتیب سے یہ عبارت درج ہے:-

اوّل نسخہ دیوانِ برہمن

چندربھان منشی

ملت ورق

نصف

مے جز

عدم

اِس سے ذرا نیچے نستعلیق قلم سے نہایت خوشخط "قلعہ سیف آباد" لکھا ہے اور اس کی نیچے نواب **سیف خان** کے خطِ طغرا میں قلمی دستخط ہیں۔ دیوان کا خاتمہ اِن الفاظ پر ہوا ہے:-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالمگیر آفاق ستان"

شاہنشاہے کہ در جہاں شاہے ازوست   با دولت و تخت ملک آگاہی ازوست

او خاصۂ آفتاب چو عالم گیراست   در خیل حشم ز ماہ در ماہی ازوست

وجہِ اشاعت اسلامی عروج کا زوال تھا اور ہندو زمانہ کی گردش سے پامال ہو چکے تھے، اپنی زبان اور کتاب کا چرچا محض گفتنی بلکہ رہ گیا تھا کہ انہی ایام میں برائے رایان **منشی چندر بھان** نے اپنے خاص مقدس و بزرگ تر مذہب کے خیالات فارسی میں قلم بند کئے اور لطف یہ کہ اسلامی خون آشام تلوار کی نوک پر رکھ کر سب سے خراجِ تحسین حاصل کیا، یہ تاریخی معجزہ چھپا تھا، دوسرے **شاہزادہ دارا شکوہ** کا عبرتناک تاریخی واقعہ اِن سطور میں اپنی وفاداری کا نوحہ پڑھ رہا تھا، تیسرے مسلمان فاضل دوستوں کا تقاضا تھا کہ یہ تاریخی کلام شائع کر دیا جائے، دورِ حاضرہ میں فارسی مرچکی، اردو کے معلّے جان طلب ہے، اور ملک کے طول و عرض میں ایک زبان بولی جا رہی ہے، جسے غلطی سے اردو کہا جا رہا ہے، اب ان جواہر ریزوں کا کون قدردان ہے لیکن ؎

پُر کجز سخن سدا ہے باقی   دریا نہیں کارِ بند ساقی

اِس دیوان کی قسمت اس پشت بہ پشت دیوان کے خاندان کی قسمت کے مشابہ تھی، جب اِس کی طباعت کا خیال آیا فلاکت آڑے آ گئی، ایسی حالت میں کیونکر اشاعت پا سکتا تھا، "انجمن ہند کے درباروں کے انعقاد نے یہ دیوان صاحب بھی مسندِ اشاعت پر سرفراز کرنے کے لئے تجویز فرمائے"

خانہ نشینی نکتہ چینی سے محفوظ رکھتی ہے اب اسے شہرت کے پروں سے ملک ملک کے قابلوں کی محفل کی سیر کرنا تھا، گو اِس دیوان کا مصنف کی زندگی ہی میں لکھا جانا پایا جاتا تھا، مگر صحت پر اعتبار نہ تھا، دل نے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینا چاہئے، اُدھر ایک نظر کا وعدہ تھا، اِدھر مہینوں کی محنت کے بعد اِس کا چھپنا بے فائدہ تھا، جب تک ہم نے اِس کی مشکلات کا اندازہ نہ کیا تھا ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ دیوان صحیح ہوگا، اور مصنفِ موصوف کی نظرِ ثانی سے نور پا چکا ہوگا، اِدھر اِس کا ایک شعر بھی صحیح نہ لکھا تھا، گویا مشکلات کا طوفان

تھا جس سے عہدہ برا ہونا ناممکن،

دیوان صاحب کی مشکلات یہ دیوان ہر طرح کی خرابیوں سے معمور پایا گیا،

اولاً یہ نسخہ کرم خوردہ تھا، ظالموں نے نقد مضمون پر بے دریغ نقب لگاتے تھے، اور ایسے کہ مطلب نکل جائیں،

ثانیاً کاتب، حروف منقوط بے نقط لکھنے کا عادی تھا،

ثالثاً بے ضرورت نقاط دیتا تھا اور جہاں ضرورت تھی وہاں میدان صاف،

رابعاً ایک کی جگہ دو دو نقطے بھی دینے کا محاورہ تھا،

خامساً جہاں حروف کی کشش نستعلیق سے نکل کر خطِ شکستہ تک پہنچی اُس کا صحیح پڑھنا کارے دارد،

۶۔ مقطع میں تخلص شنگرفی سیاہی سے لکھنے کا التزام رکھا گیا تھا، چونکہ یہ کام وقت پر نہ کیا گیا تھا، اس لئے بعض بعض مقطعوں میں تخلص کی جگہ خالی رہ گئی۔۔۔، اور بعض میں غیر موزون،

۷۔ بعض بعض اشعار کے لئے جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی، اور بعض اشعار ادھورے لکھے تھے، خط باوجود نستعلیق ہونے کے ایسا نہ تھا، کہ جو پڑھا جائے،

۸۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی، کہ اکثر الفاظ آگے کے پیچھے اور پیچھے کے آگے لکھے ہوئے تھے، املاء کی غلطیوں نے یہ مشکلات اور زیادہ کردی تھیں،

اگر یہ مشکلات اس کی اشاعت کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں تو پہلا ایڈیشن کبھی کا اہل نظر کی نذر ہوچکا ہوتا، خاکسار بہار نے اس کی صحت کے لئے اپنی ذات معذور پائی، کہ قابلیت محدود ہے، رفیقِ ہند میں اشتہار دیا گیا، سب سے اول منشی عبد الرحیم صاحب آل فیروزپوری نے اطلاع دی کہ یہ دیوان کارخانہ پیسہ اخبار نے چھاپا ہے، خط لکھا، جواب نہ آیا، علمیت کے دعویدار، سرمایہ کے تہیدست، طمع کے خادم، نمود سے حضرات روپے کے لالچ میں ایسے اندھے ہوئے کہ بہار کو بھی جھکمہ دیا، صحیح نویسی کا وعدہ کرکے اجرت پیشگی لے گئے اور ایک سال تک دبائے رکھا، جب سخت تقاضے ہوئے تو مکھی کی مکھی مار کر بلکہ اور مکھیاں جڑ کر واپس دے گئے، جناب مرزا عبد الرحیم صاحب گورنمنٹ پنشنر کا خاندان، خاندانِ مبارک ہے کہ جس کے نخلِ فضیلت سے مرزا محمد سعید صاحب ایم اے، پرنسپل لدھیانہ کالج، مرزا محمد رشید صاحب ایم اے، پروفیسر ملتان کالج

فیضی و ابوالفضل سی قابل ہستیاں اہلِ زمانہ کو فضیلت کے سبق پڑھا رہی ہیں مرزا محمد رشید صاحب
گو عمر و تجربہ کے لحاظ سے میرے عزیز ہیں مگر علمی فضیلت و قابلیت میں میرے استاد ہیں یہ دیوان اپنی مشکلات
بیان کر کے مع نقل دعوید اہلیت ان کی خدمت میں آیا جناب موصوف کو وقت نہ تھا جس قدر فرصت دی
جانفشانی کام میں لائے اور اطلاع دی کہ "اس صحت پر بھی مجھے اطمینان نہیں کہیں سے دوسرا دیوان
حاصل کر کے مقابلہ کر لیجئے" خاکسار بہار آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے

پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی کی شہرت مباحثہ **گلزارِ نسیم** میری نظر میں تھی ان سے ملتجی ہوا
مگر وہاں وکالت کی آمدنی کے روپے گننے سے کہاں فرصت تھی کوئی جواب نہ آیا جب میرا آدمی پہنچا اہلیت ر
لال کے جواب سے مایوس کر دیا

دیوان کا نالائق دیوان سے مقابلہ

بہار نے اس کا تذکرہ اپنے خاندانی دوست رائے **سری رام** صاحب ایم اے
رئیس اعظم **دہلی** صاحب **خمخانۂ جاوید** سے کیا فرمایا کہ دیوان برہمن میرے
کتب خانہ میں موجود ہے کسی کاتب کو دیجئے کہ مقابلہ کر لے حکیم منشی **چندو لال** ورنا ناظر **طبیب ہند**
میں کام کرتے تھے انہوں نے مقابلے کا اطمینان دلایا چند ماہ کے بعد بڑی دقت سے صحت کے ساتھ واپس
فرمایا اور مقابلہ ایسا کیا کہ جو لکھا کسی سے پڑھا نہ گیا کیونکہ آپ بھی کاتب سابق کی طرح بے نقط و اعراب
لکھنے کے عادی ہیں قلم دوات بھی ایسی ہی رکھتے ہیں اپنی دانست میں دیوان کا دیوان صحیح کر گئے مگر
نہ املا صحیح نہ اشعار بلکہ تصحیح کا غلط[1] کر دیا اور بعض اشعار کا مطلب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کچھ کا کچھ بنا دیا[2]
اور بیسیوں[3] اشعار جو سراسر غلط تھے انہوں نے توں رہنے دیئے یا تو مقابلہ کی زحمت ہی نہیں فرمائی یا سمجھ نہ

ف۱ مثلاً ہمارے دیوان میں [illegible] تھا آپ نے [illegible] کر دیا

ف۲ غزل ۲ کا چوتھا شعر یوں تھا :-

اُستادِ عشق جو [illegible] شفقت [illegible]

آپ نے :- افتادِ عشق جو [illegible] عاشقت بنا دیا

ف۳ غزل ۱۰ کا [illegible] تھا :- [illegible] آپ نے یہ اصلاح فرمائی

"[illegible]"

کے بہت سے اشعار جو رائے صاحب **دہلوی** کے دیوان میں غلط درج تھے[له] وہ غلط نہ سمجھ کر ہمارے
دیوان کا اندراج کر جو صحیح تھا غلط کر دیا۔ مگر اس مقابلہ سے اس قدر فائدہ ضرور ہوا کہ جو اشعار ہمارے دیوان
میں درج نہ تھے یا نامکمل تھے یا مشتبہ تھا اُن کی قدرے درستی ہو گئی۔ حکیم صاحب نے یہ دل پذیر کلام ایسی
دل برداشتہ حالت میں انجام دیا کہ طبیعت دلگیر ہو گئی۔ مگر صاحبزادہ جاوید کی نظرِ عنایت کا ممنون ہوں
حکیم صاحب کے اس مقابلہ سے یہ تاریخی راز کھلا کہ رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی بعض غزلیں
مصنف کی نظرِ ثانی[ٹه] سے نور پا چکی ہیں۔ لیکن ایسی غزلیں بہت ہیں کہ جنہیں ہمارے جیسے کاتب نے
لکھا ہے۔ اور وہ ہمارے دیوان سے زیادہ غلط ہیں۔

مشکلات پر عبور جب اطرافِ ہندوستان سے اس کی خریداری کی درخواستیں دھڑا دھڑ آنا شروع
ہوئیں تو ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے دفتر میں اس کی صحت کا انتظام کیا۔ **کشمیر** اپنے علم و فضل کے لحاظ
سے کسی زمانے میں **انگلستان** کا **آکسفورڈ** بنا ہوا تھا۔ اس کی برکت اس خطے پر آج تک مبذول ہے
وہاں کے بچے ہمارے بہترین انسانوں سے زیادہ زیرک اور محنتی ہیں۔ میرے عزیز پنڈت **سورج پرکاش** حسب صفا
نیہ جو طالبِ علمی میں درجۂ استادی رکھتے ہیں۔ **رئیس ہند** کے شائق ہیں۔ اس میں آپ نے
دیوانِ برہمن کا تذکرہ دیکھ کر صحت کا سخت محنت طلب کام اپنے ذمہ لیا۔ حالانکہ امتحان ایم اے کی تیاری
میں منہمک تھے۔ مگر شوقِ علم میں نہ دن دیکھا نہ رات۔ تذکرے اور دیگر صاف مسودے لے کر سمادھی میں

له غزل کی تیسرا شعر کا پہلا مصرع اس طرح تھا "ہر قدم خواہی بر دبہائے مشتاق ابہام" آپ نے اس طرح رہنے دیا۔ ڈاکٹر
سر اقبال نے جن غزلوں کو صحیح کیا تھا۔ اُن میں یہ غزل بھی تھی۔ آپ نے اس طرح صحیح کیا ہے "ہر قدم خواہی سر دلہا مشتاقان نیاز"
برہمن کے قلمی دیوان میں اس طرح سے پایا گیا ہے۔

ٹه ہمارے دیوان میں غزل ۱۴ کا تیسرا شعر تھا۔ "ہر کہ نوش لب لعل تو بیادش آمد ہا گشت سیراب دل از چشمۂ کوثر برداشت"
جو صحیح تھا۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی یہی صحیح رکھا۔ آپ نے رائے صاحب دہلوی کے دیوان سے یا خدا معلوم اپنی عقل سے
اس طرح اصلاح دی ہے

ہر کرا نوش لب لعل تو یاد آمد ما　　　گشت سیراب دل از کوثر برداشت

غزل دوئم کے مقطع کے پہلے شعر میں "صدہ دم گرد دکھا" آپ نے "می دو گردد" بنا دیا۔ وغیرہ وغیرہ　　"بہار سامی"

بیٹھ گئے ایک ہفتہ کے بعد جب سماد طبعی کھولی تو ہم نے دیکھا کہ امدادِ ربی سے اگر کل دیوان نہیں تو بہت سی غزلیں مصنف کے خیال کے موافق صحیح ہو گئیں،

(الف) جو بعض اشعار پڑھے نہ گئے اور کسی طرح حل نہ ہو سکے مکھی کی مکھی مار دی گئی اُن کا دیوان سے حذف کرنا بیجا سمجھا گیا چنانچہ جن اشعار پر "غ" ہے اُس سے یہی مراد ہے،

(ب) بعض جگہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ آیا ہمارے دیوان کا اندراج مصنف کا منشا ہے یا رائے صاحب دہلوی کا ہم نے اپنی عقل کا دخل بیجا سمجھا اپنے دیوان کا شعر لکھ دیا اور نسخے میں رائے صاحب کے دیوان کے مقابلے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے کتب خانہ کا دیوان نسخۂ اولین ہے، یہ صداقت اس وجہ سے زیادہ دلنشین ہوئی کہ ہمارے دیوان کے سرورق پر "نسخۂ اولین" اُسی وقت کا لکھا تھا اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ صاحب خمخانۂ جاوید کے دیوان میں حروف و الفاظ ہی کی تفاوت نہیں بلکہ مصرعے کے مصرعے نئے ہیں، جو بعض بعض ہمارے دیوان سے زیادہ معنی خیز ہیں،

غزلیات اور رباعیات علاوہ ازیں دس غزلیات اور پانچ رباعیات ایسی ملیں جو ہمارے دیوان میں سرے سے تھیں ہی نہیں، ہمارے ایک فاضل مسلمان دوست نے "نسخۂ اولین" کے یہ معنی کئے کہ یہ دیوان کی جلدِ اول ہے، مگر ہمارا اس سے اطمینان نہ ہوا،

یہ غزلیات و رباعیات ردیف کے لحاظ سے دیوان میں داخل کر دیں اور ان پر صاحب خمخانۂ جاوید کا حوالہ دیدیا،

قابل ہاتھوں سے صحت بعض اشعار کی صحت ہمارے دوست خاندانی فاضل یادگارِ خاندان مولوی فضل امام خان بہادر مولانا مولوی فضل متین صاحب اور مولوی انوار احمد صاحب انور نے فرمائی اور خوب فرمائی،

(۱) حسرت موہانی اور مرزا سلطان احمد نے جو جو اقتباسات اپنی اپنی تقریظ میں دیئے تھے اُن حضرات نے بھی اشعار غلط درج کئے، ان سے صحت کی توقع رکھی جاتی خود غلطی میں پڑے تھا،

(۲) چونکہ بعض اشعار کی خوبی نے ہمارے قلم سے اُن پر نشانات کرا لئے تھے، وہ نشانات قابلِ محو نہیں، ہم نے وہ پختہ کر دیئے ہیں، کہ منطقی تقسیم میں حصہ لیں گے،

(۳) رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی غزلیات کے اشعار کی ترتیب ہمارے دیوان سے مختلف تھی، اس کی ہم نے پرواہ نہیں کی۔

(۴) چند غزلیات میں ایک ایک شعر زیادہ تھا، وہ ہم نے لے لیا۔

ڈاکٹر سر اقبال

گو ڈاکٹر سر اقبال کی علمی و ادبی شہرت نے ملکی شہرت کو تسخیر کر رکھی ہے، اگر آپ کی کسر نفسی و درویش مزاجی آپ کو ہر طرح کی شہرتوں کی آرزو سے مستغنی کئے بیٹھی ہے، گو آپ طلسم ہیں حجاب کے کیوں نہ مہربان ہیں، مگر بے پرواہ تصنیفات برہمن کی صحت کے جنون نے ہمیں اُن کی اُس کوٹھی پر پہنچایا، کہ جو اُن کی قانع طبیعت اور نمود و نمائش سے نفرت کا صحیح پتہ دیتی ہے، بہت سے ذکر اذکار کے بعد مدعا عرض کیا، شوق سے ہمارا دیوان اور صحت شدہ مسودہ کہ جس پر ہمارا کلی اطمینان نہ تھا، ہمارے ہاتھ سے لیا، اور پھر اصل دیوان ہمارے ہاتھ میں دے کر مسودے پر سرسری نظر مارنے لگے، وہ نظر مشتاق طناز کی نظر دلدوز سے بھی زیادہ قاتل تھی، مگر اس قدر منصف مزاج کہ گنہگاروں کی گردن کاٹتی اور اس قدر کہ جس قدر حق، سالم کلام کا صحیح کرنا مہینوں کا کام تھا، آپ نے مشورہ دیا کہ برہمن کا وطن لاہور تھا، یہ کلام یہاں تلاش کیجئے۔

حضرت شمیم کی کوٹھی کچہری روڈ پر کرم گنج میں تشریف لایا کرتے تھے، انہوں نے میری خواہش پر نہیں، بلکہ اپنے علمی شوق کے تقاضے سے سالم کلام کی صحت فرمائی۔

برہمن کا قلمی دیوان مل گیا!

ہم مقدمہ کی مندرجہ بالا سطور کتابت کے لئے کاتب کو دے چکے تھے، حضرت شمیم نے فرمایا کہ آپ کے بعد کلامِ برہمن کی بڑی تحقیق کی گئی، گوہر مقصود مل گیا، اور خاص برہمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

علم و فضل کے سرپرست و السنت کے چراغ شیخ سراج الدین صاحب آذر، ایم اے، ایم او ایل، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کتب نایاب کے قارون ہیں، اگر تصنیف و بخشش میں حاتم، اُس علم نواز کی علمی معاونت کا کیا شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ نے اپنا بے بہا کتب خانہ ہمارے حوالے کر دیا اور ایک پُرانا مسودہ پیش کیا، ہم نے شوق سے کھولا، تو خط نستعلیق کی دل آویزی نے کچھ عرصہ کے لئے تحقیق حال سے لاپروا کر دیا، کیونکہ وہ مکمل دیوان برہمن تھا، اور برہمن نے اپنے قلم سے درست

رائے بھاگ مل لاہو کو اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا کتب خانہ برباد ہوا، اور ملک چند سکنہ امین آباد کے ہاتھ کوڑیوں میں آگیا، ان کی اولاد بدنصیب نے یہ تمام کتب خانہ ضائع کر دیا، جس کا بہت سا حصہ حضرت آذر نے خرید کر ملک سخن آباد کیا،

برہمن کے قلمی دیوان کی حالت یہ دیوان ہمارے دیوان کی تقطیع کا ہے، خوش خطی، صحت، طرزِ نگارش، طریقۂ داشت سب برہمن کی شایانِ شان ہے، جناب محسن بے پایاں اس درجہ علم پرور ہیں، کہ بغیر ہماری استدعا کے یہ دیوان کتابت کے لئے ہم کو دیدیا، اور بڑی فیاضی کے ساتھ اُن کی زندگی کے بہت سے مزید حالات بھی عنایت فرمائے، ہم ایسے علم دوست شخصیت کی عنایات بے غایات کا شکریہ ادا نہیں کرتے، بلکہ اپنی دل و جان آذر کی نظر کرتے ہیں، کہ شاید اُن کے کسی کام آئے۔

اہلِ صفا سے اپنی طبیعت رُکی نہیں سرکش کے روبرو کبھی گردن جھکی نہیں

ہم نے یہ دیوان بغور دیکھا، چونکہ یہ خود مصنف معزز موصوف کا لکھا ہوا ہے، اس لئے اس میں غلطی کے امکان نہ تھا، چنانچہ اسے ایسا ہی پایا، غزلیاتِ نمبری

کسی صاحب نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے، جو دیگر دستیاب شدہ دیوانوں کی طرح سرتاپا غلط تھی، اُن کی "صحت" صحت شدہ مسودوں سے کی گئی، اس دیوان میں غزلیات اور دیگر رباعیات دیگر دیوانوں سے زیادہ تھیں، چنانچہ موجودہ کلام کا مقابلہ کیا جا کر جس قدر کلام جس دیوان میں زائد ملا، اپنی جگہ پر سجا دیا گیا،

مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے جب بے تعداد مقابلوں کے بعد اس امر کا اطمینان کُلّی ہو گیا، کہ یہ دیوان ایک نہایت صحیح نسخہ ہے اور رائے ایان کا قلمی ہے، تو ہم نے اپنے دیوان کی کتابت نظر آتش کی، اور اس ہی سے کتابت شروع کرا دی، مطبوعہ دیوان میں جو غلطی نظر آئے، وہ کاتب کی یا ہماری سمجھی جائے،

ایک اعلیٰ دیوان غائب ہو گیا ہمارے کرم دوست شیخ فضل الرحمن صاحب الکیرلی

انجنیر کے دادا شیخ مرحوم افواج پٹیالہ کے ساتھ محاصرہ دہلی میں بہ ایام غدر شریک تھے، وہاں کسی امیر کا گھر ضبطی میں آیا، اہلِ علم تھے کتب خانہ پر ہاتھ مارا، اور لکھو کھا روپے کا کتب خانہ گدڑوں پر لاد کر پٹیالہ لائے، ہماری دریافت پر فرمایا، کہ ایسا ہی ایک اعلیٰ دیوانِ برہمن بھی اُس کتب خانہ میں تھا، جو لوگ لے اُڑا تھا، قبول کرنا پڑتا ہے کہ عہدِ مغلیہ میں کوئی کتب خانہ دیوانِ برہمن سے خالی نہ تھا، اور اب بھی اِس کی سینکڑوں جلدیں گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی بڑی بے کسمپرسی کے ساتھ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہی ہیں،

اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں

دونوں دیوانوں کے مقابلہ کے بعد اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ مکمل دیوانِ برہمن ہے، بلکہ ہماری رائے ہے کہ ابھی ایسی بہت غزلیات اور رباعیات ہیں، کہ جو اس میں شامل نہیں، راقم صاحب کی ایک غزل کا مشہور مقطع کہ جو اہلِ علم کی تصانیف میں اکثر دیکھا گیا ہے، حسب ذیل ہے ؎

برہمن چہ زنی طعنہ کہ در مذہب ما ۔۔۔ سبحہ نیست کہ آں غیرتِ زنّار تو نیست

ایک اور مشہور مقطع سنئے ؎

ہاں برہمن مدام دعا کن ز روئے صدق ۔۔۔ شاہِ بلند اختر گردوں جناب را

ان مقطعوں کی کوئی غزل اِن دونوں دیوانوں میں نہ ملی، اس لئے بلامحالہ قبول کرنا پڑے گا، کہ ان کا دیوان وہی مکمل ہوگا، کہ جو اِن کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں لکھا گیا ہوگا، اہلِ شوق کی تلاش اگر اِن جواہرات کے لئے جاری رہی، تو کسی نہ کسی کانِ جواہر سے یہ گنجینہ مکمل مل جائیگا،

جلو خانہ دربار کپور تھلہ اور کلامِ برہمن

جوئندہ یابندہ حسب گنجت کاتبانِ کپور تھلہ اور دیگر بیشتر حالات ہند نے دیوانِ برہمن کی کتابت کا عرصہ ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سالوں میں ٹلا دیا، تو اس کی کتابت کے لئے ہمیں لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑا، جالندھر شہر پہنچ کر خیال آیا کہ سردار جیسا سنگھ بہادر کی ریاست کپور تھلہ شمالی ہند کے مغلیہ علاقے پر متصرف رہ چکے ہیں، طبعی ہے کیا تعجب ہے کہ وہ سلطنت مرحوم کی خصوص سلطنت کے ساتھ اُس کے نادرات پر بھی قابض ہو، مجنون را ہوائے دیگر است وہیں اُتر پڑے اور سیدھے کپور تھلہ پہنچے، دریافت پر معلوم ہوا کہ

۱۵۲ برس کی عمر ہے، قبلہ براہمن کے انتقال کے ۲۰ سال بعد قدردانوں نے سلیقے سے مکلف لباسِ زندگی پہنایا،
اور مسندِ قرطاس پر بٹھایا، آج تک قابل ہاتھوں، نیک نظروں سے واسطہ پڑا، ۱۵۰ سال سے نگہبانِ عالی شان
کی زیرِ حفاظت ہیں، پانچ سال ہوئے کہ مترا نے مترائی فرمائی گنجِ قارون سے نکال کر اس نمائش گاہ
میں سجایا، مگر بنگال کا رہنے والا ہمارا حقیقی وطن کیونکر صحیح دریافت کرسکتا ہے؟ پٹیالہ لکھ دیا، شائد انہوں نے
غلطی سے . . ضلع گورداسپور لکھا ہو، ہمارے وطن اور مقاماتِ ترکِ وطن کی آپ خوب تحقیق کرچکے
اس کی صحت فرمایئے اب چونکہ ہم مثنوی کی ترتیب میں شامل ہوگئے، اس لئے ہم اولادِ اناث سے ہیں،
میں اپنے عزیز بھائیوں کی واحد بچھڑی ہوئی بہن ہوں، جہاں آپ میرے بھائیوں کی سحر زبان سے
ملکِ ادب کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں، اس سرمدی نَے کے نغمے بھی ان میں شامل کیجئے کہ باعثِ برکت ہوں،
رلتے رایان کی اس گم گشتہ دُور افتادہ پاک وصاف عفت مآب خاتون کے قدموں پر ہم نے اپنا سرِ ادب
جھکایا، عرض کی کہ اے دیوی ہم تو تیرے پوجاری ہیں، تیرے آنے سے قبل ہم تیری بہنوں کی پرستش تجویز
کرچکے ہیں، اپنے خاندان کے ارکان کے ساتھ شامل ہو کر ان کی عزت و توقیر بڑھا، اور برکت پھیلا،
علم پرور وزیرِ اعظم سے نقل کے لئے بے دھڑک استدعا کی، بے توقف خوشی سے منظور فرمائی، مولوی
ظفر حسین نے فتح کی نوید سنائی غلطی کی صحت فرمائی، اپنی نگرانی میں کتابت کرائی، تب کہیں جاکر
یہ کلیات کی یکجائی صورت میں نظر آئی"

"مثنوی موصوف ۳ ۱/۴ × ۱ ۳/۴ کے سائز پر لکھی گئی تھی، اور یہ وہی تقطیع ہے کہ جو ہمارے "دیوانِ برہمن"
کی ہے، اسی طرح کاغذ وہی طرزِ نگارش، اس کا خطِ نستعلیق ہمارے دیوان سے اعلیٰ ہے، مگر غلط
لکھنے میں اس کے کاتب باوا جان ہیں، چنانچہ یہ مثنوی بھی املا کی غلطیوں سے معمور پائی گئی، ہاتھوں سے
سے مطالعہ میں فاش غلطیاں ہم نے اس تحریرِ دل آویز میں دیکھیں، جس کا بیان نہیں ہوسکتا، قصیدہ
شاہجہان کی سطر   میں لفظ "ضرر" کے بجائے "سرر" لکھا تھا، ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ نے
دیکھا کہ اس قصیدہ میں املا کی کونسی فاش غلطی ہے؟ انہوں نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتی
ہم نے کہا کہ شعر نمبر   پڑھیئے اور پھر غور کیجئے، اس پر بھی وہ نہ سمجھے، ہم نے یہ قصیدہ اپنی قلم سے نقل کیا،

سلہ - مگر میرا اطمینان اب بھی نہیں، کیونکہ لیتھو میں غلطیوں کا نہ ہونا ایک تعجبات سے ہے، "بہارستانی"

اُس وقت کہا کہ اِس میں "صریر" غلط لکھا ہے، وہ فرمانے لگے کہ "س" سے صحیح ہے، ہم خاموش رہے، مگر نقل میں "ص" سے لکھا، ہم خیال کرتے ہیں کہ اِس مثنوی کی کتابت میں جو غلطیاں کاتباں نے کی ہیں، وہ اس ایڈیشن میں صحت نہیں پا سکتیں، کیونکہ وقت تنگ ہے اور مصروفیت زیادہ،

نکتہ | دورِ سلطنتِ مغلیہ میں کشمیر کے بچے اور بوڑھے تعلیم یافتہ نہ ہوتے تھے، جب جوان ہو کر فکرِ روزگار میں مبتلا ہوتے تھے، تو خوشخطی سیکھ لیتے تھے، پھر وہ اُمرا کے ہاں کتابت کا کام کرتے تھے، انہیں یہ بھی سلیقہ نہ تھا کہ سلیقہ "س" سے لکھا جاتا ہے یا "ص" سے، چنانچہ اِس مثنوی کی کتابت ایسے ہی کشمیری قلم سے ہوئی ہے،

مرہمِ بسمل | جب **رئیسِ ہند** کے دربار سوم (مارچ ۱۹۲۳ء) میں **رائے رایان** کی مختصر ۱۱لف معہ نمونۂ کلام چھپی، تو اطرافِ ملک سے اُس کے شائقین و قدردانوں نے ہماری ہمت بڑھائی، اُن میں سے **منشی عبدالرحیم** صاحب **بسمل** کرانوی تلمیذ شہزادہ مرزا **عبدالغنی** ارشد **گورگانی** نامِ کلامِ **برہمن** سے مرغِ بسمل کی طرح تڑپ اُٹھے، ہمیں کلام برہمن کی ترتیب و اشاعت پر اُبھارا، ہم نے جناب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ کو برہمن کی واقفیت کس طرح ہوئی، جواب آیا کہ "اکثر تذکروں میں اُن کا حال پڑھا، قدیم بیاضیں دیکھیں، برہمن صاحب کی تصنیفات سے **منشآتِ برہمن** میرے پاس ہے، اُس میں سے غزلیات وغیرہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں، تاکہ آپ کلیات سے مقابلہ کر کے زائد غزلوں کا اندراج کر لیں اور غزلوں کی پیشانی کی عبارت (جس جسکو **برہمن** حسنا نے لکھی درج کریں) تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو"

آپ نے چار غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور فردات وادبیات عنایت فرمائیں اُن کے ساتھ **منشآتِ برہمن** کے دیباچہ کی نقل بھی بھیجی، اور اُن کے کلام سے اُن کی زندگی کے چند واقعات پر روشنی بھی ڈالی، اُن کی طبع رسا جس صحیح نتیجے پر پہنچی، ہم اُس سے پہلے کلام برہمن سے وہی نتائج اخذ کر چکے تھے، مقابلے کے بعد اس جدید کلام سے حسبِ ذیل کلام کی **کلیاتِ برہمن** میں ازدیادی ہو گئی،

غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور نو فردات وابیات چنانچہ جو کلام اِن کی وساطت سے ہم پہنچا ہے، اُس پر "عطیہ حضرت بسمل" لکھ دیا گیا ہے، ہم **حضرتِ بسمل** کی اس دلی امداد کا سب معاونین سے زیادہ شکریہ ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں آپ نے دو قطعہ تاریخ بھی عنایت فرمائے ہیں، الملک میں اگر حضرت بسمل

سے اہلِ شوق پیدا ہو جائیں تو علمی کساد بازی کا بازار سرد ہو جائے'

یہ مجموعہ دیوان برہمن نہیں بلکہ کلیاتِ برہمن ہے

ہمارا "دیوان برہمن" کی اشاعت کا خیال تھا مگر اس کے شوق صحت نے یہاں تک ہماری رہبری کی کہ رائے رایان کی جملہ تصنیف مل گئیں، چونکہ معزز موصوف کا دیگر کلام بھی نابود ہو رہا ہے' اس لئے آپ کی کل نظمیہ تصنیف کا یہ مجموعہ مرتب کر کے چھاپا جاتا ہے' اور اسی لئے یہ **کلیاتِ براہمن** کہلانے کا مستحق ہے' اگر وقت نے مساعدت کی تو حصۂ نثر بھی حصہ دوم کی شکل میں زیور طبع سے آراستہ کیا جائیگا' اور جلد'

حتی الامکان کتابت کی غلطیوں کی صحت کر دی گئی ہے' لیکن یہ ممکن ہے کہ نکتہ چین نگاہیں کاتب کی کوئی نہ کوئی غلطی نکالیں' نہایت سختی اور باقاعدگی کے ساتھ کتابت کا خیال رکھا گیا ہے' اور جہاں جہاں ضرورت سمجھی گئی' خفیف ڈیش سے کام لیا گیا ہے

برہمن کی روحِ پرفتوح سے معافی

اے برہمن میں تیرا بے ریا' جاں نثار' خدمتگذار ہوں' اب اس خدمت کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے' کہ میں تیری پاک روح سے بھی مناسب الفاظ میں بھی نادانستہ غلطیوں کے لئے حضورِ قلب سے معافی مانگوں" اے مقدس روح تو اپنے اس قفسِ عنصری کی کہ جو آج سے   سال پیشتر عالم وجود میں تھا' مجھ سے تاریخ سن' تو نے اس قفس میں جنم لے کر اندر پرستھ اور کاشی جی میں باس کرتے ہوئے بلبلِ ہزار داستان بنکر حقائق و معارف' توحید و الٰہیات' اخلاق و ادب' دنیا کی بے وفائی و سنگدلی کے دلکش و دلدوز نغمے سنائے' وہ ہم جیسے نالائقوں و بے تمیزوں کے کانوں تک پہنچے' قلمِ غلط سے لکھے ہو لکھا وہ غلط لکھا' اب وہ اہلِ بصیرت اور گوش شنوا کہاں' ہائے صبح شام کی اور شام سے صبح' لفظیں' لکنت کی مریض پائیں' فرہنگ بے آہنگ نکلے' فہمیں قاصر رہیں' بہ فاضل مددگار معاون تیرے خیالات تک نہ پہنچ سکے' ایتاً اور علم کی کساد بازاری نے کسی اہلِ فن کو تیرے نغمے سمجھنے کے لئے رضامند نہ کیا' میرا دل تیرے نغموں کا ایسا ہی عاشق ہے' جیسی کہ تو اس وقت اپنے عاشق کی عاشق تھی' مگر کیا نہ کرتا' کیونکہ تیرا فراق صدمہ جانکاہ تھا' اور اس سے بھی زیادہ' جو تجھے وارا کے فراق سے ہوا' تیرے نغمے زخمِ جگر کے لئے مرہم مسیحا تھے' میں نے عقیدت کی دوربین لگا کر محنت کی خوردبین سے تیرے خط و خال دیکھے' سمجھے اور جو سمجھ میں

نہ آئے اسے بالکل دیدے تو جانتی ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے صدق ارادت کیا، تیری طرح نمود و نمائش سے میری ذات بھی بری ہے، مگر یہ دلی آرزو تھی کہ تیرے یہ نغمے اہلِ ملک کو سناؤں کیونکہ اب سخت ضرورت ہے مجھ جیسے رہبر کے الفاظ اگر صحیح رہبری نہ کر سکینگے کم از کم مفہوم ہی سمجھ جائینگے، اور یہی مقصد ہے

اگر کہیں کہیں مفہوم کبھی سمجھ میں نہ آیا یا غلط

سمجھا تو اس میں جو میرا قصور ہے تجھ پر ظاہر ہے، پھر بھی تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں، مگر تیری رہبری میرے شاملِ حال ہے، اب تو اپنے نغمے سنا کہ جن سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، مردِ میدان اٹھیں اور نکتہ چین احباب کی طرح بیٹھ جائیں، تو اپنے شہزادہ دارا شکوہ کے قتل پر خون کے آنسو بہا چکی ہے میں اپنے قتل پر اپنا یہ کارنامہ چھوڑتا ہوں، اب میں تجھے رخصت کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی اہلِ علم کو یہ نغمے سنانے کے لئے سخت بیقراری ہے ؎

اے خطا پوش باز ما بگذر

کہ ز ما جز خطا نمے آید

سنام، محلہ منشیانِ قدیم
یکم فروری ۱۹۲۶ء

مقدمہ نگار
بھگونت رائے بہار
سنامی

THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE ANCIENT PAINTING

Presenting of MUNSHI CHANDER BHAN BRAHMAN by PRINCE DARA SHAKOH before SHAHJAHAN in DIWAN-I-AM at Shahjahanbad (Delhi).

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangement of using all kinds of blocks)

آنکہ برہمن تو شد و ہم یک زبانِ ما "برہمن" شد درمیانِ ما و برون از میانِ ما

کلیاتِ برہمن

زندگانی رائے ایان

یہ کلیات ہم نے چار حصوں میں تقسیم کی ہے۔ پہلا "مقدمہ" ہے۔ دوسرا "زندگانی رائے ایان" تیسرا "برہمن کی شاعری" چوتھا "تصنیفاتِ برہمن" آپ مقدمہ ملاحظہ فرما چکے۔ اب رائے ایان کی زندگانی پر نظر سے سبق حاصل کیجیے کہ اس جانفشانی کی نگارش کا یہی مقصد ہے۔

زندگانی رائے ایان اور مورخین

اس وقت تک ہماری نظر سے رائے ایان منشی چندر بھان برہمن میر منشی شاہجہان بادشاہ کے متعلق اردو کے چار تذکرے گزرے ہیں۔ سب سے اول بلحاظ اشاعت نہ لکھنے کے برابر مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے لکھا جو اُن کے اردوئے معلیٰ کے ماہ اگست سنہ ۱۹۱۰ء میں چھپا۔ جس طرح سے ایسے رسائل میں تذکرے چھپتے ہیں اور حسرت موہانی تذکرے لکھتے ہیں وہ سب پر ظاہر ہے۔ مگر حسرت نے کشادہ دلی کے ساتھ رائے ایان کی شاعری کی داد دے کر انہیں منعز فطرت کلیم کا مدمقابل قرار دیا اور رسالہ کی بھاگ دوڑ میں کہیں کہیں سبزہ زار برہمن پر بھی منہ مار لیا ہے۔ وہ آپ ہاتھ نے پر سحر کلام سے ایسے بے خود و دیوانہ ہوئے ہیں کہ خود ہی لطف لے لے کر "الا دستید" پڑھ رہے ہیں مگر دوسروں کو مایوس کر دیا۔ آپ فرماتے

لکھا ہے :-

"دل بستگی عجیب چیز ہے اور دل بستگی سخن عجیب بھی ہے اور لطیف بھی۔ اسی کی بنا پر چندربھان برہمن اکبرآبادی کے نام سے مجھے محبت ہے اور دل سے گرویدہ ہوں لیکن اس کا دلدادہ و دیوانہ ہوں"

فارسی کے شعرائے مشاہیر ہندیوں کے نام لکھ کر نقادی فرماتے ہیں :-

"ان کا فارسی کلام شعرائے ہند میں سے کسی کے کلام سے کم نہیں ہے "چچتم دیکھوں" کے تو اکثر اشعار معجز فطرت کلیم کے اشعار کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں"

عرفی انقادی کی داد میں چند اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں :- "ایک روز شہزادہ (دارا شکوہ) نے شاہجہان کی خدمت میں عرض کیا کہ چندربھان ایک شاعر خوش گو ہے" اس صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ شاہزادہ دارا شکوہ کے قلب پر رائے برایان کی زبان و بیان نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا حضرت نیاز نے ان کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی فراخدلی سے قبول کیا ہے کہ :-

"زبان ان کی نہایت شستہ ہوتی ہے۔ بندش صاف، مطلب بالکل عام فہم، ترکیب درست ہوتی ہے اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب"

حضرت مذکور کلام برہمن کی "خوبی ترکیب" "لطافت الفاظ" "روانی بیان" اور "انگریزی مذاق یعنی شائستہ مذاق" کی تعریف کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ "رنگ محبت کے ساتھ فلسفہ عمل کے امتزاج نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے" غرضیکہ فراخ دل قابل نقاد نے خود سرور حاصل کر کے مختصر الفاظ میں اچھا لکھ دیا بعض بعض رنگ کی مثالیں دے کر خاتمہ ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ :-

"ان سب مثالوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ برہمن کا پایہ شاعری معمول سے کہیں زیادہ بلند ہے اور انہیں اساتذہ زبان فارسی کے زمرے میں شامل ہونے کا پورا حق حاصل ہے اگر زیادہ فراخدلی ہوتی تو ... کا اساتذہ میں شمار ہوتے تھے جو صحیح ہی تھا"

حضرت کی فراخ حوصلگی اور بے تعصبی نے ہمیں جتنی بات سے ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے شکریہ کہ ان کے عمل سے نتیجہ ثابت ہوا دیکھئے کب تک چلے

دوسرا تذکرہ خمخانۂ جاوید ہے جسے مشہور امیر اب امیر لالہ سری رام صاحب ایم اے نے مدون کیا ہے مگر رائے صاحب موصوف بلحاظ معلومات و ذخیرہ کتب کہنہ آپ کی شاعری پر سب سے بہتر روشنی ڈال سکتے تھے مگر افسوس انہوں نے محض یہ لکھ کر کہ :-

"طبیعت کی موزونی سے عاشقانہ و تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے اور اس وقت کے مشاہیر میں ان کا شمار تھا"

اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری اور نقادی ادا فرما دیا حسب رائے صاحب سا خاندانی علم دوست دہلی میں کھری کی ریاست کرتا ہوا اپنوں سے سب بے اعتنائی برتے تو دوسروں کا کیا گلہ

آپ کے گرانمایہ بلکہ بے بہا کتب خانہ میں دیوانِ برہمن کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے اور چہار چمن بھی کتب خانہ کی رونق کا باعث ہو رہی ہے خمخانۂ جاوید سے ہماری معلومات میں یہ جدید اضافہ ہوا کہ جناب برہمن ریختہ یعنی اردو میں بھی سخن سرائی فرماتے تھے اور تبرکاً پانچ اشعار کی ایک غزل بھی درج فرمائی ہے

تیسرا بیان منشی محمد سعید احمد صاحب مارہروی کے قلم نے امرائے ہنود میں دیا ہے منشی صاحب بالطبع علم دوست اور عالم ہیں، ہم نے جب اپنا دیوان دیکھا تو یہ کتاب چھپ چکی تھی مزید دریافت کے لئے چار خطوط روانہ کئے افسوس ہے کہ ایک کا جواب نہ ملا کیونکہ ہمیں امید تھی کہ منشی صاحب رائے صاحب کے حالاتِ تاریخی اور ادبی پر سب سے زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں

منشی صاحب نے برہمن کے تاریخی حالات پر خواہ کچھ بھی ہو جس قدر مہربانی فرمائی ہے اس کا منجانب ملک اوسب شکریہ ادا کیا جانا واجب تھا مگر احسان فراموش ہندی اپنی یہ ذلی صفت بھلا بیٹھے ہر سال دسہرہ مناتے ہیں، رام لیلا کے سوانگ بھرنے میں مرے جاتے ہیں، کروڑوں روپیہ یادگاروں میں منانے میں فضول طور پر خرچ کرتے ہیں، باجے بجا کر خون بہاتے ہیں، زبان کے نشتر چلاتے ہیں اور جب چوٹ پڑتے ہیں تو دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں، یا بھیڑ بکرے کی طرح حلال ہو جاتے ہیں، اگر یہ مدعیانِ زندگی یادگار یادگار کے نکات سمجھتے تو چندر بھان برہمن جیسی ناقابلِ فراموش ہستیاں نہ بھلاتے ان کی یادگار قائم کرتے کلام چھپواتے ملک میں پھیلاتے اور ان کے لائق کلام سے اپنے ابنائے جنس کے دل و دماغ کسی

انصاف کے قلم سے مفصل و مکمل تذکرہ لکھتا۔ اِس تذکرہ کی (جسے تذکرہ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے) (۱۱۸) سطور ہیں، جن کی تفصیل بلحاظِ مضمون حسبِ ذیل ہے:-

ا	۔ شرح، نام، سکونت و ملازمت،	۳ ۔ سطور
ب	۔ عہدِ مغلیہ کے لقب و خطاب "خواجہ" پر	۲۱ ۔ "
ج	۔ خط و کتابت عہدِ مغلیہ پر،	۱۲ ۔ "
د	۔ نصابِ عہدِ مغلیہ (حالانکہ برہمن کی تحریر کا یہ مقصد نہیں، جو آپ نے نکالا ہے)	۸ ۔ "
ہ	۔ برہمن کے مطالعہ کی میز، (اس کا بھی غلط مفہوم نکالا)	۸ ۔ "
و	۔ ہندیوں کا شوقِ فارسی،	۵ ۔ "
ز	۔ انتخابِ کلامِ برہمن، (یہ انتخاب بھی ناقص کیا)	۵۱ ۔ "
ح	۔ متفرق	۱۰ ۔ "
		۱۱۸

ایک سوانح نگار کے لئے یہ کس قدر شرم کا مقام ہے، کہ ایک اُستادِ زماں کے حالاتِ زندگی تین سطروں میں ختم کر دے، اور واقعاتِ غیر متعلقہ کی بھرمار ۱۱۵ سطور تک جاری رکھے، آپ نے بڑے فخر اور دعوی کے ساتھ القاب و خطاب "خواجہ" ہندیوں کے لئے باعثِ اعزاز جتانے میں زور لگایا ہے، اور نہایت بیجا طور پر رائے رایان کو بھی "خواجہ" کے خطاب سے مشہور کیا ہے، حالانکہ آپ اِن ۱۱۸ سطور میں یہ ثابت نہیں کر سکے کہ پنڈت صاحب کبھی خواجہ کے لقب سے ملقب کئے گئے، دراصل یہ بھی ایک ذہنی شرارت ہے، جس وقت آپ نے رائے صاحب کی سوانح لکھی، اُس وقت آپ کے دعوی کی ابطالت کے لئے ہر سہ مندرجہ اظہارات ملکی رسالوں میں مشتہر ہو چکے تھے، .... آپ نے اپنی خبثِ باطنی سے شاہی خطاب "رائے رایان" چھپایا، اور اپنی سرکار سے خود "خواجہ" کا خطاب بخش دیا۔

کسی مسلمان کو ہندی لقب "پنڈت" "لالہ" وغیرہ سے ملقب کیا جانا، ایسی ہی قومی توہین ہے، جیسی کہ کسی ہندی کو مسلمانی لقب "مرزا" "خواجہ" خطاب سے مخاطب کیا جانا، اسے مرزا صاحب خود اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اِس مسخر کو خوب پہچانتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"پنجاب میں ایک مشہور ڈاکٹر چھچپت شاہ صاحب ہندو تھے، چونکہ اُن کے نام کے ساتھ "شاہ" لگا

ہوا تھا اس واسطے حکومتِ انگریزی نے انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیدیا"

دراصل مرزا صاحب کی سرکار سے پنڈت چندر بھان کو "خواجہ" کا خطاب دیا جانا حسرتؔ کے ان کے غلط خیالات کی تکمیل ہے کہ جہاں وہ عقائد پر حملہ کر کے انہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے لیکن ایسے حضرات کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح ؎

اگر ام مذاق بودم باز گردم شیخ جی ۔۔۔ غلہ ارزاں شد سودا مسال شید مے شوم

یہ برکاتِ ہندی مذہب میں نہیں کیونکہ کوئی شخص ہندی مذہب میں نہ تو لالہ سے پنڈت بن سکتا ہے نہ شرما سے ورما، خواجہ اور مرزا تو خیال میں بھی نہیں آسکتا، یہ دیگر بات ہے کہ زمانہ حکومت میں کوئی اس کا معترض نہ ہوا جہاں زمانہ اسلام میں ہندی "خواجہ" اور "مرزا" سے ملقب کئے جاتے تھے اور شرفائے اسلام "میرزا" اور "مولوی" کہلاتے تھے اب سب "مسٹر" کی ٹوپی پہن بیٹھے خواہ چست اور موزون ہو نہ ہو مگر سب خوش ہیں، اور خوشی سے استعمال کرتے ہیں، ان مفسدوں پر افسوس ہے

آپ نے برہمن کی ۲ غزلیات نقل کی ہیں، اور ان میں بھی ناقص انتخاب کیا ہے، حالانکہ ان کا کلام دیوان قابلِ انتخاب نہیں جو اشعار غزل کی جان تھے، وہ چھوڑ دیئے یا تو بالارادہ درج نہیں کئے گئے یا پڑھے نہیں گئے اگر چھوڑ یا غلط پڑھا اور جو لکھا غلط لکھا، اور یہ اغلب ہے کہ حسبِ عادت یہ اشعار مسخ کئے گئے، ورنہ ایسی غلطی انتخاب میں نہ ہوسکتی ہے، نہ میرزا صاحب زبانِ فارسی سے ایسے نابلد ہیں۔ مثلاً آپ نے یہ شعر لکھا ہے ؎

دارد بگوشِ اہلِ سخن راہ برہمن ۔۔۔ "نقلم" سخن کہ عقدِ ثریا گرفتہ است

وہ طالبعلم کہ جو معمولی فارسی جانتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ یہ "نقلم" کیا بلا ہے، ایک فاضل جب اس میں لفظ "نقلم" دیکھے گا، تو جو اندازہ برہمن کے کلام کا لگا سکتا ہے، وہ ظاہر ہے، میرزا صاحب دراصل ایسے نافہم نہیں کہ جنہیں "نقلم" نہ کھٹکتا، بس یہ کہنا صحیح ہے کہ انہوں نے یہ شعر مسخ کیا، ہمارے دیوان میں صاف "نظم" لکھا ہے، یہ بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے "نظم" کے بجائے "نقلم" پڑھ لیا ہو یا کاتب زمانہ نے ایسا لکھ دیا، رائے سری رام دہلوی کے دیوان میں "نقد" لکھا ہے جو "نقلم" سے بہتر ہے، دوسرا شعر لکھا ہے:۔۔۔

دلم اسیرِ غمِ مدّعائے گردد   بمدعا طلبی رشتہائے گردد

اِس شعر کا مطلب شاید میرزا صاحب نے کچھ سمجھا ہو اور اِسی وجہ سے اُسے مسخ کیا ہو "رشتہا" سے آپ کی طبیعت نے خوب رشتہ باندھا، اصل شعر حسبِ ذیل تھا ؎

دلم اسیرِ مدعائے گردد   بمدعا طلبی آشنائے گردد

سخن فہم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اس تبدیل لفظ نے شعر کی خوبی خاک میں ملا دی تھی۔

تیسری اصلاح ملاحظہ فرمایئے ؎

دلم بجوئے محبت جریدہ سے آید   ز "شیر بند" بتعلق رسیدہ سے آید

اصل شعر اس طرح تھا ؎

دلم بہ کوئے محبت جریدہ سے آید   ز شہر بند تعلق رسیدہ سے آید

"شیر بند" شاید میرزا کی لغت میں کوئی معنی رکھتا ہو مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ میرزا صاحب کے ایک ہمخیال نامی فاضل نے فرمایا کہ "شہر بند" کی ترکیب غلط ہے "شیر بند" صحیح ترکیب ہے، ورنہ کسی فاضل کے کلام کی سند چاہیے۔ یہ ایسا پوچ اور نادانی کا فرمان تھا کہ سند کی ضرورت نہ تھی، مگر ملاحظہ ہو، نظامی گنجوی نظم میں یاد دلاتے ہیں ؎

نظامی بہ باغ آمد از "شہر بند"   بسیار لئے بستان بہ چینی پرند

ہر شخص کا کلام اُسکی تاریخ ہے

استاد آزاد دہلوی، ذکاء اللہ، شبلی، حالی، شرر وغیرہ تاریخ نگاروں نے جو جو تاریخیں لکھی ہیں، انھوں نے اُن کا ماخذ اپنے ممدوحین کا کلام قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ "ممدوح کے کلام کا نتیجہ نکالنا، صحیح واقعات زندگی کا دریافت کرنا ہے" یہ طریقہ نہایت معتبر اور مستند ہے، درحقیقت ہر شخص کا کلام اُس کے حالات کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ طریقہ استدلال عاقلانہ ہے۔

اِسی اصول کی پیروی کرتے ہوئے جب نقادِ طبع اصحاب نے عمر خیام کی یہ رباعی پڑھی ؎

اے رفتہ و باز آمدہ بلہم گشتہ   نامت ز میانِ نامہا گم گشتہ
ناخن ہمہ جمع آمدہ و سم گشتہ   ریش از عقب درآمدہ و دُم گشتہ

تو فوراً یہ فتویٰ دیدیا گیا کہ عمر خیام تناسخ کے قائل تھے، یہ جو جائز اور صحیح ہے، یہ خیال محض عمر خیام ہی کی نسبت نہیں، بلکہ اور بہت سے معزز علمائے اسلام کی نسبت ظاہر و ثابت کیا گیا ہے چنانچہ حکیم ناصر خسرو کے متعلق اُن کی تصانیف سے استفادہ اٹھاتا ہوا فاضل اجل دوست شاہ لکھتا ہے:-

"از اں کلام معلوم مے شود کہ طبعی و دہری بود مذہب تناسخ داشتہ" الخ مصنف سرو آزاد ایسا ہی نتیجہ نکالتا ہوا لکھتا ہے کہ :- ملا زمانی یزدی بھی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے، تناسخ کا قائل تھا اور یہ نتیجہ اُس کے کلام سے نکالا گیا ہے،

بالعموم مولانا روم کے اس قسم کے شعروں سے ؎

ہمچوں سبزہ بارہا روئیدہ ام　　ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ بھی تناسخ کو مانتے تھے، واقعی تاریخی حالات کا یہ طریقۂ اخذ ایسا ہی قابل اعتبار ہے، جیسا کہ شخص ممدوح کا اصلی لباس اُس سے انسان کا قد، ڈیل ڈول اور مذاق سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے، واقعات کی صحت و پڑتال سینکڑوں برس کے بعد ہم اپنے زبانی جمع خرچ سے نہیں کر سکتے، اور ایسی تحریرات کے مقابلہ میں زبانی دعویٰ محض دعویٰ باطل ہے،

رائے رایان کی تصانیف خود انکی مکمل لائف ہے

تاریخی واقعات کا مواد فراہم کئے جانے کے لئے جب یہ عام اصول عام طور پر مروج ہے، تو ہم بھی اُن کے کلام سے نہ استفادہ اٹھائے بغیر نہ رہ سکے، اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ہم بھی ایسے بے خلل اصول کی پیروی کرتے ہوئے "رائے رایان" کی تصانیف سے اُن کی زندگی کے واقعات کی نہ فقط اُن سے صحت کریں، بلکہ اُن سے مزید حالات بھی اخذ کریں، چنانچہ اِن حالات کا بہت سا حصہ آپ کی تصانیف سے صحت کیا گیا، اسطرح جو واقعات جدید معلوم ہوئے اُن کے لئے ہمیں اِن کی تصانیف کا ممنون ہونا چاہئے،

خاندان کی اصالت

جو اصحاب شریف صحیح النسب ہوتے ہیں، وہ اپنے شجرے دیوتاؤں اور پیغمبروں سے نہیں ملاتے، بلکہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے شجروں کا پتہ بتلاتے ہیں، "رائے رایان"

اپنی اصول پر کاربند ہیں، وہ اگر چاہتے تو سلسلۂ نسب بہ بہاجی سے یا اشیلو سعتھالاں، ہٹلیپر بیاس مارکنڈے، بھیکشن، ہنومان، اور پرسرام سے ملا دیتے، نتیجہ اس کا کوہ کندن و کاہ برآوردن ہوتا وہ مردِ صالح اپنی قومیت پر ناز کرتا ہوا، اپنے اشغال کا پتہ بتلاتا ہے کہ ہمارے بزرگ برہمن تھے اور برہمن بھی وہ کہ جو شاستروں کی رُو سے برہمن ہیں، جن کا کام ظاہر و باطن کی آراستگی تھا، اور مراتبِ صورت و معنی کے پاسدار تھے، یہ قومی افتخار اُن سے سُن لیجیے، وہ اپنی زبان میں اس طرح ادا فرماتے ہیں:-

"در زمرۂ اہلِ زُنّار برہمناں اعتبارے و امتیازے داشت اگرچہ بحسبِ عُرف و عادت بجہتِ کسبِ معیشت باشغال مختلفہ روزگارے پرواز د لیکن بہترین شیوۂ این طائفہ آنست کہ پاسِ مراتبِ صورت و معنی داشتہ اند چنانچہ کہ در کتبِ معتبرِ قدیم در بارۂ این گروہ ثبت گشتہ عمل نمایند و آراستگی ظاہر و باطن را عنوان جریدۂ اعمال خود سازند"

خاندانی مصروفیات کسی مورخ فارسی و اُردو نے یہ دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی، کہ آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا، اور وہ کیا شغل رکھتے تھے، کس طرح گذری اور کس طرح گذار رہی، سخت افسوس ہے مغلیہ سلطنت کے اسلامی مورخان پر کہ جنہوں نے رکن رکین دولت، وزیر مالیات، منشیٔ بے بدل، سفیرِ کامیاب، ایسے فاضلِ اجل کے حالات سے اس قدر چشم پوشی فرمائی اگر وہ اپنے حالات خود تحریر نہ کرتے تو آج ہم نہ تو اُن کے حالاتِ خاندان معلوم کر سکتے نہ اُن کے والد بزرگوار کا نام پاتے اور نہ اُن کے مشاغلِ زندگی کا پتہ ملتا، ان کی تحریرات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کے بزرگ آپ کے دادا تک سری منو مہاراج کی تقسیم زندگی کے عامل تھے، یعنی برہم چریہ آشرم، گرہست آشرم، بانپرستھ آشرم، سنیاس آشرم، یہ بزرگ ویدِ مقدس کے احکام کے اعلیٰ و ارفع موافق زندگی بسر کرتے تھے، آپ کا یہ بیان اس وجہ سے قابلِ قبول ہے کہ اسلامی عہد میں بھی آپ کی ذات ہر طرح کی ہندی خوبیوں کا جلوہ دکھا رہی تھی، اور جو بدیاں اس مذہب میں پیدا ہو گئی تھیں، اُن سے آپ کا خاندان بالکل مبرا تھا، اسی دل اور دماغ کی بدولت اسلامی سلطنت میں قابلِ رشک عروج پایا، نیک خاندان کے نیک بنیاد جوان ہر ملک و ملت میں عزت پاتے ہیں، نالائق اپنے ہی گھروں میں جوتیاں کھاتے ہیں،

دھرم داس منصب دار

اکبرِ اعظم کا زمانہ تھا کہ آپ کے والدِ بزرگوار پنڈت دھرم داس نے سنسکرت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی پر دستگاہِ کامل حاصل کی۔ اکبر کی مرنجاں مرنج پالیسی نے ہندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا، اور ہر ہندی یہی چاہتا تھا کہ اُس کے انتظامِ سلطنت میں شریک ہو، چنانچہ آپ نے مغلیہ سلطنت کی ملازمت میں داخل ہو کر ایرانی فاضلوں کے پہلو بہ پہلو دادِ کامرانی دی، اور پھر ترقی پا کر منصب دارِ سلطنت ہو گئے، مدتوں عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے، چونکہ خاندان کے جدید دستور العمل زندگی کی یہ پہلی منزل تھی، اسلئے قدیم دستور العمل کی طرف طبیعت مائل ہوئی، شمارِ عمر کے تقاضے پر ملازمت سے مستعفی ہوئے، اور سنیاس آشرم میں داخل ہو گئے، رائے رایان یہ طولانی داستان ان مختصر الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں:—

"آبا و اجداد ایں درست اعتقاد بطرزِ قدیم خود عمل مے نمودند تا کہ نوبت بہ دھرم داس پدرِ ایں فقیر رسید، آں مخدوم نویسندہ کاردانی بود، مدتے در سلکِ منصب دارانِ خاصہ شریفہ انتظام داشت، بعد ازاں بے ثباتی روزگار را دریافتہ، استعفائے خدمت و منصب نمودہ، در گوشۂ عافیت نشست"

ایک جگہ لکھتے ہیں:— "از آنجا کہ فقیر را سلوک و آئین قدیم بہ ہماں است، پدرِ فقیر بود"

پھر ایک جگہ مطلع فرماتے ہیں:— "پدرِ فقیر کہ چند شاہ بود اگرچہ در لباسِ ظاہر مشابہت با اہلِ تعلق داشت اما در عالمِ باطن خود را بیگانہ اہلِ روزگار می دانست ہمیشہ ایں مصرع بر زبان داشت" ؎

"صاف بودن بہتر از آلودگی"

تاریخ و سالِ ولادت

مورخوں اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ محض علمی خدمات تک محدود رکھا اور وہ بھی ناقص و نامکمل، ایسے اُستادِ زبان، ادیبِ فارسی کے واقعاتِ زندگی سکندری قصے کہانیاں بنا دئیے اور آج یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کب اور کہاں کس خاندان میں پیدا ہوئے، خدا بھلا کرے منشی سیل چند کا کہ جنہوں نے ان کے حالات لکھے اور خوب لکھے مگر افسوس کہ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہ ہوئی۔ مارہروی اسی سند پر لکھتے ہیں کہ چندر بھان سنہ ۱۰۱۲ھ میں بمقام آگرہ[1] پیدا ہوئے اس حساب سے

[1] حضرت آذر اطلاع دیتے ہیں:— کہ "مطالعہ چہار چمن اور دیگر کتب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بمقام لاہور پیدا ہوئے"
تبسّم کاشمیری

آپ نے ۹۱ سال کی عمر پائی، اور یہی وہ عمر ہے، جو آریہ ورت کے جوگیشوروں کو نصیب ہوتی ہے،

نام و تخلص آپ کا نام پنڈت چندر بھان تھا، اور تخلص برہمن فرماتے تھے آپ کے بزرگ نسلاً بعد نسلاً سنسکرت کی کتابوں کے مالک تھے، اور اسی لحاظ سے پنڈت کہلاتے تھے، آبائی خاندانی عقیدت آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی، اور اسی پر آپ کو فخر تھا، آپ کی اس جرأت کی کیا داد دیجئے، کہ جس نے آپ سے اس پُر آشوب زمانے میں برہمن تخلص انتخاب کرایا،

مورخوں کا حسد جس قدر تاریخیں ہندیوں اور مسلمانوں نے لکھیں اُن میں سے کسی تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں پائے جاتے، یہ بغض و حسد قابلِ افسوس ہے، اگر یہ خود مجموعۂ رنگین مرتب نہ فرماتے تو شاید یہ احسان فراموش دنیا ان کا نام اور کام بھی بھلا دیتی، مگر کون ہے، جو اپنی غلطی جو درحقیقت ملکی غداری ہے، تسلیم کرے،

وطن وقائع نگار جو سوانحعمری لکھنے کے مدعی ہیں، تحقیقات و واقعات کا خون کرتے ہیں، چار سطریں لکھیں اور اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری ادا کر دیا، اس خبط کے خبطی وقائع نگاران میں آپ کے وطن کی نسبت بھی اختلاف ہے، لیکن یہ عقدہ آپ کے انشا چہار چمنی کے دیباچہ سے کھل جاتا ہے، آپ پتہ دیتے ہیں:-

"این نیاز مند بدار السلطنت **لاہور** کہ بمقتضائے لطافتِ آب و ہوا و اقسام خوبی ہائے کہ دم حالات .... بے زندرسیدہ" الخ

اس سے پایا جاتا ہے، کہ آپ کا اصلی وطن لاہور نہ تھا، ہر صاحب جاہ اپنے زمانہ عروج میں اپنے وطن میں اپنی جائداد بڑھانے اور رونق دینے کی قدرتی آرزو رکھتا ہے، آپ نے اپنے ایام امارت میں جو تعمیرات تعمیر کرائیں، اُن کا فخر اکبر آباد کو حاصل ہوا، لیں اس بنا پر کہا جا سکتا ہے، کہ آپ کا اصلی وطن دہلی تھا نہ لاہور[۱][۲][۳]

[۱] مرزا سلطان احمد کی کج روی کا جواب صفحہ ۶۰ پر درج کیا گیا ہے، مرزا صاحب نے لفظ "خواجہ" کی بحث اُن کے ذکر میں خواہ مخواہ چھیڑ دی، حالانکہ رائے رایان کا یہ کوئی لقب تھا نہ خطاب اور نہ مرزا صاحب ثابت کر سکے، "بہار سنامی"

[۲] صاحب خمخانۂ جاوید اصلی وطن دہلی تحریر فرماتے ہیں، بہار سنامی

[۳] مرزا صاحب ... و محمد سعید احمد لاہور　　بہار سنامی

بلکہ اکبر آباد تھا۔ اب ہمیں ان کی دماغی قابلیت اور ذکاوت کے اعتبار سے یہ دیکھنا تھا کہ کیا خاکِ اکبر آباد ایسا فرزند پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، جب ان کی زبان اور کلام پر غور کیا جاتا تھا، تو ہمیں شبہ پیدا ہوتا تھا، کہ حقیقتہً ایسا صاحب دماغ اکبر آباد کی سرزمین پیدا کرنے کے ناقابل ہے، یہ ضرور کشمیری ہونگے، اور ترکِ وطن کے بعد آگرہ میں سکونت اختیار کی ہوگی، آپ کے والد نے قصبہ جونپور مضافات اکبر آباد میں جو وفات پائی، اس سے بھی خیال کیا جاتا ہے، کہ کشمیر کے بعد آپ کا وطن مضافات اکبر آباد میں تھا،

ان ہی ایام میں میرے خواجہ تاش محقق اور زیرک عزیز پنڈت سورج پرکاش صاحب ایم اے کو مقام گوالیار جانے کا اتفاق ہوا، چونکہ دیوان کی ترتیب زیر نظر تھی، شاہی کتب خانہ دیکھتے دیکھتے انہیں ایک مطبوعہ کتاب موسوم بہ چمنستانِ کشمیر کی سیر کا موقعہ ملا، یہ کتاب پنڈت نرنجن ناتھ صاحب عرف صاحب متخلص مشتاق خلف آنریبل پنڈت ششبر ناتھ وکیل ہائی کورٹ و ممبر کونسل حضور وائسرائے نے ناصری پریس مفتی آباد میں ایک سو سے زیادہ صفحوں پر ۱۸۹۹ء میں چھپوائی ہے،

جہاں اس میں شاعرۂ علمِ فارسی و اردو کے نام و کلام درج کئے گئے ہیں، وہاں پنڈت رائے چندر بھان برہمن "کشمیری" درج کئے گئے ہیں اور غزل ۳۲ نمونہ کلام میں دی گئی ہے

مشتاق صاحب کی تحقیقات ہم سے مشتاقِ تحقیقات کی بڑی رہبری کا باعث ہوئی، آپ کے بزرگ عام اہلِ کشامرہ کی طرح کشمیر ہی سے آئے، اور جہاں پناہ دیکھی، وہیں قیام کیا، اور پھر ہندوستان میں ہر جگہ پھیل گئے، پروفیسر کے، ایم "مترا" ایم اے "فہرست کتب ریاست کپور تھلہ" کے صفحہ ۸۸ پر لکھتے ہیں، کہ "رائے چندر بھان پٹیالہ کے تھے" ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب نے بٹالہ لکھا ہو، اور ٹائپ میں کمپوزیٹروں نے پٹیالہ بنا دیا ہو، مگر بٹالہ بھی بلا تحقیق و پتہ لکھا، اس لئے ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے،

اس تحقیقِ حال کے بعد ہم نے تصانیفِ برہمن پر کامل عبور کیا، وہاں سب کچھ مل گیا، سمجھنے والے سمجھ لیں:۔

"این شکستہ دل درست اعتقاد چندر بھان برہمن کہ شکستگی طبع دل را باعثِ درستی حالِ خود میداند، برہمن زادۂ ملکِ پنجاب است" الخ

اُسی سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں: "مولد و منشأ این نیازمند شہر دار السلطنت لاہور است"

براہمن از لبِ ہندی نژاد ان نکتہ مے سنجد ○ زبانِ فارسی و ترکی و تازی ہمے داند

تعلیم و تربیت آپ کی خاندانی علمی و ادبی فضیلت مقتضی تھی کہ آپ کو آپ کا جہاندیدہ والد بزرگوار اپنے خاندان کی روایات کے موافق تعلیم دے، اِس لئے حسبِ رواجِ خاندان اوّل اوّل آپ کو سنسکرت و بھاشا کی تعلیم شروع کرائی گئی، پھر آپ نے ویددان آچاریوں اور گنوان پنڈتوں سے سنسکرت کے ہر شعبۂ علم کی مکمل تعلیم پائی، اور جلد ہی[1] حالتِ جذب طاری ہو گئی، خاندانی علم سے فراغت پا کر اور مذہبی کتبِ مقدسہ سے اپنی قسمت کے آئنہ کو جلوہ دے کر آپ کو آپ کی ہمہ دان طبیعت نے فارسی و عربی کی طرف مائل کیا، اسلامی اخلاق و ادبیات سے فارسی و عربی کی تعلیم نے کماحقہٗ واقفیت کرائی، عہدِ مروجہ کی کل کتبِ اخلاق، وادبیات و تواریخ و زبادانی کا بغور مطالعہ کیا، نظم و نثر فضلائے ازمنۂ قدیم و جدید کی ہر طرح کی تصانیف نقادی کی نگاہ سے دیکھیں، مطالعہ کی کثرت ہر طرح کی تعلیمی و تربیتی تجربہ کا باعث ہوئی، بہت جلد فاضلوں میں شمار ہونے لگے انشاء[2] و کتابت، معاملہ فہمی، تحریر و تقریر میں کارگذار اہلکار ثابت ہوئے نظم و نثر، انشاء پردازی، واقعہ نگاری اور جذبات کے ادا کرنے میں بے نظیر تھے، نظم و نسق کے منتظم تھے، اور جدت طرازی کے بادشاہ، ہندی خیالات و جذبات جس انداز سے فارسی میں ادا فرماتے تھے، اس بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے دماغ نے زبانِ فارسی میں ایک نئی روح پھونکی، طبیعت ایسی موزون واقعہ ہوئی تھی کہ سانحۂ زبان اِن کا کلام سُن کر دنگ رہ جاتے تھے، وزرائے عالیشان، امرائے ارسطو دوران عزیز جانتے تھے اِن کے اشعار اُن کے قلوب پر خاص اثر ڈالتے تھے، وہ دن رات دربارِ مغلیہ کے علامۃ العصر فضلا سے صحبت رکھتے ہوئے اپنی تعلیم و تربیت مکمل فرما رہے تھے، دارا کی صحبت میں درویشانِ کامل جمع رہتے تھے، آپ کی مذہبی تعلیم نے زیادہ وہیں تربیت پائی، وہاں اپنا کلام حقائق و معارف کے پُر جوش خیالات سے بدر بلیغ کرایا، اور سچ تو یہ ہے، کہ ہند کا سچا ہندو ہو کر زبانِ فارسی میں ایرانی فاضلوں کا ناطقہ بند کر دیا، بوقتِ تحریر کسی بڑے سے بڑے مُقر کی مجال نہ تھی، کہ زبان ہلا سکے، آپ کا قلم شاہِ اقلیمِ سخن تھا،

---

[1] صفحہ ۳۰ ملاحظہ ہو

[2] امرائے ہنود صفحہ ۱۸۲، اردوئے معلیٰ حسرت موہانی دسمبر اگست ۱۹۰۳ء جلد (نمبر ۲)

اور زبانِ خسروِ عظیم بیان، فصاحت و بلاغت اُن کی جان، صحت و صفائی اُس پر قربان، جس سخندان کی ذات میں ایسی خوبیاں ہوں وہ برہمن سے نظیر و یا جائے، اور ایسا کون انسان ہے کہ جس کا ایسے دل و دماغ کے ساتھ السنہ سنسکرت، عربی اور فارسی پر کامل عبور ہو، حقیقت یہ ہے کہ برہمن، برہمن تھا اس کا کوئی جواب نہیں، نہ آئندہ ایسی تعلیم و تربیت کوئی پاسکے نہ برہمن پیدا ہو، کیونکہ انگریزی نے سنسکرت، عربی، اور فارسی کی فضیلت بے ضرورت کردی،

رائے رایان کی تعلیم و تربیت کی نسبت جملہ مورخین کا ہمارے بیان سے اتفاق ہے، رائے رایان یہ واقعات و حقائق اپنے ایک رقعہ میں خود تحریر فرماتے ہیں، اور جیسے وہ تھی، انہیں اُس پر خود ناز ہے:-

"چوں از عنفوانِ شباب ایں برہمن عقیدت کیش را میل و رغبت بدریافت دقائق شعر و انشاء بہم رسید و بعد فراغِ مطالعۂ کتب و تواریخ و نسخہائے نظم و نثر متقدمین و متاخرین، باقتضائے سعادتِ ازلی نقشِ خدمت عبودیت درگاہ سلاطین پناہ، سلیمان جاہ و صحبتِ وزرائے عظیم الشان عضد الخلافت **آصف خاں** سپہ سالار و علامۃ العصر وائل دوراں **افضل خاں** ورکن السلطنت **اسلام خاں** و علامۂ ارسطو فطرت **سعد اللہ خاں** درست نشست"

بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی تھی

صحیح تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ پر بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی اور انجام کار انہیں قبل از وقت سنیاس آشرم دھارن کرنا پڑا، اپنی حالتِ ابتدائی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:-

ذرایامے کہ ایں رہ نوردِ وادیٔ تسلیم و رضا را ہوسِ آزادی در سر افتاد، سوزشِ عجیبے در دل و دماغ راہ یافت و چوں در عین گرمیٔ ہنگامۂ شباب جوش و خروش دریائے طلب افتاد، صحبتِ بعضے از فقرائے جمعیت دست داد، دل را تسکینے و آرامے پدید آمد و جمعیتِ ظاہر و باطن نصیب گردید"

رائے رایان نے اپنے فرزند پنڈت تیج بھان کو ایک **مفصل خط** لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنی ابتدائی درمیانی اور آخری زندگی کی سب کیفیات درج کی ہیں، اس خط سے آپ کے ذاتی حالات پر بڑی روشنی پڑتی ہے، ان حالات کے ساتھ اس خط کا مطالعہ از بس ضروری ہے، ایک جگہ پر لکھتے ہیں:- دیکھو صفحہ ۴۲

A SAMPLE OF THE SHIKASTA NASTALIQ AMEZ HANDWRITING

OF

RAI CHANDARBHAN BRAHMAN.

"ایں نیاز مند اگرچہ گرفتارِ مشاغلِ صورت است، اما از اندیشۂ عاقبت غافل نیست و باوجود انواع تفرقہ و حوادثِ روزگار جمعیتِ خاطر را از دست نمی دہد و در ہر بقعۂ دہر جا کہ نشاں از گوشہ نشیناں و کنج گزیناں می یابد،

خود را بے اختیار رسانیدہ بہ لحظہ وقت را خوش میدارد"

رائے رایان کی خوشخطی

سیکھے نشستِ خط خواہش از صحیفۂ دل
سب پہ نوشتہ برہمن شکستہ تعلیق

خطاطانِ ایران و توران اور کاتبانِ کشمیر سے بڑھ کر اور کون خوشخط ہو سکتا ہے، چونکہ آپ نے اوائل عمر میں کشمیری پنڈتوں سے خط کی اصلاح پائی تھی، اسلئے آپ کے خط میں ایک خاص نزاکت اور کشش تھی۔ خطِ نستعلیق، شکستہ، غبار، گلزار، طغرا، توام، کوفی، وغیرہ وغیرہ کے کامل خطاط تھے، مصوری اور گلکاری کے گلزار کھلاتے، جن پر طائرانِ خوش الحان چہچہاتے تھے، آپ کے خطوں کے نمونے ایران تک اہلِ شوق منگواتے تھے، مقبروں میں رکھتے تھے، اور ایوانوں کو سجاتے تھے۔ کمال خواہ کسی چیز کا ہو، زوال و ادبار سے بچاتا ہے، چنانچہ جب علامی **افضل خاں** کی موت سے اس کے متوسلین پر تباہی آئی تو آپ کے خطِ شکستہ ہی نے افواجِ ستم کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی، برہمن کو اپنے قلم کے بیان اور لباس پر خود ناز تھا، آپ کے خطِ شکستہ کی کمک نے شاہجہان کے خونی ارادوں کے دل بادل کو جو شکست دی اسے آپ اپنی آنکھوں سے اگلی سطروں میں دیکھیں گے،

ل "رقائم و نوشتہ جات ایں نیاز مند در ایران و توران شہرت یافتہ اند، و باطراف و اکناف ہندوستان در ہر ملک در ہر جا بہ رسیدہ الخ" "چہار چمن"

ایامِ مکتب کے ملفی

جب آپ حالتِ طالبعلمی میں تھے، آپ کو ایک روز فصیح جید فاضل نواب **ملتفت خاں** کے مکتب میں[ل] لے گئے کہ جہاں نواب صاحب کسبِ کمال میں مشغول تھے، شروع جوانی کے عالم میں ہنگامۂ سخندانی گرم رکھتے تھے، اور طرح دیتے تھے، وہ برہمن کے کلام سے ایسے مانوس ہوئے کہ آپ کو اپنا رکن بنایا، ہر ہفتہ میں ایک دفعہ جاتے تھے، اور اپنا کلام سنا کر سب کو محظوظ کراتے تھے۔ نواب دل سے مہربانی فرماتے تھے، آپکو اپنا ہم مکتب بنایا، نواب جوان ہو کر بادشاہ کے

ل منشیاتِ برہمن خط بنامی نواب ملتفت خان،

معتمدِ خاص ہوئے مگر برہمن کے دل سے قدردان رہے، ایسے اور بہت سے اصحابِ ثروت آپ کے ہم مکتب تھے، اور اپنے عروج میں سب سے محبت فرماتے تھے۔

دیوان خانہ رائے رایان

زمانۂ قدیم میں بادشاہوں اور وزیروں کے دیوانخانے فحش تصاویر اور نالائق تحاریر سے مزین نہ کئے جاتے تھے، بلکہ مذہبی تصاویر اور پُر نصائح تحاریر سے سجائے جاتے تھے۔

برہمن نے عنفوانِ شباب ہی سے اپنا دیوان خانہ کلامِ ادب و اخلاق سے آراستہ کیا تھا، اگر ایک طرف مذہبِ برہمنہ کے مقدس گرنتھ اُن کے دل و دماغ کو نور پہنچانے کے لئے دیوانخانہ کا درجہ بڑھا رہے تھے، تو دوسری طرف فارسی زبان کی اخلاق و ادب کی کتابیں اس آفتابِ علم کے ایک گوشہ کا ہار بن رہی تھیں، وہ خود لکھتے ہیں:۔

"مجھے اپنی جوانی میں .... حکیم سنائی، ملا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، شیخ اوحدی، کرمانی، عنصری، ملا جامی، ملا رودکی، حکیم قطران، مسعودی، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین عبدالرزاق، کمال، اسمعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا صائی، ظہیر فاریابی[1] وغیرہ کا کلام دیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا"

ظاہر ہے کہ یہ علماء وہ اسلامی بزرگ ہیں، کہ جن پر اسلامی ادبیات و اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، برہمن نے اپنی طبیعت ہمہ داں پائی تھی، تحقیق کا مادہ تھا، دماغ صاحبِ ایجاد کی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کے معلوم کرنے کی طرف دوڑتا تھا، ابتدائی زمانہ کے بعض اہلِ اسلام بھی ایسے ہی عالم گذرے ہیں کہ جنہوں نے مذہبِ برہمنہ کی مشہور کتابیں عربی اور فارسی میں ترجمہ کر کے اپنے علمی و ادبی ذخیرے بھر لئے۔

میر عبدالکریم میر عمارت تعمیر روضۂ ممتاز محل اور بنیادِ برہمن

کوئی قوم خواہ کیسی ہی قومی بیداری کا تباہ کن جذبہ رکھتی ہو لیکن رب العالمین کا یہ حکم عام ہے اور کلیہ ہے کہ ایک دوسرے کی مدد بغیر دنیا میں ایک سانس تک نہیں لے سکتا، جو ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی گلو تراشی آپ کرتا ہے، آپ بھی مرتا ہے، اور قوم کو بھی لے مرتا ہے، صدیوں تک اس کی قوم کے

---

[1] رقعہ بعزیزی میں خواجہ سیالکوٹی کی یاد میں جو ہم کھتی قابلِ مطالعہ ہے۔

[2] آپ نے جو خط اپنے بیٹے کے نام لکھا، اس میں اسامی وار تفصیل لکھی ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲

بے گناہ افراد مظلوم قوموں کا تختۂ مشق ستم بنے رہتے ہیں۔ دنیا میں قومی پاسداری ایک ستم ہے اور یہ ستم زیادہ ان پر ٹوٹتا ہے جو ستم کرتے ہیں۔ انسانی ہمدردی دنیا میں امن پھیلاتی ہے، شر و فساد مٹاتی ہے۔ افسوس ہے کہ آجکل پاسداری مذہب ہی ملک کی سچی خدمت کہلاتی ہے اور یہی ہم پر آفات لاتی ہے۔ یہ چند بند رقت برہمن کے الفاظ ہیں ہم کو لکھنے کا موقعہ مل گیا اور یہ اسی ہمدرد خلائق کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے۔

میر عبدالکریم (جن کا ذکر راے رایان ہر مقام پر بڑی عزت و احترام سے فرماتے ہیں) لاہور کے صوبہ دار تھے۔ یہ فاضل اور صالح تھے۔ دوران تعیناتی لاہور عمارات کی تعمیر شروع کی اور ان کے حسن و تنوع نما کے بیل بوٹے کتبہ جات کے انتظام میں مصروف ہوئے تو دنیا بھر کے مستری، خطاط، مصور، سنگ ساز طلب کئے گئے۔ آپ بھی ملّا صاحب کی خدمت میں کسب سعادت فرماتے تھے۔ یہ سب ابتدائی کام آپ کے سپرد ہوا۔ اس وقت آپ کی لیاقت نے گلزار کھلائے اور سب کام کاج ان ہی کے زیر نگرانی ہوتے رہے محض اس وجہ سے کہ عمارات کے نقش و نگار اور کتبہ جات کیساتھ حساب و کتاب کی درستی ہوتی رہی۔

لاہور کی تعمیر عمارات شاہ کی خوشنودی کا باعث ہوئی۔ مقبرہ رابعۃ الزمانی **ممتاز محل** کے لئے **آگرہ** پسند فرمایا گیا۔ شاہ نے اس عالیشان تعمیر کے لئے **مکرمت خان** اور **میر عبدالکریم** مامور فرمائے۔ ملّا صاحب نے یہ بے نظیر کام ان ہی کے زیر اہتمام کیا۔ آپ کی طبع خداداد نے روضہ **ممتاز محل** پر جو گلفشانی فرمائی، اس کی تفصیل سے ہم بے خبر رکھے گئے مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ اگر ان کی خدمات بے نظیر نہ ہوتیں تو آپ کی شہرت کا شہرہ دربار شاہی تک نہ پہنچتا۔

افضل خان وزیر اعظم شاہجہان و فضیلت راے رایان

عہد مذکور میں کاملان دہر کے کارنامے ہر کس و ناکس کے کانوں تک پہنچانے کے لئے اخبارات نہ تھے مگر اس زمانے میں ہماری طبائع بھی ایسی تنگدل واقع نہیں ہوئی تھیں جو جیسا ہوتا تھا بلا خیال کسی ذاتی مفاد و نقصان کے ملک میں اُسے ویسا ہی مشہور کیا جاتا تھا کیونکہ

له ۔ این نیاز مند فیض پروردہ ملا عبدالکریم است (چہار چمن)

طبعِ لفظ صحیح اشعار کا کام دیتی تھیں یا برہمن کی لاہور اور آگرے کی علمی خدمات کی شہرت دربار تک پہنچی، علامی افضل خان شیرازی وزیرِ اعظم شاہجہان کی فضیلتِ علمی اور عام رواداری کے ڈنکے ملک کے کھل دعرض میں بج رہے تھے، جس کمال کے قائل اور شہرت کے منبر کا ذکر سنا یا یاد اپنے تفضل و کرم سے شاہجہانی سلطنت کا ڈنکا کو بنا کر بشیر یاتِ زندگی سے فارغ البال کر دیا جب میر صاحب سے رائے صاحب کی علمی شہرتوں کی تصدیق ہوئی تو انہیں اُن سے مانگ لیا لیاقت کے ساتھ دیانتداری کارروائی ہوا خواہی نے اعتبار پیدا کیا دونوں ہی میں لیاقت کے شہرہ کی آنکھوں نے تصدیق کی جلد ہی صاحب اعتبار سمجھے جا کر دیوانِ اعظم بنا ئے گئے۔

آپ نے علامی موصوف کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر جو خدمات انجام دیں وہ ناحال پردۂ اخفا میں ہیں مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ علامی موصوف انہیں ایک بزرگ سمجھتے تھے اور باپ سے زیادہ انکی جان و مال کے محافظ تھے[2] دونوں ہی میں کہیں سے پہنچا دیا مگر اپنے سے علیحدہ نہ کیا سچ ہے ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

[1] سیرالمتاخرین میں لکھا ہے کہ: شاہجہان نے اپنی عمر کے ۵۰ سال میں اپنی تخت نشینی کا دوسرا جشن (بروز دوشنبہ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۴ء) منایا ہندی جگپ ورتی مہاراجگان کی تقلید میں اپنا تلادان کرایا جو ایک دفعہ سونا چاندی اور دوبار جنس غلہ سے کیا گیا ۴ ماہ رجب کو جشن نوروز منایا گیا ارادت خان دکن کی صوبہ داری پر تعینات کیا گیا اس کے بجائے علامی افضل خان شیرازی کو جو شاہجہان کی ایام شہزادگی میں دیوان تھا سلطنت کا دیوانِ اعظم بنایا گیا گویا کہ مملکت کے جملہ سیاہ و سفید کا مالک بنایا گیا کسی شاعر نے تاریخ کہی ع

شد فلاطون وزیر اسکندر

جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے گیارہویں سال میں ۲۰ ذیقعدہ کو جشن منایا علامی موصوف

[1] متن میں انوشہ ملاحظہ ہو۔

[2] ثبوت میں "مکتبہ برہمن" ملاحظہ کرنا چاہیے۔

[3] آپ اس تحریر کی آڑ میں مقام لاہور ۱۲ رمضان جلوس ـــــــــ ۲۰ ذی الحجہ کو انتقال فرمایا　　مہجبار سناسی

اُسی روز ہفت ہزاری بنائے گئے، آپ کا اصلی نام ملا شکر اللہ شیرازی تھا۔ (نقاد)

افضل خان کے توسل سے دربارِ شاہی میں رسائی

سنہ ۱۰۲۹ھ میں رائے رایان، افضل خاں کے محلِ اعتماد بنے جب آپ نے آپ کی علمی لیاقت اور اہلیت کا پورا پورا اندازہ کر لیا، تو آپ کو فرمایا کہ میں جب آصف خان خانخاناں سے ملوں گا، آپ کا تذکرہ اُن سے کروں گا کہ وہ بڑے علم دوست ہیں، مگر اتفاقاً خانخانان سے یہ موقعہ نصیب نہ ہوا، اور آپ افضل خان ہی کے پاس رہے پھر آپ ہی نے شاہی دربار تک اُنکی رسائی کرائی۔

سفرِ کشمیر و واپسی وطن (لاہور)

افضل خان اور چندر بھان کے اتحاد اور صحبت کی گرمی کا تذکرہ بیان رائے رایان کی تصانیف میں جابجا پایا جاتا ہے۔ خان معززِ انہیں سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے کیونکہ قالبوں کی یکجہتی جُدا نہ ہونے دیتی تھی، آپ اپنے سفرِ کشمیر کی واپسی کے حالات کس لطف سے لکھتے ہیں، اور کس شان احسانمندی کا اظہار فرماتے ہیں۔ اللہ اللہ اُس زمانے کے کیسے بزرگ تھے، کہ اپنی نمود و نمائش کا موقعہ پا کر بھی اظہار نہ فرماتے تھے:-

"از خدمت نواب علامۃ العصر والدوران افضل خان رخصت وطن حاصل نمودہ، از خطۂ دلنشین دلپذیر فردوس آئین جنت نظیر کشمیر عازم شہر بہشت آساس لاہور گردید، بعد از طے مراحل صعب و منازلِ دشوار خاصہ کوہ ہائے سر بفلک کشیدہ و جبال گردون سا کہ ہر یکے از آں قسم سادات بچرخِ اطلس می زند بعبور نشیب و فراز گریوہ دمناک بقصبۂ گجرات رسیدہ ......"

سیالکوٹ کے ذکر میں مطلع فرماتے ہیں:-

"ملا گلشنی و نادری از شعرائے مشہور الملک، اند از رہ سے اہلیت کہ ورنہاد آں جماعت متمکن است با بدیں این نیاز مند آمدہ صحبت بگرمیں داشتند"

علامی فہامی افضل خان وزیر اعظم اور رائے رایان

رائے رایان کی احسانمند طبیعت خان معزز الیہ کی زندگی ہی میں ثنا خوان نہیں رہی بلکہ اُن کی موت کے بعد آپکی

و فضائل و کمالات ذاتے و خوبیہائے صفاتے و فنون کسبی و ذہنی آن علامہ عصر فہامہ روزگار مستغنی البیان است و در لباس ظاہر تماشائے عالم معنی و در عالم کثرت شاہد وحدت را در مد نظر داشت و این رباعی

اکثر اوقات بر زبان آن خان شیرین بیان بود، رباعی

تا دست بہ چشم ہنر نہ نہیم عصرم
از پائے طلب نمی نشینیم ہر دم
گویند کہ حق بہ چشم ہنر نتوان دید
آن اینانند من چشم ہر دم

در ایام رحلت از دار فانی و توجہ بعالم جاودانی اکثر از بے ثباتی روزگار سخن بر زبان داشتند و تا دم واپسین

را مجملی یاد میفرمودند و این دو بیت میخواندند

گر اجل در دست گویتی من آئی
تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من از او جانے ستانم جسا دوان
او ز من دلقے بگیرد نگ رنگ

در ہماں ایام بندگان اعلیحضرت خاقانی ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی با خر آں برج جاہ و جلال و مہرہ دولت

ابدی الاتصال بعیادت آن حضور اعظم تشریف شریف ارزانی فرمودہ آنچہ لازمہ بندہ پروریست بمنصہ ظہور

آوردند و در وقتیکہ اعلیحضرت خلیفہ زمان از غایت مہربانی و قدر دانی دست مبارک بر دست آں علامہ زمانہ

گذاشتہ استفسار حال میفرمودند آن خان نکو سیر زبان بے زبانی یاد نسبت قدیم و اقدم خدمت نمودہ الہیا

شکر از عنایات اقدس اعلی مینمود و بیہ اختیار رقت نمودہ، آب از چشم میریخت و بادشاہ مہربان قدر دان از

مشاہدہ این حال سخنان عطوفت آمیز بجہت تقویت حال آن خان والا شان بر زبان الہام بیان می آوردند

چوں خاصیت و نشان روزگار آنست کہ عاقبت حریفان حریم کشی میخانہ وجود را بہ تجرعہ عدم مخمور سازد و سنگ

تفرقہ بر شیشہ آرزو زدہ آن دانائے روزگار از جہان بیدار جنت ہستی بربستہ رہرو طریق القدس شد چوں

وجود خیر آمود ش محض خیر و خیر محض بود بادشاہ عالم و عالمیان از حسن اخلاق و اوضاع و اطوار آں علامہ عصر

کہ ترتیب یک قرن ... ہندوستان علیم امارت و وزارت برافراشتہ و بحسن خلق و حق شناسی و نیکنامی

اشتہار یافت یاد فرمودہ حقیقت عنایت خاص خود را کہ در بارہ آن وزیر دانشور داشتند بر جہانیاں ظاہر

گردانیدند و دوازدہم شہر رمضان سنہ دوازدہ جلوس والا این قضیہ ہائلہ در دار السلطنت لاہور سانح

شد وزیر خاں حاکم پنجاب و معتمد خاں بخشی و مکرمت خاں میر سامان و دیگر بزرگان ہمراہ جنازہ

آن راہرو ملک بقا بود بچشم عبرت نظارۂ عالم فانی نمودند اینجا مرا تاریخ فوت آن خان رضوان مکان یافتند مصراع ز دنیائے بزرگوسے نیک نامی

لبعد از وقوع خان حقیقت داں **امانت خاں** کہ برادر حقیقی علامۃ العصر رحمہ اللہ دران بود استعفا خدمت و ترک منصب نمودہ گوشۂ عزلت گرفت و تارک تعلق شد در ایں ... **لاہور** سرائے دلکشا ساختہ و موضع احداث نمودۂ الحال درہماں مکان آمدہ آسودہ است و **عاقل خاں** خلف **امانت خاں** کہ از آغاز جوانی در صحبت علامۃ العصر رحمہ اللہ دران تربیت یافتہ بود و داندکے فرصت بخدمات عمدہ مثل میر سامانی و بخشی گری سربلندی یافتہ و آخر الامر در راہ **کابل** از زخم سر اجل در عین جوانی بہزاراں کامرانی از ایں شکستہ الحال بجز از نیک نامی یادگارے در این در سلسلۂ علامی نماند. نقل برادر عاقل خان آنچہ خود در زندگانی سیکند انجام ... سالہ

رائے رایان کے قدر دان رائے صاحب **تحفۃ الانوار** میں لکھتے ہیں کہ میں نے مشہور مشہور فاضلوں سے فیض پایا۔ **آصف خان** خانخاناں سپہ سالار سے ملا اور عین شوقِ سخن کی حالت میں **افضل خان** سے صحبت نصیب ہوئی۔ پھر **اسلام خان** وزیر سے استفادہ نظم و نثر اٹھایا۔ جب **سعد اللہ خان** وزیر سے تعلقات قائم ہوئے تو جمیع معلومات و مفہومات حاصل ہوئیں۔ وزیر معظم **خان** نے اپنی خدمت میں مجھے لیا۔ پھر وزیر معظم **جعفر خان** نے تجربہ کار سمجھ کر مجھے اپنا معتمد بنایا اور جب سر دفتر اربابِ قلم ہندوستان **راجہ رگھناتھ داس** وزیر اعظم ہوئے تو اُن کی خدمت کی۔ الیسا وسیع تجربہ کس طرح آپ کی ہر جگہ قدر و منزلت نہ کراتا۔

حضرتِ **بسمل کرانوی** حالات کی تحقیق فرماتے ہیں کہ:—

"شہنشاہ **اورنگ زیب** وغیرہ امراء وزرا **آصف خان** سپہ سالار اور وزیر اعظم **افضل خان**

لہ - ان سب کے نام ادب و تعظیم سے لکھ کر فرماتے ہیں: "چوں کمترین بندگان چندر بھان از عنفوانِ شباب در خدمت و صحبتِ وزرائے نامدار و بزرگانِ عالیمقدار گذرانیدہ و صحبت ہائے رنگین و مجلسہائے دلنشین مشاہدہ نمودہ" الخ دوسری جگہ اس طرح فرماتے ہیں: "کمترین بندگان کہ از عہد وزارت افضل خان مغفور از صحبت وزرائے عظیم الشان گذرانیدہ، ہمیشہ در خدمتِ اشرف و اعلیٰ در خلاء و ملا تیام داشتہ" الخ

ورکن السلطنت اسلام خان اور علامہ ارسطو فطرت سعد اللہ خان و راجہ ٹوڈرمل شاہجہانی) آپ کے خاص قدردانوں میں سے تھے"

علامی موصوف کی روح افضل کی پرواز اور شاہِ سخن کی فضیلتوں کا آغاز

وزیر اعظم سلطنتِ مغلیہ نے اپنی عالمانہ فضیلت کی ابتدا برہمن کا نام و کلام قلمروِ سخن میں کلام سعدی سے بڑھ کر مشہور کرایا' بچہ بچہ ان کی لیاقت و زبان سے سبق پڑھ رہا تھا' ان کے ذکرِ علمی و فکرِ خیال مکاتب و محافل کی رونق ہو رہے تھے۔ اُمراء و وزرا مشتاقِ دید تھے' افضل خان کا علمی و ادبی شہرہ انہیں "علامی" کا خطاب دلوا چکا تھا' اُن کے علمی دربار کے دربان برہمن ہی تھے' علامی موصوف نے ۱۰۴۸ھ (۱۶۳۸ء) میں سرکارِ لاہوت کی خدمت میں زندگی نذر کی' یہ صدمہ برہمن کے لئے نہایت سخت تھا' لیکن فضیلت کا ہی حق تھی کہ اگر امت، تو اس کا قائم مقام ہو گا

شاہجہانی عتاب و قہر برہمن پر مہر کا باعث ہوا

عہدِ قدیم میں یہ بھی ایک شاہی رواج تھا کہ ہر امیر کبیر کی موت پر اُس کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ بحقِ سرکار ضبط کر لی جاتی تھی' چنانچہ علامی موصوف کی روح قبض ہوتے ہی امانت خان برادرِ حقیقی علامہ موصوف معتوب ہوا' اور گھر آکر پناہ پائی' شاہجہان نے اُن کی تمام جائداد ضبط فرمائی' اور حکم دیا کہ اُس کے تمام متعلقین و ملازمین پیش کئے جائیں' حفظِ جان و آبرو صلاح دیتا تھا کہ اِس سیاہ بختی میں محض "توفیقِ تحمل" ہی امداد دے سکتا ہے' چنانچہ برہمن مناسب توقف کے بعد موزوں موقع پا کر سب کو لے کر اُسی سال لاہور پہنچے' آپ نے ایک رباعی خطِ شکستہ میں لکھ کر جیب میں رکھی' دیوانِ اعظم تھے' سب معتوبین و مقہورین کو لے کر پیش ہوئے' بڑی جرح و قدح کے بعد رباعی پیش کی' مضمونِ رباعی جادو اور خط ایک سحر تھا' شاہ کی طبیعت پر بڑا[1] اثر ہوا' اور نہایت محظوظ ہو کر وہ رباعی دستِ خاص سے قبول فرمائی' خط کی بڑی تعریف فرمائی' نوازشہائے شاہانہ سے مسرور ہو کر اُسی وقت سلطنت کا میر منشی بنا دیا'

شاہے کہ مطیع او دو عالم گردد ۔۔۔ ہر جا کہ سرے ست پیش او خم گردد

از لطف بپرورش آدمی یافت شرف ۔۔۔ خواہد کہ شرف نصیب آدم گردد

---

[1] امرائے ہنود از محمد سعید احمد صفحہ ۱۲۳ [2] دیکھو فیضی کے مرنے کے بعد اکبر نے اس کا لاکھوں روپیہ کا گنجینہ ضبط کر لیا'

برہمن کی قابلیت جب ایوان کے زیبائش کے قابل تھی، وہ وہیں جلوس فرما ہوئی، اُنکی صبح و دفتر شاہی دارالانشاء کے زیر قلم نظر آیا، اور وقائع نویس حضور کا عہدہ پایا، نیز یہ خدمت سپرد ہوئی کہ شاہجہان کے دورہ میں ہمرکاب رہیں، اور تزک تیار کرتے رہیں، حساب سلطنت کی گڑبڑ درست کی۔

حق عقیدت اور رسید بادشاہ کی یہ علم نوازی آپ کی علمی قابلیتوں کی شہادت ہو گئی، تمام سلطنت میں آپ کی فضیلت کے ڈنکے بج گئے، شہزادہ دارا شکوہ طبعی طور پر علم پرست تھے، دور دور سے اہل علم

له ترویت بندگان ۔۔۔ بادشاہ ۔۔۔ در لاہور ۔۔۔ جلوس فرمودہ بودند ۔۔۔ اکثر مکرر پائے در بدہ ہائے دولت پیوند ۔۔۔ بار داشتند بحکم اشرف اقدس شرف نفاذ یافت کہ متعلقان و منسوبان افضل خان مرحوم بحضور مبارک بگذرند چوں ایں نیاز مند رسید خط شکستہ نقیر کہ خالی از درستی نبود، بنظر کیمیا اثر در آمد و پسند افتاد و از اشعار ایں خاکسار رباعی بسمع مبارک معلی رسید در تحسین یافت، و بمقتضائے مناسبت در سلک واقع نویسان حضور پُر نور انتظام گرفت، و خدمت تسطیر جواہر خاصہ بادشاہی بایں نیاز مند مقرر گشت، چنانچہ در راہ کابل و کشمیر کیفیت ہر منزل و واقعہ ہر مقام را از خصوصیات آب و ہوا شکار ہر روز نوشتہ بعرض اقدس اعلیٰ رسانیدہ، بر جانب مرحوم شاہزادہ در آغاز حال ایں برہمن حقیدت کیش را زبان الہام بیان بندگی و فارسی دان مے فرمودند و در روز ہا سے تنہائی از ترکیب ہر گاہ اشعار شعرائے مشہور از نظر اعلیٰ بگذشت رباعی ایں نیاز مند پیا مع جاہ و جلال ہر سید و باضافہ منصب و انعام سرفرازی یافت، در وقتیکہ بعدہ وزارت ثبت مقدار اسلام خان حسب المطلب اشرف و اعلیٰ از بنگلہ دار السلطنت لاہور آمدہ بخدمت جلیل القدر دیوانی کل سرفرازی یافت، اعلیٰ حضرت خاقانی ظل سبحانی ایں نیاز مند را مصاحب کار دیوان اعلیٰ دانستہ بعہدہ نوابین بلند مکان منسوب گردانیدند و سوائے دار الانشاء خدمت تقسیم و موازنہ کل ممالک محروسہ کہ تعلق بابل حساب دارد و نیز بایں خیر اندیش متعلق گشت و نقش صحت درست نشست، چوں مدار المہامی خان مشار الیہ در بلدہ و لیبندہ کشمیر بخدمت صاحب صوبگی دکن سرطب بمی یافت و دستور اعظم وزیر معظم علامۃ العصر و الدوران سعد اللہ خان را رتق و فتق مہمات شد خلیفہ زمان خدیو جہاں الانشان اندرد قدر دانی و مہربانی این فدوی بمقدار ایں دستور قدر دان خان بلند مکان شرف بندہ بادشاہی مقرر فرمودند بعضا اوقات صحبت آن خاتم و کار بادشاہی بعضے از اوقات از آغاز صبح و شام و از شام تا صبح بکد ماغ بسر میرفت و در وقتے کہ آن عمدہ نوابین الامر لیہ الحجۃ انتظام مہام الامم الاسلام بہ بلخ فرستادند کمترین بندگان حسب الحکم اعلیٰ بجہت تسطیر النقش نگارش سوانح از ہر پایان آن عمدۃ الخدمت بود چون خاقانی منبع الشان بدرگاہ رسید بخطاب بلائے رائیگی سرفرازی بخشیدہ بخدمت مسودہ نویسی خزانہ بہا باطلاع رجہان مبارکہ بخشیدند

۲۲

صاحب کمال، وحدت وجود کے قائل جمع کئے تھے۔ اسی زمانہ میں **رائے صاحب** کی فضیلت شہرت کے آسمان پر سورج بن کر اہلِ عالم کو فیض پہنچا رہی تھی، شہزادہ علم دوست آپ سے کیونکر بے خبر رہ سکتا تھا، کچھ عرصے کے بعد آپ کی حسنِ لیاقت، تحریر و تقریر، مذہبی مسلک نے شہزادے کو اپنا گرویدہ بنایا[1]۔ آپ کو بادشاہ سے مانگ لیا، اور اپنے دفتر کا میر منشی مقرر فرمایا۔ آپ ۱۹ سال تک اس اعزاز پر کامیابی کے ساتھ ممتاز رہے۔ جن جن سنسکرت اور عربی وغیرہ کتب کو **دارا شکوہ** نے فارسی کا لباس پہنایا، وہ سب آپ کی زیرِ نگرانی بعد نظرِ ثانی تیار ہوئیں، **سرِ اکبر** (اپنشدوں کا ترجمہ) اسی ضخیم و عظیم کتاب آپ ہی کی محنتِ بے پایاں کا نتیجہ ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ شہزادہ **دارا شکوہ** کی ہرگز ہرگز ایسی علمی و ادبی شہرت نہ ہوتی، اگر وہ آپ کو اپنا میر منشی نہ بناتے۔ چونکہ شہزادہ موصوف **شاہِ اکبر** کے راستہ پر چل رہا تھا اس لئے بھی بجیبی ہی تمام اس خدمت پر مامور رہ کر بڑی وفاداری اور لیاقت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ طبیعتوں کے میلان نے ایک دوسرے کا دلدادہ و شیدا بنایا۔ ملاحظہ ہو دیباچہ **مجمع البحرین**

متصلِ سخن معمولِ رائے رایان

رائے رایان کی جو بے شک عمدۃ الملکی علامی فہامی **افضل خان** وزیر اعظم سے تھی، وہ اُس قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ جو علامی مرحوم رائے رایان کی فرماتا تھا۔ رائے رایان کی تصنیفات علامی موصوف کی حیات بلکہ بعد از موت علامی گرامی کی توصیف و ثنا کے قصیدے سے پُر دہ رہی ہیں۔ رائے رایان کا دل کس قدر شریف اور نیک تھا، وہ آپ کو معاصرین گزشتہ سے معلوم ہو چکا۔

اسی قدر دانی کا تقاضہ تھا کہ رائے رایان ہر روز تازہ غزل لکھ کر علامی عظامی کو سنایا کرتے تھے۔ ناواقف نہیں گئے کہ خدا معلوم **افضل خان** سے ذمہ دار امورِ سلطنت کو اس قدر کہاں فرصت ملتی تھی؟ دراصل فرصت تو ہر شخص کو ہر وقت رہتی ہے اور آئندہ رہے گی، مگر طبیعت کے خلاف امور پیش آمدہ کے لئے نہ کسی کو فرصت ہوئی ہے نہ ہوگی، چونکہ وزیر اعظم خود سخندان تھا، اگر وہ رائے رایان کو طلوعِ آفتاب سے لگا کر آدھی رات تک اپنی بزمِ کثرت و خلوت میں جگہ نہ دیتے تو ستم تھا، جو رنج و الم اور صدمہ جانکاہ ایسے مربیِ سخن کے انتقال سے احسانمند کو ہو سکتا ہے، وہ رائے رایان کو

[1] شہزادہ آپکی شاعری کا گرویدہ بنا۔ مرأۃ الخیال

ہوا' رائے رایان انہیں نہ فقط سخنور سمجھتے تھے' بلکہ عالیشان سلطنت مغلیہ کے وزیر دانشور مانتے تھے'
اس لئے یہ صدمہ اور بھی سخت تھا' کیونکہ انہیں سلطنت مذکور کی احیا و بقا کا دلی خیال تھا'

آپ کے انتقال کے بعد زبدۂ فضلائے جہاں **سعد اللہ خاں** کے قلمدانِ وزارت سپرد ہوا'
آپ نے ان تعلقات کے تقاضے چید وزیراعظم کو بھی اپنا کلام نظم و نثر سنانا شروع کیا' ہمارا قلم ناقص رقم
یہ روئداد اس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ ہم رائے رایان کی زبان سے یہ بیان بیان نہ
کریں' یہ عقیدت کی داستان ذرا دھیان سے سنئے :—

"درحینیکہ کمترین بندگان درخدمتِ مرحوم مغفور علامۂ روزگار فہامۂ والامقدار افضل خان کسب
سعادت مینمود' ہر روز غزلے تازہ از نظرِ کیمیا اثر آں خانِ مغفرت نشان گذرانیدہ' باصلاح
میرسانید' الحال کہ بمقتضائے مساعدتِ اختر در سلک بندہائے سرکارِ فیض آثار فائز گشتہ' امروز سخن فہمی
و قدر دانی منحصر است' در ذاتِ ملکی ملکات' لہذا بخود قرار دادہ کہ آنچہ بعد ازیں از نظم و نثر از طبع ناقص
سرزند بنظر نواب مہربان در آوردہ باصلاح برساند" (خط بنام سعد اللہ خان)

اس مکتوب کے ہمراہ آپ نے غزل نمبری ۶ ارسال فرمائی:

ازدیادِ منصب و جاہ | سنہ ۱۰۵۵ھ (۱۷۰۱) میں علامی **سعد اللہ خان** شیرازی شاہجہان کی وزارت
پر سرافراز ہوئے' آپ نے سنہ ۱۰۶۶ھ (۱۷۱۲) میں انتقال کیا' اس وقت شاہجہانی سلطنت میں آپ سے بڑھ کر
اس نازک و اہم کام کے قابل کوئی نظر نہ آیا' چنانچہ بادشاہ نے شاہزادۂ شہید سے آپ کو واپس لے لیا'
اور خطاب **رائے رایان** سے مفتخر کر کے عطائے و اضافۂ منصب و جاگیر سے توقیر بڑھائی' گو آپ کا اس
وقت وہی (میر منشی کا) منصب تھا' مگر اس شانِ تقرری سے اعزاز و افتخار بڑھ گیا' اب سب امورات آپ
ہی کی صلاح و مشورہ سے طے ہونے لگے' سفرائے دولِ غیر سے خط و کتابت' تحریر مسودہ جات و مراسلات'
اور دیگر تحریر و تقریر کی اہم ذمہ داریوں نے آپ کا کام بہت مشکل بنا دیا تھا' کل شاہجہانی دفتر براہِ راست
آپ کے زیرِ قلم ہو گیا' ایران و ہندی نژاد' اسلامی علما نے یہ انتخاب پسند فرمایا'

لکھا ہے کہ سنہ ۵۶۱ھ میں **محی الدین** کہ جو **شیخ عبد القادر جیلانی** (رحمۃ اللہ علیہ) کی

اولاد سے تھے۔ سلطانِ روم نے سفیر بنا کر شاہجہان کے پاس بھیجے، وہ جو نامہ لائے، دربار میں کسی سے نہ پڑھا گیا، جواب کون لکھتا۔ **سعد اللہ خان** مرحوم نے انہیں دیا، آپ نے پڑھا، اور اُس کا جواب بھی آپ ہی نے لکھا، سلطانِ روم نے نامہ کی طرزِ تحریر دیکھ کر شاہجہان کو مبارک باد دی، کہ اُس کے دربار میں ایسے منشی موجود ہیں،

لطیفۂ تعصب و تاسف دربارِ اکبری کا ایک رتن راجہ ٹوڈرمل دیوانِ اعظم تھا، جو خیر خواہی اور کاروائی میں نظیر نہ رکھتا تھا، مگر تعصب اُس کے بھی خلاف تھا، یہی اُنکی حالت تھی۔

رائے رایان وزرائے سلطنتِ مغلیہ کے ذکر کے لطائف بیان فرماتے ہیں، جو دونوں ہی اُس عالیشان سلطنت کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

"فلک مینا رنگ بساط دیگر آراست، عبد المجید آصف خان، غیاث الدین خان، علی آصف خان مظفر خان و فتح خان و راجہ ٹوڈرمل و شاہ منصور و خواجہ شمس الدین و آصف خان و وزیر خان نوبت خود بمرتبۂ وزارتِ کل فائز گردیدند، اما این جامۂ خوش طراز اندر راجہ ٹوڈرمل راست آمد الخ"

رائے رایان شاہجہان کی وزارتِ عظمیٰ کے فرائض انجام دیتے ہیں

ہنر آں کس کہ امروز کلکِ دیوانی　　گہر فشاں شدہ در وصفِ آصف خانی
(برہمن)

رائے رایان کی جان نثاری قابلیت اور اعتماد و اعتبار نے شاہجہان کے دل و دماغ پر یہ اثر پیدا کر لیا تھا کہ وہ اُنہیں ہمیشہ اہم مہمات و معاملات کے تصفیہ کے لئے شامل کرتے تھے،

جب شاہجہان سے تیسویں جلوس میں نواب **سعد اللہ خان** وزیرِ اعظم نے وفات پائی، اور بنظرِ قدردانی **معظم خان** کی دکن سے طلبی کے احکام صادر ہوئے، کہ وہ آ کر قلمدانِ وزارت سنبھالے تو اِس عرصہ میں (اُن کے دکن سے دہلی پہنچنے تک) رائے رایان سے وزیرِ اعظم کی خدمات لی جانی مناسب سمجھی گئیں، اور ان ایام میں رائے رایان نے جو نامور ی و شہرت کے کام کئے، وہ شاہجہان کی شاہنشاہت کے بہترین کارناموں میں سے ہیں،

سفرِ کابل شاہ سیر کے لئے کابل روانہ ہوئے، راستہ میں شاہ کی مہربانیاں اور نوازشیں عملی شکل

مبارک سے قبول فرمائی، اور تعریف و تحسین سے قدر بڑھائی۔

برہمن کا بلبلِ قلم نوروز کے جشن سے مسرور ہو کر اپنے باغِ افسانہ میمنت قرین میں اس طرح چہچہاتا ہے:-

"چوں رایتِ جہاں پیمائے فلک فرسا عالم نوروز مستقر الخلافت اکبرآباد بعزم سیرِ ممالکِ پنجاب بامنہ باحسن آمد و قصبۂ دلنشین سہرند مضربِ خیامِ ظفر فرجام گشت، نسیمِ عنبر شمیمِ بہار باعثِ طراوتِ حدیقۂ دلہا، و موجبِ انشراحِ غنچۂ خاطرہا گردید، مجلسِ نوروزِ جہاں افروز بہ آئینے کہ شایانِ ایں دولتِ خداداد ازل بنیاد است، در دولت خانۂ بادشاہی کہ بمقتضائے طراوت و نظرت، وسعت و نزہت نظیر و عدیل ندارد، آرائشِ تازہ یافت، و سطحِ روئے زمین بانواعِ نقش و نگار رشکِ صحیفۂ روزگارِ چرخ وہ ارشد، بادشاہِ جہاں پناہ چوں آفتابِ جہاں تاب بر تختِ دولت جلوس فرمودہ صلائے جود و کرم و بخشش و انعامِ عام دادہ و دامنِ آرزوئے جہانیاں لبریز گردانیدند، کمترین بندگان کہ از خانہ زادانِ ایں دودمانِ دولت نشان است، بوساطتِ عمدۃ السلطنت اسلام خان رباعی از نظرِ انورِ اقدس گذرانید، از غایتِ ذرہ پروری و بندہ نوازی کہ سرشتۂ ذاتِ ملکی ملکاتِ اقدس است، بدستِ مبارک گرفتہ بر زبانِ معجز بیان خواندہ تحسین فرمودند۔ رباعی

روزِ نو و سالِ نو مبارک بادا ملکِ نو و مالِ نو مبارک بادا
اے آنکہ خیالِ ملک گیری داری پیوستہ خیالِ تو مبارک بادا

بعنایتِ الٰہی و اقبالِ بلندِ حضرتِ شاہنشاہی در اندک فرصتے آثارِ آں بظہور آمد، و فتحِ ممالکِ بدخشان نصیبِ اولیائے دولتِ ابد پیوند گشت"

مجلسِ خسروی یعنی شاہجہان کا دربارِ عام اور شاہِ قلم کا کلام

شاہجہان نے اپنے جلوس کے چودھویں سال ۱۰۵۰ھ میں بیگم صاحب (جہاں آرا بیگم) کا جشنِ حصولِ صحت منایا[1]۔ رائے رایان اُن ایام میں

[1] سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۳۰۲۔ احوال سنِ جلوس مذکور

شاہجہان کے میر منشی تھے، اور اپنے دن جشنِ نوروز کی طرح گذارتے تھے۔ آپ نے اِس مجلس میں ایک رباعی پڑھی، اِس جشن کی کیفیت اور رباعی کا لطف برہمن نے اٹھایا تھا۔ آپ بھی اُن ہی کی زبان سے سُنئے :-

"موجبِ انشراح و انبساطِ خاطر و باعثِ اہتزاز و شگفتگی دلہا گردیدہ جمیع بندگانِ درگاہِ والا از امرائے نامدار و خوانینِ بلند اقتدار و اربابِ اہلِ خدمت درخورِ حالت و منزلت بہ عنایتِ شاہنشاہی از مرحمت فیل و اسپ و خلعت ہائے فاخرہ، و اضافۂ منصب و انعامِ نقد سرفراز گردیدند، و اصحابِ فضل و کمال و اہلِ احتیاج از درویشان و گوشہ نشینان و دعا گویان و وظیفہ داران و امیدواران، میراث ذخیرۂ عمر ہائے دراز اندوختند، و اربابِ فصاحت و بلاغت از شعرائے فصیح بیان مثلِ محمد جان قدسی، و ملا آسا کلیم و میر الٰہی و ملا امی، و میر یحییٰ وغیرہ قصیدہ و مثنوی و رباعی در تعریف آن جشنِ گرامی گفتہ بہ انعامِ نقد و عنایتِ خلعت سر بلند گشتند، و مجلسیان شیرین زبان و برہمنان ہندی بیان و کبیشران و منجمان و امثالِ آن بہ مرحمتِ خلعتِ سرفرازی حاصل کردند، و اربابِ نغمہ و نشاط و اہلِ سرود و انبساط از خوانندگان و سازندگانِ عراق و خراسان و نغمہ سازان و ترانہ پردازانِ کابل و کشمیر و کلاونت و طوائفِ ہندی بہ عنایتِ خلعت ہائے گوناگون تفخر گردیدند و بہ مکرمت زرہا از اندازہ بیرون دامنِ امید را لبریز گردانیدند، و جمیع کہ در معالجۂ آن رابعہ ثانی (جہاں آرا بیگم) از روئے اخلاص کوشش نمودہ بودند، بہ اضافۂ منصب، و عنایتِ اسپ و فیل و نقد و خلعت و انواعِ مرحمت سرفراز گشتند، و چون این برہمن عقیدت کیش کہ در منشیانِ این درگاہِ آسمان جاہ منسلک است، دو در روز ہائے عظیم مثلِ نوروزِ جہاں افروز میگذرانید، در عیشِ مبارک فرخندہ آئین نیز رباعی خواندہ، بہ عنایتِ خلعتِ سرفرازی یافت، رباعی

درجشنِ مبارکِ شہنشاہِ جہاں شاہنشاہِ آفاق خدیوِ کیہاں
دریا شدہ از آب گہر روئے زمیں ہر خانہ شد از لعلِ بدخشاں کاں

امید کہ اللہ تعالیٰ سایۂ عنایت و ظلِ مکرمتِ این دولتِ ابد پیوند را بر مفارقِ جہان و جہانیاں

"مستقل دستدام دارد"

افسانۂ رنگین | شاہ لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے "موضع تلونڈ مضافات پرگنہ ایمن آباد ڈیرہ ہوا" اور وہیں مجلس گرم ہوئی' رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی' اور پھر شاہِ قدردان نے اپنے دستِ مبارک سے لے کر بھرِ دربار مطالعہ فرمائی' رائے رایان اپنے مشرف ہونے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:-

"درہمیں مجلس رباعی فقیر از نظر کیمیا اثر گذشت و از رو ئے ذرّہ پروری بدستِ مبارک گرفتہ بنفسِ نفیس مطالعہ فرمودند"

رباعی

اے از تو شرف یافتہ ایام شرف — خورشید رُخ تو بُردہ از ماہ کلف

اے طنطنۂ ہشت خوش دولتِ تو — ورنہ فلک کشش جہت و چار طرف

افسانۂ شیریں | واپسی کشمیر پر شاہ نے لاہور قیام کیا' رائے رایان نے اُس وقت یہ رُباعی پیش کی:-

رباعی

ایام سرور و سیر و نخچیر رسید — صد گونہ طرب بعالم پیر رسید

از چار طرف نوید شادی برخاست — شاہنشاہِ آفاق ز کشمیر رسید

افسانۂ راحت بخش | اُن ہی ایام میں جشن سالگرہ وہاں رچایا گیا' اور تُلادان کی رسم ادا ہوئی' رائے رایان نے حسبِ معمول یہ رُباعی پڑھی:-

شُد وزن مبارک شہنشاہِ جہاں — شاہنشہِ آفاق خدیو گیہاں

چوں شاہِ جواں بخت بمیزان رسید — صد پلہ بلند شد ز گردون جہاں

افسانۂ شادی آمود | اکبر آباد میں جشن سالگرہ ہوا' اُس تقریب پر حکیم عبدالحاذق نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:-

سالِ نو را کُہنہ کن ہر سال سالِ کہنہ را — باز نو کن از سرِ نو تا جہاں را نہ نگیست

حکیم کی اس نازک خیالی پر دربار پھڑک اُٹھا' اور شاہ ایک ہفتہ تک شعر برابر پڑھتے رہے

اسی موقعہ پر رائے رایان نے مندرجہ ذیل رباعی سنائی :-

اے روئے تو آفتابِ عالم افروز دے بخت تو حکگانہ دو عالم افروز

ہر سال تو فرخندہ ہزار سال گرہ ہر روز تو نوروز ترا از صد نوروز

افسانۂ دیگر دولت خانہ شاہجہان آباد کی تعمیر کے اختتام پر بڑا بھاری جشن منایا گیا۔ رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے :-

شاہِ عالم مطیع فرمانِ تو باد جانہائے گرامی ہمہ قربانِ تو باد

غسلِ صحت شاہ نے غسل فرمایا، رائے رایان نے یہ رباعی نذر کی :-

از بہرِ تو زر نثار خواہد بودن مقدار زر و گہر چہ خواہد بودن

جان را ز پئے نثار اگر پیش آرم ایں ہدیہ مختصر چہ خواہد بودن

جشنِ وزنِ مقدس قمری مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں بادشاہوں کے دن ہر روز عید نوروز کی طرح گذرتے تھے، اور بیسیوں طرح کے جشن رچائے جاتے تھے، ایرانی رسم و رواج کے موافق نوروز کا جشن بڑا جشن ہوتا تھا، جشن رنگین وزن شمسی و قمری بڑے دھوم دھام کے ہوتے تھے،

بادشاہ لاہور سے اکبرآباد تشریف لائے، اور جشن وزن شمسی رچایا گیا، بعد جشن قمری برپا ہوا، اس موقعہ پر رائے رایان اس طرح دعا دیتے ہیں :-

"چوں رباعی کمترین بندگان بنظرِ مقدس در آمد بہ پیرایۂ تحسین و انعام امتیاز یافت"

پیوستہ بکام و کامرانی باشی ہر لحظہ بعیش و شادمانی باشی

ایں اوّل قرن دارالسلطنت آ صد قرنِ دگر بزندگانی باشی

رباعی مخلص مخلص پور مضافات دہلی میں ایک موضع تھا، بادشاہ بعد سیر و شکار واپس دہلی ہوئے، اور مجلس وزن شمسی و قمری جب روز کا وقفہ دے کر منعقد ہوئیں، رائے رایان نے اس تقریب پر یہ رباعی گذارش کی جو مقبول ہو کر انعام کا باعث ہوئی'

امروز کہ وزنِ شاہنشاہ است   صدگونہ نشاط را بدلہا راہ است
از وزنِ شہنشاہ یافت شرف   میزان کہ دو پلہ اش ز مہر و ماہ است

شاہ کی سفارش پر کتابیں لکھتے تھے

رائے رایان جو اسلامی عہد میں اس درجہ پر فائز ہوئے، وہ آپ کی ہر طرح کی علمی و عملی قابلیتوں کا نتیجہ تھا، وہ منشی سیاق داں تھے اور خوشخطی کے علاوہ جو کتاب شاہ پسند فرماتے اکثر اوقات اس کی کتابت کبھی آپ فرماتے تھے لکھتے ہیں:-

"این داعی شب از روز و روز از شب نشناختہ با تمام این نسخہ بدیعہ کہ بموجب حکم اشرف اقدس ارفع اعلیٰ بتسطیر تحریر آن امور ساعی و سرگرم است، ہر چند قلم فریاد میکند، صریر آن دانشمند بیشتر کار مے فرماید"

قدردانی اہلِ کمال پیدا کرتی ہے

ہند کے ہندی اور اسلامی عہود میں دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری کا ستارہ بھی عروج پر تھا، لاکھ لاکھ روپیہ ایک ایک کبت پر ایک ایک اشرفی ایک ایک فرد پر عطا ہونا معمولی بات تھی، کبھی اور شاعر، جاگیرات مناسب، قدردانیوں اور ترقیوں سے اس قدر مالامال ہو جاتے تھے کہ ہماری ریاستوں کے بد دیانت وزرا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہی وجہ تھی کہ ان ہر دو ادوار میں بیشمار صاحبِ کمال نظر آتے ہیں۔

۱۵۔ شاہجہانی عہد کے خطاط و انشا پرداز

رائے رایان شاہجہانی دربار کے منشیان صاحب خط و انشا کا جگہ جگہ بڑے ادب احترام سے کر فرماتے ہیں، چنانچہ ایک خط میں اپنے بھائی اُدے بھان کو آگاہ کرتے ہیں:

"معلوم برادر سخن فہم و فقیہہ سنج باد کہ اگرچہ منشیان صاحب خط و انشا در دار الانشا حضرۃ الملکی مدار المہامی اسلام خان بہادر، از ہر ملک و از ہر جا آمدہ جمع شدہ اند" (آگے لکھتے ہیں:-) کہ "امام علی بیگ خوشنویس، خوش خو، خوش گو ہے کہ جو حاجی محمد جان قدسی کے ساتھ ولایتِ ایران سے آیا تھا، میں نے جب وہ آئے ایک کاروان سرائے کے حجرے میں ان سے ملاقات کی، سید سعید ایرانی خوشنویسی میں کمال رکھتا ہے، محمد میر جان خطِ شکستہ خوب لکھتا ہے، جادو رائے، الکھ راج، نیل کنٹھ مربوط نویسی میں معقول ہیں"

رائے رایان کی قدردانی واقعی اُن کی شہرت کا باعث ہوئی، اگر قدردان پیدا ہو جائیں تو اگلی صبح سعدی اور برہمن کے نغمے بھی ہمارے کانوں میں آنے شروع ہو جائیں مگر ع

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

بلبل گویا نواب اخلاص خاں جو عالم متبحر تھے، آپ کے سفر دولت آباد میں ہمسفر تھے، آپ کا کلام سنکر آپ کو بلبل گویا فرمایا کرتے تھے،

سفر بلخ آپ نے شاہی اہم خدمات کے لئے سربرآوردہ اور ممتاز ممالک اسلامیہ کا بار بار سفر کیا، وہ سفر پولٹیکل ہوتے تھے، اب اس قدر عرصہ کے بعد آپ کی اُن خدمات کی تفصیل درج کی جانی غیر ممکن ہے، مگر یہ صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں آپ گئے، شعرائے وفضلائے دیار نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا، کیونکہ آپ کا کلام آپ کے تشریف لیجانے سے قبل زبان زدِ خاص وعام تھا،

جب آپ بلخ تشریف لے گئے، تو نذر محمد خان والئے بلخ نے آپ کے اعزاز میں شب وروز پارٹیاں دینا شروع کیں، اور علمی مجلسیں گرم ہوئیں، چنانچہ آپ تذکرۃ الفصحا میں خبر دیتے ہیں:-

"ملا ..... از شعرائے مشہور ماوراءالنہر است، درمجلسِ نذر محمد خاں والئے بلخ ایں نیاز مند در سفرِ بلخ صحبت متعدد با مُلا داشتہ"

عطائے خطاب رائے رایاں جب آپ کو رائے رایان کا خطاب جلیلہ بخشا گیا، اُس وقت آپ کو شاہجہانی سلطنت میں کاروبار انجام دیتے ہوئے بیس سال گذر چکے تھے، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:-

"دریں روز سعادت اندوز کمترین بندگاں را کہ مدتِ یک قرن در خدمت حضور پُر نور صحبت مصاحبت وزرائے عظیم الشان تہ بازیر پرواز آوردہ بخطاب رائے رایان سرافرازی بخشید خدمت سودہ نویسی مناشیر قضا تاثیر مقرر فرمودند"

منشیانِ قاعدہ داں کے قائم و حالات بغرضِ ترتیب جمع کرتے ہیں

ہر بانئے خاندان، ہر طرح کی دنیوی خوبیوں کا منبع ہوتا ہے اور اس کی ذات مجموعۂ صفات ہوتی ہے۔ جب رائے رایان اپنی خوشخطی کے جوہر کھلا رہے تھے، آپ کو شوق[1] پیدا ہوا کہ ہندوستان بھر کے خوشنویسوں کے نوشتہ جات جمع کیے جائیں، یہ شوق کیسا شوق تھا، ذرا دیکھا اپنے بھائی کو کس شوق سے اس

---

[1] آپ جن اعلیٰ خطاط و کاتب کا خط دیکھتے ہیں، خطوط میں ان کا ذکر کیے بغیر نہیں رہتے۔ علیمردان خاں کے مراسلات اسلام خاں کے نام آتے تھے، انہیں ملاحظہ فرما کر اپنے بھائی کو لکھتے ہیں: "از حسنِ خط و متانتِ عبارتِ آں کیفیت استعداد و حالتِ منشی آں خانِ بلند مکاں بظہور می آمد ظاہر شد کہ عبدالواسع نام عزیزی در خدمت آں خانِ عضد الخلافۃ از منشیاں درست عبارت و قاعدہ داں روزگار است، خطش در کمالِ پختگی و رنگینی است و ربط کلامش در غایتِ متانت" محمد میر کی بابت لکھتے ہیں: "جوانے خطِ شکستہ آمیز دارد" ملا گدا اعلیٰ بنگالہ میں تھے اُن کی یاد کس طرح فرماتے ہیں: "ملا گدا اعلیٰ بملک بنگالہ افتاد، الحال در آں عرصۂ دلکشا بوسعتِ حال بسر می برد، در جلد نویسی و مدعا فہمی شہرت تمام دارد، ہم شکستہ نویس است ہم نستعلیق را درست مے نویسد" ایسا ہی شیخ فیروز کی یاد دل سے نہیں ہوتی: "شیخ فیروز از منشیانِ مستعد متقدمین صاحبِ استعداد است خطِ شکستہ و نستعلیق آمیز در کمالِ پختگی و رنگینی مے نویسد و دادِ نزاکتِ قلم میدہد، و در حسنِ تحریر و آدابِ صحبت مہارت تمام دارد" اپنے ایک عزیز کے خط کی داد میں لکھتے ہیں: "خامۂ عنبریں شمامہ کہ از غایت لطافت خطِ نسخ بر خطِ ریحاں کشدہ، ہزاراں نقشِ دلفریب بتحریک نوکِ خامۂ معجز طراز بر صفحۂ اعجاز نگار کردید" خوشخطی کا فدائی ایک خط میں لکھتا ہے: "یکے از سخنداں خطِ محمد تقی منشی امارت منزلت بخشی الملک صلابت خاں را میاں آوردہ بود، اربابِ ایں ہنر در صددِ انصاف در آمدہ تعریفِ آں خط میکردند، ایں نیاز مند صاحبِ خط را نیز دیدہ، صحبتے از نظم و نثر باہم داشتہ خطِ شکستہ رنگینی دارد، و متانتِ تمام در ربطِ کلام او ست، اہلیت و انسانیت بدرجۂ کمال دارد" اور ملاحظہ ہو: "میر محمد منشی امارت منزلت ظفر خان صاحب صوبۂ کشمیر و سلکِ منشیاں سرکارِ خاصۂ شریفہ شرفِ انتظام یافت، مرد مستعد قابل خوش صحبت است و خطِ شکستہ بمزہ دارد و از منشیانِ مدعا نگار قاعدہ داں است"

خدمت پہ مامور فرماتے ہیں :-

"چوں ایں نیاز مند بمقتضائے طالع بلند و محض توجہ بزرگانِ ہنر دوست و ہنر پسند در زمرۂ منشیانِ حضورِ پُر نور انتظام یافت امید اہ کہ رقعے و خطوط و رقائم و نوشتہ جات خوشنویسانِ روزگار بتربیت مہد و بمشاہدہ آں گلہائے گلشنِ معانی فروغ باصرہ بہم رساند لہذا بقصد یع اوقاتِ سامی آں برادرِ گرامی میگردد کہ ہر جا کہ سر مشقے و خطے خوشنویسانِ روزگار بیابد چہ قیمت و چہ بمنت، بدست آوردہ بارسالِ آں منت تمام بر ایں برادر پیشانی گذارد"

تلاشِ سخن

آپ نے رائے رایان کے مطالعہ اور اُن کی صالح صحبتوں کا حال پڑھا، اور یہ بھی معلوم کیا کہ ایامِ شیرخوارگی سے بڑھاپے تک وہ کس طرح دولتِ علم و عمل حاصل کرتے رہے، مگر باوصف اس کے وہ ہمیشہ تلاشِ سخن میں سخنوروں سے ملتے رہے سرکاری فرائض سے جہاں ایک لمحہ کی فرصت و فراغت پاتے اپنے کسبِ علم میں لگاتے ذیل کا خط جو آپ نے اپنے بھائی پنڈت اُودے بھان کو لکھا ہے آپ کے اس علمی شوق کی قابلِ عمل نصیحت ہے :-

"دریں ایام سعادت انتظام کہ ظلِ رایات عالیاتِ آسمان سا عبور بقصبۂ فتح آباد واقع ہوا و در اثنائے راہ گذرے از پیشِ خانقاہ مشیخت پناہ شیخ عبد اللطیف واقع شد شیخ مراد آزاد صوفی مشرب صاف نہاد است، و شگفتگی ایام میگذارند **مثنوی رنگین** در بحرِ **لیلیٰ مجنون** گفتہ، و دادِ نزاکت سخن دادہ چوں صحبت سر براہ بود، زیادہ از داستانے ازاں مثنوی شنوانیدہ خواند اگر گاہے آں برادر را عبور بآں طرف باشد، نقلے ازاں مثنوی خواہند گرفت، کہ ذخیرۂ بہتر از جواہرِ سخن نیست، از ہر جا و ہر دکان کہ باشد بدست آرد"

رائے رایان کا سفارت و ٹھیلو کیلئے انتخاب

تا تو آموزگارِ خود نشوی
کاملِ روزگار خود نشوی

گنّزار اُودے پور کا خار حملہ آوروں کے دل پر ابتدا سے ہمیشہ کھٹکتا رہا، سب خونریزیاں اسے فتح کیا

اور ہر طرح کے حیلے جتن، نادر اچھیڑ چھاڑ کہ جس سے جنگ کا آغاز ہو، اُن کی لازوال ازلی شہرت و عزت برباد کرنے کے لئے ہر زمانہ کے با اختیار حملہ آوروں نے روا رکھی، اودے پور تباہ و برباد ہوا، مگر جیسا کہ آغازِ آفرینش سے پاک و صاف چلا آتا تھا، ویسا ہی رہا، اُنکے خدائی مدد شاملِ حال رہی، چنانچہ جب نیزہ و تلوار سے کام نہ چلا، تو پیغام و سلام سے مطالب حل کئے جانے ضروری سمجھے گئے، سب ذی احترام و ذی توقیر راجگان و امرائے مغلیہ فرمانرواؤں کی اس نالائق آرزو میں نامراد رہے، اور جو سفیر گیا، ناکام رہا، دربار کو پرچہ لگا، کہ دربار اودے پور ابتدا سے برہمنوں کی گائے کی طرح تعظیم کرتا چلا آیا ہے، اگر کوئی برہمن خدمت پر مامور کیا جائے، تو کام بن جائے، رائے رایان دربار کے دل پر خار سے زیادہ کھٹکتے تھے، شاہجہانی حکمرانوں نے شاہ کو سمجھایا کہ اگر یہ اس سفارت پر مامور کئے جائیں، مطلب پائیں، چنانچہ یہ ارادہ پختہ کیا جا کر اُن نامہ و پیام کے خطرناک گفت و شنید میں اودے پور اصلی یا فرضی چڑھائی کی غرض سے انتخاب ہوئے، بہت سی جو باہمی چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ جنبانی کے لئے ایجاد کی گئیں، لشکر کی سربراہی خود شاہ نے فرمائی اور اجمیر میں کیمپ لگایا، وہاں سے چند نامدار راجگان و امرائے سلطنت سبق پڑھا کر اودے پور روانہ کئے گئے، اور تیس ہزار سوار ہمراہ کئے گئے، مگر شہزادہ دارا شکوہ اودے پور سے دلی اُنس رکھتا تھا، باوصف اتحادِ دربار رائے رایان سرکردہ سفرا مقرر ہوئے، جو حسنِ دارا شکوہ کا انتخاب تھا، اور عقلمندی کا،

رائے رایان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حدودِ اودے پور میں باقاعدہ داخل ہوئے، اور رانا سے چند ملاقاتیں کیں، جنہوں نے وہ وجوہاتِ بغاوت و سرکشی ایسے انداز سے بیان کیں کہ معاملہ بگڑتے بگڑتے تردد بہ اصلاح ہوا، گو یہ سفارت دربار کا دلی مقصد پورا نہ کر سکی، مگر رائے رایان کے حسنِ تدبر اور زورِ بیان سے دربار اودے پور اور

سلہ اورنگزیب کے ایسے حیلوں سے حیدرآباد، بیجاپور، گولکنڈہ وغیرہ پرشان سلطنتیں تباہ ہوئیں، جو مغلیہ سلطنت کی بربادی کا پیش خیمہ تھا: بہار شامی

دربار شاہی کے درمیان نہایت خوبی سے صلح صفائی ہوگئی، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کی انصاف پسند صلح کل طبیعت مغلیہ دربار کی راست و درست خدمات بجا لا سکتی تھی، وہ اغراضِ نفسانی و مطالب شیطانی سے کوسوں دور رہتے تھے، اس لئے یہ چھیڑ علی الزعم مغلیہ سلطنت کی ناموری و شہرت کا باعث ہوئی آپ نے اُس اعتقاد و اعتبار سے کلی فائدہ اٹھایا، جو دربار اودے پور کو قوم برہمنہ پر تھے، آپ کی اس کامیابی سے دارا شکوہ جامے میں پھولا نہ سمایا،

گو رائے رایان کی قابلیتِ سیاق و سباق، علم و انشاء پردازی، شعر و شاعری، تقریر و تحریر کے کارنامے کلیتاً بے نظیر ہیں، مگر ایسے عالم و فاضل نے ایسی اہم پولٹیکل پیچیدگی میں جس دل و دماغ سے کام لیا، وہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا مدبر پولیٹشن بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ جنسِ انسان میں ایسی متضاد خوبیوں کا یکجا جمع ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا ہے

آپ نے اس سفارت کے دوران میں اُودے پور سے تین عرضداشتیں شاہجہان کو لکھیں، آپ کے ذہن میں وہ وجوہات کبھی ہیں، کہ جن کی بناء پر یہ خونریزی کی سخت چڑھائی ہوئی تھی، اور اودے پور کی روایاتِ قدیمہ سے کبھی ناواقف نہیں، مگر رائے رایان کی مصلحت زریں کی بدولت یہ رُخ فرسا خونریزی رُک گئی، اور جو جو قول و قرار مابین برہمن و رانا قرار پائے تھے اُن میں شمہ بھر بھی اس بادشاہی دربارِ مغلیہ سے انحراف نہ ہوا، اور ہوتا کس طرح جب شاہزادہ دارا شکوہ سا صاف ضمیر صلح جو اس کی سفارت کے خطرناک راستہ میں اغراضِ فاسدہ و افضل کا متصادم تھا، آپ کو جہاں ایک طرف رانائے اودے پور کو نرمی اور صلح آشتی کی طرف مائل کرنا تھا، وہاں اس زاہدانہ دربار کو بھی اسی راستہ پر چلانا تھا، پھر صورتِ اعتدال قائم کرکے اپنی وفاداری اور حمیتِ قومی کے دو متضاد مراکز پر معاملات کو لانا تھا، اور سب سے بڑھ کر شہزادہ مرحوم و مغفور کی منشا پورا کرنا تھا اب ہم سلسلہ وار یہ تاریخی معرکہ رائے رایان کی زبان سے سناتے ہیں، آپ

بغور ملاحظہ کیجئے، کہ یہاں **رائے رایان**، **رانا** کو دباتے ہیں، وہاں دوسری طرف بادشاہی دربار کو بھی سمجھاتے ہیں کہ ''**اودے پور** میں سوائے لکڑی کے کوئی پیڑ نہیں ہوتا، رعیت ریاست سے بھاگ گئی، ملک غیر آباد ہو گیا، شہر اودے پور اجاڑ پڑا ہے، کوئی مہاجن، بیوپاری اور شہر کا باشندہ اس خوف و ہراس میں یہاں نہ ٹھہر سکا، دولت کہاں رہ سکتی ہے، اور جو شخص ملتا ہے، معاملہ کی اصلاح کی صورت کا خواہاں نظر آتا ہے، چونکہ ان وحشیوں سے پالا پڑا ہے، اس لئے ہم انہیں ہر طرح تسلی دلا دیتے ہیں''

تیسری عرضداشت میں پھر اس طرح اس زاہدانہ دربار کو خوف دلا کر مایوس کرتے ہیں کہ :-

''ہمارے پہنچنے سے قبل ساکنین شہر **اودے پور** شہر خالی کر گئے، اور اپنا تمام مال و متاع اونٹوں پر لاد کر پہاڑوں میں جا چھپے، تمام بازار اور گھر خالی پڑے ہیں، اس شہر میں اگر کوئی باقی رہا ہے، تو محض **رانا** کے چند نوکر ہیں، **رانا** بذاتِ خود مدبروں میں ایک معقول مدبر ہے، یہاں کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں، کہ اگر معاملات کی صورت اصلاح پذیر نہ ہوئی اور صورتِ حال بگڑ گئی، **رانا** فوراً پہاڑوں میں چلا جائیگا، ہم نے ہر طرح کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور **رانا** کو معاملہ کا سیاہ سپید سمجھا دیا، چونکہ یہ وقت صحیح صحیح اطلاع دینے اور راست راست لکھنے کا ہے، اس لئے جو کچھ ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا، بے کم و کاست بیان کرنا لازم تھا''

ہر چند یہ عرضداشتیں طولانی ہیں، چونکہ آج تک اس سفارت کے حالات سے تاریخ ہند[1] کے

[1] اس خونریزی کی سخت چڑھائی کا ذکر تاریخوں میں جس انداز سے ہوا ہے، مورخوں کی نیت کا پتہ دیتا ہے، طبا طباعی کی جو ہرِ طبع ملاحظہ ہو:- احوال بست و ہشتم سنہ ہزار و شصت و چہار ہجری، دریں سال بخبطہ تفتیش آباد و اجمیر بہفت رایات شاہی شد، و چوں در عہد جہانگیر پادشاہ وقتے کہ کرن پسر اوسنگھ مدبر گاہِ والا آمد چنیں مقرر شد بود کہ رانا و ہر کہ از اعقاب در انائی رسد قلعہ چتور را استحکام ندہد و درینولا بعرض رسید کہ قلعہ مزبور در نہایت رضانت ترمیم یافتہ و سے یا بجہد المک سعد اللہ خان وزیر با سی ہزار سوار جہت ہدم قلعہ مذکورہ روانہ آں صوب شد، او و بعرض چہار دہ پانزدہ روز قلعہ را منہدم ساختہ چوں رانا متنبہ گشت، رجوع بدارا شکوہ نمودہ بوسیلہ او عذر تقصیرات خواست پذیرائی یافت''

اوراق خالی ہیں، اس لیے تمام و کمال درج کی جاتی ہیں، اہلِ سیر و تدبر فائدہ اٹھا سکیں۔

سفارت پر روانگی اور حالات کی عرضداشت

اب رائے رایان سفارت پر روانہ ہوتے ہیں، اور رانا راج سنگھ خلف رانا امر سنگھ کو راستے راست جائز خوف و ہراس دلاتے ہیں، اور معاملہ کے نشیب و فراز سمجھاتے ہیں، اس قادر الکلام کی مدعا نویسی کی کیا داد دیجیے، کہ سطروں میں کتابوں کا مضمون قلمبند کر دیا۔

"عرضداشت کمترین بندگانِ عقیدت نشان چندربھان بعد از ادائے لوازمِ بندگی و عبودیت و تقدیمِ مراسمِ اخلاص و عقیدت، ذرہ وار بموقفِ عرضِ باریافتگانِ محفلِ جاہ و جلال و استادہ ہائے بزمِ دولت و اقبال می رساند، کہ روزِ دسہرہ از خدمتِ سراسر سعادت، مرخص گشتہ بود، کہ در عرضِ یک ہفتہ بمطلب بر سد، چوں بر رفاقتِ کساں زبدہ راجہائے والا تبار مامور بود، بپائے آنہا طے مسافت نمودہ روزِ دوشنبہ بست و یکم شہر ذی الحجہ بہ اودے پور رسید، آخر روز رانا در جائے کہ بجہتِ استقبال مقرر است، آمدہ بورود منشور لامع النور و عنایتِ خلعت سرپیچ مرصع مشرف گردید۔ بعد از ادائے مراسم آدابِ کمترین بندگاں را، بندۂ درست اعتقاد و صافی نہاد، از جناب عالمیان مآب دانستہ، بر خلافِ دیگر فرستادہ ہا در کنار گرفت، و بتواضعی کہ در خور بندگانِ آستان دولت نشان باشد، پیش آمدہ در سر سواری حرف زناں تا خانۂ خود بردہ، از آنجا رخصت کرد، و روزِ دیگر در خلوت طلبیدہ بحضور معتمدان مدار علیہ خود استفسارِ مضمونِ احکام لازم الانجام نمودہ میخواست، کہ بر جرائم و تقصیراتِ خود مطلع گردد؟ بندہ بنا بر مزید تاکید و احتیاط آنچہ از زبانِ معجز بیانِ اشرف اقدس ارفع اعلیٰ ارشاد یافتہ، بقیدِ قلم در آوردہ بود، آں را در نظر داشتہ بزبانِ قریب الفہم، عام فہم با خاص پسند، شروع در گزارشِ مقدماتِ لازم الاعلام نمود، و برانا گفت کہ الحال وقت شنیدنِ کلماتِ ہوش افزا است

یکجہتی حواس ظاہر و باطن خود را فراہم آوردہ، احکام مطاعہ بگوش ہوش بشنوند،
در تقصیراتِ پدر خود مطلع شوند، اول تقصیرے کہ از شما پدر شما بوقوع آمدہ، ساختن
قلعہ چتور است، در واقعہ قلعہ را کہ بادشاہِ آفاق ستان بضربِ شمشیر عالمگیر مفتوح
ساختہ خراب مطلق نمودہ، یکسان برابر ساختہ باشند، در روز اول این شرط درمیان
آمدہ، کہ اصلاً بجائے در آن قلعہ نشانند و تعمیر نکنند و مرمت ننمایند، بلکہ پیرامون آن
نگردند، چنانچہ ہست بحال دارند، و تصرفے در آن نکنند، پاس این حکم نداشتہ، آن
عہد موکد را فراموش گردانیدہ، و چشم بصیرت پوشیدہ، از نتیجہ این فعل بد نیندیشیدہ،
شروع در ساختن جا بجا نمودہ، بمرور الایام کار بہ بیجا رسانیدہ باشند، داخل چہ حسنات
و شائستہ کدام عقل و دوربینی است، این تقصیر عظیم است، کہ از پدر شما و شما کہ ہم در زندگی
پدر شریک این مصلحت بودہ اند، وہم بعد از پدر دست در این کار داشتہ اند، بظہور آمدہ،
و در درگاہِ سلاطین پناہ، ہیچ تقصیرے عظیم تر ازین نیست، کہ اندیشہ خلاف حکم و عہد و
بخاطر کسے بگذرد، دیگر در حینے کہ رایاتِ عالیات، جاہ و جلال از مستقر الخلافہ بعزم مہم
بسرحد و در دست تشریف بردہ باشند، از آنجا با جمعیتِ بسیار سوار و پیادہ برآمدن از
ملکِ خود و در آمدن بممالکِ بادشاہی تو آن را بغسل و زیارت تابیدن احتمال برچیدن آن
نمود، و پیش بادشاہان عظیم الشان در معاملاتِ ملکی این تقصیر کلان است، دیگر آنکہ بر عالم
و عالمیان ظاہر است کہ این دولتِ خدا داد مرجع آبہ بادشاہانِ ہفت اقلیم است، و
امروز سلطانان و خانان و میرزایانِ **عراق و خراسان و ماوراء النہر و**
بلخ و بدخشان و غیر آن در درگاہ ظفر انتساب کمر خدمت بستہ غاشیہ عبودیت بر دوش،
و حلقۂ عقیدت در گوش کشیدہ، این درگاہِ سلاطین پناہ اند، و در ہر ماہ و سال طبقہ طبقہ
از ہر قسم و ہر قوم از اطراف و جوانب آمدہ، بدرگاہِ معلی مناصب و مراتب سرافرازی
مے یابند، و یکے از لوازم دولت پیوند آنکہ ہر کرا جائے دیگر جا نباشد، جائے او در

اینجاست و ہر کہ اینجا می آید جائے دیگر نمیرود و اگر کسے را ضرورتے روئے دہد تا از حضرت خلافت رخصت حاصل ننماید در جائے نمیتواند رفت و این مقابلہ مخصوص پادشاہان عظیم الشان است بدیگرے نمیرسد کہ بندہ از این بارگاہ آسمانجاہ از پے سعادتی بردہ و آنرا پیش خود نگاہ دارید ہرگاہ قاعدہ چنین باشد تمجی کہ بارزشتہ تمام در بندگی منتظم گشتہ باشند و برخود بعضے از ان مطلب و مطالبہ سرکار اعلیٰ بودہ باشند محض از روئے جہالت بے اجازت حضور رراہ پیش گیرند بپرشما و شما آنہا را پیش خود جائے دادہ مدار علیہ خود ساختند و از بازپرس این معنی حذر نکنند داخل کدام خرد و صواب اندیشی است و دیگر آنکہ وقتے کہ مہم **قندہار** در میان بود و ہنگام امتحان عیار دیوا ہر اخلاص بندہائے عقیدت کیش بود تمجی کہ عدم وجود آنہا مساوی باشد فرستادند و در **دکن** قرار داد ہزار سوار بود قلیلے نگاہداشتند آنچہ دعوی اخلاص است و پیش پادشاہان عظیم الشان ممالکستان کوتاہی خدمت بخصوص در ہنگام ضروریات تقصیر کلان است چون این قسم تقصیرات از جانب شما بظہور پیوست درین وقت کہ خاطر ملکوت ناظر اشرف اقدس ارفع اعلیٰ از ہیچ طرف نگرانی داشت بجہت پاداش این جرائم عساکر ظفر طراز از اندازہ حساب افزون و بیرون طلب داشتہ متوجہ **انتقام** گردیدند و افواج قاہرہ منصورہ را بہ **چتور** تعین فرمودند خاطر عزم مقدس آنکہ تا آنہا بملازمت سراسر سعادت اشرف اقدس مستعد نگردند تا ہر چہ بینید از خود بینید درین اثنائے فرستادہ ہائے شما رسیدند و بوسیلہ باریافتگان محفل بہشت آئین استغفائے تقصیرات شما کردند بندگان اشرف اقدس اسلئے بمقتضائے فتوت ذاتی و مروت جبلے جان و مال آبادان چند ساله شما اکہ نزدیک بزوال و اختلال رسیدہ بود بحال داشتند و اکتفا بہمین فرمودند کہ افواج قاہرہ منصورہ متعلقہ **چتور** بہ جاہائے کہ ساختہ و مرمت کردہ باشند مسمار نمودہ برگردند

و پسرِ رانا بملازمتِ اشرفِ اعلیٰ رسیدہ، سعادتِ ابدی حاصل نماید، در رخصت شود!
و جمعیت مقرری آمادہ و موجود سے وشہ کافذسے ہمیشہ با برادرِ شما تعینات دکھن
باشد و در آیندہ آنچہ خلافِ حکمِ مقدس از شما سرزند، در بابِ عنایتِ پرگناتِ نواحے
اجمیر در آنچہ رضائے مقدس باشد، بعمل خواہد آمد، قدرِ عنایت را بواقعی باید
دانست، و شکرِ ایں نعمت را بجا باید آورد، و پسرِ خود را زود روانہ باید نمود، و تاخیر
اصلا جائز نباید داشت، چوں بندہ ایں مقدماتِ تلخ و شیریں را بشرح و بسط بزبانی
و آئینی کہ در خورِ استادہائے ایں دولتِ نامدار باشد، ادا نمود، رانا کہ ہرگز دریں
مدت گوشِ او آشنائے ایں کلمات نشدہ بے بایں تقصیرات بردہ بمجرد استماع
ایں سخنان بہوش آمد و آثارِ حیرت و ندامت از ناصیۂ او مشاہدہ افتاد، دانست کہ در درگاہ
والا ایں تقصیرات عظیم بودہ است، بعد ازاں کہ یقین او شد، جوابے غیر از ندامت
و عذر خواہی ندارد، و عذرِ ایں تقصیرات خواست، و ہمیں قدر گفت کہ اگرچہ جرائم
اکثر نسبت بہ پدر دارد، و کمتریں، اما من ہمہ را بر خود گرفتہ ام، و قبول دارم، و عذر
میخواہم، و امیدِ عفو دارم کہ بعد ازیں اصلاً امرے کہ خلافِ مرضیِ طبعِ مقدس باشد،
از من بظہور نخواہد آمد، و بر جادۂ بندگی زیادہ از اسلافِ خود ثابت قدم خواہم بود،
و معتمدانِ علیہانِ رانا کہ دریں خلوت بودند ہیچکس را جواب نیامد، و در پیشِ سخنانِ
معقول ساکت ماندند، و فقیر چوں بندہ راست و درست سرکارِ فیض آثار است، و اصلاً
اغراضِ نفسانی مطمحِ نظر ندارد، بیشِ ایں قوم نیز از آغازِ آفرینش یک گونہ اعتبارے
دارد، مطالب را بے حجابانہ و بیباکانہ ہمہ از روئے معقولیت وا نمود، روزِ دیگر رانا
در خانۂ مشورت نمودہ، راہِ بہبودِ خود بردہ، قرار داد کہ پسرِ خود را ہمراہ فقیر روانہ
درگاہِ والا نماید، سخنے کہ بعد از گنگاش بسیار بر زبان آورد، ایں است کہ چوں مردم
درون و بیرون از شنیدنِ افواجِ قاہرہ متوہم مضطرب شدہ اند، ہمیں کہ لشکرِ حضرت

از قلعهٔ چیتور پر راخراب ساخته برگرد دلیپر را روانه اجمیر برفاقت کمترین بندگان سازد، فقیر با او گفت که در فرستادن لیپر و همه بیجا بیرت، اظهار کرد که خاطرمن بالکل جمع شده، و فرستادن لیپر بهوادت مبداکم، اما اهل این دیار وحشی صفت اند ملاحظه کلی دارند، بمجرد روانه شدن لشکر از چیتور لیپر را بلاتوقف روانه ملیازم، چون رانا و همراهانش بعد از رد و بدل بسیار قرار داد، این معنی نمودند، عرضداشت نوشته مصحوب تلوک سنگه که آشنائے معامله است، و خالی از راستی نیست فرستادند، آنچه ظاهر میشود در فرستادن لیپر تعاد ثمیده اند، اما همین ملاحظه لشکر چیتور ر و آمدن فوجی از جانب مندلپور بر آنها غالب شده، آن نیز نظر به انضباط آنها بر مه آید، تا حال افواج بحر امواج بچتور رسیده، کاز ی که باید کرد، کرده باشند، همین که خبر آنها رسد، لیپر را روانه میسازد، امروز شروع در سامان و سرانجام نموده اند، و ظاهر شد که چندین روز پیش از این اهل و عیال خود را با جمال و اثقال بجبال فرستاده قرار داده اند، که چون لشکر ظفر اثر از چیتور برگردد آنها را به اودے پور طلبند، بموجب ارشاد والا ادائے احکام لازم الانجام از روے راستی و درستی نموده، بیتری و مصرفے خود را به رانا ظاهر ساخت و هم رانا که معقول تر از ارباب کنگاش خود است، بحسن خلق و سخنان راست و درست، از خود راضی ساخته، امیدوار است که بکرم کریم کارساز این خدمت بوجه احسن بتقدیم رسید، رگهناته سنگه اگرچه راجپوت است، اما خالی از معقولیت و فهمیدگی نیست، در خلوت و جلوت با فقیر خود متفق ساخته، و با جمعیت خود حاضر است، این عرضداشت را مصحوب خواجه جمال عاقل خانی روانه ملازمت فیض موهبت نمود، اگر حرفے از و شنیده شود، شاید که درست ادا نماید،

میوه این ملک بالفعل همین بادرنگ کلان است، که بزبان اینجا ککری میگویند نیشکر هم بنسبت انار چند از باغ رانا آورده بودند، اگرچه سیراب برآمدند، اما شیرینی

نداشت، امسال روز بروز ہوا ابنگاہ گرم است، دستہا مائل بسردی، رعیت جابجا قرار شدہ،
آبادانی کمتر بنظر درمی آید، در اودے پور اثرے از مہاجن و بیوپاری اہل شہر
نیست، و ہیچکس نظر بر اصلاحِ معاملہ دارد، ایامِ دولت و اقبال مستدام باد،

عرضداشت مژدہ کامیابی

اپنی کامیابی کا دوسری عرضداشت میں اس طرح مژدہ سناتے ہیں:-

"عرضداشت کمترین بندہا ئے عقیدت کیش زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ، درہ وار بموقف عرضِ والا میرساند،

کہ رانا جمیع کلماتِ ارشاد و ہدایت را بگوشِ ہوش شنیدہ، نظر بر انقیادِ احکام لازم الانجام اشرف اقدس ارفع اعلیٰ بہبودِ حال و مال خود داشتہ، و تردّد بندہا ئے سعادت کیش کہ تفصیل آں در حضورِ فیض گنجورِ اشرف خواہد رسید، کنور را بعد از انقضائے ہفت گھڑی از شبِ شنبہ رخصت نمودہ در نواحے اودے پور کہ خیمہ ایستادہ کردہ بود، فرود آوردہ، الحال سامانِ ہمراہان او می کنند، در رانا و معتقدان او التماسی اند کہ امید واریم کہ لشکرِ ظفر اثر چتوڑ را خراب ساختہ، زود بر گردد، تا بخاطرِ جمع در اودے پور توانیم بود و کنور بہ جمعیتِ خاطر باجمعیت روانہ رفتہ، در کوشش از جانب بندہا تقصیر نرفتہ، بسخنانِ عقلی و نقلی و پست و بلند رانا را معقول ساختہ شد، اما چوں وقت راست گفتن و راست نوشتن است، آنچہ از زبانِ جماعہ شنیدہ میشود، بے کم و کاست معروضداشتن لازم است، آفتابِ عالمتابِ دولت و اقبال تابان و درخشان باد،

آخری عرضداشت دربار کو قول قرار پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی تھی

مطلب حاصل ہو جانے کے بعد یہ ضروری تھا کہ جو قول و قرار ہوتے اُن پر بیزاہدانہ دربار قائم و ثابت قدم رہے اسلئے رایان جی اپنی خود غرضی کے لئے اس بادشاہی دربار سے

دربار اودے پور میں تسلی نامہ بھجوادیا' اور اُسے کشف قرار دیکر دربار کو معاہدہ شکنی سے روکا' یہ صداقت کا بیان جہاں مہارائے رایان کی پاک چال چلن پر روشنی ڈالتا ہے' وہاں سلطنت کا وفادار بڑ ہانے کی نیت کا بہتر و نیاب ہے' جہاں ایسے ایسے مدبر ہوں' خرابی و ابتری کیوں ہو' اس ایک واقعہ نے مغلیہ طرز حکومت کے متعلق خیالات کچھ کے کچھ کردیئے' اگر مغلیہ سلطنت میں ایسے ایسے مدبر کارکن ہوتے تو کیوں برباد ہوتی افسوس پہلے نالائق سفیر کام رہے'

اب واقعہ نمبر ہی سے آگہی حاصل کیجئے بحضرت خاقانی زبان'

"عرضداشت کمترین بندہاۓ عقیدت کیش بعد از ادائے لوازم بندگی ذرہ وار بموقف عرض باریافتگان محفلِ بہشت آئین میرساند'

کہ طغرائے عزائے ابہت و اجلال کہ از دار البرکت اجمیر شرفِ نفاذ یافتہ بود' عزّ ورود یافت' آداب بندگی و استقبال تبقدیم رسانیدہ' سعادت کونین حاصل نمود' رانا کہ مترصد و منتظر نوید عنایت والا بود' بمضمون عنایت مشحون آں مطلع گردانیدہ' ببشیر از بیشتر تاکید و عزّ مبالغہ در روانہ ساختن کنور نمودہ' رانا اگرچہ بعد از مشاہدہ' منشور لامع النور' و رسیدن بندہاۓ عقیدت کیش مطمئن خاطر گشتہ' در صدد روانہ ساختن پسر بود' اما از غایت ہیبت و حراست نظر بر اجابت لشکر ظفر اثر داشت' الحال کہ بتازگی بمضمون لازم الاتباع کہ دریں وقت محض از روۓ کشف صادر شدہ بود' مطلع گردید' تقویت ظاہر و باطن حاصل نمود' و پئے بہبود و سود خود بردہ' معتمدان و منجمان و پنڈتان و مدبران را جمع ساختہ' بعد از انقضاۓ مدد رحجہ' پس از گذشتن ہفت گھڑی از شب شنبہ شہر محرم الحرام ساعت روانہ ساختن' پسر اختیار نمودہ' چنانچہ کاغذ بخط مصران رانا را بجہت احتیاط حضور گرفتہ' بجنس ارسال داشت' رانا اظہار میخود کہ چوں من بسعادت اطاعت حکم بجا آوردہ ام' یقین کہ ہیچ وجہ من الوجوہ فتورے و آسیبے بملک و مال و من بخو اہد رسید' و زیادہ از اسلاف خود رعایت خواہم

یافت، وبین الاقران سربلندی حاصل خواہم نمود، پیش زود بخواہد رسید، چوں رسید قلعہ وحشی نژاد ان لازم است بندہ ئے درگاہ و الاولاسا کردہ خاطر او را مطمئن میگرداند، تزلزل وتفرقہ بحال این ملک راہ یافتہ، بیش از رسیدن بندہا شہر اودے پور را خالی ساختہ، مال ومتاع را بکوہ فرستادہ اند، بازارہائے وخانہا خالی افتادہ ہیں کہ نوکران رانا اندکہ در شہر مے باشند، ومردم اینجا میگویند کہ اگر صلاح این معاملہ بتغیر مودند، تا حال رانا درجبال بود، بتقویت دلاسائے بندہائے درگاہ استقلال او بحال ماندہ۔ زمانہ قدیم کے باخبر سفیر نے اپنی عادت کے موافق لکھا ہے:۔

درویش ہفتاد سالہ گوشہ گزینے دریں ملک بنظر افتاد چہل سال است کہ بکنج خمول وقت را بخوشی میگذارند، (دیکھو فقیر پرست فقیروں کی تلاش میں کسطرح رہتا ہے) دریں دولاکہ شہر ویران شدہ، تفرقہ جمعیت او نیز راہ یافتہ، رسیدن بندہائے فی المجلہ باعث بہر سید، تا آنا بالفعل کسے را دماغ دیدن، وصحبت داشتن دیگرے نیست، ہمہ کس را نظر بر اصلاح معاملہ است، ایام دولت واقبال مستدام باد گردہر داس وکلیان ستائے راجپوت بروقت رسیدند، بجرائی خدمت آنہا شود،

قول وقرار کا ایفا فرحت وشادمانی کا باعث ہے

اب ہم بغرض تکمیل بیان وانجام سفارت برائے رایان کا آخری مختصر وجامع بیان عرض کرتے ہیں، آپ بغور ملاحظہ فرمائیے کہ رائے رایان کے اس بیان میں دربار کی صفت مخض گیتی ستانی پر کس طرح محدود کر دی گئی، اور اس کے جذبات مفتوحی ملک کی جھلک کس طرح دکھائی گئی، ان تمام بیانات میں فقیر برہمن پارسائی دربار میں اپنی کارگذاری پر نازاں ہے، نہ فرحاں بلکہ قول وقرار کے ایفا پر اترا رہا ہے:۔

"ذکر تسخیر قلعہ چتور کہ قلاع مشہور ہندوستان است، وانقیاد واطاعت رانا چو بجبر

اعلیٰ مستعد گردند، و از غایتِ عنایت بخطاب مہا نگ گھر و عنایتِ فیل و خلعت سرفرازی یافت، و بمراد بالش بمرحمت اسپ و خلعت سربلند گردیدند"

حکومتوں کے اتحاد اور اُنکی بربادی میں وُزرا اور سُفرا کا بڑا دخل ہے

اِس صداقت پر کسی مضمون آرائی کی ضرورت نہیں، کہ وزرا اور سُفرا کی قابلیت و ناقابلیت سے حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں، قابلیت کے مالک حکومتوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی اغراض و مقاصد حاصل کرتے ہیں، ناقابلیت کے ٹھیکیدار حکومتوں کو جنگ و جدل میں مصروف رکھ کر اپنے مقاصد بھی ضائع کرتے ہیں، اور خلقِ خدا کو بھی غارت کرتے ہیں،

سلطنت میں "سفیر" کا عہدہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہے، وہ اتحاد و جنگ کا واحد مالک ہے، اگر وہ چاہے حکومت کی منشا کے خلاف جنگ کرا دے اگر منظور خاطر ہو صلح کرا دے،

لارڈ ریڈنگ کے تدبر نے جنگِ عظیم میں امریکہ کو شامل کرایا، اور اُس کا جو انجام ہوا، وہ فتح برطانیہ اور پامالی جرمنی پر ہوا، اسی طرح اورنگزیب کے زمانہ میں سفرائے نالائق کی تقریروں نے دربار کی خواہشات سے بڑھ کر جنگ آزمائیوں کے لئے میدان صاف کیا، ہندوستان کی ابتدائی اسلامی حکومتیں مثل گولکنڈہ، بیجاپور، حیدرآباد ہرگز ہرگز برباد نہ ہوتیں، اگر ان سفارتوں پر تاج و تخت مغلیہ کے یہاں نثار و وفادار مامور ہوتے، مگر وہاں ایسے سفیر مقرر کئے گئے کہ جنکے دماغ تدبر و مصلحت و مآل اندیشی سے خالی تھے خواہ دربارِ زاہدانہ حیل و حجت سے مخاصمت کی وجوہات تلاش کرنے پر آمادہ تھا، لیکن اِن کا فرض تھا کہ وہ وفاداری سے سلطنتِ مغلیہ کی خدمات انجام دیتے، اور اُن ہدایات پر ہرگز عمل نہ کرتے جو اُن کو دربارہ آغازِ مخاصمت دی گئی تھیں، غلام حسین طباطبائی مصنف تاریخ سیر المتاخرین "ذکر مجملے از حیل اورنگ زیب عالمگیر در تسخیر حیدرآباد۔

بیجاپور نمود" کی تُرجمی سے نالائق شعرا کی کہانی اس طرح بیان کرتا ہے:-

"چوں **عالمگیر** در شدتِ حرص و شرہ بے نظیر بود تسخیر سلطنت **بیجاپور** از آخر سلاطین **عادل شاہیہ** کہ مسمی **بسکندر** عادل شاہ بود، و انتزاع **حیدرآباد** از خاتم سلاطین **قطب شاہیہ** سلطان ابوالحسن **تانا شاہ** در خاطر خود مصمم نمودہ، شروع بہانہ جوئی فرمودہ فراست کہ حجتے برائے مکاوحت بدست آرد، اول نامہ متضمن برطرف نمودن **مادنا** برہمن کہ بوزارت او بنا بر بعضے جہات ضروری مامور بود فرستاد، سلطان **ابوالحسن** در امتثالِ فرمان مذکور عذرے خواست، در ہمیں ضمن شنید کہ **ابوالحسن** الماسے دارد کہ دریں زمان بدان وزن و قیمت در جواہر خانہ ہیچ پادشاہے نتوان یافت در طمع افتادہ **میرزا محمد مشرف** دیوانِ خاص را کہ از خانہ زادان و تربیت کردۂ او بود، بطلبِ آں الماس رخصت نمودہ، در خلوت فہمانید مطلبِ ما از فرستادن تو فقط طلب آں پارچہ سنگ نیست، بلکہ مقصد آں ست کہ در ہر دو صورت قبول و انکار از ارسالِ آں جوہر بیستور فرستادہ باشے، دیگر نظر بطمع و مزد خود نکردہ، و از بیم و امید او خود را برکنار داشتہ عمداً در گفتگوئے بیباکی و درشتی نمودہ گستاخانہ سخن پرخاش نمائی، شاید یا تو بہ بدسلوکی و درشتی پیش آید، و تقصیر نافرمانی بر او ثابت گشتہ، دست آویز منازعت میسر شود، چوں **میرزا محمد** از دیگر بحیدرآباد رسید **ابوالحسن** یکے از عمدہ ہائے سرکار خود را باستقبالِ او فرستادہ، باعزاز و احترام طلبید، بعد تقدیم مراسم ضیافت چوں میرزائے مرقوم طلبِ الماس معلوم نمود، فرمود کہ جمیع الماسہائے جواہر خانہ اوبع کاغذ سیاہہ جواہر خانہ و متعدی سررشتہ دار پیش **میرزا محمد** حاضر آوردند، و بفہمہائے غلاط رسید ادبرات ذمہ خود از اخفائے الماس غیر از الماس ہائے حاضر حاصل نمود، از جملہ آں الماس با جوہر یکہ در وزن شفافے و رنگ از و کم داشت مع تحف و ہدایائے لائقہ دیگر بطور پیشکش حوالہ اش نمودہ، رخصت انصراف ارزانی داشت،

ہاشم علیخان خافی، محررِ **تاریخ عالمگیری** نے نگارد، **صورہ خطِ** محرّرِ اوراق بعد عود از زبانِ اوشنیدہ نقل مینمود کہ در ہر مقدمہ در مجلسِ **ابوالحسن** ذکرے کرے آمد مطابق حکم و مرضی پادشاہ گستاخانہ و بے باکانہ سوال و جواب نمودہ، اُو را ملزم میکردم، اما در یک سخن ملزم گشتہ، نتوانستم کہ جوابے بگویم، و آں این کہ بہ تقریبے **ابوالحسن** گفت، اگرچہ ما ہم پادشاہیم لیکن خود را در زمرۂ نوکرانِ **عالمگیر** میدانیم، من ازیں سخن برآشفتہ گفتم، کہ در مقابلِ **عالمگیر** پادشاہ غازی شمارا نرسد کہ نام پادشاہے برخود اطلاق نمائید، **ابوالحسن** در جواب گفت میرزا محمد غلط میگوئی، اگر نام پادشاہے برما اطلاق نشود پادشاہ شمارا شاہِ شاہان چہ قسم خواہند گفت،"

یہی حالت اُس وقت **اودے پور** کی تھی، جنگ کے لیے بیّن ناقص حجتیں پیدا کی گئیں، اور جنگی چڑھائی شروع کی گئی، لشکر **اجمیر** خیمہ زن ہوا، فوجیں **اودے پور** پہنچ گئیں، پس اِس نازک و اہم موقع پر اگر ایسے سفیروں جلیبا کوئی سفیر مقرر ہوتا تو بجائے صلح و آشتی ایک خونریز جنگ ہوتا جس کا نتیجہ بہرحال تاج و تخت مغلیہ کی جلد تر تباہی و بربادی کا ہوتا، **رائے رایان** نے یہ بیّن حجتیں بدترین بدعنوانی کی شکل میں دکھا کر **رانا** کو تسخیر کر لیا، اور اورنگزیب سے اُس کے کنور کو ملا کر محبت و موالست کی زنجیر سے قید کرا دیا، حقیقی وفاداری و جاں نثاری اسی کا نام ہے، جس طرح سے ایک قابل مصوّر سطح صاف اور سیدھے کاغذ پر پہاڑوں کی بلندی یا غاروں کا نشیب اور ہموار رایاں دکھلا دیتا ہے، ٹھیک اُسی طرح **رائے رایان** نے اپنی عقلِ خداداد کے زور پر یہ کمزور حجتیں خطائے عظیم ذہن نشین کرا دیں

آپکو خانگی جنگ وجدل سے سخت نفرت تھی

جس کتابِ سلطنت میں آپ نے علم و فضل سے اپنی صلح جوئی کے جوہر کھلائے، اُس کا ہر ورق خاندانی تنازعات سے خونی تھا، شاہزادگان

کے باہمی جھگڑے تھے، قوموں اور فرقوں کی تباہی کے نوحے پڑھ رہے تھے، چونکہ آپ کا دل اعمالِ زشت سے مبرا تھا، دوست و دشمن سے مدارا و سلوک روا رکھتے تھے، اور دنیا کو بھی اسی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے، اس لئے ایسے اصحاب سے جو کہ با اثر تھے، اور دل گداز رکھتے تھے، ہمیشہ یہی استدعا کرتے رہتے تھے کہ شاہزادوں میں فساد نہ ہو چنانچہ شہزادہ عالمگیر کے با اثر معتمدِ خاص کو ایک خط میں مشورہ دیتے ہیں:-

"چوں ذاتِ شریف عنصرِ لطیف قدردانِ ہر قوم و ہر طائفہ است، نظر بر شد آید و استمرار داشتہ درمیانِ برادرِ کلاں در عزو مصالحت فرمائند، کہ دیگر ہیچکس از جادۂ نفس آلامر و انصاف قدم بیروں نگزارند، در عہدِ دولت حکومت رفعِ مناقشہ کہ محض از روئے نفسانیت است، شود، دیگر ہیچکس را مجالِ مقامِ نسبت"

بیٹے (اورنگزیب) کا باپ (شاہجہان) کو قید کرنا برہمن کی نظروں میں

آفریں باد بہ ہنداں کہ سزا از مرگ امید ہند و الم آب
اے پسر تو عجب مسلمانی
بہ پدر زندہ آب نہ رسانی
(مرزا برہمن)

مندرجہ بالا نظم شاہجہان مقید نے اپنے بیٹے عالمگیر کو لکھی، آزاد دیرنگ خیال میں لکھتے ہیں:-

"ایک تاجدار آیا کہ جبہ اور عمامہ سے وضع زاہدانہ رکھتا تھا ایک ہاتھ سے تسبیح پھیرتا جاتا تھا، مگر دوسرے ہاتھ میں جو فردِ حساب تھی اس میں غرق تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کی میزان کو پڑتا لتا ہے سب نے کہا کہ انہیں خانقاہ میں بیجانا چاہئے اس دربار میں اس کا کچھ کام نہیں لیکن ایک ولایتی کہ بظاہر متقی اور معقول نظر آتا تھا وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھا اور کہا کہ "اے ارکین دربار ہمارے ظلِ سبحانی اس کو نعمتِ سلطنت کے لئے دیا ہے کہ باپ تک کا لحاظ نہ کیا" اس پر بھی تمہارے اعتراض لئے اس دربار میں جگہ نہ دیجئے"

اورنگزیب نے اپنے باپ شاہجہان سے اس دنیائے گذشتنی وگذاشتنی کیلئے جو جو جابرانہ سلوک کئے اور ہر طرح کی جیلا وانہ عمل روا رکھے وہ ہر مذہب و ملت میں مردود ایک ولایتی عیسائی ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ میں شاہجہان کی قید کے حالات لکھتا ہے جس کا اُردو ترجمہ مولوی محمد حسین سا مالوی نے کسی سے کرا کر چھپا پاہے :-

"وہ مکار فقیر (اورنگزیب) اب بھی بدستور ہوشیاری اور اپنی چال سے چوکنے والا نہ تھا، چنانچہ بجائے اس کے اس ارشاد کی تعمیل کرے، فوراً اعتبار خان نامی اپنے ایک معتمد خواجہ سرا کو قلعدار مقرر کر دیا جس نے پہنچتے ہی سب بیگموں اور بیگم صاحبہ اور خود شاہجہان کو قید کر دیا، بلکہ قلعہ کے اکثر دروازے تک چنوا دئے اور بادشاہ اور اس کے خیر خواہوں کے باہم آمد و رفت تو کیسی خط و کتابت اور سلام و پیام کے ذریعے بھی سب مسدود کر دیئے اور شاہجہان کو اتنی بھی اجازت نہ رہی کہ قلعدار کی اطلاع کئے بغیر اپنے کمرے سے باہر نکل سکے"

ایک یورپین اس طرز ستم سے چیخ اٹھا اور ضبط نہ کر سکا، وہ ان الفاظ میں ان درباریوں کی عادات پر روتا ہے :-

"اور میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اس بیچارے بڈھے اور مظلوم بادشاہ (شاہجہان) کی حمایت میں کسی امیر نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلائے اور کسی کے منہ سے بات تک بھی نہ نکلی، تو مجھے نہایت رنج اور غصہ آتا ہے! افسوس! یہ لوگ اُن ظالموں کے آگے سر جھکانے کو جاتے تھے، جنہوں نے اُن کے آقا اور مالک پر ایسی سختی کی"

دنیائے ناپائدار کا یہ نرالا جور و ستم اس امر کا متقاضی تھا کہ ہر صاحب دل اورنگزیب کے اس شرمناک فعل پر لعنت بھیجے، مگر ایسا دل دُنیا میں کہاں ہے؟ برائے رایان نہ مورخ تھے، نہ وقائع نگار، نہ اُن کی پاک صلح جو طبیعت اورنگزیب پر نفرین و لعنت بھیج سکتی تھی، مگر جو کچھ اس واقعہ جانکاہ سے اُن کے دل صافی پر اثر ہوا، انہوں نے نہایت عاقلانہ

پیرایہ میں لکھا، اور خوب لکھا، چاہئے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کی ایسی ہی توقیر و منزلت کرے، جس کا کہ رائے رایان سبق دیتے ہیں:-

"و کسے را کہ پدر بر سر باشد، تاجِ سعادت بر سرِ اوست و عوض زندگانی و حاصلِ عمرِ گرامی دریافت این سعادت است از شوقِ دیدہ و دو چشم رسیدہ، کہ خود را مستفید سعادتِ دیدار ساختہ چہ عرض نماید از آنجا کہ ہر مرتبہ عرضِ حالِ شوق دادن خالی از تکلف نہ نماید، پاسِ ادب داشتہ نالہ در گلو و آہ در جگر شکند، چون غنچہ بخونِ جگر ساختہ، لب نمے کشاید از غایتِ شوق بارہا گفتہ ام و بارِ دگر میگویم کہ من خود **معشوقِ حقیقی** پدر را میدانم، دیگر ہمہ بازیچہ نگارم، و میگویم و فریاد میکنم، کہ من پسر پدر پرستم و عبادت خدائے عزّ و جل را در خدمتِ این خداوندِ مجازی میدانم، حال تحریر نہم جمادی الاوّل سن دوازدہ جلوسِ میمنت مانوس است، این نیز زنند در بروئے ہمگنان بستہ تنہا ہزاران غم و اندوہ نشستہ حال عجبے داشت"

ایک خط میں اپنے ارادۂ عبودیت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے:-

"برگاہ اوضاع و اطوارِ روزگار گروشِ گردون ہمیدار بر یک نہج نباشد، و ہر چہ در موقف وجود عالمِ شہود آمدہ، معرضِ عدل و محلِ اخفا، خواہد شتافت، نظر بر این معنی ہر کہ از شعور بہرہ داشتہ باشد، بر آیندہ و رفتہ دلبستگی نخواہد داشت، این نیازمند از بدو حال و آغازِ شعور این ارادہ مکنونِ خاطر و مرکوزِ ضمیر دارد کہ اگر بجائے و فراغتے قرینِ عشرت عافیت دست دہد، سر در گریبان و پائے بدامان کشیدہ، در کنجِ خمول اسیرِ عالمِ معنی کند، و تماشہ گلہائے رامانی دامالِ گلستانِ ہمیشہ بہارِ کامرانی یعنی خدمتِ آن مخدوم دلی نعمی نماید، در واقع چہ عمرے باشد کہ نہ بیادِ خداوندِ حقیقی صرف شود و نہ در خدمتِ آن قبلہ گاہ ظاہر و باطن بگذرد"

امرائے سلطنت کی شاہجہان و دارا سے غدّاری اور رائے رایان کی وفاداری و جان نثاری

نہی ست نسخۂ عالم ز حرف
مہر و وفا کو زمانہ مہر و محبت
از این کتاب کشید
"برہمن"

جسم صفاتِ انسانی میں وفا کا درجہ دماغ کی منزلت رکھتا ہے، وفادار خواہ نادار ہو، لیکن دُنیا کے ہر کوچہ و بازار کے مشتری اُس کے خریدار ہیں، بیوفا ہر وقت ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے، وفادار اپنے خوبیئے وصف سے دربار انسانی میں شاہِ وقت کی مسند پر جلوس فرما ہوتا ہے، بیوفا، نامرادِ اعراض کی زنجیروں سے بندھا ہوا لعنت کی پھٹکاروں سے تحت الثریٰ میں چلا جاتا ہے، وفادار کا دامن وفاداری فتح نصیب پرچم کی طرح آسمانِ شہرت پر چمکتا نظر آتا ہے، بیوفا کا دامنِ قیامت تک داغدار رہتا ہے، وفا عہد و پیمان کا آدم ہے جو اس کی تعظیم و تکریم کرتا ہے، وہی دُنیا کا سعادت مند سمجھا جاتا ہے، یہی وہ وصف ہے، کہ انسان کو ادنیٰ سے اعلیٰ بناتا ہے اور پھر آسمانِ فلک الافلاک پر پہنچاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ یہ جنس ہر زمانہ میں نایاب رہی،

دہر عیار دنحریر سید **غلام حسین** طباطبائی مصنف **سیر المتاخرین** اُن بیوفا غداروں کی جو **شاہجہان** و **دارا** کے جاں نثار بنے ہوئے تھے، بڑے درد کے ساتھ فردِ ملیش کرتا ہے، کہ اہلِ دُنیا اُس سے سبق لیں، ہم اُس کا ترجمہ کرتے ہیں، کیونکہ آجکل بیوفائی ایک جوہر سمجھا جاتا ہے،

"دارا کے شکست کھاتے ہی اُس کے بہت سے فرضی جاں نثار اور رفیق حقِ نمک سے منحرف ہو کر حقِ رفاقت ترک کر بیٹھے، خزانہ، جواہر، مرصع آلات و سامانِ کارخانجات، ہاتھی، گھوڑے لیکر اورنگ زیب کے دروازے پر آ گئے، اُن سے بعد سب سے اول معتمد خاص **محمد امین خان** نے (کہ جس کے والد معظم خان کو اورنگ زیب نے قلعہ اورنگ آباد میں قید رکھا تھا) جملہ امرائے سلطنت سبقت حاصل کرنے کے لئے اورنگ زیب کی آستانہ بوسی کا فخر حاصل کیا، اگلی صبح اعتقاد شکن **اعتقاد خاں** ولد یمین الدولہ **آصف خاں** بہت سے امرائے سلطنت کو لیکر ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا کر وفاداری کا جامہ پہنکر آ حاضر ہوا، پھر **فاضل خاں** میر سامان، **طاہر خاں**، **قباد خاں**، **فیض اللہ خاں**، **سربلند خاں** اور **نوازش خاں** منصبداران، سلطنت بھر کے اُمرا کو نمک حرامی کا لباس پہنا کر

ہمراہ لایا، دُو روز کے بعد جملہ اُمرا و منصب داران سلطنت **اورنگ زیب** کے پاس آکر اُس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے، تیسرے روز عمدۃ الامرا بلند مکان خانِ جہاں جہین خلف یمین الدولہ آصف خان بھی اسی صف میں نظر آئے، اُسی وقت عمدۃ الملک **خلیل اللہ** خان معہ اپنے بیٹے **میر میراں** زمین بوسی کرتے دیکھے گئے حتی کہ زبدۃ الامرا رفیع الشان بلند مکان **جعفر خاں** وزیر اعظم **تقرب خاں** وغیرہ نمک حرام اپنی نمک حلالی کا اعتبار دلاتے نظر آئے، یہ خاص قرب و منزلت رکھتے تھے، **دارا** کو ناکارہ سمجھ کر اپنا دامنِ مراد **اورنگ زیب** سے وابستہ کیا، غرضیکہ اسی طرح سے کل اُمرائے سلطنت منصب داران و ملازمان مع سامان بھاگ بھاگ کر آنے اور سب **اورنگ زیب** کو مبارکباد دینے کے لئے اُس کے قدموں میں جھکے پائے، **اورنگ زیب** نے خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز کئے، اور اہلِ ملک سے روشناس کرائے، اور جب دیکھا کہ ہر کوہ مہ کا مجمع صورتِ اژدہام رکھتا ہے، سب کو کچھ دے دلا کر دیمنیا جسم انسانی کا گلا کاٹ ڈالا، پھر رائے رایان منشی **پنڈت چندر بھان** کو جو سرِ دفتر اہلِ دیوان تھے، مع منصدیوں، منشیوں اور محاسبوں کے بلائے گئے، انہیں حکم دیا کہ ملک میں جو طرح طرح کے اختلال و فتور پیدا ہو گئے ہیں، دُور کریں"

لکھا ہے کہ خلعت اور منصب، جاگیر اور زر نقد سے انہیں بھی امرائے سلطنت کے مشورے سے نمک حرام بنانے کی کوشش کی گئی، مگر آپ نے سب پر لعنت بھیجی، ملکی انتظام میں مصروف ہو گئے،

یہ ہے بیوفاؤں اور وفادار کا ایک پُرانا مرقع کہ جسے عین امتحان کے موقعہ پر طباطبائی نے تیار کیا تھا، **رائے رایان** نے اُن امیروں اور منصب داروں، خانہ زادوں اور غلاموں کو جو وفاداری کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے، اور جان نثاری کی ڈینگیں مارا کرتے تھے، اپنے روبرو **شاہجہان** و **دارا** سے غداری کرتے اور نمک حرامی کا اعزاز پاتے دیکھا اور

اُس نے ہونا بھی یہی چاہئے تھا ؎

وفائے عہد تو از بوالہوس نمے آید — کہ حفظ شعلہ ز دامانِ خس نمے آید

ہرچند یار در پے جور و جفا زود — عاشق ہمیشہ در رہ مہر و وفا رود

رائے رایان کی نمکحلالی و وفاداری

ہم ان سب غداروں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہیں، مگر رائے رایان کی جنسِ وفاداری پر لکھتے ہیں، کیونکہ آپ جنسِ وفا کے واحد سرمایہ دار ہیں۔ رائے رایان نے یہ بے بہا جنسِ محبت کھوٹی اور غلیظ کوڑیوں کے بدلے فروخت ہوتے دیکھا، دل بھر آیا، جو تاریخی شعر زیبِ عنوان ہے، وہ دوبارہ پڑھے جانے پر آپ کے دردکا پتہ دیگا، برہمن

تہی ست نسخۂ عالم ز حرفِ مہر و وفا

زمانہ جزوِ محبت ازیں کتاب کشید

ہر طرح کی تحریک و تحریص، تنبیہ و تادیب، خوف و ہراس رائے رایان کی شریانِ وفاداری پر نشتر زن ہوا، مگر آپ نے کسی قیمت پر بھی یہ جنس غیر کے ہاتھ فروخت کرنے کی طمع نہ کی، ان کا مذہب غیر بھی اُن سے حقِ نمک حرام نہ کرا سکا، بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ وفا پر ثابت قدم رہے اور علانیہ فرمایا ؎

اگر زمانہ دگرگوں شود ز جا نہ روم

برہمن از روشِ روزگار آگاہم

واقعی ان کی جنسِ وفا شاہجہان اور دارا نے خرید لی تھی، یہ جنس اس لئے موتمن تھے، ہندی دھرم شاستر کی رو سے فروخت کرنے کا استحقاق بھی نہ رکھتے تھے۔

رائے رایان کی نوحہ خوانی

اُس زمانۂ ظلم و ستم کی معتبر اور مستند تاریخوں سے ثابت ہے کہ کوئی نمکخوار اس انتزاعِ سلطنت کے موقع پر نمکحلالی قائم نہ رکھ سکا، خواہ نمک حرام ہوا، خواہ شہر دار، اگر ایک رائے رایان ہی تھے

سر جنہیں قادرِ مطلق نے اِس دردانگیز واقعہ کی نوحہ خوانی کے لیے محفوظ و مامون رکھا، یہ تاریخی تیرہ معرکۂ عبرت خیز بیان اُن کی قلمِ غم رقم سے سُنئے بآواز بلند کہتے ہیں ؎

یادگارِ بہارِ ناکامی قطرۂ خوں بدوشِ مژگانیم

بہارِ ناکامی کی یادگار نے اُن مظالم اور ستم رانیوں کی مطلق پروا نہ کی اور آپ کی زبان شکوہ آلا نہ ہوئی، بلکہ اپنے آئین کا اظہار کر کے سخت ندامت دلائی ؎

گرا ز تو جفا رفت، نشاید گلہ از من آئینِ جفا از تو خوش و حوصلہ این

فرض شناس باپ کا خط سعادتمند بیٹے کے نام

تو قابل اے کہ ستارۂ سعادتمند
برائے مردمِ قابل ہمیشہ در سید است

رائے رایان کی محقق و باخبر زندگی نے ایک طرف جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کی ہیبتناک طوائف الملوکی اور خانہ جنگی کا کارنامہ دیدۂ ہوش سے دیکھا، بیٹوں کی باپ سے بیکاریاں، بدمعاشیاں، جنگ آرائیاں اور ناخلفی کی ناقابل تیغ ستم رانیاں نظارہ کیں، اور دوسری طرف مذہبی ہدایت کے تقاضے پر باپ اور بیٹے کے حقوق و فرائض رگ رگ شہادت پر نشتر بار رہتے تھے۔

اورنگ زیب نے جو سلوک شاہجہان سے کیا، واقعات ہوش رُبا تھے۔ سب محسوس کرتے تھے، مگر اپنے اپنے اغراض سے خاموش تھے، کیونکہ دُنیا میں وہ کون باپ ہے کہ جو کسی فرزند کی اپنے باپ کے خلاف ایسی ظالمانہ حرکات دل سے ناپسند کرے۔

آپ نے ان ظالمانہ و مظلومانہ حالات کے زیر اثر ایک تنبیہی و تہدیدی خط اپنے سعادتمند بیٹے پنڈت شیخ سبحان کو لکھا کہ جس کا ہر فقرہ نکتہ و داد اکا مخزن ہے، ہر جملہ غور طلب ہے اور یہ خط دُنیا کے ہر بیٹے اور ہر باپ کے لئے یادگار نصیحت نامہ۔

وہ زمانہ گزر چکا، اُس وقت ایسی مثالیں خال خال ملتی تھیں، آج نئی تعلیم نے نئے تہذیب یافتہ نوجوانوں کی نظروں میں اپنے اپنے باپ کو ذلیل و حقیر سمجھ رکھا ہے، اور

اُن سے ایسا سلوک ہوتا ہے، کہ جو ایک ذلیل سے ذلیل شخص بھی کسی غیر سے نہیں کرسکتا،
اور نہ معلوم آئندہ یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہو۔

خاکسار بہار ہر مذہب و ملت کے بزرگوں کا ادب کرنا سعادتِ ابدی سمجھتا ہے، اور
دل سے چاہتا ہے، کہ دنیا کا ہر بیٹا اورنگ زیب نہ بنے، بلکہ سرون بنے، اس لئے
برائے رایان کا خط، طویل ہوتے ہوئے بھی یہاں درج کرنے سے اجتناب نہیں کرتا،
خصوصاً اس وجہ سے کہ یہ خط تاریخی واقعات سے بھرا پڑا ہے، اور اسے رایان نے اپنے
یہ جذبات اپنے رفیقِ خلوت معتمد و مومن پر ظاہر کرتے ہوئے ایک اعلیٰ مصلحت سے نہایت خوبی سے ادا
کیا ہے، اور نکتہ نگاری اُن کا حصہ تھا، اِسی نظر سے پڑھا جائے۔

ایک سنیاسی کاشی جی قیام کرتا ہوا گنگا جی کے تٹ پر بیٹھا ہوا، رام رام کر رہا
ہے، اور جب دنیا کی طرف دھیان آتا ہے، تو قلم لے کر کاغذ پر چند سطریں لکھتا ہے، وہ نہ
فقط سنیاسیوں کے لئے کارآمد ہے، بلکہ ہر دنیا دار کے لئے نقشِ راحت دل ہے، آپ دیکھیں گے
کہ سطور میں تعلقات پدری و پسری کے جذبات کس انداز سے قلمبند کئے گئے ہیں، وہ نہ خیریت
پوچھتا ہے، نہ گھر والوں کی حکایات سننا چاہتا ہے، نہ فکر و تشویش کی کوئی خبر سنانا چاہتا ہے، نہ
خبر لینا چاہتا ہے، اپنے حال میں پڑا اُن کو دعائیں دیتا ہے، فقیر کے لئے اس سے بڑھ کر
اور کیا فخر ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنا نورِ نظر رکھتا ہوا، جب کبھی دنیا کی طرف دھیان کرتا ہے،
دعائے خیر دیتا ہے، اس خط کو جسے ہم غلطی سے خط سمجھے ہوئے ہیں، نصیحت نامہ کہنا چاہئے
جیسا کہ برائے رایان نے لکھا، ماننا پڑتا ہے، کہ برائے رایان کی منزل سنیاس آشرم بھی ایسی ہی
اعلیٰ و ارفع تھی، جیسی کہ ان کی دنیوی زندگی :-

نصیحت نامہ کہ بہ فرزند سعادت نشاں برخوردار تیج بھان نگارش یافت "فرزند دلبند
چراغ خانۂ زندگانی، شمع بزم شادمانی، نورِ دیدہ آمد رسیدہ آرام خاطر ستم کشیدہ قوت ایام
پیری، عصائے ہنگام دستگیری، گل گلزار امید، مایۂ عشرت جاوید، درمانِ خاطر رنجور، مرہم ترحم

ناسور، نوبرِ نظر، سرورِ سینۂ بے کینہ، پیوندِ دل، لختِ جگر، سرمایۂ تجارتِ روزگار، حاصلِ گردشِ
لیل و نہار، گلشنِ ہمیشہ بہار، نشاط ساز، کاراینِ خلوت، رفیقِ بے سپر، طریقِ تسلیم و رضا،
رہرو وادئ صدق و صفا، رمزشناس، قاعدہ دان، ادب گزین، عقیدت نشان،
فرزندِ برخوردار **تیج بھان** ہمیشہ شاہدِ مقصود در کنار و از آفاتِ روزگار برکران
بوده،

نشاء دانش در سر، مغز ہوش در دماغ و شاہدِ معنی در نظر، کلکِ فیض در دست و لوحِ
عقیدت در پیش باد، ایزد منان جلّ شانہ خلعتِ استعداد و قابلیتِ ہمت و حالتِ آں
فرزندِ نیکوکار را بطرزِ حسنِ سلوکِ معاشِ نیک و فکرِ معاد و تسلیم و رضا و زہد و پرہیز و حصولِ
رضائے خالقِ بیچون و ادا و خلائق و ظہور آموزِ خیر و احسان صدورِ مقامِ حسنہ، و وقوعِ
اعمالِ پسندیده، مرتب و مستطر گرداناد، بعد از دعائے خیر کہ ناشی از صحبتِ ازلی و روابطِ
لم یزلی است، معلومِ ضمیرِ منیر پذیر میگرداند کہ اگر بمقتضائے حکمتِ بالغہ و قدرتِ شاملہ ہر
یکے از وضیع و شریف و دانا و نادان از خوانِ الوانِ نعمتِ ایزدی بہره ور و فیضیاب
است و ہر چہ از خانۂ کرم کرامت فرموده اند، سرمایۂ روزگارِ خود دانستہ، آنِ مفاخرت
میشمایند، در با وجود این ہمہ احتیاج کہ در عالمِ بشریت است، با وجود چندیں تباینِ اوضاع
و تخالفِ اطوار ہیچکس را از ارتباط و التیام یکدیگر چاره و گذیری نہ، و مرتبہ بمرتبہ یکے را
با دیگرے نسبت و التیام انتظام است، نظر بر این معنی این نیازمند را کہ پدرِ آں پسرِ
برخوردار رضا جوئی و خوشخوئی است، بمقتضائے این نسبت لازم است کہ لوازمِ نصیحت
را از زبانِ گرامی فرزند دریغ ندارد، میباید کہ آں فرزندِ دلبند در ہمہ جا ہمہ وقت در
خواب و بیداری و غفلت و ہشیاری سر رشتۂ عقل و درست را از دست نداشتہ، لفریبِ
عروسِ ہیچ نگار زمانہ و دور نظر بر خود بے بود این سرائے فانی انداختہ، جلوۀ ظاہر را
از خواب و خیال بیش نداند، و آنچہ در عالمِ صورت وجود گرفتہ، تشریفِ عدم و کسوتِ فنا

خواهد پوشید، و هر که در دارِ بی‌مدارِ فانی، رختِ اقامت انداخته بصوبِ ملکِ جاودانی خواهد
شناخت، پس از توقف و فرصتِ چند روزه این جهانِ فانی را از مغتنمات دانسته
چیزے که از و چیزے حاصل کند، اوقاتِ گرامی گذشته باز نیاید، و آینده را اعتماد نشاید،
بموقع صرف بماند، این نیازمند که وقتے که در سنِ آن فرزند بود و بعد تضییع اوقاتِ گرامی
را وبال میدانست، و پدرِ بزرگوارمن از غایتِ الفت و محبتِ جبلّی موعظه و پند و نصیحت
چند میفرمودند، که آنچه از آن جمله در گوش جا کرد، امروز بکار آمد، هر چه بمقتضائے نادانی
و جوانیِ طبع را از قبولِ آن تنفری یافت، الحال ندامتِ آن میکشد و خمارِ آن وارد، نصیحت
بزرگان اگرچه دارو تلخ است، از برائے مریضِ امراض و مرهم جهتِ زخمِ ایامِ ناروانی هر چند در
اصلاحِ حال استعمال بکار رود، بصداق قریب باشد، اگرچه کسبِ علوم نعمتِ خداداد
است و کوشش و در آن علامتِ سعادت (علم و عمل) اما عالمِ بے عمل شاخِ بے بر
بود، علمِ قلیل با عمل بهتر از علمِ کثیرِ بے عمل است، اگرچه اصلِ عمل و نتیجهٔ عمل درست آنست،
که ترکِ تعلقات و عوارضِ صورت نموده، نظر برنمود بے بود آفرینش غایب انداخت، و حاصلِ
عمرِ گرامی که عبارت از علمِ با عمل است، بدست آورده، غبارِ خلائق را از گوشهٔ دامن باید
افشاند، لیکن از آنجا که سلسلهٔ آفرینش منوط، اسبابِ تعلق است، رهائی و نجات از آن
مقدورِ بشر نه، درین صورت دست در کار و دل با یار داشتن، و در عینِ کثرت تماشائی
جلوهٔ وحدت نمودن، و در اولِ حال از آخرِ کار غافل نگشتن آئینِ پسندیده است، اما
این معنی بدون از صحبتِ نیکان و تعبیر از ضبط و محافظتِ حالِ خود میسّر نشود،

سعی بلیغ و جهدِ تمام در هنگامِ جوانی که این ره نورد، (حالتِ جذب) یا دیهٔ غفلت
را هوائے آزادی در سر افتاد کار بجائے رسیده، و معامله بجدے کشید، که شب‌هائے
دراز را به بیداری و هوشیاری و فکرهائے عمیق و تصوّراتِ بلند بسر می‌آورد و روزها
را به اندیشه‌هائے دراز، بشام میرسانند، گاہے سرزده از شهر بصحرا میرفت، و گاہے بسیر

از صحرا بشہری آید، نہ قرار در شہر و نہ صبر در صحرا، اگر بوئے گل بمشام میرسید، پیامِ جنون میداد، واگر نوائے بلبل بگوش میرسید، ناخنے بر دل ریش میزد، در ہر جا کہ نشانے و خبرے از مجردیان و گوشہ نشینان و صاحب سلوک می یافت، سر از قدم نشناختہ، خود را بآں مکان رسانیدہ، از صحبت نگاہے میکرد، اگر گنجائش سے یافت خود را بحاشیہ بساط میرسانید والّا بہ نگاہے فارغ بودہ وقت را خوش میداشت، و با وجود تباین اوضاع و تخالفِ اطوار اہلِ روزگار پاس سر رشتۂ آثار و گفتار و کردار خود داشت، خود را بر ہمہ جا برکنار میداشت، اگر چہ فطرت بلند تقاضائے آں مینماید کہ از آلائش مصنعا داشتہ آلودۂ تعلق نباید بود، علائق و عوائقِ زن و فرزند در الطفِ عنفوانِ حقیقی بر سر رشتہ در سلاسلِ فکر و اندیشہ نباید افتاد"

(اعتدال) اما گر" ایں معنی بمقتضائے خاطرِ خامی طبیعت بفحصِ استعداد میسر نشود، تا موقوف بموقف خاص باشد، شائستہ آں ست کہ از طریقِ اعتدال تجاوز ننمایند، در عین تعلق بودہ آخر بے تعلقی باشد، و سر رشتۂ حسنِ سلوک و معاشِ نیک را از دست ندہد، و در تسخیرِ قلوب و انجاح مرام و مقاصدِ جہانیاں و نفع رسانی اربابِ روزگار بدل و جد و جہد سعی دارد، کہ

قبول تعلق از برائے نفع رسانی دیگران متحسن، نہ از برائے حصولِ ہوائے نفس امّار
" بعد از اں کہ بمقتضائے نصیب و قسمت ایں ذرۂ بمقدار در محفلِ خلد آئین، و صحبت بزرگانِ نامدار شرف بار یافت پیوستہ مبالغہ نصیحت میکرد کہ چوں بکار آمدہ ہوشیار باش، و ایں بیتِ شیخ سعدی علیہ الرحمت بر زبان داشت، بیت

کہ گفت بچون در انداز تن　　چوں انداختی دست و پائے بزن

پیوستہ مراتب نیکی و نکیذاتی، و خرد و صواب و امداد و اعانت خلائق، و آئین نشست و برخاست و سلوکِ پسندیدہ، و طرزِ گزیدہ، و پاسِ شرائط صحبتِ بزرگاں، و آداب و تواضع و تحمل و بزرو باری و تامل و فکر و غور در کارہا، و تقدیم مراسم صحبت با دوستاں، و تمہید قواعد صلح با دشمناں

و نیکی در برابر بدی، و با خوبان خوب، و با بدان خوبتر بودن، و دیگر محسنات و خوبیہا دلالت میلنود و بعنایتِ الٰہی و توجہ باطن آں قبلہ گاہی ایں رضا جوی پدر آں مواعظ و پند را دستور العمل روزگار ساختہ، ہماں طریقِ سلوک مینماید"

(نصیحت فرزند متعلق اسباق و سیاق) وآں فرزند را نیز می باید کہ پیش از ہیں راہ کوشش نماید، کہ ہر دو ہنر فائق گردد، و بایں حال اگر سیاق نویسندگی نیز داشتہ باشد، بہتر و خوبتر خواہد بود چہ منشی سیاق داں کم بہم میرسد، و سیاق داں منشی کمتر میباشد، و اگر در شخصے ایں ہر دو جمع شود، نادر است و نور علی نور منشی ہماں است کہ راز دار باشد، و نویسندہ ہماں بہتر"[لہ] الخ

اورنگ زیب برہمن کا قدر دان تھا

دشمن اشتۂ نفس سرکش تو　　　در کمیں گاہ گرد کاہش تو

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک بڑا ظالم سے ظالم اور سنگدل انسان سچے انسان کے آگے موم ہو جاتا ہے، اور جس طرح شیر اپنے محافظ کے آگے دُم ہلاتا ہے ٹھیک اسی طرح خونخوار انسان، قابل انسان کا خادم ہو جاتا ہے، **اورنگ زیب** کو دنیا کی تاریخیں متعصب و بدنام مشہور کرنے کے لئے کھلی پڑی ہیں، مگر جب **رائے رایان** کے طرزِ زندگی اور سلوک **اورنگ زیب** پر نظر کیجاتی ہے، تو جو خیالات **اورنگ زیب** کی نسبت عام طور پر ذہن نشین کئے جاتے ہیں، اُن میں کمی واقعہ ہو جاتی ہے، اور اب ہمیں ایسا کرنا بھی چاہئے، حضرت **بسمل کرانوی** تحریر فرماتے ہیں کہ :-

برہمن اورنگ زیب عالمگیر کے نام حسب ذیل رقعہ لکھتے ہیں :-

"آنا دریں زماں سعادت نشاں کہ رونق و رواج متاع گراں بہائے فضل و کمال و گرمی بازار اہلِ ہنر و استعداد است، بے سابقہ معرفت محض نسبت معنوی آں قدر

لہ - اگر یہ خط مکمل ملاحظہ کرنا ہو تو ملاحظہ ہو چہار چمن

ملطف و شفقت و عاطفت و رافت و مہربانی و قدردانی از آں عزیز العصر والدوران مشاہدہ نمود کہ ہم پیشینیاں را بیاد آورد، و ہم فراموش ساخت،

بسمل نتیجہ نکالتے ہیں کہ اورنگ زیب آپ کے اعلیٰ قدردانوں میں سے تھا، الفاظ ذیل کے ذریعہ یہ رُباعی اورنگ زیب عالمگیر کو لکھی :-

رُباعی مقبول طبع بلند مشکل پسند حضرت ظلِ الٰہی قابل خاں عالمگیر شاہی

من آں عَلَم کہ بر گلہا پریدم ہوائے گرم تا بُستاں ندیدم

چو سبزہ لب بہ شبیر برت شستم چو گل بر چشمہائے سرد رُستم

حضرتِ بسمل کراتوی کا خیال ایک صداقت پر مبنی ہے، جس کی کوئی تردید نہیں کر سکتا، اس "انتخاب" اور رائے رایان کے دیگر واقعاتِ زندگی عہدِ اورنگ زیب سے یہ تحقیق ہے کہ واقعی[۱] اورنگ زیب اِن کا قدردان تھا، اور اس کا تمام وربارِ ان کا مہربان

شیخ عبد الحق محدث سے صحبتِ مقدس

برہمن نے اپنی سرکاری زندگی میں ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں جہاں سفر کیا، ہمیشہ فاضلوں اور خدارسیدہ بزرگوں سے ملنے کا خیال رکھا چنانچہ آپ نے **شیخ عبد الحق محدث دہلوی** کی ملاقات کا حال اپنے بھائی پنڈت اودے بھان کو ان الفاظ میں لکھا ہے :-

"روزِ دیگر کہ دریں بلدہ (دہلی) مقام واقع شد فضائل و کمالات مرتبت **شیخ عبد الحق** و حقائق و معارف منزلت **شیخ نور الحق** کہ از فضلائے روزگار و علمائے والا اقتدار اند، واز نظم و نثر تصنیفات حقیقت آئین دارند، از روئے مناسبِ ذاتی بصحبتِ علامۃ العصر والدوران رسیدہ صحبتِ رنگین داشتند"

---

[۱] آپ کا استعفیٰ اس کا شاہد ہے، اور آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر جو تسلی و تشفی فرمائی وہ بھی اس خیال کی تائید میں ہے،

رائے رایان کے والد بزرگوار کے انتقال پر اورنگ زیب کی تعزیت و عنایت

پدر چوں سایہ افگن بر سرم بود
شراب بے غمی در ساغرم بود
(برہمن)

رائے رایان کے بھائی پنڈت راے کھان تعلیم و تعلم سے فراغت پاتے ہی دنیا سے پہلے ہی الگ ہو چکے تھے، پنڈت اودے بھان شاہی ملازمت میں داخل ہو کر اور حالات دیکھ کر استعفا دے بیٹھے تھے گھر کا کاروبار والد بزرگوار وہرم داس اور دوسرے بھائیوں کے سپرد تھا، آگرہ ولاہور اور دیگر مقامات کی جائداد کا سب ہی انتظام فرماتے تھے، اب انہیں سلطنت کے موجودہ انتظام کی پریشانیوں کے بعد، اپنے والد بزرگوار کی دائمی مفارقت کا صدمہ نصیب ہوا، شروع مصیبت میں مصیبتوں کا آغاز ہو جاتا ہے چنانچہ یہ صدمہ ایسا جانکاہ تھا، کہ باوجود وارستگی اور معاملہ فہمی وجود دنیا سے بے بود بھر بھی برداشت نہ کر سکے،

رائے رایان اس صدمہ کو "آفاتِ خزان روزگار" لکھ کر اپنے تاریخی نکات کا اشارہ فرماتے ہیں، آپ نے اس حادثہ کی اطلاع اپنے ہمدرد و غمگسار بھائی کو جن الفاظ نکات آمیز میں دی ہے، وہ پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہے، والد بزرگوار کی تعظیم میں "خداوند صورت و معنی" کے الفاظ "اورنگ زیبا" کی تلقین و تادیب کے لئے درج کئے گئے ہیں اب مرثیہ روح فرسا ملاحظہ ہو

"توفیقِ صبر بر مکارہ نصیب باد، چوں در کارخانۂ کن فکون و قضا ہر چہ وارد می شود از خانۂ حکمتِ بالغہ بیروں نیست، دستِ اعتراض بر آں گذاشتن از عدم آگاہی است، دریں صورت آنچہ بوقوع آمدہ خواہ مرغوبِ طبع باشد، خواہ مکروہ، بتغافلِ انداں باید گذشت احوالِ برادر ہیچ مجہول نیست کہ در ایامِ بہار کہ گلشنِ طبع سیراب و خاطر شاداب بود از آفاتِ خزانِ روزگار در مضافاتِ اکبر آباد در قصبہ چوں خبر نسیم درد آلود بمشام این مستہام رسیدہ کاروانِ درد و اندوہ از ملکِ ناکامی بشہرستانِ خاطرِ حزین و دلِ غمگیں بار اقامت کشاد یعنی صدائے غم افزائے ساکنہ عالمِ خداوند صورت و معنی والد بزرگ بیکبار از گوشِ غفلت بر آورد، از غایتِ حیرت چوں نقشِ دیوار ماندہ و باوجود

کنوں زانکہ ایں غم در دلِ اثر کرد کہ غمہائے کہن را تازہ تر کرد

چون فلک ہرزہ گرد ایں تیم حوادث بسیار تنہا دارد و نگاہ از ایں بے موقع داشتہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است،

بیت

کجا است محرم رازی کہ عقدہ بکشاید کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است

امید کہ جمعیتِ باطن نصیب شود، تا گذاشتہ را گذشتہ و آئندہ را گذشتہ تر از گذشتہ دانستہ شناسائے حالِ خود باشد۔

زیارت کی تمنا

شاہجہانی دورِ سلطنت کی مصروفیات کچھ اور تھیں مگر اورنگ زیبی اور عہدِ جہانگیری کی اور، انسان وہی تھے مگر اُن کے دل اور تمنائیں دوسری تھیں، اور آپ کی طبیعت نے جن اشغال میں نشوونما پائی تھی، اب اُن کے خلاف ہماہمی کا دور تھا جس سے انہیں فطرتی نفور تھا، اب اُن رسوخ یافتہ درباریوں سے پالا پڑا تھا کہ جو شاہجہانی عہدِ حکومت میں دولت سے دور رکھے گئے تھے، اور جو ستونِ سلطنت تھے، وہ دور رکھے گئے تھے، یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہجہانی عہد کو نہ شعور ہی تھا، اور یہ عہد برائے نام رہ گیا تھا، گو آپ کی طبیعت میں پارسائی تھی، مگر وہ اورنگ زیبی پارسائی نہ تھی، اس لئے اپنے صبح کی شب و روز کی صحبت سے ہاں روح تھی، کیونکہ مصرع

روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم

اب انہیں وہ علمی مصروفیت بھی نہ رہی تھی، نہ اُس کا کوئی قدردان باقی رہ گیا تھا، مشاغلِ علمی اور شعر و شاعری کا قافیہ تنگ کیا گیا تھا، اور وہ بھی تھکا، اب وہ ان شاہی مشغلوں میں شاہ کے ہمرکاب رہنے لگے، جو ہندوؤں کے روضہ منورہ مقدسہ تھے، چنانچہ کشمیر کا سفر اسی مقصد کی تکمیل تھی، چونکہ ترکِ ملازمت کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا اس لئے اب ظاہری و باطنی طور پر ادھر ہی متوجہ ہو گئے، اور اس عقیدت کا کھلا اظہار ہونے لگا، اس زیارت کی عبادت

ملاحظہ ہو۔

"بعونِ عنایت ایزد کارساز نطے مراحل موزوہ در ظل چتر آسمان وقبہ تھانیسر رسید اولاً تماشا کل چھتر کہ از معابد مشہورہ قدیم روزگار است، در سوالف ایام برہمنان مرتاض دارباب تقوی وطہارت دریں سرزمینِ فجستہ آئین عمرہائے دراز لعبادت و ریاضت بسر بردہ اند، وجائے دلفریب و دلنشین دو لپذیر است، ومحلِ نزول و ورود آزادان و درویشان وگوشہ نشینان است"

اورنگ زیب) دربار سلیمانی کو اس مورخِ ضعیف کا استعفیٰ

ترا زگردش گردون ہرزہ گرد چہ باک
اگر بخشور دل آرمیدہ نشینی
برہمن

انقلابِ سلطنت شاہجہان کی قید، شاہی خاندان کی ہلاکت، دارا کی مقتولی، حالات گردوپیش کی ناموزونی، عداوت غیر عوزیہ کی افزونی، والد بزرگوار کی جدائی، سفارت اورسے پور کی ناموری ایک صوفی مشرب، عالم باعمل کے لئے ضرب کاملی ہے، دنیائے دوں سے بیزاری کی،

رائے رایان کے حق نمک کا تقاضا تھا، اور یہ ارادہ تھا، کہ تا زلیست اس کشور ہندوستان کی حکومت کی خدمات بجا لاتی رہیں، مگر جب انہوں نے دیکھا، کہ وہ کسی طرح بھی قوت وقدرت دربار برداشت نہیں کر سکتے، تو دل غمخوار دربار خواہی سے بیزار ہو گیا، سالہا سال دیوان خاص اور دیوان عام میں بیٹھ کر شاہجہانی وزارت عظمیٰ اورنگ زیبی صدارت گرامی کشور ہندوستان کے فرائض، دیانتداری، بے غرضی، معاملہ فہمی، اور صداقت وجان نثاری سے انجام دیے، اور بہ تبسیر، قضا تانیر شکنے کے بعد اب بھرے دربار کو آخری سلام کہنے کا موقعہ آیا، اور اس وقت جبکہ اورنگ زیب اور اس کا دربار آپ کا دلدادہ و شیدا تھا، آپ نے قلم اٹھا کر استعفیٰ لکھا اور ایام رخصت ہی میں پیش کر دیا، تاریخی نکتہ، نظر سے یہ استعفیٰ بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، جس کا ہر لفظ اور ہر فقرہ معنی خیز ہے، لہٰذا نقل کی نقل کی جاتی ہے، کہ یہ بھی برہمن کی غیور طبیعت اور اعلیٰ دل و دماغ کا ایک کارنامہ ہے۔

"التماس[۵] کہ از نظر کیمیا اثر حضرتِ خلیفۂ زماں بادشاہ عالمگیر گذشتہ

شدیم پیر بعصیاں و چشم آں داریم　　کہ جرم ما بجوانانِ پارسا بخشند

ارادہ ایں مورِ ضعیف آں بود کہ در بارگاہِ سلیمانی کہ مرجع فرمانروایانِ ہفت کشور است کمرِ خدمت بوسیلہ دوام حضور سعادت ابدی حاصل نماید۔ لیکن از آنجا کہ ایامِ جوانی کہ خلاصۂ اوقاتِ زندگانی است، در خدمت ایں دودمانِ خلافت نشان بسر آمد، ہنگامِ شباب بہ شیب رسید، و آں طاہے در حواسِ خمسہ نماندہ، و قوت و قدرت در بار فلک آثار رعشہ و کمتر یافت، لہذا استعفائے خدمت حضور پر نور نمودہ، بخاک روبی روضۂ منورۂ مقدسہ کہ درمیاں اول و آخرت واقع شدہ کسبِ سعادت جاوید میکند، بجز ایں کہ مامور است، از روئے دیانت و بے غرضی و معاملہ فہمی و نفس الامری کہ سالہاء بدیں خانہ اعلیٰ منتِ آں نمودہ، سرگرم می باشد، و برسوخ عقیدت و صفائی طویت و اخلاص درست، بدعا از دیادِ عمر و دولت ابد پیوند، کہ بر وضیع و شریف لازم اہم و واجب است اشتغال میدارد، اگرچہ حقیقتِ حال ہر یک بر ضمیر انور کہ آئینہ جہاں نما عبارت از آنست پیدا و آشکار است لیکن حسب ظاہر اکثر بندہ ہائے سرکار فیض آثار شاہد حسن اعتقاد و اخلاص ایں **برہمن** گوشہ گیر اند"

ترکِ ملازمت تاجِ مغلیہ کے بعد زمانہ کاردانی دیوانِ مغلیہ آپ کو نہ فقط ہندوستان کے ہر شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا، بلکہ کابل و ایران تک سفر کیا، جب دنیائے دوں سے بیزاری ہوئی، تو آپ نے اپنے مستقل قیام کے لئے ہندوستان بھر کے جملہ مشہور نزدیک و دور متبرک و مقدس تیرتھوں کی یاترا فرمائی، چنانچہ اپنے محرم رازِ خانِ والاشان **داؤد خان** کو ایک خط میں لکھتے ہیں :-

"ارادہ خاطر مشتاق آنست کہ بعزم زیارت **بنارس** و **گیا** بآں سرزمین دل کشا رسیدہ، دیدہ امید رسیدہ را بہ دیدار فیض آثار منور سازد"

[۵] ـ التماس یعنی درخواست "رشیدی" خواستن در منتخب و با صطلاح اہل علم عربی سوال مساوی و در فارسی سوال ادنیٰ۔ غیاث اللغات

برہمن کی دنیائے دون سے بیزاری
اور
سنیاس آشرم میں دم شماری

آفاتِ روزگار بسیار
وقت است کہ برکنارہ بسازم

گو برہمن کی عمر انہیں گرہست آشرم چھوڑ کر بان "برہمن" پرست اور سنیاس آشرم لینے پر ہدایت و تلقین نہ کرتی تھی مگر واقعات متذکرہ نے انہیں مجبور کر دیا کہ قومی آئین کی تابعداری کرتے ہوئے اس نالائق دنیا سے جلد کنارہ کش ہو جائیں۔ دارا کی نسل، لواحقین، متعلقین، ملازمین اور ہم مشرب تلاش کر کے چاکر سب تہ تیغ کر دیے گئے تھے، یا انہیں پوست پلا پلا کر ہلاک کر دیا گیا تھا، یا کسی نہ کسی بہانہ سے انہیں دربار سے دور پھینک دیا گیا تھا، یا وہ مجمع مکرام میں شامل ہو گئے تھے، مگر اس لاکھوں کے مجمع میں ایک برہمن ہی ایسے تھے جو محفوظ رہے۔ ان کی حفاظت کے سامان ان کا وہ صلح کل مسلک، علمی فضیلت، پاک چلن اور بے شر طبیعت تھی کہ جو انہیں اس عہد کی تخریبوں سے بچا کر محفوظ و مصئون رکھنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ راج دربار تیاگ اپنے پرایوں سے منہ موڑ **کاشی جی** پہنچ گئے **منی کرن گھاٹ** کے کنارے ایک جھونس کی کٹیا بنائی اور اس میں اپنی زندگی کے گھنٹے ٹھیک بندگی میں صرف کرتے نظر آئے۔ صاحب خمخانۂ جاوید پتہ دیتے ہیں:-

"دارا شکوہ کے قتل کے بعد برہمن تارک الدنیا ہو کر بنارس چلے گئے اور وہاں یادِ خدا میں مشغول ہو گئے"

حضرت حسرت **موہانی** واقعات کا عطر کھینچنے میں کمال رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایسے اختصار کا قلم اٹھاتے ہیں کہ جو واقعات کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ ذرا اس کی حرکت ملاحظہ فرمائیے:-

"آخر عمر میں نوکری سے استعفیٰ دے کر شہر بنارس میں سکونت اختیار کی اور وہاں ہمراہ اہل ہنود ریاضات اور عبادات میں مصروف ہو گئے"

اگر ہم حسرت کی تحریر کے پیدا کردہ ذہنی سوالات کا جواب جناب حسرت سے مانگیں گے تو حسرت باقی رہ جائے گی اور ان کی تحریر ناقص بھی۔

الف:- وہ کیا نوکری تھی؟ آیا روٹی کمانے کی یا پالی پانے کی؟ استعفیٰ کی کیا وجہ تھی؟

ب :- سکونت کے لئے بنارس کیوں انتخاب کیا گیا ؟

ج :- موافق رسم اہلِ ہنود کی طوالت کی کیا ضرورت تھی ؟

میرزا سلطان احمد صاحب تو اُن کے نام کی سرخی جما کر واقعات "کجا بود مرکب کجا تاختم" پر ختم کر رہے ہیں، منشی محمد سعید احمد صاحب بھی اس معاملہ میں اُن کے بھائی نکلے، دراصل یہ نقل نویس مورخوں کی کوتاہی ہے کہ جنہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لے کر فارسی تحریر دل کا ترجمہ کر دیا،

بوقتِ ترکِ ملازمت آپ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی

شنیدہ ام لطیفہ خدا وندا از دستعال
علاج درد دلم تو نہ شد پس از چہل سال

سعدی کا مشہور شعر ہے ؎

چہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

محققانِ فنِ تاریخ نے اس سے یہ نکتہ پیدا کیا کہ شیخ سعدی نے جب گلستان کا باغ سجایا تو اُس وقت آپ کی عمر پچاس سال کی تھی، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خیال صداقت پر مبنی نہیں، اسی طرح خاقانی پتہ دیتے ہیں ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ دنیا سر بسر ہیچست اندوہست و پشیمانی

اسی فلسفہ کی بنا پر ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ جب رائے رایان نے مغلیہ وزارت کو خیرباد کہا، اور ترکِ دنیا کے بعد سنیاس آشرم کی بادشاہت سنبھالی، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال سے قدرے تجاوز کر چکی تھی،

مدتِ ملازمتِ سلطنتِ مغلیہ

ان مختصر و نامکمل واقعات و حالات دریافت شدہ کے اعتبار سے یہ پتہ لگایا جانا ناممکن ہے کہ برہمن نے مغلیہ دربار کی کس سنہ و سال سے خدمت شروع کی، اور کب چھوڑی، کیا کیا خدمات انجام دیں، اور کہاں کہاں

رہے مگر اِن کی تحریراتِ متفرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ آغاز جوانی سے بڑھاپے تک خدماتِ دربارِ مغلیہ انجام دیتے رہے آپ کے چہار چمن میں ایک رقعہ بنام عمدۃ الامیران رکن الدولت موتمن الخلافت وزیر خان کے نام ہے آپ اس میں لکھتے ہیں:- "عرض نیاز و دعائے بے ریائے دعاگوئے سی ساله بدرجہ سامی قبول باد" اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ خط اس وقت اُن کو لکھا کہ جب آپ خدماتِ دربار ۲۰ سال کے قریب انجام دے چکے تھے'

اورنگ زیب کے دربارِ دنیوی کو الوداع
اور
کاشی جی میں دیوانِ روحانی کا انعقاد

ما برہمن تُنکِ شکرِ تازہ بستہ ایم
بیہودہ سیرِ گلشنِ عالم نمی کنیم

دورانِ قیامِ دہلی (اندر پرست) سلطنت بھر کے کاروبار آپ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے'

اِس غرض ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا تھا' نوسمی، ہواخواہ دم لینے کی مہلت نہ دیتے تھے' درباری قطع تعلق کے ساتھ اِن خودغرض مصنوعی درباریوں کا بھی خاتمہ ہوگیا' یہ زمانہ علیحدگی ہندستان میں خصوصیت سے سوہانِ رُوح ہے' کیونکہ جنسِ وفا اہلِ اغراض کے ہاتھوں خودغرضی کی آگ میں جھلائی جا چکی تھی'

رائے رایان کاروبارِ مفوضہ سے سبکدوش ہوکر اورنگ زیبی دربار سے قطع تعلق قطعی کر بیٹھے' اور دو ہفتہ کے بعد کاشی جی میں منی کرن گھاٹ پر بیٹھے نظر آئے' دہلی کا ٹھاٹھ فانی تھا' اور چراغ سلطنتِ مغلیہ کی صبح' مگر وہ گھاٹ حقیقتاً اِندر پوری کا ٹھاٹھ تھا' کہ جہاں سادھو' سنیاسی' جو گیشر اِز مہاتما دنیوی دولت چھوڑ کر دولتِ عقبیٰ حالتِ دنیوی و دینی سے خوشحال' اور سرور ابدی سے سرشار ہو رہے تھے' دنیوی رنج و راحت' اغراض و ضروریات' خداطلبوں کے دیوانوں میں کہاں' وہاں وہ عیش تھے' کہ جن کے لئے دُنیا بے قرار ہے' بادشاہ بھی جن کا طلب گار ہے' اور رائے رایان کی رُوح کے لئے تو یہ خدا دلپذیر تھی'

خوش باشی بنارس اور بادشاہ اورنگ زیب

برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلبان دو چیز ہا کہ در گوشۂ خمول گُنم

برہمن کی کاشی جی کی بزم روحانی اور نگ زیبی دربارِ سلیمانی کو ہر طرح شکست دے چکی تھی "ترکِ مدعا" جس کا تمام عمر آپ کو وردرہا آپ کا زریں حال تھا، ایسے عالم و فاضل شخص کی بزم روحانی ایسے تیز نظر پر قائم کرنا ایک دنیا کی فلاح کا موجب تھا، چونکہ یہ خدا نے عزیز کیا تھی، اس لئے خود دکھاتے اور بے تکلف خلق خدا کو تقسیم کر کے لطف اٹھاتے رہتے۔

اس پر بھی جب کبھی آپ دربار اورنگ زیبی کا دھیان کرتے تھے، جو مناسب سمجھتے تھے بے تردد لکھ دیتے تھے، اورنگ زیب اور اس کے دربار کو مخاطب کر کے نامہ و پیام ناصحانہ رکھتے تھے "منشیات برہمن" میں ایسے بہت سے خطوط ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی درباروں کے نالائق رسم و رواج کے موافق آپ کے چلے آنے کے بعد آپ کے بھائیوں عزیزوں اور لواحقوں سے اچھا سلوک نہیں کیا گیا اسے ہی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"دریں ایام کہ فقیر گوشہ گزینی اختیار نمودہ، از جہت آنست کہ برادران و خویشان ہمیں حال دارند"

ایام گوشہ گزینی میں مستحقوں کی شاہی دربار میں سفارشات

راستے رایان بنارس کے قیام سے قبل اور ملازمت سے استعفیٰ دینے کے بعد اپنی مستقل رہائش کے لئے شہر کھنؤ کی یاترا کرتے پھرتے تھے، اور اس سفر میں بہت سے اہلِ غرض آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کہ دربارِ شاہی میں سفارش کر کے نوکر کرا دیں، چونکہ یہ دربارِ شاہی سے باعزت علیحدہ ہوئے تھے، اس لئے اپنی راستی و درستی طبع کے بھروسہ پر بے تکلف سفارشات فرماتے رہتے تھے، جو منظور و مقبول ہوتی تھیں،

ایک خط میں جو نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو صورت سنگھ کی سفارش میں لکھا گیا ہے اس طرح اپنی شہرت دیتے ہیں:-

---

حاشیہ — منشیاتِ برہمن کے مخاطبین میں ذوالفقار خان، معین خان، اسلام خان، تلطف خان، اکرام خان، محمد امین خان، وزیر خان، نواب سعد اللہ خان وغیرہ، وزرائے عظام و امرائے نامدار جیسا کہ ہی خطوط فقیر کے مطبوعہ کی گئی ہے، قابلِ توجہ ہیں　　"بہار رشنامی"

روزہا در خدمت سامی اشہب رسانیدہ، وشبہا را بروز آوردہ ... یقین میداند کہ ہرگاہ با نواب نامدار نام آور خان قدردان مہربان جامع مجموعۂ خوبی ہائے ظاہر و باطن قران السعدین واقع شدہ صحبتہائے دوجانی منعقد مے شدہ باشد، یاد ایں ذرۂ بیمقدار کہ یک لحظہ از خدمت شریف جدائی نمی بود کردہ فرمودہ باشند، فقیر از خاطر محو نمی و فراموش شدنی نیست، در ہر صحبت و معرکہ و ہر مکان و مقام فقیر یاد در نظر کیمیا اثر داشتہ، محرومی از سعادت بندگی درگاہ جہاں پناہ محض بواسطۂ عدم شباب و ازدیاد قوت تردد و ادبار فلک آثار در خود کمتری یابد، و در گوشہ کہ میان دنیا و آخرت واقع شدہ بجد ہے کہ ناموا ستہ، از روئے بے غرضی قیام مے نماید" (ذکرہ دان نکتہ چیں!)

فقیر (راۓ ایان) کی دعائیں

از برہمن مجز ہ کار گرد کہ از وے جز دعا نمے آید

نامدار خان نواب نے برہمن کو حالت گوشہ گزینی میں یاد کیا، آپ بہت سے پچھلے علمی تحفے یاد کرنے کے بعد دعا دیتے ہیں:-

"آئینہ امنیت و ندر یو ملک نقویذ لیست، از دستہ برہمنان صافی نہاد درست اعتقاد بجہت حصول صحت کامل، و شفائے عاجل و استو مندی از برائے دفع ملال ظاہر و باطن، دعائے سپید ریائے صافی و بدرقۂ پان خاک نشینان اثر بیت عظیم "انشاء اللہ تعالیٰ موا جمعیت و امنیت فراہم آمدہ باعث افتتاح ابواب سعادت خواہد شد۔"

وفات

شاد آں کسے کہ نوبت خود را تمام کرد، زاں پیشتر کہ بادہ و مینا تمام شد

ہم حیران ہیں کہ اس زندہ شخصیت کے وفات کے حالات لکھنے کے لیے کیوں تیار ہوئے، مگر ہماری ضمیر ہم سے کہتی ہے، کہ لکھو اور ضرور لکھو کہ اس میں بھی ایک نکتہ ہے،

برہمن نے کاشی جی ہی میں اپنی روح "قالب عنصری" سے تہی کی، لکھا ہے کہ جب وہ اپنا تمام کام تمام کر چکے "اپنی زندگی تمام کرنے کی ٹھہرائی" دوستوں چیلوں کے سپرد کئے، اور صبح ہی اشنان کے لیے پاک دریا کی طرف بڑھے، چند قدم چل ہی چل کر پدم آسن لگایا، اور کشتی عمر کی لہروں کے سپرد کی، چیلے دوپہر تک انتظار کرتے رہے، مگر دم واپسیں کی طرح اُس انتظار

کا اُس وقت خاتمہ ہو گیا جب دریا کے کنارے یہ پرچہ لکھا ہوا پایا کہ "ہم جاتے ہیں تم بھی جاؤ اور دیوان و کلام کی نقلیں کرا کر اُن اصحاب میں تقسیم کر دو جو میری عزیمت کے خواہاں ہیں"

بعض بد باطن مورخ برہمن کی کمزوری طبیعت کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ "آخری زمانہ قیام بنارس میں دیوانہ ہو گئے تھے" کہ سلطنت کی سزا سے بوجہ تعلقات دارا محفوظ رہیں، یہ سراسر اتہام ہے، برہمن نے ایسی طبیعت ہی نہ پائی تھی، پس یہ دیوانگی محض ترک تعلقات دنیوی کی وجہ سے مشہور ہوئی ہوگی، جب اُن کا کسی سے سروکار نہ رہا، تو نادانوں نے دیوانہ سمجھا، اور سچ تو یہ ہے کہ جیسا کہ دارا جیسا قدردان ظلم کی موت مارا جائے، اُس کے دیوانہ ہونے میں شبہ ہی کیا ہے، اِس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ برہمن کے رگ و ریشہ میں خون صالح جوش مار رہا تھا" وہ اورنگ زیب کی حکومت سے کیونکر تعلقات رکھ سکتا تھا، خود اشارہ فرماتے ہیں ؎

با ما نساخت قاعدۂ عقل و دو رہیں
فارغ شدیم با دلِ دیوانہ ساختیم

تاریخ و سالِ وفات

تمام تذکروں میں تاریخ وفات سنہ [illegible] درج کی گئی ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ اندراج اُن کی کسی تحریر کی بنا پر نہیں، مگر جس نے شروع میں تاریخ وفات لکھی کی سنہ لکھی، واقعات دربار کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے، اتفاقیہ تذکرہ میں سنہ [illegible] غلط درج کی گئی ہے کیونکہ [illegible] بیان قتل دارا شکوہ کے بعد کہ جو اگست سنہ [illegible] کو واقعہ ہوا، عرصہ تک زندہ رہے،

باغ چندربھان

انہوں نے اپنے ایام امارت میں بمقام اکبرآباد ایک وسیع تالاب اور ایک خوشنما باغ تیار کرایا تھا، باغ کے اندر اپنی کچہری کے واسطے بہت نفیس عمارت بھی تعمیر کرائی تھی، افسوس ہے کہ گردش کی دیگر صدہا عمارات کی طرح یہ تالاب اور عمارت بھی متنا نا پائدار سے مفقود ہو گئی، صرف باغ اور عمارت کا نفیس اور خوشنما سنگ سرخ کا دروازہ اپنے بانی کی عظمت کی یادگار رہیں اس وقت تک موجود ہے، غدر سنہ ۱۸۵۷ء کی زمانے میں

یہ باغ ایک انگریز کے قبضے میں تھا، اس نے آگرہ کے ایک ساہوکار لالہ سورج بھان ساکن
محلہ بیلن گنج کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دیا کہ عمارتِ قدیم میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے،
اور وہ بدستور اپنی حالت میں رکھی جائے، یہ بھی مشہور ہے کہ لالہ سورج بھان کو اس باغ
سے ایک بہت بڑا دفینہ بھی دستیاب ہوا، بہرحال لالہ سورج بھان بہت تعریف کے مستحق ہیں کہ
انہوں نے نہ صرف آثارِ قدیمہ ہی کو محفوظ رکھا، بلکہ باغ کو بھی خوب رونق دی، اور اب انکے
انتقال کے بعد ان کے بیٹے لالہ چندر بھان قابض اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل رہے
ہیں، یہ باغ سکندرہ کی سڑک پر آگرہ اور سکندرہ کے درمیان واقع ہے، اور بانی کی نیک
نیتی کہیے، خواہ اتفاقِ وقت سمجھیے، کہ بانی یا جانشین مشتری کے نام سے باغ چندر بھان"
کے نام سے موسوم چلا آتا ہے" (ماخوذ از آثارِ ہنود صفحہ ۱۳۱)

مشاغل و مصروفیات

راجہ رایان کے جہاں اختیار بدست ہو آتا اور ... و دنیاوی احتیاج بابست
برائے رایان کا دل و دماغ نبضِ انسانی کی طرح ہر وقت حرکت
کرتا رہتا تھا، اور ان کا قلم گردشِ فلکی کی مانند ان کے تابع فرمان تھا، دیانت کے آدمی و متعلق
مضامین کو جو بڑے بڑے صاحب دماغ قابو نہ پا سکتے، ان کے قابو میں تھے، ایک ایسا مضمون
ایک بات، اگر منشیوں در طرزِ بیان جب تک ٹھہرا وہ دارا شکوہ کی خدمت میں رہے، ان ہی
موتیوں کے ہار بناتے رہے، جسے ہندوؤں نے مالا اور مسلمانوں نے تسبیح سمجھا، آپ شاہی
کاروبار لیاقت سے انجام دیتے تھے، قابل تعلیم اصحاب سے بے تکلف خط و کتابت رکھتے تھے،
خود خط لکھتے اور جواب تحریر فرماتے تھے، اور ایسی ملاقاتوں کیلئے بڑے بڑے سفر کرتے تھے، انہوں
زندگی کی بڑی قدر فرماتے تھے، ایامِ امارت کا یہ دوسرا شغلِ زندگی تھا،

جب دنیا ترک کی، سب کچھ ترک کر دیا، مگر علم الہیات سے لو لگائی، اور ایسی کہ جسم کا تیل
ٹپکایا، اور چراغِ دل روشن کیا، یہی تمام عمر ان کے مشاغل رہے، یہی مصروفیات قلم انکا رفیق تھا
اور آخر تک رہا، اس چھوٹی سی عمر میں باوصف مشاغل شاہی تصانیف کا اس قدر ذخیرہ چھوڑا

گئے کہ جو صدیوں تک کام آئے گا' ہندو مسلمانوں کو جو سبقِ اتحاد پڑھایا سب کے پڑھنے کے قابل ہے

بہ تار رشتۂ زنار کردہ ام پیوند بہ منظر بقا عادۂ کیش برہمن دارم

برہمن کے عقائدِ مذہبی

برہمن کی ابتدا سے اخیر تک پاک و مقدس زندگی اور اُن کے کام و کلام سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ وہ ایک پختہ خیال سناتن تھے' حضرت حسرت موہانی کو برہمن کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے ' نہ معلوم اُن کے عقاید مذہبی پر دخل اندازی اور دل آزار رکنے کرنے کی کیوں جرأت ہوئی' وہ برہمن کے کلام تصوف کا ذکر کرتے ہوئے' بالکل غلط اور بعید از فہم نتائج پیدا کرتے ہیں:

الف:- "اِس انداز میں جو کچھ اُنہوں نے لکھا ہے' اُس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں قطعاً تمیز نہیں ہو سکتی"

ب:- "یہ بات کچھ تو اُس زمانہ کے رواجِ اتحاد کی بنا پر ہے' اور"

ج:- "کچھ اِس وجہ سے کہ مسایلِ تصوف قیدِ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

چونکہ اُن کی نظر میں شعرائے و علمائے اِسلام کا صوفیانہ کلام تھا' اور آریاؤں کے قدیم علم و ویدانت سے اُن کی آنکھیں منور نہ ہوئی تھیں' اِس لئے آپ کے دماغ نے بجائے اظہارِ اصلیت و حقیقت یہ توہمات باطل پیدا کئے' اِن الزاماتِ ناقص اور اظہاراتِ باطلہ کا صریح مقصد یہ ہے کہ برہمن نے اپنا حقیقی و اصلی دھرم برہمن ہوتے ہوئے' اُس مجوزی کے اتحاد پر قربان کر دیا تھا' اور اِس خبط میں اُن کے اعتقادات و خیالات اصلیت سے گر کر ایک مسلمان کے سے ہو گئے تھے' اِسی وجہ سے اُن کا کلام ایک مسلمان کا سا کلام معلوم ہوتا ہے' گویا وہ دل سے مسلمان تھے' کیونکہ مذہب کسی جانور کا نام نہیں' بلکہ اعتقادات و خیالات ہی کا نام مذہب ہے' جہاں یہ بدلا' وہیں مذہب بدلا'

بیچارہ حسرت موہانی کس مرض کی دوا ہے' جب ہمارے بڑے بڑے علما و فضلا قابل و لائق مسلمان کہا تھا' جنہوں نے برہمن کا کلام ہم سے سُنا' تو سب نے یہی کہا کہ اُن کا عقیدہ مذہبِ اسلام پر تھا' اور اُن کا کلام اِس کا شاہد ہے'

ہمیں اِس غلط فہمی اور قیاساتِ لا یعنی سے رنج نہیں ہوا' بلکہ افسوس ہوا کہ ہمارے آجکل

کے اسلامی بھائی محض اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھتے ہیں، اگر کسی غیر مذہب کی کوئی بات اچھی سنتے اور سمجھتے ہیں، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے یا دل سے مذہبِ اسلام کا قائل ہو گویا مطالعہ کتبِ اسلامی بھی ایک گناہ ہو گیا جہاں یہ تنگ دلی ہو، کیونکر اتحاد ہو۔

مسلم آؤٹ لُک فرقہ وارانہ تعصبات پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے لاہور میں اس کے ہمخیال دوستوں نے پیدا کر رکھا ہے اور روزِ پیدائش سے حسرت موہانی اور ظفر سلطان کی روح کے لباس میں ایسے ہی غلط اور دور از کار نافہمی اور ناواقفیت کے نتائج نکالنے کیلئے دیوانہ ہو رہا ہے، دیوی سروپ چینی نائیڈو کا صاحبزادہ چونکہ اسلامی ادبیات و اخلاق کا مطالعہ کرنے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، اس لیے اس نے یہ شائع کر دیا کہ لڑکا مسلمان ہو گیا، جب یہ خبر اخباروں میں پھیلی، تو ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء کو دیوی جی نے اعلان چھپایا کہ "میرا لڑکا اسلامی ادبیات مطالعہ کرنے کا شوق رکھتا ہے، وہ ان بے بنیاد و بدنام کرنے والی پاگل دیوانوں کے دماغ سے نکلی ہوئی افواہوں پر سخت متعجب اور ناراض ہوا"

ایک قدیم روایت ہمیں ایسے پاگل دیوانوں کے ناقص و نامکمل عدم تربیت یافتہ خبر والوں کے متعلق ایک قدیم روایت یاد آئی کہ ایک غریب وفادار مولوی اپنے کسی ہندو امیر دوست کے گھر مہمان ہوا، اُس نے اپنے معزز نمازی دوست کو جب قرآن شریف تلاوت کرتے پایا، تو مقتضائے مہمان نوازی اپنے ملازم کو حکم دیا کہ ایک چھوٹا سا قالین اور ایک مرادآبادی گنگا ساگر بازار سے فوراً خرید لائے، وہ لایا اور صحن باغ میں غریب رو یہ قالین بچھا کر گنگا ساگر تازہ جل سے بھر کر مسجد بنا دی گئی، نماز کے وقت نمازی نے اپنے دوست سے کہا کہ "مجھے کسی مسجد کا پتہ بتلا دیجئے" میزبان نے اپنے باغ کا پتہ دے دیا، نمازی صاحب وہاں گئے، وضو کے بعد نماز پڑھی، فارغ ہونے کے بعد گنگا ساگر دیکھ کر دل میں کہنے لگے کہ میرا دوست ہمارے بدھنے (لوٹا) کی خوبی کا قائل ہے، مسجد بھی بنا رکھی ہے، اغلب ہے کہ اسلام پر بھی ایمان رکھتا ہو، یہی حالت حسرت موہانی وغیرہ کی بھی قیاس کی ہے۔

مسلمانوں نے یہی الزام گورو نانک دیو پر لگایا، دیکھو سیر المتاخرین۔

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق　　　کہ رہروانِ رہِ عشق را رہا گفواست

ج :- تیسرا وہم اگر مذہبِ اسلام میں جائز ورد ا ہو تو ہمیں اس کا علم نہیں، مگر مذہب برہمنہ کے متعلق ہم صاف طور پر کہے دیتے ہیں کہ مسائلِ تصوف اُن کے پاک مذہب کا جزوِ اعظم ہیں کیونکہ وہ اُن کے مذہب کی قیود میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ جن سے کوئی آزاد نہیں رہ سکتا۔ حضرت نے آرین مذہب کی نسبت یہ سراسر غلط دعویٰ باندھا کہ " مسائلِ تصوف قید مذہب (شریعت) سے آزاد ہیں، ہمارا خیال ہے کہ سناتن دھرم اور مذہبِ اسلام پیغمبران نے ایسے مذہب بیان نہیں فرمائے کہ جیسے حضرت مولائی نے سمجھے، دراصل جملہ نکاتِ مذہبی نہ کوئی بیان ہی کر سکا نہ کوئی مکمل بمفصل سمجھ ہی سکا، اور نہ آئندہ کوئی بیان کر سکے نہ سمجھ سکے، یہ دریائے بے پایاں ہے جس پر مختلف مذاہب کی کشتیاں چل رہی ہیں، منزلِ مقصود ایک ہے، اسی پر سب کو پہنچنا ہے، یہ تشبیہ آریاؤں کے مختلف فرقہ جات کی نسبت خود اُن کے قدیم مقدس گرنتھوں میں دی گئی ہے، یہ کتھا برہمن ہی سے سن لیجئے :-

با خلافِ ملل برہمن کہ در رہِ عشق　　　چیست قاعدہ را و اصلِ کار چیست

اُسی اپدیش کا یہ حصہ بیان بھی ان لوگوں کے سننے کے قابل ہے، اس سے زیادہ اور کیا صاف ہوگا ؎

بانیٔ خانہ و میخانہ و بت خانہ کیست　　　خانہ بسیار و لے صاحبِ ہر خانہ یکست

خدا رسیدہ بزرگ رحیب اصلی نکتہ پر پہنچے :-

اپنے اپنے مذہب کی سب ہی منا دیں ٹیک
رحیب نشانہ ایک ہے تیر انداز انیک

برہمن ایسے خود بین متعصبوں کو اس طرح سمجھاتے ہیں ؎

ز گفتگوئے جہاں لب بہ بند فارغ باش
کہ کارِ ما و تو در حلِ این معمہ نیست

اپنی غواصیِ دریائے معرفت کا پتہ دیتے ہیں ؎

تمام عمر مرا صرف شد بفکرِ عمیق ولے ز اصلِ سخن نکتہ نشد تحقیق

جو باخدا کسی درجہ پر پہنچ گئے ہیں انہیں بھی پتہ نہ لگا برہمن

بوئے نیافت دل ز چمن ورنہ بارہا بر دامنِ نسیم و بہ دوشِ صبا نشست

یہ وہ درجہ ہے کہ مشکل نصیب ہوتا ہے برہمن

فغاں کہ عمر بسر رفت و ما نفہمیدیم ز ہست و بودِ جہاں مدعا نفہمیدیم

حقیقت یہ ہے کہ مذہبِ اسلام کے مسائلِ تصوف کسی خاص حد تک آرین علم و یدانت کے ملتے جلتے ہیں، مگر نہ تو کسی مسلمان کا حق ہے، کہ وہ ایسے مسائل کسی ہندی کی تحریریں دیکھ کر یہ بالکل یہ رائے قائم کرلے کہ یہ دل سے مسلمان تھا" اور نہ اسی طرح کسی ہندی کے لئے جائز ہے کہ کسی مسلمان کے ایسے مسائل دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرے، کہ وہ ہندی ہے"

برہمن کے کلام و اشغالِ زندگی کی موجودگی میں اُن کے اعتقاداتِ مذہب کی نسبت کسی طرح کا شک و شبہ کرنا کفر ہے، "در حقیقت یہ اُسی قدر دور ہے کہ جس قدر کہ کاجل سے ناپاکی، نور سے ظلمت، یا حقیقیِ اسلام سے بت پرستی، برہمن نے اپنے کلام کے بیسیوں اشعار و گفتار میں ایسے مسائل حل کرنے کے بعد اپنے موکد اعتقادات اور پاک مذہب کا پُرشان نشان دیا ہے، غزلوں کے مقطع خصوصیت کے ساتھ حسرت کے خیالِ ناقص کی تردید اور ہمارے کلام کی تائید میں واقعہ ہوئے ہیں، وہ اپنے اعتقاد کی تصویر کھینچتے ہیں، ذرا حسرت جیسے حضرات دیکھیں برہمن ؎

ز اعتقادِ برہمن اگر نشاں خواہند جبینِ صندل و زنّار در گلو کافیست

آپ کے پاک کلام، سوانحِ زندگی اور انجامِ زندگی کے اعتبار پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ پختہ خیال مناتی تھے اگر ایسے نہیں کہ جیسے آجکل ہیں، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ہندیوں کے پُرشان عہدِ قدیم کی ایک شاندار نشانی تھے "نفرت، تنگدلی، کمزوری، بدزبانی،

دل آزاری، خود غرضی اور ناپاکی سے آپکے دل و دماغ کلیتہً پاک و صاف تھے، اور ایسے جیساکہ ایک سچے ہندی کو اپنے فرائض مذہبی کے تقاضے پر ہونا چاہئے، وہ اپنے مذہب پر نہایت سختی سے قائم تھے، جیساکہ ہر شخص کو ہونا چاہئے، اورنگ زیبی دربار میں جلوس فرماتے ہوئے باواز بلند نعرہ مارتے ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ سنہ میں ناقوس پھونکا گیا ہے ؎

لازم آمد بر سرِ ما خدمتِ بُت با برہمن   تو سکے گز دہر آں نقشے کہ دل ولہا نشست

اپنی اسلامی نمک خواری و خدمت گذاری کی اس طرح تلافی فرماتے ہیں، اور اپنا دامن مقدس پاپ روش پاک فرماتے ہیں ؎

مرا بہ رشتہ زُنّار الفتِ خاص است   کہ یادگار من از برہمن ہمیں دارم

کیا صاف فرماتے ہیں کہ گو میں نے برہمنوں کے سے کرم نہیں کئے، لکن شکر ہے کہ اس طوفان میں اپنے مذہب پر قائم رہا، شریعت سے منحرف اپنے اہل مذہب کی پاسداری یہی نتیجہ پیدا کرتی ہے،

اپنے اسلامی بھائیوں سے دو دو باتیں

ہمارا حق ہے، اور موقعہ بھی ہے، کہ ہم اپنے معزز اور معقول پسند اسلامی بھائیوں سے بھی مخاطب ہوں اور ان سے بصد ادب و احترام عرض کریں کہ مذہب ہندی کی شان اُس کے ادنےٰ ارکان ایں دیکھ کر یہ رائے کبھی قائم نہ کریں کہ قدیم آرین مذہب ایسا ذلیل و خوار ہے، وہ اُن ہندیوں کے بھی اس خیال سے آشنا نہ ہوں کہ جو ایک نادان مسلمان کی نادانی اور بدعتوں کے افعال دیکھ کر مذہب اسلام کو متہم کرتے ہیں،

برہمن کی مذہبی صداقت ہی انکی شہرت و حفاظت کا باعث ہوئی

محبت، عزت، فرخندلی، صداقت، وفاداری، ہمدردی، آزاد خیالی، خوش بیانی اور مذہبی پاسداری وغیرہ وغیرہ، اوصاف پاکدامنی اور صداقت باطنی کے ثمرات ہیں، ان کی ذاتِ گرامی میں یہ دو اعلیٰ صفات اس لئے موجود تھیں کہ انہیں رموزِ الٰہی پر کامل عبور ہو گیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا

دیوان ان کا سچ سے بھرا پڑا ہے، یہی وہ اعلیٰ صفات تھیں کہ جو انہیں معمولی مدارج زندگی سے اُٹھا کر اُس منزلِ ہستی پر لے گئیں، کہ جن سے ایک تیری تیز بھی آنکھ ملاتے، خونخوار سامنے آتے، جلاد تلوار ظلم نیام سے سنبھالتے الفاظِ ناملائم زبان سے نکالتے خوف کھاتا ہے، جو ہستی اِس معراجِ کمال پر پہنچ جاتی ہے، ہر مذہب و ملت کا ہر انسان اُس کی قدر و توقیر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا ہر فعل بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کا کام کرتا ہے، اُس کا ہر کام دل آزاری سے پاک ہوتا ہے، اُس کی زبان عملی طور پر گنگا جل سے دُھلی ہوئی ہے، پاک و مقدس الہامی کتب کے حقیقی رنگ سے اُس کا دل و دماغ ایسا رنگا جاتا ہے کہ پھر کوئی اَور مصالحہ اپنا اثر جما نہیں سکتا،

اِس رُتبہ کا وہ خود اشارہ فرماتے ہیں ؎

شد فاعدہ دان او برہمن　　　این رُتبہ ندانم از کجا یافت

رائے رایان نے بھی دل و دماغ پایا تھا، تعلیم و مذہب نے رنگ و روغن چڑھا کر چمکا یا تھا، پھر اُن کی شہرت ہندیوں کی سبھاؤں سے نکل کر علمی و ادبی درباروں اور محفلوں میں کیوں نہ پہنچتی، کیوں کوئی ہندی اُنہیں ہندی نہ سمجھتا، اور مسلمان، مسلمان،

اِس دنیائے دُو رنگی میں شاہ دو جہاں کے بندگانِ خاص دو طرح کے پائے جاتے ہیں:۔

الف :۔ وہ ہیں کہ جو دنیا ترک کر کے پرمیشور کے بھجن و بندگی میں لولین ہو جاتے ہیں۔

ب :۔ وہ ہیں کہ جو علایقِ دُنیا سے ترکِ تعلق کر کے اُس میں رہتے، اُس سے لطف اُٹھاتے، دوسروں کی زندگی سدھارتے، اپنے فرائضِ منصبی ایمانداری سے انجام دیتے خلقِ خدا کی خدمت کرتے ہوئے بھگوان کے دھیان میں مگن ہو جاتے،

رائے رایان جہاں اور جس طرح بیٹھے ہیں، اُس مقام و حالت کا خود پتہ دیتے ہیں ؎

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق　　　براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

تصویرِ برہمن

درجہاں باش ولیکن زجہاں فارغ باش ؛ زہر کہ فارغ زجہاں نیست جہانے بااوست

اس طریقۂ تقسیم کی رُو سے راسئے رایان بَدّ وار، جوانی تعصب، قومی منافرت، شاہجہاں کے دیوان خانہ میں جنیئو پہنے، صندل کا تلک ماتھے پر لگائے، اُونی و پشمینہ دیبا و اطلس کا لباس سجائے سنجاب و قاقم کے فرش پر بیٹھے، شب و روز شاہ دوجہان شاہجہان کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں، ہندی، مسلمان، یہودی اور عیسائی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے اشخاص آپ کے گرد زانوئے ادب تہ کرکے فیض اُٹھا رہے ہیں، وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں، اور سب ہی کو برابر سمجھتے ہیں، اور انہیں یہی ایک سبق پڑھاتے ہیں:-

اے برہمن آشنا ہستن از روزِ ازل — درحقیقت ہیچکس از یک دگر بیگانہ نیست

تصورِ تصویرِ برہمن

وہ ہر وقت مسلمانوں میں رہتے، اُن پر حکومت کرتے، اپنے سے اُونچے اسلامی ارکان کے محکوم ہوتے ہوئے، جب دل میں آتا ہے، اپنے مذہبی ناقوس بجاتے، گھنٹے گھڑیال کھڑکاتے، اُس سراپا اسلامی مجمع میں اپنے مذہب کی فضیلت کے گیت گاتے، بلند آہنگی کے ساتھ رام رام کرتے نظر آتے ہیں، اور وید مقدس کے عرق سے ہولی کھیلتے اور بے تکلف سب پر چھڑکتے پائے جاتے ہیں، اِس دلآویز وضعداری سے نہ فقط نزدیک و دور کے ہندی خوش ہوتے ہیں، بلکہ ادنیٰ سے اعلیٰ ہر مسلمان محظوظ ہوتا ہے، آپ کی مرنجاں مرنج مصلحت اور صُلح کل طبیعت نے ہر عہد کے مسلمان تاجداران و عوام سے اپنی تعظیم کرائی، اور سچ تو یہ ہے کہ حق شناس اسلامی برادرانِ ازلی نے متعصبوں اور ظالموں کے ہاتھوں سے ان کی جان بارہا بچائی، اِن کی زبانِ قلم کی گنگا سی روانی اور صفائی تیغ اصفہانی تھی، جو قلوب پر ایسا کاری ہوشربا وار لگاتی تھی کہ ہلوک بھی اُس لطف سے لذت آشنا ہوتا تھا،

یہ فقط فیضِ روحانیت تھا، کیونکہ اُن پر حقائق و معارف کے دروازے اپنے دیوان خانے کی طرح ہر وقت کھلے رہتے تھے، سب درباریوں کے دل و دماغ اُن کے اس اثرِ روحانیت کے مطیع و فرمانبردار تھے، کہ جس سے وہ خود متاثر ہو رہے تھے، اپنے دربار و مذہب کی کیفیت کا خود نقشہ

کھینچے ہیں؟-

گردند گردِ برہمن از شوقِ قدسیاں　　گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

تیغِ ہندی صنمانِ غمزۂ خونریز بس است

تیرِ مژگانِ جفا جو نگہِ تیز بس است

برہمن برہمن کے گھر پیدا ہوئے اور سب مذاہب سے اسے اچھا سمجھا

دنیا میں ایسے بے تعداد مجبور و معذور افراد ہیں کہ جو اپنے ایمان کو اس وجہ سے ترک نہیں کرتے کہ وہ پیدائشی ہے، حالانکہ دیگر مذاہب کی خوبیوں کے اصنام ان کے خانۂ دل میں آباد ہیں، ہر وقت پرستش کئے جاتے ہیں مگر برہمن نے بعد تحقیق و تدقیق مذہب برہمنہ (ہندی) ہی ایسا مذہب سمجھا کہ جو نجات دہندہ ہو، وہ کسی ایسی معذوری و مجبوری سے اس دھرم پر قائم نہیں رہے، بلکہ اس کی برتری و فضیلت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اسی دھرم پر قائم رہیں، جسمیں کہ شری برہما جی نے انہیں پیدا کیا، ان کی فضیلتِ انتخاب سننے کے قابل ہے ؎

آں نقطہ کہ خال نام دارد　　از روئے تو انتخاب کردیم

رائے صاحب جملہ مذاہب کو بُت بنا کر اور اُن کا تصوّر جما کر اُس کے خط و خال بل و فرقہ جات قرار دے کر اُس کا خال اپنے لئے پسند فرماتے ہیں، یعنی جسے دیگر بُرا سمجھتے ہیں، اُس کی دستیابی پر ناز کرتے ہیں، رائے رایان کے عقائد کا محض ان اشعار ہی سے ثبوت نہیں ملتا بلکہ اُن کا دھرم ہے کہ جہاں وہ موقعہ دیکھیں، اپنی مذہبی فضیلت پر ناز کریں، یہ ناز واقعی قابلِ ناز ہے اور جائز بھی، چونکہ وہ اُسی راستہ سے مقبولِ بارگاہِ کبریا ہو چکے تھے، اس لئے دوسرے مذاہب کے ذریعہ نجات پر قطعاً ایمان نہ رکھتے تھے، اور صحیح راستہ یہی سمجھتے تھے، رجوع سن لیجے ؎

تا جزوِ کُنش شدیم برہمن ز جامِ عشق

مارا دگر بہ پیرِ مغاں احتیاج نیست

اور ایک جگہ نہیں بار بار اعلان فرماتے ہیں ؎

چند بیں انگوش تو ہرگز اثر نہ کرد　　صد گوش بر ترانۂ دیگر نشستہ

دیگر مذاہب کا جوش و خروش اور برہمن کا کامیاب سفر

برہمن مرحلۂ بجنونش طے شد، ایں چہ شور بست کہ در قافلہ انداختہ اند

برہمن غضب کا نکتہ خاص بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ لوگ جو میرے ہمسفر ہیں، یعنی میرے ہمعصر ہیں، "مومن مومن" "کافر کافر" کہہ کہہ کر شور مچا رہے تھے، لیکن ایک میں تھا کہ دل ہی دل میں "رام رام" جپتا، انہیں پیچھے چھوڑ منزلِ مقصود پر جا پہنچا، اسی طرح سے دنیا کے سب مذاہب کے فرقہ کو ایسی مذہبی تو تو میں میں چھوڑ کر خالقِ مطلق کی بندگی میں مصروف ہو جانا چاہئے یہی اصلی بیداری برہمن کے کام و کلام اور مصروفیتِ زندگی سے پایا جاتا ہے، کہ اُن کا جسمِ عنصری اُن ہی عناصر سے بنایا گیا تھا کہ جو سری کرشن جی مہاراج نے سری گیتا جی کی پاک مٹی میں ملایا تھا، اور وہی روح اُس زبان میں بولتی تھی کہ جو رشی بالمیک، گوسائیں تلسی اس کے قالبوں میں علمِ الٰہیات کے گیت گا چکی تھی، فرق صرف اس قدر ہے کہ اُن کی زبان سنسکرت و بھاشا تھی، اِن کی فارسی، اور اُس وقت ضرورت بھی اسی کی تھی،

صدقِ ایمان اور جانبازی کی داستان

تا اگر دل سنگ گردد راہ پنہاں نگہ من مقابل آں جانِ آہنیں دارم

گو برہمن اپنے مسلک پر سرگرمی سے قائم تھے، کوئی جوش یا خاص سرگرمی جو لوازمۂ انسانی ہے، انہیں کبھی کبھی مجبور نہ کرتی تھی، کہ دل آزاری کا ایک لفظ بھی اُن کی زبان و قلم سے ادا ہو، آپ اُن کی تصانیف پڑھ جائیے خواہ آپ کسی مذہب کے شائق ہوں، مگر آپ کو برہمن کے کلام کا ایک لفظ بھی شاق نہ گذرے گا، یہ آپ کے کلام کا خاص وصفِ امتیازی ہے، جو صد ہا برس کے بعد کسی کے حصے میں آتا ہے، ہر مذہب کے شرفا اور صلح کل اصحاب کی تحریریں ہماری نظر سے گذریں مگر ہم کسی تحریر کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس میں قومی دل آزاری کا کوئی لفظ نہ تھا،

مگر آپ کا دن رات ایسے حالات اور واقعات سے واسطہ پڑتا تھا جس سے آپ کی طبع متین بار ہا منغص ہوئی ہم یہ واقعات لکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُسے کسی مورخ نے بھی قلم انداز نہیں کیا اس لئے یہ درج کئے جاتے ہیں یہ واقعات پڑھے جانے کے بعد رائے ایمان کے صدق ایمان اور اُس کی حفاظت کیلئے جانباری کا جذبہ مذہب بخوبی انداز کیا جا سکتا ہے۔

لطیفہ کرامت لکھا ہے کہ جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے چھٹے سال (۱۰۴۲ھ) میں کاشی جی کے بڑے بڑے مقدس دیر اچھین ۷۶ مندر و معابد مسمار کرا کر اپنی دینداری کا ثبوت دیا اور کوئی مندر باقی نہ چھوڑا تو مندر وشونا تھ[1] جی کبھی منہدم کر دیا گیا جس کی نسبت روایت ہے کہ مورتی گیور کلنگ دیکھ کر مندر سے اُڑ کر چاہ میں غائب ہو گئی اور اُس کی جگہ مسجد تیار ہو کر عرضداشت پیش ہوئی اُس وقت شاہجہان دار الانشا (منشی خانہ) کے دفتر میں عرضداشت لئے کھڑا تھا اور رائے صاحب کسی مسودہ کی تحریر میں مصروف تھے شاہجہان نے انہیں یہ واقعہ مسماری و تیاری طرز اُٹھا کر اپنی خدمت قومی اور دین اسلام کی بزرگی کی آپ سے داد چاہی آپ نے مسودہ چھوڑ کر اُسی عرضداشت کی پشت پر فی البدیہ شعر لکھ کر شاہجہان کے آگے وہی عرضداشت پیش کر دی ؎

به بیں کرامت بتخانۂ مرا اے شیخ
کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

اِس دل آویز طرز بیان میں جو اثر ہے اُسے مذہب اسلام کی ایسی تبلیغی جماعت عمر بھر تک فراموش نہیں کر سکتی مگر اس سخت اشتعال پر بھی جس کا انجام خنجر جلاد کی نوک پر تھا رائے صاحب کی طبع خداداد نے ایسا اثر مسیحائی دکھایا کہ اُن کی حاضر جوابی سے اسلامی دربار بھی کھلکھلا[2] اُٹھا۔

---

[1] ۔ اِس مقدس مندر کی کرامت مشہور تھی کہ جذامی تک شفا پاتے تھے بے اولاد صاحب اولاد ہو جاتے تھے" تقدس منابد"

[2] ۔ غلام حسین خاں مصنف سیر المتاخرین شاہجہان کے چھٹے جلوس کے واقعات میں تائیداً لکھتا ہے:-
"ہمدریں سال سفانہ دششش بتخانہ در بنارس منہدم گردانیدند"

صاحب تقدیس الثنا در یہ واقعہ اورنگ زیب کی دینداری سے منسوب کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:۔

"منشی چندر بھان برہمن نے ایک روز کمال کر دکھایا، جس کی شرح یہ ہے، کہ میدک (حیدرآباد دکن) میں مہاراجہ کے رتوں کے پاس ایک مشہور و عالیشان جینیوں کا مندر تھا، کہ جو ہزاروں برس سے اپنی تقدیس سنبھالے علاقہ پر مذہبی حکومت رکھتا تھا، جب اورنگ زیب نے حیدرآباد کے علاقہ کے تمام مندر[1] مسمار کرا دیئے تو حکم دیا کہ یہ رتو اس قلعہ کی شکل میں تبدیل کیا جا کر مندر مسجد بنا دیں، چنانچہ عرب خان اس دینی خدمت پر مامور کیا گیا، جس نے یہ مندر مسمار کرا کر بہت جلد مسجد تعمیر کرائی، اور اس پر ذیل کا کتبہ لگوایا گیا۔

در آں وقتیکہ مسجد ساخت مسعود	زہجرت یک الف ہفتاد و یک بود (۱۰۷۱ھ)
گرامی سیدے یعنی عرب خاں	کہ از اسلام تیغش دین بفرسود
زبیخ افگند بت خانہ بجایش	بنا فرمود مسجد را خودش زود

اس سے آگے وہی واقعات مذکور ہیں، کہ جو منشی سعید احمد[2] وغیرہ نے اورنگ زیب سے منسوب کئے ہیں، اسلامی مورخین یہ مشہور واقعہ اورنگ زیب کی ذات سے مشہور کرتے ہیں، ہمیں اس بحث میں پڑ کر کسی خاص اسلامی تاجدار کو متہم و بدنام کرنے کی ضرورت نہیں نہ احتیاج

---

[1] ۔ بعض رسوم کفار و بدند ہیباں کہ ابوالحسن رواج داد و از شہر بر داد و بتخانہ را مسمار نمودہ، مساجد بنیاد کنند (مراۃ المتاخرین صفحہ ۲۶۶)

[2] ۔ میرزا سلطان احمد کی طبیعت یہ تحقیقی واقعہ اپنے قلم سے کیونکر لکھ سکتی تھی، مگر سخت افسوس ہے کہ حسرت موہانی کے سے محقق پر کہ تاریخ کی جان، نزاکت و لطافت کا بیان اور ندرت قدرت خیال بھی اُن سے حق وقائع نگاری ادا کرانے سے قاصر رہے، مگر آفرین ہے، انجمن ترقی اردو پر کہ جنہوں نے یہ واقعہ منشی محمد سعید احمد مارہروی سے "راے ہندو" میں لکھوایا، میرزا صاحب یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔ کہ:۔

"برہمن نے مندرجہ بالا شعر موزوں کر کے اورنگ زیب کو شرمندہ کر دیا، عالمگیر پر اس قسم کے جس قدر الزام گھڑے جائیں وہ اس پر بجز بی تعصب جاتے ہیں"

میرزا صاحب کی اس تنقید نے حقیقت کا گلا گھونٹا ہے، اگر جب کتبہ موجود ہے، اور مندر کی جگہ مسجد کھڑی ہے، تو ایسی مادی شہادت کے مقابلہ میں "الزام گھڑنا" کا استعمال ہماری سمجھ سے باہر ہے "خدا میرزا صاحب جیسوں کو سمجھ دے"

'ضرورت ہے۔ رائے رایان کی جرأت و دلیری، غیرت و حمیت مذہبی اور قوتِ خیال و رسائی ذہن کے بیان کی اور یہ مقصد دونوں صورتوں سے یکساں پیدا ہوتا ہے" اور اس بدعت کی تاریخ رائے رایان کے ترکِ ملازمت سے قبل کی ہے'

برہمن اور اُن کا مسئلہ تناسخ

حضرتِ حسرت اور دیگر ایسے ہی غلط ہنیا د حضرات نے برہمن کو اسلامی خیالات رکھنے کا الزام دیا ہے، جس کی کافی تردید ہوچکی کیا بہتر ہوتا کہ ایسے اسلامی نقوش دیکھنے والے حضرات، برہمن کا ثبوتِ تناسخ بھی دیکھتے، شاید تنگ خیالی اور سخن پروری نے اس تحقیقِ حق سے باز رکھا ہو اگر ہمیں اُن کی خاطر عزیز ہے، اس لئے نظیر میں برہمن کی تقریر سنئے :۔

رُباعی

من کیستم از رہِ دراز آمدہ ام　　در عینِ حقیقت مجاز آمدہ ام

از میکدۂ عشق درین دیر کہن　　صد بار بروں رفتہ و باز آمدہ ام

برہمن اور زُنّار

مرا برشتۂ زنار الفتِ خاص است ؏ کہ یادگارِ من از برہمن ہمیں دارم

رائے رایان نے تشبیہات اور استعارات فقرات اور محاورات میں جگہ جگہ زُنّار کا اس لطافت اور خوبی سے بیان کیا ہے کہ وہ اُن کے کلام کا ایک جُزو بن گیا ہے اور اُس کے ساتھ مُو کا استعمال ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے' یہ نکتہ ہر ایک شخص کے سمجھ میں نہیں آسکتا' اسے وہی اصحاب سمجھ سکتے ہیں کہ جو ہندی علم الہیات کے عامل ہیں' اُن کا عقیدہ ہے کہ جو روحانی ہستیاں ذات باری سے بر لین ہوجاتی ہیں اُنکے رودم رودم میں رام بسا ہوتا ہے۔ اس لئے زُنّار اور مو میں مناسبتِ خاص ہے' ایسے اشعار میں اسی عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے'

برہمن ضرور کشمیری برہمن تھے

جب ہم نے رائے رایان کی قابلیتِ علمی، خوشخطی، درست اعتقادی اور پاسداری مذہب کے تاریخی حالات پڑھے، ہمارے ذہن نے ہمیں سمجھایا کہ برہمن ضرور کشمیری برہمن ہوں گے، پھر گلستانِ کشمیر

سے پتہ چلا، کہ وہاں اُن کا اصلی گلزارِ کشمیر بتایا گیا، اگر کشمیر کے نہ ہوتے تو اُن کا نام اِس تذکرہ میں نہ ہوتا۔

جو قومی مصائب اور آفات وہاں کے اصلی باشندوں پر فاتحانِ جدید کے ہاتھوں جائز وروا رکھی گئیں، اور اِس بے نظیر قومی ظلم میں اِس قوم کی بربادی خطۂ کشمیر سے کی گئی، فرشتہ شرارت سے اپنا پہلو بچاتے ہوئے تصریح کرتا ہے:۔

"وزیرِ سکندر شاہ بت شکن در مدت چہار سال در وزارتِ خویش انواعِ ظلم بر رعایا کردہ، بدستورِ زمانِ سکندر شاہ اقسامِ جور و جفا بہندواں رسانید، و ..... قومِ برہمناں ہر کہ مسلمان نشد، بقتل آورد، و چنانچہ در اندک مدت از آں طائفہ در کشمیر نشانے نماند، یا مسلمان شدند، یا از ولائت بدر رفتند"

یہ ذکر علی شاہ سلطان کا ہے، سکندر شاہ اُس کے باپ کے کارنامے ملاحظہ ہوں:۔

"سلطان حکم فرمود کہ تمام برہمناں و دانایانِ ہنود مسلمان شوند و ہر کس کہ مسلمان نہ شود، از کشمیر بدر رود، و قشقہ بر پیشانی بخشد، و زناں را ہمراہ شوہر خود نسوزانند، و بتانِ طلا و نقرہ را در دار الضرب گداختہ زر سکوک سازند، ازیں جہت محنت بسیار بہندویان آں ولائت کہ اکثر برہمناں بودند رسید، بسیارے از برہمناں کہ مسلمانی دشوار می پنداشتند ترکِ شہر و وطن از آں دشوار بود خود را کشتند و بعضے دیگر جلائے وطن کردہ، بولاتِ دیگر رفتند"

غرضیکہ اِس سخت ظالمانہ دار و گیر اور مذہبی تعصب میں جسے فرشتہ سا متعصب بھی بیان کرتے ہوئے لرزہ براندام ہے، تمام برہمن کیا تو قتل کئے گئے، یا مسلمان بنائے گئے یا پختہ اعتقاد خود کشی کر گئے اور دیگر ولائیتوں میں آکر پناہ گزین ہوئے، اِسی سلسلہ میں ہندوستان بھر کے تمام کشمیری ہندوستان کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں،

پس رائے رایان کے بزرگ اُسی سولہویں صدی میں کشمیر سے ترکِ وطن کر کے، پھرتے پھراتے بچتے بچاتے آگرہ میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں سے لاہور سکونت گزیں ہوئے، اِن کے کشمیری ہونے کا ساتواں بڑا ثبوت آپ کا نام ہے، چندر بھان، سورج بھان، برج بھان، اندر بھان، اودے بھان

رائے بھان، بیربھان، دیوبھان وغیرہ وغیرہ کشمیریوں کے نام ہوتے ہیں، آٹھواں ثبوت عرف ہے، اس سے یہ شبہ مطلق نہیں رہتا، کہ وہ کشمیری نہ تھے، کیونکہ جہاں کول، رینہ، کچلو، شرغا، سپرو، رازدان، منشو، زتشو، اور ہنڈو وغیرہ عرف ہیں، وہاں "بھان" بھی ایک عرف ہے،

پس یہ کہا جا سکتا ہے، کہ دراصل آپ کشمیری پنڈت تھے، اور جب حکومتِ مغلیہ میں کامیاب ہوئے، اس وقت آپ کا وطن لاہور تھا، جیسا کہ وطن کی سرخی میں درج کیا گیا، مگر اس پر بھی بعض اصحاب انہیں اکبر آبادی ہی کا سمجھتے ہیں، ہم نے اُن کی تصانیف میں سے جہاں اُنکے وطن کے متعلق ذکر آیا ہے، اسی لئے اُس کا انتخاب کیا ہے، کہ آپ کے وطن کے متعلق قطعی فیصلہ ہو جائے، اطمینان فرمائیے

بدیع الانوار میں تو رپنجاتے ہیں :-

"دولت خانہ این مورِ ضعیف کہ مصنفِ این نسخہ بدیعہ است در عین (لاہور) شہر واقع است"

واپسیٔ کشمیر کے سلسلہ میں نشان فرماتے ہیں :-

"از خدمتِ نواب علامۃ العصر الدوران افضل خان رخصتِ وطن حاصل نمودہ، از خطۂ دلپذیر فردوس آئین جنت نظیر کشمیر شہر بہشت آساس لاہور گردید"

آپ آگرہ سے لاہور آتے ہیں، اور بھائی کو لکھتے ہیں :-

این نیاز مند از خدمتِ علامۃ العصر الدوران افضل خان رخصتِ وطن گرفتہ، از دار الخلافت اکبر آباد روانہ دار السلطنت لاہور شد"

آپ کی یہ تحریر آپ کے وطن آگرہ اور لاہور کا اچھی طرح فیصلہ کر لی ہے،

مسلکِ رائے رایان

رائے رایان کا کیا مسلک تھا، خود بیان فرماتے ہیں :-

"ہر گاہ سر رشتۂ طینت این خیر اندیش آں باشد کہ طریقِ سلوک و مدار او محبت را با آشنا و بیگانہ بیک طرز مرعی دارد، این مخلصِ بے ریا را با ہمہ کس و ہمہ جا این حالت است"

تبلیغِ عدم تبدیلِ مذہب

ما سنبل و زلف (مسلمان / ہندو) را یکے دانستیم | از کجائے دوتا یکے دانستیم
مارا چو خویش آشنا ساختہ اند | بیگانہ و آشنا (مسلمان / ہندی) یکے دانستیم

تبدیلِ مذہب کے متعلق ہر طرح کی تبلیغ مذہبی غارت گری ہے، اِس عام تباہی کا علاج رائے رایان کے نسخہ میں موجود ہے، نسخہ مندرجہ صدر اکسیرِ اعظم ہے، واقعی جو انسان دیدارِ دلدار حقیقی کے مصحفِ رُخ سے شرفیاب ہونا چاہتا ہے اُس کے لئے مذہبی اُلجھنوں میں پڑ کر تیرتھ یاترا یا طوافِ کعبہ کرتے رہنا ہی بس نہیں، بلکہ اُس کی منزلِ مقصود اَور ہے، جس نے یہ راز سمجھ لیا، اُسے مذہبی ہرزہ سرائی سے کوئی واسطہ نہیں، پھر اُس کا پتہ کوئی کیا لگائے گا، وہ تو خود بے پتہ ہو جاتا ہے ع

آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

رائے صاحب فصیح و بلیغ الفاظ میں بار بار تبلیغ فرماتے ہیں، کہ اے نادان لوگو جو نقش تمہارے دل پر نقاشِ مطلق نے منقش کر دیا، اُسے تازہ رکھو، محو ہونے نہ دو، تبدیلِ مذہب سے خدا نہیں ملتا، شرح ملاحظہ ہو ؎

لازم آمد بر سرِ ما خدمتِ بُت برہمن — محو کے گردد ہر آں نقشی کہ در دلہا نشست

دوسرا وعظ اِس سے زیادہ واضح الفاظ میں ہے، عدمِ ضرورت تبدیلِ مذہب کا فلسفہ آپ اُس وقت بیان فرماتے ہیں، جب کہ آپ کو تبدیلِ مذہب کی دعوت دی گئی تھی ؎

ما جُرعہ کش شدیم برہمن ز جامِ عشق — مارا دگر بہ پیرِ مُغاں احتیاج نیست

آپ شاہجہان اور اورنگ زیب کے رنگ رنگ کے عہد دیکھ رہے تھے، کبھی تو کوئی ہندی نا واقفیتِ مذہب سے مسلمان ہوتا، کہیں عورت پر اُس کے مذہب سے نکاح پڑھتا، کہیں روپیہ کے لالچ سے اور کہیں تلوار سے بپت ہوتا، نظر آتا تھا، مگر انہیں ایسا کوئی ہندی نظر نہ آیا جو اپنے مذہب سے واقفیت نہ رکھتا ہوا، مذہبِ اسلام قبول کرنے میں اپنی نجات سمجھتا ہو، جو گمراہ نظر آئے اُس طرح کے نادان پائے، ضروری تھا، کہ ایسے کمزور دین فروش خبر دار کئے جائیں، اور آریہ دھرم کی فضیلت اُن کے قلوب پر نقش کی جائے ؎

نمے روم بسوئے دیر ہرگز از رہِ شوق — مرا برہمن تُو زنّار دار شد باعث

برہمن کو برہمن ہونے کی وجہ سے کافر کہا جاتا تھا

برہمن از بت من ہر چہ ہست مرغوب است ؛ بود ز زلف تو رخش کفر شاد و ایمان شاد

عہدِ مذکور میں اکثر ناواقف یا متعصب مسلمان ہندی انہیں کافر قرار دیتے ہیں سکتے اور ہندیوں کو بالعموم کہا بھی جاتا تھا، اور ہر طرح کے مذہبی اعتراض کئے جاتے تھے، پرماتما کے کاغذی تعزئیے مضحکہ اڑاتے تھے، مگر وہ خود ہمیشہ اپنے مذہب پر قائم رہتے، اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے، علانیہ اپنے مذہب پر فخر کرتے تھے، اور ہر وقت شاد و آباد نظر آتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہمیں ہماری بت پرستی مرغوب ہے، تم اپنے کفر خوش رہو، ہم اپنے کفر آنند منائیں، مذہبِ برہمن کو کفر سے کیا نسبت؟ اس لئے تم جو مجھے کافر کہتے ہو مجھے سخت غم و غصہ پیدا ہوتا ہے،

مرا بسنبلِ زلفت چہ نسبتے باشد　　ہمیں قدر کہ زمن پیچ و تاب مے آید

وہ بتاولہ مذہب کے متعلق کہ جو اُن عہود کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، اپنے خوابِ دل میں خیال لانا تو درکنار صاف طور پر مذمت کرتے ہیں، اور نہایت بے باکی سے فرماتے ہیں، کہ جو اپنے مذہب سے شناسا نہیں، وہ دوسرے مذاہب کے عقائد قبول کرتا ہے، مگر جو دل و دماغ جامِ عشق کے نشہ سے مخمور ہو، اُسے کسی دیگر مذہب کے ہادی کی ضرورت نہیں،

رائے رایان نے ہر دو مذاہب کے ضعیف اعتقادات کو دُور کرنے اور ہر پیرو کو صحیح راستہ پر لانے کی ایک ایسی سعی موفور فرمائی ہے، کہ جس کی داد سالکانِ راہِ حقیقت ہی دے سکتے ہیں، اس راہ کی راہبری حسب ذیل اشعار کرینگے ؎

فروغ سینہ زنار یک خاطر آں طلب　　کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز
خوش آں گروہ کہ خم کردہ قامتِ دل را　　بسوئے قبلۂ ابروئے اُو کنند نماز

فضیلت آریہ دہرم

برہمن از ہمہ کس خوشنماست صافدلی ؛ دلے کسے بہ صفاتے برہمناں نرسد

یہ ضروری تھا کہ اس کارِ تبلیغ کے لئے سناتن دہرم کی تفضیلت پر زور دیا جاتا، اور وہ محض اس لئے کہ ہندی مسلمان ہونا چھوڑ دیں، نہ کہ انہیں ہندی بنائیں، طرزِ بیان اور طریقہ

تفہیم ایک آئینہ ہے، دوسرا کون ہے کہ جو ایسا جلوہ کھائے، اور ایک جو نیا مزہ پائے۔ الحق سنو اور سمجھو۔

نگارِ من ز استغنا نمے بیند بسوئے کس — کہ روئے خویش در آئینہ مے بیند روئے کس

مذہبی توہین درجۂ جنون تک پہنچ چکی تھی، اور انہیں کبھی دیوانہ بنا یا جا رہا تھا، مگر یہ اس عالم میں ایسے مست تھے کہ دوسروں کو دیوانہ سمجھتے تھے، برہمن نے نکتہ گار سے سنئے۔

مرا بخال وخط او خیال سودائیست — کہ من معاملہ با زلف پرشکن دارم

رائے رایان کے کلام کے عاشق آجکل کے نوجوان یہ شعر عاشقانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں گے، لیکن اس کا اصلی رنگ صنعتِ استخدام کو سمجھنے والے شناخت کریں گے، ایک اور سن لیجئے، مذہب برہمنہ کس شان سے مذہبِ الٰہی بیان کیا گیا ہے، سبحان اللہ

کافرم گر سر بسوئے بتِ فاسق کو کنم — رشتۂ زلف تو بار رشتۂ زنار یکیست

جب تک انسان انسانی زندگی میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے، اپنے اپنے مذہبی عقائد پر بحث و تکرار کرتا رہتا ہے، اور اس حمایتِ دین میں کہیں تو وہ ریا کا رثابت ہوتا ہے، اور کہیں خونخوار، غرضیکہ جس قدر انسانی شیطنتیں ہیں، اُس کی ذات سے اُن کا ظہور ہوتا رہتا ہے، مگر انسان جب روحانی منازل میں داخل ہوتا ہے، تو اُس کی پہلی ہی منزل میں یہ اسبابِ شرارت اُس سے چھین لئے جاتے ہیں،

پھر وہ انسان جس مذہب میں ہوتا ہے، روحانی ترقیات کرتا کرتا سب کو اپنا بھائی سمجھنے لگ جاتا ہے، اُس کی نظر میں ایک کافر وہی منزلت رکھتا ہے، کہ جیسا ایک دیندار بھائی اپنے حقیقی بھائی کی نظر میں، وہ نہ ملیچھ کہنے سے غصہ کرتا ہے، نہ کافر لقب ملنے پر چڑتا ہے، برہمن سمجھاتے ہیں ؎

از ہر کہ بشنوی سخن تلخ گوش کن — بیہودہ آبرو زپئے گفتگو مریز

وصلِ روحانی کے لئے ایسے اختلافات میں پڑنا تاریک راستہ کا سفر ہے، جب خدا ایک ہے، تو اُس کے پاس پہنچنے کا راستہ بھی ایک ہی ہے، اور وہ راستہ روحانی ہے، برہمن نے یہ

اختلاف کس نزاکت سے دُور کیا ہے ؎

با خلافِ بیں برہمن کہ در رہِ عشق یکیست قاعدۂ راہ وصلِ یار یکیست

سب انسان آدم کی اولاد ہیں، اس لئے ازلی برادر پھر ہندی و مسلمان کی تمیز کیسی اور خونریزی کیوں؟ اپنی اپنی اصلیت پر غور کرنے کے بعد فلسفۂ پیدائشِ دُنیا یہ سب اختلافات و فسادات دور کر دیتا ہے، برہمن ایسے مدعیانِ دین کو سمجھاتے ہیں ؎

اے برہمن آشنا ہستند از روزِ ازل در حقیقت ہیچکس از یکدگر بیگانہ نیست

ہند میں اہلِ اسلام نے آکر اُس کے بعض ارکان نے مذہبی تفریق کی بنا پر خدا کی بھی تقسیم کر دی، اور اسی بنا پر ہندی ہونا بھی جرم قرار دیا گیا یہ تو ہی شر و فساد کا مبدا تھا، اور رد و عنایت وحدتِ وجود کا دُشمن، برہمن کی تمام عمر اسی طوفان میں گذری، وہ ایسے لوگوں سے پوچھتا ہے، ذرا سُنئے، :-

گذشت عمر درین فکر من ندانستم کہ جرم کفر کدام است و صوابِ ایمان چیست
(ہندی) (مسلمان)

اورنگ زیبی متعلقین کو سمجھاتے ہیں ؎

اینجا نہ بود کشمکشِ سبحہ و زنار عشقے تو گذشتن ز سرِ مذہب و دینے

اِس تفریق و تکرار کے مدعیان کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ شیطانی افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، یا انسانی اعمال کے،

یہ کل مضمون پڑھ لینے کے بعد برہمن کے مذہب کے متعلق حضرت جیسے حضرات کا کامل اطمینان ہو جائے گا،

ہندی اپنے مظالم کے خود ذمہ دار ہیں

جن ہندیوں نے اسلامی جور و جبر سے صبر و برداشت کو خیرباد کہہ دیا تھا، وہ اپنے اعمال و افعال کی پاداش میں ہر قسم کی مروجہ آذیتیں اٹھانے کے لئے خود ذمہ دار ہیں، تعصب کا الزام لگایا، شاہان و ارکانِ اسلام کو مطعون کیا، اور اسلامی حکومت مفت میں بدنام کی،

فرقہ وارانہ تعصب کی بربادی کے مُبلّغانِ دین ہی ذمہ دار و جوابدہ ہیں

پیغمبروں نے آسائشِ خلق کیلئے مذہب بنائے، مذہب سے خود غرضوں نے فرقہ بندی کی، اور فرقوں سے ملّتیں پھیلیں، جب ایک، چند جگہ تقسیم ہو گئے، اور اپنے اپنے رہبروں کے زیرِ تصرف آگئے، تو خیالات، عقاید، حالات اور تفہیم میں بھی زمین و آسمان کا فرق پڑگیا، دوئی پھیلی، بھائی کا بھائی دشمن ہو گیا، بحث و تکرار کی نوبت آئی، اور خونریزی کے قرنائے جنگ پھونکے گئے،

جس زمانہ سے برہمن گذر رہے تھے، اُس وقت اکبرِ اعظم کے "اللہ اکبر" کا مرثیہ پڑھا جا چکا تھا، شیعہ اور سُنیوں میں گالی گلوج سے گذر کر ہاتھا پائی اور جلادی کی تلوار چل رہی تھی، حضرت مجدد الف ثانی سے بزرگ کو قلعہ گوالیار کی اسی ہماہمی سے سیر کرنا پڑی، اِسی طرح سے اسلامی فرقوں میں ایک دوسرے کی جان کا خواہان نظر آیا، مجددوں اور محققوں کی تفسیریں اور تعبیریں ایک کو دوسرے سے جدا کرنے میں تیغِ دودم سے زیادہ کام کرتی تھیں، ایک کتاب، ایک پیغمبر، سینکڑوں فرقے!

اِن سے بدتر ہندیوں کے عالمگیر مذہب کا شیرازۂ عقائد بکھر چکا تھا، سینکڑوں عبادتخانہ ایکدوسرے کی اینٹ اینٹ کرنے پر تیشۂ دگرز سے کھڑے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی ناہمی سے سب اصلیت و حقیقت سے بے خبر تھے، رائے صاحب کی ہمدرد طبیعت نے جب اپنے دینی و دنیوی بھائیوں کی یہ حالتِ زار دیکھی، تو خنجرِ کلام اس طرح اٹھایا کہ سب کو نفاق کی خونریزی سے ڈرایا ؎

حرفِ اول از برائے اصل فہمیدن بس است   ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست

اس خنجر کا دوسرا وار اپنے تکرار کیلئے زیادہ مہلک ہے ؎

ایں ہمہ عالم فانیست در و زندہ کیست   نقش بسیار و سے دیدۂ بیندہ کیست

آپ کے اِس طریقۂ تلقین کی نزاکتِ بیان نے ایسے فرقوں کے مُبلّغان کے خیالات پر ایک ایسا خون آشام خنجر مارا ہے، کہ بحث و تکرار کرنے کے قابل ہی نہ رہے، اور جو اِس میں اپنے آپ کو قابل سمجھتے ہیں، نالائق اندھے بنائے گئے،

آجکل ملک میں ہر جگہ لیکچر، وعظ، اپدیش ہو رہے ہیں، اور ان ہی کا زمانہ ہے، ان سب کا نتیجہ بدامنی اور نفرتِ مذاہب و ملل متفرقہ ہے، ان لیکچراروں، واعظوں اور اپدیشکوں کی لفظی مہربانی اور لسانی سے نسلِ آدم ایک دوسرے سے اس قدر دُور از سرور ہو گئی کہ جس کے نہایت ہی تلخ نتائج پیدا ہوں گے، اب ہندو مسلمانوں میں فساد ہے، پھر ہندو ہندو کا، اور مسلمان کا مسلمان دشمنِ جان ہے!

برہمن برہمن ہی نہیں بلکہ دہرماتما تھے

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ سخت اشتعال، ہجو و مذمت کا باعث ہو سکتا ہے، مگر درویشِ کامل و دہرماتما ایسے امتحان کے موقعہ پر انتقام کا خیال چھوڑ کر عتاب و سرزنش کا خیال تو درکنار معمولی اظہارِ خفگی بھی نہیں کرتا، اُس کا اس موقعہ کا بیان ایسے نادانوں کی نصیحت و تربیت کا باعث ہوتا ہے، وہ اپنی خنجر زبان سے ایسی چوٹ مارتا ہے، کہ دوسرے کا نوکیا ذکر، اہلِ لوک خود آفرین و مرحبا کہہ اٹھتا ہے،

لطیفۂ صداقت

رائے رایان کی سوانح زندگی کے ڈھڈورن کہ جو خاص ان کی ذاتِ گرامی سے تعلق رکھتے ہیں، تحریر لباس میں لپیٹے آئے ہیں، کہ اُن سے خونریزی کا خون ٹپکتا ہے، مگر وہ ہجو و مذمت کے پہلوئے ذم سے بچتے ہوئے، اِن کے لئے باعثِ فخر ہو کر غیروں سے خراجِ تحسین لیتے ہیں، تذکرۃ الشعراء میں لکھا ہے کہ علامہ **افضل خان** شیرازی گو بادشاہ کا وزیرِ اعظم تھا، مگر لیاقت و فضیلت، دین داری و پرہیزگاری کا بادشاہ تھا، چونکہ خود فاضل بیریا تھا، اس لئے فاضلانِ صافی نہاد سے محبت و صحبت رکھتا ہوا فضیلت کے کاموں میں مشغول رہتا تھا اس کے فضل و کرم سے دربارِ شاہی میں شعرائے مشاہیر کا مجمع رہتا تھا، اور سرِ دربار مشاعرہ ہوا کرتا تھا، جس میں بادشاہ بھی شریک ہوتے تھے، ایک بدمذاق متعصب نے اپنی غزل میں ہندوں کے مسلمان ہونے سے ہندی مذہب کی توہین اور اسلامی مذہب کی خوبی کا مضمون باندھا، اور وہ شعر میرِ مشاعرہ بار بار رائے صاحب کو مخاطب کر کے سنایا، مگر رائے صاحب اپنی غزل گھر سے مکمل کر کے لائے تھے، مگر اُس کا مقطع فی البدیہ مقطع ذیل میں، نہایت خوبی و عمدگی سے تبدیل کر کے اُس سے

لے پہلا لطیفہ کرامت کے نام سے مرقوم ہو چکا ہے،

سر مشاعرہ مخاطب ہوئے[1]

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار ‌‌‌‌‌‌ بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

صاحب نظر جو مذاقِ سلیم رکھتے ہیں، اور سخندان ہیں، وہ لطفِ بیان کا حظ اٹھا سکتے ہیں،
اِس شعر نے بلحاظ خوبیٔ بیان ہندوؤں اور مسلمانوں سے خراجِ تحسین حاصل کیا، اب ہی لیتا ہے، اور آئندہ بھی لیتے رہے گا، ہندو سمجھتے ہیں کہ برہمن نے اپنے دھرم کی جامعیت اور فضیلت کا بھرے دربار میں اظہار کیا، اور اُس کی صداقت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے، کہ بار بار مکہ جانے پر بھی مذہب اسلام کا اُس پر ذرا اثر نہ ہوا، مسلمان سمجھتے ہیں سب کچھ مگر اُن کی تسلی کے لئے انہیں سمجھایا ہے کہ برہمن کافرِ مطلق تھے، اُن کے دل پر کفر کی ضلالت نے کامل تاریکی چھا رکھی تھی، اور ایسی کہ بار بار مکہ جانے سے بھی وہ تاریکی دور نہ ہوئی، امرائے ہنود میں یہ واقعہ بتفصیل بیان کیا گیا ہے،

اس واقعہ کے متعلق **افضل خان** کا شعرِ سعدی پڑھ کر شاہجہان کو برہمن کے قتل سے باز رکھنا، ملاؤں کی اختراع ہے، کیونکہ شاہجہان سخندان تھا، اس شعر پر قتل کا حکم نہ دے سکتا تھا، اور اگر یہ واقعہ ملاؤں کا بیان کردہ درج کیا جائے، شاہجہان کی حکومت داغدار ہوتی ہے، اس لئے ہم نے یہ مصنوعی حصہ قلم انداز کر دیا، خصوصاً اس لئے کہ مختلف تذکروں میں مختلف بیانات سے لکھا گیا تھا، جو زیادہ منصب تھا، لون مرچ لگا کر لکھا ہے، جو کچھ رکھتا اس نے جل بھن کر لکھا ہے،

ایسا ہی بحث مولوی **فضل الحق** ذکی مرحوم خیرآبادی اپنے علم و فضل کی وجہ سے گذشتہ صدی میں علم ادب کے آفتاب تھے، اور بڑے دیندار سچے مسلمان

خدا معلوم کیا اور ہوا کیا آپ نے جذبۂ دینداری سے یہ شعر موزون کیا ؎

ذکی در کعبہ رفتی بارہا ‌‌‌‌‌‌ نا مسلماں نا مسلمانی ہنوز

[1] یہ واقعہ بحوالہ تاریخ الافکار مصنفہ قدرت اللہ خان قدرت مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے بھی لکھا ہے، وہاں یہ شعر شہزادہ دارا شکوہ کی سفارش پر شاہجہان کے حضور پڑھنا بیان کیا گیا ہے، اور بجائے "مکہ" "دو کعبہ" تحریر کیا ہے، تحفۃ الدنیا دیدہ میں بھی یہ لطیفہ لطف دے رہا ہے، مگر وہاں سعد اللہ خان وزیر کے عہد کا واقعہ نامزد کیا گیا غرض سب تذکروں میں یہ لطیفہ درج ہے، "بہار رضامی"

جن شاندار الفاظ میں اپنی کسرِ نفسی سے مذہبِ اسلام کی شان دکھلائی ہے، وہ آپ ہی کا حصہ تھا، ایسے بزرگ دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں، کہ جن پر مسلمانوں کو بجا ناز تھا،

رائے رایان توہماتِ باطلہ کے قائل نہ تھے

ہر نقش کہ سر زند درست است ؛ بیہودہ چہ استخارہ سازم

جس طرح سے شاہ کا منتری چوبدار کا مرہونِ احسان نہیں ہوتا، اسی طرح سے وحدت وجود کا پجاری توہماتِ باطلہ کا قائل نہیں ہوتا، رائے رایان کا درجۂ روحانی اجازت نہ دیتا تھا، کہ وہ ان توہمات میں اپنا وقت ضائع کریں اُدہ بار بار صاف الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید ؛ کہ ہر چہ روئے دہد آشنائے پیشانیست

برہمن کا معراجِ روحانی

عالمِ صورت ہمہ آشنا فہمیدہ ایم ؛ کے بفہمد کس درآید آنچہ من فہمیدہ ایم

برہمن کے آب و گِل کے اُس خمیر نے کہ جس سے اُن کا پاک جسم بنا تھا، پیدائش کی ساعت سے موت کی آخری گھڑی تک انہیں جوش دیا، چاروں وید، چھ شاستر اور اٹھارہ پُران، اِن کے ایمان کی جان تھے، اُنہوں نے انہیں سمجھا، اور اسی راستہ پر پڑ گئے، کہ جس پر ان مقدس گرنتھوں کے پڑھنے سے پڑنا ضروری ہے، اور وہیں پہنچے کہ جہاں اِن کتب کے پڑھنے سے پہنچنا تھا، آپ دربار دارا شکوہ کے دریائے فیض سے فیضیاب ہونے سے پہلے ہی دریائے روحانی میں تیر رہے تھے، وہاں پہنچ کر گوہر ہائے روحانی کے جلا دینے کا زریں موقع ملا، پھر یہ جلا پا کر اُن کی زبان قلم کا جوہرِ آبدار بن گئے، بے تکلف چمکتے تھے، اور صفحے کے صفحے نور افشاں ہوتے تھے، اور سب کی چمک دمک یکساں، جس کوچہ میں اِن کا قلم نکل جاتا تھا، نور ہی نور نظر آتا تھا، چنانچہ ہر قسم کے مضامین نورِ روحانی سے ایسے منور ہوئے، کہ جس نے دیکھا مسحور ہو گیا، اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا، وہ روحانیت کیا ہوئی، کہ جس کا اثر غیر مُقلد کے دل و دماغ پر نہ ہو، ہم اس نعمت سے محروم ہیں، مگر دلِ گداز پایا ہے، اور درحقیقت بزرگوں کا ورثہ ہے ”لذت آشنا ہے“، برہمن کے جوہرِ قلم نے ہمیں ہلاک کیا، یہ روحانی اثر برہمن ہی کی موثر تحریر سے پیدا ہو سکتا ہے، اور یہ ہلاکت اُن ہی کے

جو ہر تیغ زبان سے رنگ لائے گی، اِس لئے طبیعت کچھ کر کے سنئے ؎

برہمن از نظرم راز چرخ مخفی نیست کہ ہر چہ ہست در آئینۂ نگاہ منست

ایک مقام پر کچھ پتہ دیتے ہیں ؎

برہمن پند کسے جا نہ کند در دلِ من خود شوم ناصح و در گوش چو آواز افتم

بھائی اور اولاد

شگفتہ ہر طرف گلہائے لالہ گرفتہ بر کفِ عشرت پیالہ

با وصف تجسسِ بے پایاں کوشش فراوان ہمیں پتہ نہ لگا، کہ آپ کے حالات خانہ داری کیا تھے، یہ کس شاخ و شجر کے ثمر تھے، اور وہ کیسے تھے، افسوس کہ آپ کی شادی اور اولاد کے متعلق بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو (صاحب) ایک برہمن اپنے فنِ کمال سے سلطنتِ مغلیہ کا میر منشی منتخب ہو، اپنی عمر کا کثیر حصہ بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں گذارے، سالہا سال رکنِ سلطنت رہا ہو، امارت و ریاست کا مالک ہو، طرح طرح کی شاہی منازل تعمیر کرائے، کہا جا سکتا ہے، کہ وہ ضرور شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں گے، اور جب آپ کی سنیاس آشرم کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے، تو یہ نتیجہ بآسانی پیدا ہوتا ہے، کہ وہ صاحبِ اولادِ سعادتمند تھے، اگر نہ ہوتے، سنیاس آشرم میں داخل نہ ہوتے، اور جب اِس معاملہ میں اِن کے کلام سے گفتگو کی جاتی ہے، تو اُس کی "واہ" اور "آہ" آپ کے اہلِ درد اور صاحبِ اولاد ہونے کا پتہ دیتے ہیں، اگر برکتِ الٰہی شاملِ حال رہی، تو دوسرے ایڈیشن تک آپ کی پرائیویٹ لائف کی واقفیت کے خزانے پُر ہو جائیں گے،

تلاش و تحقیق کا سلسلہ جاری تھا، لیکن کُلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاکید اُس سے سخت تھی، اِس لئے وہ کاتبوں کے سپرد کی گئی، کہ اسی اثنا میں میرے معزز، علم دوست شفیق کرم قابلِ تعظیم منشی عبدالرحیم صاحب بسمل کرنالوی نے ایک بیش بہا جز نہایت تلاش و محنت سے رائے صاحب کی زندگی پر لکھا، اور یہ اُس وقت پہنچا، کہ جب مندرجہ بالا فقرہ لکھا جا چکا تھا، چونکہ فضلِ الٰہی اب کارِ خیر میں شاملِ تھا، اس لئے عین وقت پر یہ دلدوز کمی پوری ہو گئی،

رائے رایان کے قابل بھائی

حضرت بسمل پتہ دیتے ہیں کہ رائے صاحب کے حسب ذیل رقعہ سے ثابت ہے کہ آپ کے دو حقیقی بھائی رائے بھان اور اودے بھان تھے ملاحظہ ہو:-

از آنجا کہ فقر و سلوک آئین قدیم برہمنان است، فقیر فقیر بود و رائے بھان و اودے بھان کہ ہر دو برادر فقیر اند، قدم بر قدم بزرگان گذاشتند و رفتہ رفتہ سراز منزل ارباب جذبہ و حال کشیدند، و این برادر را بجہت ...... خدمتگاری و خبرداری خود در عالم تعلق گذاشتند"

اس مادی شہادت کی موجودگی میں کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں، یہ تحریر آپ کے خاندانی روایات و حکایات پر کامل روشنی ڈالتی ہے، رائے رایان شری منوجی مہاراج کی تقسیم[۱] زندگی کے احکام کے تتبع میں سنیاسی ہوئے، اور آپ کے دونو بھائی امور خانہ داری میں مصروف ہو گئے، غزل نمبر "حال سے باید" "سفال سے باید" جو دیوان میں درج ہے، وہ آپ نے اپنی اِن ہی دونوں بھائیوں کے نام لکھی ہے، برہمن اپنے بھائیوں کے حالات میں آگاہ فرماتے ہیں:-

"رائے بھان را ہوس آزادی در سر افتاد، بہوائے تعلق ساخت و اودے بھان بمقتضائے قابلیت و استعداد سرگرم نشاء روزگار شد، و تربیت در صحبت نتیجۃ الامراء عاقل خان یافت، چون خان مذکور بعین جوانی و کامرانی از جہان بے بقا و سرائے فانی بملک جاودانی شتافت، اودے بھان نیز از خمخانۂ حقیقت جام محبت داد، و بہ نشاء ابدی سرخوش گردانیدند، الحال بخانۂ اطوار این تعلق است"

دار الخلافہ آگرہ کے علما کی رائے

رائے رایان کے خاندان کا شہرۂ مدعا نویسی ایک دنیا پر سکہ بٹھا چکا تھا، چنانچہ آپ اپنے بھائی اودے بھان کو ایک خط میں اس طرح سے مسرور فرماتے ہیں:-

"روزے برروداۂ قلعۂ دولت خانہ دار الخلافۂ آگرہ بہ صحبت رفعت سرانداز خان کہ باب سخن را بسیار

[۱] سری منو مہاراج نے انسانی زندگی چار حصوں میں تقسیم کی اول برہمچریہ، دوم گرہستہ آشرم، سوم بان آشرم، چہارم سنیاس آشرم،

دوست میداروا نشستہ بود، "ملا نوری، خلیفہ شہباز در آں مجلس حاضر بودند، در سخن گوئی و فضائل و کمالات ضرب المثل اند، سخن از ہر باب بر زبان ما میرفت، چوں مذکور رفقای مذکور، مدعا نویس بمیاں آمد، یاراں سخن فہم نام کشنا را اودے بھان را بر زبان آوردند، دا زروئے انصاف نوبت سخن بفقیر گذاشتند۔"

چہار چمن کے خطوط

حضرت بسمل کی رہبری سے جو نسخہ چہار چمن کی سیر ہوئی، اپنے کتب خانہ میں تلاش کی دُھن سمائی، کارندوں کو لکھا کہ کتب خانہ چھان مارو، مگر افسوس کہ وہ کامیاب نہ ہوئے، دل نے کہا کہ چل تو ہی تلاش کر، شام پہنچا، اور پرانے صندوق کھولے، پہلے ہی صندوق سے قلمی چہار چمن ملا، خوشی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے، اس کے ملاحظہ سے گویا حسب کے خاندان کے حالات آئینہ ہو گئے، اُس میں جو تلاش کیا، وہی ملا، چمن اول ان کے حالاتِ ذاتی سے گلزار پایا، بہت سے خطوط اپنے والد بزرگوار اور دونوں بھائیوں کے نام لکھے ہیں، اور سب نصائح و پند سے قلمبند کئے گئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ پنڈت اودے بھان اچھی طرح خاص قابلیت رکھتے تھے، آپ کو اُن سے خاص اُنس تھا، وہی زیادہ تر اُن کی خدمت میں رہے، جو جو نکات اور ہدایات اپنے بھائیوں کو دیگئی ہیں، وہ ایک سرمایۂ حیات ہے، ان خطوط کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ راے رایان ہر وقت نصیحت دہی سے کام رکھتے تھے اپنی غزلیات روانہ کرتے تھے، اور رفاضلوں اور نکتہ سنجوں کے حالات سے اطلاع دیتے تھے، چونکہ خود خوشخط تھے، اس لئے خوشخطوں کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں،

اولاد

آپ کی متفرق تصانیف سے یہ امر متحقق ہو چکا کہ آپ کی شادی ہو چکی تھی، اور ایک لڑکا پنڈت بنج بھان بھی آپ کے عروج کے زمانہ میں فاضلوں سے تعلیم و تربیت پا چکا تھا، اس کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص انتظامات کئے گئے تھے، مگر اس صاحبزادہ کے متعلق اس سے زیادہ کوئی مادہ نہ ملا،

بیٹے کی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے بھائی اودے بھان سے مشورہ

دانا آدمی ہر وقت نیکی کا کام کرتا ہے،

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

ذرا دیکھنا کہ فرض شناس باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کس قدر غلطاں و پیچاں ہوتا ہے، اور پیچیدگی اس وجہ سے زیادہ ہو گئی تھی کہ اورنگ زیب کی نظیر نے بیٹوں کو باپ کا دشمنِ جان بنا دیا تھا۔ یہ نصیحت نامہ اورنگ زیب کے اخلاق و ادب پرادب کے تازیانے مارتا ہے۔

بر برادرِ اودے بھان معلوم برادرِ یگانہ باد، کہ اگرچہ لطفِ الٰہی شاملِ حالِ ہر بندہ است، و حکمتِ بالغۂ او در باب ہر کس ہرچہ مناسب دانستہ از پردۂ غیب بمنصۂ ظہور آوردہ می آرد، لیکن نظر بہ عالمِ صورت بر پدر لازم آمدہ است، کہ تربیتِ پسر نماید و بر پسر واجب گشتہ کہ مطیعِ پدر باشد، بالفعل آنچہ بر فقیر لازم است، آں را بہ نسبت فرزندے تیج بھان میخواہد کہ بعمل آورد و آنچہ لازمِ اوست، ان شاء اللہ تعالیٰ توفیقش از دے بفعل خواہد آمد، از جملہ شرائطِ تربیت شرطِ عمدہ آنست، کہ معلمِ دانا، صالح، خداشناس بہم بادر سانید۔"

آگے مشورہ دیتے ہیں:۔ کہ اگرچہ اس شہرِ جنت نظیر میں اربابِ فضل و کمال بیشمار ہیں، اگر اودے بھان نے مُلا عبدالکریم سے فیض پایا ہے، اب اُن پر حالتِ جذبہ و درویشی غالب ہے، اُن کے فرزندِ رشید کی بھی یہی حالت ہے، اِن بزرگوں کو ایسی حالت میں تیج بھان کی تعلیم و تربیت کیلئے تکلیف دینا ایک تکلیف ہے، مُلا شاہ محمد وہاں سے بہت دُور قیام رکھتے ہیں، اس لئے اس سال تیج بھان کا وہاں بھیجا جانا ممکن نہیں، مُلا سعد اللہ اور اُن کے بیٹے کو کہاں فرصت ہے کہ ان جز ریات میں اپنا وقت صرف کریں، اِس لئے یہی بہتر ہے کہ مُلا خان محمد اگر رضامند ہوں، اُن سے تعلیم جاری کرائی جائے، اودے بھان کو اطلاع دیتے ہیں:۔

برادر اودے بھان ہموارہ سرگرم نشاطِ سخن باشند۔۔۔ اتفاقاتِ روزگار در یں ایام فضیلت پناہ مُلا عاشق مشغولِ تعلیم فرزندے تیج بھان است"

شاگردانِ برہمن رائے رایان کے شاگردان کا حلقہ اس قدر وسیع تھا، جس قدر کہ اُن کا مطالعۂ کتب، اور وہ انہیں ایسا ہی عزیز جانتے تھے، جیسا کہ جاننا چاہئے، افسوس کہ ہمیں اُن کے نام و کلام کا پتہ نہ چلا، محض صورت سنگھ کے نام و نشان سے واقفیت ہوئی،

آپ کا وہ خط[۱] جو آپ نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے، اِس تحقیقات پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہے۔ اُس میں جہاں وہ اپنے مطالعہ کتب سے اُس کو آگاہ فرماتے ہیں وہاں لکھتے ہیں:۔

"تا آں کہ شروع در بہم رسانیدن دیوانِ ہا و مثنوی ہا بر در نسخہ بسیار بدست آوردہ، و بعد از مطالعہ .... بشاگردان داد"

آپ کا یہ علمی فیض آپ کی طبیعت کے عین موافق تھا۔ کسی مزید تحقیقات میں آپ کے شاگردوں کا نام اور کلام بھی مل جائے گا۔

برہمن کا چڑیا گھر

عام طور کہ نگاروں اور نقادانِ سخن نے اپنے ممدوح کے چال چلن، عادات و خصائل کا پتہ لگانے کے لئے یہ طریقہ بھی جائز سمجھا ہے کہ دیکھیں اُن کے ہیرو کے کلام میں کس کس اور کیسے کیسے جانوروں کا نام آیا ہے۔ چنانچہ اسی تقاضے پر بڑے فخر کے ساتھ یہ دعوے کیا جا رہا تھا کہ **خواجہ حافظ** کی زبان سے سگ کا لفظ کہیں نہیں نکلا، مگر **حالی** نے اُس کی تردید ثبوت کے ساتھ ضرور کی ہے۔

ہمیں بھی شوق پیدا ہوا کہ برہمن کا چڑیا گھر دیکھیں، تاکہ ہم بھی کوئی نکتہ حل کر سکیں، کیونکہ برہمن ادا فہمی اور نکتہ دانی کے بادشاہ تھے۔ ہم نے اِس ذوقِ تحقیق میں اُن کا تمام دیوان دیکھا، وہاں کتے اور سوروں کا تو کیا ذکر پانچ خاص جانوروں کے سوا کہ جو اُن کی عادات اور خواص ظاہر کرتے ہیں، اور کسی جانور کا نام نہیں آیا۔

پہلا جانور اُن کا پیارا بلبل ہے، جس سے اُن کی گویائی کی طرف اشارہ ہے۔ اُن سے سنئے

مانندِ غنچہ گرچہ خموشیم برہمن | لیکن پُر از نواست چو بلبل زبانِ ما

دوسرا "پروانہ" جو اُن کی صفتِ وفاداری اور قربانی و صدقِ عشقِ الٰہی ہیں اُس شمع رو پر جلا جاتا ہے۔ اُن کی یہ صفت دیکھئے۔

باشمع رُوئے دوست چو پروانہ ساختیم | چوں شمع سوختیم نہ افسانہ ساختیم

---

[۱] یہ مکمل خط صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیے "بہار سناسی"

لیکن اُس کی دوسری صفت سے اُنہیں سخت دشمنی ہے ؎

نہ چو "پروانہ" بیک شعلہ زپرواز افتم
گر بر آرند ز آتش رَدَم و باز اُفتم

اِن کا ٹھہرا رفیق راجپوت صفت "سمندر" ہے، ہم بیان نہیں کرسکتے کہ اُن کی ایسی صفت کس طرح ظاہر کریں، وہ خود بیان فرماتے ہیں، اور ساتھ ہی پروانہ کی صفت کی غلطی نکالتے ہیں ؎

ما چوں "سمندریم" بسوزیم شگفتیم
موقوف یک شرارہ آتش چو خس نہ ایم

چوتھی مگس ہے، اُس کی دو صفات ہیں، صفتِ ناقص سے متنفر ہیں، یہ کراہیت ملاحظہ ہو ؎

ما ریزہ چیں زخوانِ کساں چوں مگس نہ ایم
منت پذیر مائدہ ہیچکس نہ ایم

مگر اُس کی متجسسانہ و محنتی طبیعت کو شہد کی مکھی کی طرح کہ جو اصلیتِ حال کی عاشق ہے، اصل سے زیادہ پیاری سمجھتے ہیں،

پانچویں غیر حقیقت و ناچیز ہستی مورِ ضعیف ہے، جو عزر درونکات کو کاٹ کھاتی ہے، اور دنیا پر ہر جگہ ستائی جاتی ہے، وہ اِس دلآزاری سے ہمیشہ مجتنب رہے،

بآزارِ "مورے" نہ پائے
کے راہ خیر سوئے میں آزار

برہمن کے ترکِ تعلقات کی بدیہی مثال

بادشاہ سے چند جس قدر شعراء گذرے ہیں سب کے دیوانوں اور مثنویوں میں بادشاہِ وقت، وزراء اور با اختیار درباروں اُمراء کی جا و بیجا مدح سرائی کی جاکر اپنی غرض و غایت کا پتہ دیا گیا ہے، آپ اِن کا تمام دیوان دیکھ جائیے، اِن جنجالوں میں ایک شعر بھی پھنسا ہوا نہ ملے گا،

اولادِ معنوی اور علمائے صوری

زندہ ہے، وہ انسان، جو دُنیا میں نیک نشان اپنی یادگار چھوڑ گیا، خُدا کے فضل سے برہمن صاحب اولادِ معنوی بھی ہیں، اور اولاد بھی سعادتمند وہ ایک نہیں بلکہ کئی اور ایک سے ایک بڑھ کر علمی جوہر، ہر صنفِ سخن کا شاہ ہے، بے نظیر دوسرا ایسا فیاض کہ ہر طالب و جویان اُس کے فیضِ عام سے فیضیاب ہوتا ہے،

آپ کو آپ کا درباری علمی و ادبی انہماک کہاں فرصت دیتا تھا کہ آپ اپنے زورِ خیال کے مطابق کچھ لکھتے، طبیعت کی سحر پردازی دکھاتے، مگر پھر بھی آپ کا نام و کلام فارسی چمن کلام میں سرسبز و شاداب ہے، اور اُس گل و گلزار کی مہک سے دماغ عالم و عالمیان ہمہ وقت تا قیامِ دنیا معطر رہیگا۔ دیوان، مثنوی ہفت بحر، رباعیات، فردیات و ابیات، نمونۂ نثر آپ ملاحظہ فرمائیں گے، ان کی شمیم مضامین روح افزا ایسے نہیں کہ آپ کے دل و دماغ میں جگہ نہ دیں، دیگر تصانیف ہر باوجود تلاش نہ ملیں، مگر بعض کا پتہ مل گیا، قابلِ دریافت حصول ہیں، اہلِ شوق اگر جستجو رکھیں گے، تو سب کچھ مل جائے گا، اور وہ ملے گا جس کا کہیں نشان نہیں،

آج تک کسی مورخ نے رائے رایان کی اولادِ معنوی کی کوئی مکمل فرد نہیں لکھی، نہ تشریح کی، مگر حضرت بسمل کی سعی مشکور ہوئی آپ منشاتِ برہمن کے مالک ہیں، اور کرم خوردہ نسخہ محفوظ رکھتے ہیں، دیباچہ رائے رایان نے خود لکھا، اور اپنی اولادِ معنوی کی اس میں شناسائی بھی درج کی یہاں ہم وہ دیباچہ فخرِ مضمون بناتے ہیں، کہ اُس سے رائے رایان کی اولادِ معنوی کی تاریخی زندگی مستند ہو جاتی ہے۔

"ہر دو ایام دیوان غزلے و مثنوی با نسخۂ چند مثل گلدستہ چہار چمن و بدیع الانوار تحفۃ الانوار و تحفۃ الفصحا و مجمع الفقرا

ترتیب دادہ، ازاں ہنگامے کہ ایں نیاز مند قلم بدست گرفتہ، واقعاتِ متفرقہ در ہر باب خصوص در امورِ خیر نوشتہ، اگر

نقلِ آں را احاطہ مے نمود، نسخۂ علیحدہ ترتیب مے یافت"

اس اقتباس کی منظر ہود عبارت صاف پتہ دیتی ہے، کہ اس فہرست کے علاوہ آپ کے قلم معرفت سے اور بہت کچھ لکھا، سلسلۂ تلاش و شوق جاری ہوگیا، سب کچھ مل جائے گا۔

لہ انڈیا آفس لائبریری لندن کی فہرست کتب فارسی میں لکھا ہے:۔ "چندر بھان بٹیالہ پلالاہور کے تھے کہ جنہوں نے شاہجہان کے زمانہ میں بڑی ترقیات حاصل کیں، انجال مراۃ جہاں نما آپ نے ۱۰۶۸ھ میں انتقال فرمایا، دیگر مستند کتب آپ کی تاریخ وفات ۱۰۷۳ھ ظاہر کرتی ہیں، اُن کی تصانیف حسب ذیل ہیں، گلدستہ، منشات، چہار چمن، کارنامہ، تحفۃ الانوار، تحفۃ الفصحا، مجمع الفقرا" ولیم بیل مصنف اورینٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری میں برہمن کا وطن "پٹیالہ" لکھتا ہے، اور گلدستہ، تحفۃ الانوار، مجمع الفقرا، چہار چمن، منشات، دیوان، تصانیف برہمن شمار کراتا ہے، اور بیان کرتا ہے کہ "اپنے آقا کی معزولی کے بعد ملازمت سے مستعفی ہوکر بنارس چلے گئے، جہاں ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی انہوں نے آگرہ میں اپنی رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کیا تھا، جس کا اب نشان تک نہیں ملتا" صاحب کا یہ بیان تعمیرات آگرہ غلط ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۲،

رباعیات

یہ دیوان ہمارے کتب خانہ کا ہے اس کے آخر میں ۳۴ رباعیات ہیں، رائے سری رام صاحب کے دیوان میں ۶ رباعیات اور پائی گئیں، حضرت بسمل کرانوی نے رائے رایان کے کلام سے ۵ رباعیات اور ایسی نکالیں، جو ہمارے ہاں نہیں، بدیع الافکار تحفۃ الانوار سے جس قدر کلام مل سکا، وہ بھی ہم نے لے لیا، اور جہاں موقع دیکھا درج کر دیا، چنانچہ اب کل [illegible] رباعیات ہوگئیں، اور یہ سب درج کر دی گئیں، رباعیات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ رائے بڑی آسانی سے قائم کی جا سکتی ہے، کہ ان کا زیادہ حصہ سنیاس آشرم دھارن کرنے کے بعد بمقام کاشی جی سرمۂ چشم بصیرت عالمیان ہوا،

چہار چمن یا منشآت برہمن

رائے رایان نے اپنی تحریرات نثر کا ایک مختصر مجموعہ مرتب فرمایا، وہ چار جداگانہ ہونے اور سب کے لحاظ سے انشاء چہار چمن کہلایا، میرزا صاحب لکھتے ہیں:

"انشاء چندربھان چہار چمنی یعنی چار حصوں پر منقسم ہے، اور ہر حصے میں مختلف اشخاص اور نوابوں کے نام خطوط لکھے گئے ہیں، طرز عبارت خطوط اور مضامین خطوط نویسی لکھانے ہی کی خاطر نہیں لکھے گئے تھے، بلکہ جو خطوط وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہے، انہیں جمع کر دیا گیا ہے،...... ان مختلف خطوط سے جو حاکمان ملک اور نوابوں کے نام لکھے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ اس وقت بھی ایک آزادی کے ساتھ خط و کتابت ہوتی تھی، چمن مذکور میں فلسفیانہ اور صوفیانہ نکات بھی مؤثر پیرایہ میں لکھے گئے ہیں"

منشی سعید احمد[۵] پتہ دیتے ہیں:۔

"رائے چندربھان نے اپنے رقعات اور تحریرات کو خود جمع کر کے ایک مجموعۂ رنگین مرتب کیا ہے، منشی سیل چند لکھتے ہیں کہ انہوں نے انشاء پردازی میں علامی ابوالفضل کا تتبع کیا ہے"

پروفیسر آزر صاحب رائے قائم فرماتے ہیں:۔

"چہار چمن نہایت غور سے ملاحظہ کرنا چاہئے، اس میں رائے رایان کے حالات زندگی نہایت وضاحت سے

۵؎ رسالہ زمانہ کانپور بابت مئی و جون ۱۹۲۶ء

قلمبند کئے گئے ہیں، چمن اوّل اور دوم شاہجہان کی روزانہ مصروفیتوں کا ایک لاجواب بیان ہے، اور دربار کی عام کیفیت و حالات نہایت موثر پیرایہ میں لکھے ہیں، چمن چہارم انداز و نصائح کا گلزار کھلاتا ہے، اخلاق و ادب کا ایک بے خزاں گلدستہ ہے،

بہت سے مضامین اسی حصہ کلام سے لئے گئے ہیں، اور یہ انشاء ایسی بے بدل ہے کہ جو ہرگز گوشہ گمنامی میں نہ پڑی رہنی چاہئے، **کلیاتِ برہمن** حصہ نظم سے فراغت پانے کے بعد کلیاتِ نثر کے شائع کئے جانے کا انتظام ہوگا، خدا وہ دن جلد دکھائے،

بہ بہار الانوار، تحفۃ الانوار، تحفۃ الفصحیٰ، مجمع الفقراء، سفرنامہ کابل، سفرنامہ ایران، اور کارنامہ نایاب ہیں، اور ممکن ہے کہ حضرت **آذر** کے ہاتھ لگ جائیں، اس لئے اب اُن پر کچھ نہیں لکھا جا سکتا، افسوس کہ اب اُن کا محض نام باقی ہے، اور مطالعہ نصیب نہیں ہو سکتا، **برہمن**

ز دیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زباں باقیست — غمے کہ بود دریں سینۂ مجہاں باقیست

رائے رایان کا کلامِ نظم کئی جلدوں میں چاہئے

انشائے **چہار چمن** میں رائے رایان کا ایک واقعاتی خط **سعد اللہ خان** وزیر اعظم کے نام پایا جاتا ہے، جس میں آپ لکھتے ہیں :-

"ہر روز غزلِ تازہ از نظرِ کیمیا اثر افضل خان مغفرت نشان گذرانیدہ"

آپ کی اِس تحریر سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ ہر روز تازہ غزل لکھتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ **سعد اللہ خان** کی وزارت چھبیس نہیں بیس سال تک رہی، اِس حساب سے آپ کی غزلیات کی تعداد ہزاروں تک پہنچنی چاہئے، مگر دیوان موجودہ میں گنتی کی غزلیات ہیں، اِس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کے دیوان کی کئی جلدیں ہوں گی، اب تک کچھ پتہ نہیں چلا،

سعادت مند اولاد کی گوشہ گیری اور ناچوشی

عاقبت از منزلِ مقصود می یابد نشاں ؛ ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست

مورخین نے اولادِ معنوی کی تفصیل آپ کے **چہار چمن** (چمن دوم) سے لی ہے، ذاتی تلاش و تحقیق کی سر دردی نہیں فرمائی اور یہ

ظاہر ہے کہ چمن دوم کی یہ تحریر اُن کی کوئی آخری تحریر نہیں، یہ محض بادشاہ و اُمراء کے خطوط مرتب کرتے وقت اُس کا ایک تمہیدی نوٹ ہے۔ ایک ایسے صاحبِ قلم کی تصانیف کی یہ تفصیل کہ جو آغازِ جوانی سے قبل ہی تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف و منہمک ہو گیا ہو، ہمیں تجسس مزید کے لئے اُبھار رہی تھی،

زمانہ کی ناقدردانی اور انقلاب سے بڑے بڑے کتب خانہ برباد ہوئے، حتیٰ کہ کتبِ مقدسہ کہ جو لاکھوں برس اِس سے فیضِ عالم کو فیض پہنچاتی رہیں کُل آج تک دستیاب نہیں ہوئیں، تو پھر **رائے رایان** کی کُل تصانیف کس طرح مل سکتی ہیں، آپ کا پرائیوٹ کتب خانہ **لاہور و آگرہ** تھا، آپ کے بعد پنڈت **اُودے بھان** آپ کا قابل بھائی تھا، اور آپ کا بیٹا پنڈت **تیج بھان** بھی صاحبِ علم تھا، یہ خیال کیا جا سکتا ہے، کہ ان ہر دو نے آپ کی لائبریری کی ضرور حفاظت کی ہوگی، مگر اس کے آگے کا سراغ نہیں چلتا، نہ ہمیں اب اِس قدر فرصت و مہلت ہے، کہ ہم **کلیاتِ برہمن** کی ترتیب کا کام چھوڑ کر اُس کی تلاش میں مصروف ہو جائیں، **لاہور** میں حضرت **آذر** سے ملاقات کا موقع ملا، تو آپ نے فرمایا کہ **رائے رایان** کے کُتب خانہ کی عجیب کیفیت ہوئی، کچھ حصّہ کسی نالائق کے ہاتھ پڑا، جس نے دنوں میں ضائع کر دیا، پھر مجھے پتہ لگا جو بچا خرید لایا، اُس انبار میں سے ایک بیاض ملا، جس کی آخری تحریر "دست دیپ بسیا کھ روز پنجشنبہ شہر محرم الحرام سمت ۱۸۰۱ راجہ بکرما جیت" کی ہے، اِس پر ایک جگہ یہ عبارت درج ہے:-

"ایں بیاض بدستخط چاپ چامپ جی رام ملک گنز دل ہر کہ باشی است در حین حیات بندہ ملکھپت رائے بجہ خواندن بخشیدند"

طغرائے شاہجہان کا ترجمہ

جب ہم نے اُسے دیکھا، تو اُس میں چار قسم کی جدا جدا تصانیف پائی گئیں، کُل مضمون نہایت خوشخط جلی تقطیع کے ۴۷ اوراق پر لکھا دیکھا، اُس کے خاتمہ پر عبارتِ ذیل غیر قلم کی لکھی پائی:-

"ایں نسخۂ طغرائے شاہجہان بادشاہ تصنیف رائے چندربھان برہمن در حق و ملکیت ملکھپت رائے ولد

ملک روشن رائے ابنائے جادو رائے قوم ہمکن قانونگو پنجاب سیداں ڈنکو پورہ ونور دوآبہ بندۂ

پادشاہی است"

جس سے معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ ان کے دوست **ملک پھاگ مل** کی اولاد کے قبضہ میں آیا، اس کتاب کی تحریر سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے، کہ یہ تحریر بھی کسی اعلیٰ منشی کی لکھی ہوئی ہے، جو نہ فقط خوشخط تھا، بلکہ صحیح نویس اور ممکن ہے کہ اس کی کتابت **رائے رایان** کی زیرِ نگرانی ہوئی ہو،

ہم نے یہ بیاض اُن سے عاریتاً حاصل کیا، آغاز ملاحظہ ہو۔

"طلوعِ آفتاب جہاں افروز سلطنت از مطلعِ دولت و اقبال یعنی" جہرۂ درشن مبارک بادشاہ کام بخش فیضِ سال بعد از طلوعِ نعمت خاصہ مطابق قاعدۂ قدیم دولتِ عظیم و خلافتِ کبریٰ جانب جہرۂ درشن مبارکہ در دارالخلافہ شاہجہان آباد، مستقر الخلافہ اکبر آباد، و دارالسلطنت لاہور مشرف بردر یاست الخ

خاتمہ اس فقرہ پر ہوا ہے۔

"و ہم چنیں ہنگامۂ آتش بازی گرم مے شود کہ شرارۂ آں ستارہ وار سر بآسمان مے کشد و صدائے آں زمین و زمان می پیچد"

اُس تحریر سے کہ جس میں اس کا اور اُس کے مصنف کا نام درج ہے، طرزِ نگارش اور مضمون پر غور کرنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ بھی **رائے رایان** کی تصنیف ہے، اس کی نسبت کسی مورخ نے ذکر تک نہیں کیا، حالانکہ شاہجہانی عہد پر یہ بہترین کتاب ہے، اور لاجواب

آں مشکلے کہ پیش نظر بود برہمن از ناز یک ادائے غمزہ بابیا تمام شد

غلط دیوانوں کی پریشانیاں، مُصحّحانِ مضامین کی غلط جدت آرائیاں، اصلی دیوان ملنے پر دُور ہوگئیں، دیگر تصانیف مشہورہ و مستورہ کی دستیابی زاید از امید و آرزو ہے، یہ سب کچھ صدقِ ارادت کا نتیجہ ہے، "اس بزمِ نظم" کی تنظیم ہوتے ہی بہار "بزمِ نثر" کے آراستہ کرنے کی نوید سنائی جائے گی، اور کیا تعجب ہے کہ اس کے

اِس خدمت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی !!

اشاعت پا جانے پر اطرافِ ملک سے آپ کی اُور تصانیف مل جائیں اگر مصروفیت کی موافقت کے ساتھ اوقات کی مساعدت رہی، تو آپ کی اولادِ معنوی تا ہنوز کا دن بھی سر پر کھڑا ہے، کیونکہ ساتھ کے ساتھ ان کی بھی ترتیب ہو رہی ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں برہمن کی روحانی امداد شامل ہے، ورنہ کہاں ہم اور ہماری قابلیت اور کہاں برہمن اور اُن کی گم کردہ فضیلت۔

جادو ناتھ سرکار، تصانیفِ برہمن پر

جادو ناتھ سرکار مشہور مؤرخ "تاریخی خدمات کے لئے ملک سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، دورِ حاضرہ کا مورخ محقق رائے رایان کی علمی خدمات سے کیونکر محروم رہ سکتا تھا۔ آپ نے سلطنتِ مغلیہ کی ایک مفصل تاریخ مرتب کی جہاں اس کا ماخذ دیگر مواد تھے، وہاں قابل مورخ نے رائے رایان کی تصانیف سے فائدہ اُٹھا کر حسبِ ذیل الفاظ میں اُن کا ذکر کیا ہے:۔

"منشی چندربھان میر منشی شاہجہاں کی کتاب چہار چمن برہمن، شاہجہان اور اورنگ زیب کے دربار کے وزراء کے حالات پر صحیح روشنی ڈالتی ہے، اور خصوصاً اورنگ زیب کے عہد سلطنت کے تفصیلی واقعات سے پُر ہے۔ اُس میں صوبہ جات و بلاد کی ایسی تشریح درج ہے کہ جس سے بڑی مدد ملی اُن کے خطوط اور سوانح عمری وغیرہ سے بھی سب واقفیت حاصل ہوتی۔"

مسٹر عبد اللطیف مصنفِ تاریخِ لاہور

مسٹر موصوف نے لاہور کی تاریخ انگریزی میں لکھی ہے، اُس کے صفحہ ۱۲ پر بہ نمبر ۱۰ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"چندربھان لاہور کے رہنے والے تھے، کہ جن کی لٹریری خدمات نہایت اعلیٰ ہیں، انہوں نے اپنے تخلص کے نام سے ایک دیوان مرتب کیا ہے، نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:۔

چشم تا برہم زدی انجام شد آغازِ عمر
طے شد ایں رہ آں چناں کاو از پائے برنخاست

ان سوانح نگاروں کے ادھورے بیانات کے بعد اب ہم فارسی کے تذکرہ نگاروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ذرا اُن کے فرائض وقائع نگاری کی دیانتداری ملاحظہ ہو:۔

مورخین تاریخ شعرائے فارسی اور تذکرہ برہمن

بیا بدائرۂ امتحان عشق ببیں ؛ نشانِ راستی از قامتِ خمیدۂ ما
جن صاحبان نے **آزاد** دہلوی کی **آبحیات** سے اپنا دماغ تازہ کیا ہے، انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے، کہ **ملا عبدالقادر بدایونی** تعصب کی آگ سے ہر وقت جلتا رہتا تھا، آزاد فیضی کے حال میں اِس کے حال پر اِس طرح سے افسوس فرماتے ہیں:۔

"ملا صاحب کی تاریخ کو دیکھ کر افسوس آتا ہے، کہ جس کے باپ سے فیضِ تعلیم پایا، اُسی کے مذہب و اعتقاد پر ٹوکرے بھر بھر کر خاک ڈالی، بات یہ ہے کہ جب ایک مطلوب پر دو طالبوں کے شوق ٹکراتے ہیں، تو ایسے ہی شرارے اُڑتے ہیں، . . . لیکن حق یہی ہے، کہ اُن کی روز افزوں ترقی دمبدم کی قربت ملا صاحب دیکھی نہ جاتی تھی، اس لئے بگڑتے تھے، اور تڑپتے تھے، اور جس رستے سے جگہ پاتے تھے، بخارات نکالتے تھے روئے حسد سیاہ۔"

فرشتہ خصلت قابلِ تعظیم آزاد ان آلِ تیمور کے مورخوں کی، **قتلِ ابوالفضل** کے سلسلہ میں بالفاظ ذیل قدر و ہمت کا اندازہ لگاتے ہیں:۔

"ہندوستان کے مورخ آخر ان ہی بادشاہوں کی رعایا تھے، بے رعایت حال لکھتے تو بیچارے رہتے کہاں، فرشتہ اس واقعہ کی نسبت فقط اتنا لکھتا ہے، کہ ابوالفضل کو رستہ میں مار ڈالا، اور یہ لکھنا اُس کا بیجا نہ تھا، دیکھ لو، فقط حقیقت نویسی کے جرم میں ملا عبدالقادر کے گھر اور اُن کے بیٹے پر جہانگیر کے ہاتھوں کیا آفت گذری اور خود زندہ ہوتا تو خدا جانے کیا حال ہوتا"

ملا مذکور کی تاریخ کی ضبطی اور اُس کے خاندان کی تباہی کے حال میں آلِ تیمور کے مورخان کی بے وقعتی ذہن نشین فرماتے ہیں:۔

"بادشاہ کی اِس خفگی کی شہرت عام ہو گئی تھی، اس لئے قاسم، شیخ نور الحق (ولد عبدالحق محدث دہلوی) اور مولف تاریخ زبدۃ تین مورخ جہانگیری عہد میں تاریخ لکھ رہے تھے، کسی نے اِس ذکر سے قلم کو آشنا نہیں کیا"

بدایونی کی تاریخ پر یہ ریمارک ہے:۔

"اور یہی رشک تھا جو ہمیشہ تیزاب بلکہ زہریلے الفاظ بن کر اُن کے قلم سے ٹپکتا تھا'...ملا صاحب کی طبیعت ایسی واقع ہوئی تھی کہ کسی سے میل نہ کھاتی تھی، دینداری فقط بہانہ تھا'...مگر یہ بھی کہتا ہوں کہ ملا صاحب نے (اکبر کے حالات) انہیں بڑے اور بدنما موقعوں پر ترتیب دے کر دکھایا ہے"

ابوالفیض فیضی کی شاعری اور قابلیت کا اہلِ اسلام میں جواب نہیں، مگر ملا مذکور حسد سے جو لکھتا ہے، آزاد اُس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔

"ٹھیک چالیس برس تک شعر کہتا رہا، مگر سب بے ٹھیک استخوان بندی خاصی، مگر بے مغز' اور سراپا بے مزہ' رادیٔ سطحیات و فخریات و کفریات میں مشہور سلیقہ رکھتا تھا، لیکن ذوقِ حقیقت و معرفت اور چاشنیٔ روحانی و عرفانی اور قبول خاطر خدا نہ کرے، باوجود دیکھ دیوان اور مثنوی میں ۲۰ ہزار سے زیادہ شعر ہیں، مگر اُس کی بجھی ہوئی طبیعت کی طرح ایک بیت میں بھی شعلہ نہیں، مطرودی اور مردودی کے سبب سے کسی نے اُس کلام کی ہوس نہ کی، برخلاف اور ادنیٰ شاعروں کے ؎

شعرے کہ بود ز نکتہ سادہ	ماند ہمہ عمر یک سوادہ

اور عجیب تر یہ ہے کہ ان چھوٹے موٹے ڈھکوسلوں کے نقل کرنے میں بڑی بڑی رقمیں تنخواہوں میں خرچ کیں، اور لکھوا لکھوا کر دوست آشناؤں کو دور و نزدیک بھیجے، کسی نے کبھی دوبارہ نہ دیکھا ؎

شعر تو گرز حرمت مترا لوحنت	کز گوشہ خانہ میل بیرون نکند

ملا صاحب جو چاہیں فرمائیں، اب دونوں عالم آخرت میں ہیں، آپس میں سمجھ لیں گے، تم اپنی فکر کرو، وہاں تمہارے اعمال سے سوال ہوگا'.......اتنا تو پھر بھی کہوں گا، کہ نل و دمن ہر کتب فروش کی دکان پر ملتی ہے"

آزاد نیک نہاد چغتائی مورخوں کا ہمایوں کے حال میں اس طرح سے رونا روتے ہیں:۔

تمام مورخ ہمایوں کے حال کو مُسکب الفاظ اور سخت عبارتوں میں ادا کرتے ہیں، لیکن اُس کی لیاقت اور ترقی کی رفتار میں قلم کو کھینچ کر تعریف کے میدان میں لاتے ہیں'...ہندوستان میں جو مورخ گذرے

چغتائی نمک خوار تھے' اس لئے اُن کے لکھنے پر پورا اعتبار نہیں"

ہم نے مندرجہ بالا اقتباسات 'چوتی' کے اسلامی مورخ کی مستند تاریخ سے لئے ہیں' اور محض اِس وجہ سے کہ رائے رایان کے حاسد مورخین کے مداحوں کو خود اُن ہی کے ہم قوم بزرگان سے اُنکی اصلیت جتائیں معتقد دامِ تعصب **غلام علی آزاد** اپنی بے ثمر **سرو آزاد** میں اپنے تعصبِ باطنی کے تقاضے پر رائے رایان کا ذکر ہی قلم انداز کر گیا' **محمد افضل سرخوش** اپنی **کلمات الشعرا** میں اپنے ایسے ہی تعصب سے **برہمن** کے حال پر چند سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکا' **میر حسین** دولت سنبھلی اپنے **تذکرہ حسینی** میں یہی خاک اڑاتا نظر آتا ہے'

روئے حسد سیاہ مصرعہ قیاس کُن زگلستانِ من بہار مرا' جب عہدِ آل تیمور کے ایمان فروش متعصب مورخوں کی بازارِ صداقت میں یہ قدر و قیمت ہے' تو پھر ایسی حالت میں رائے رایان کے مزید حالات کی جستجو و تحقیق کے لئے مورخین شعرائے تاریخ فارسی کی تاریخیں تلاش کرنا' اور اُن میں سے کسی سچے واقعہ کے اندراج کا خیال لانا' "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مضمون تھا' کیونکہ انہیں شاہجہانی' دارائی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایک ہندی خصوصاً برہمن کا اپنے اعلٰے خداداد علم و عمل کی رہبری سے منصبِ اعلیٰ پر فائز ہونا' اور بموجودگی علمائے ہمقوم' ایران و توران' کابل' ہندوستان برہمن کا ہر جلوت و خلوت' حضر و سفر میں اپنا طنطنۂ استادی بلند کرنا' قدر دانی سے مالا مال ہونا' اور بآوازِ بلند سب کو یہ سنانا ؎

برہمن لب فرو بستم و گرنہ در سخن گوئی ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

کب گوارا اور پسندِ خاطر ہو سکتا تھا' بلکہ وہ تعصب کے پتلے' قومی غدار' ننگِ قوم و ملت' برہمن کی علمیت و فضیلت پر حرف لانے کے لئے مذاقِ شہنشاہی پر بھی ہر وقت زبانیں دراز کرتے رہتے تھے' کیدر صفت شپرہ چشم **شیر خان** لودی مصنف **مراۃ الخیال** کی مکدر و متعفن قابلِ ملامت بلند پروازی اُنکی تمام خباثت کا اُس کے ان الفاظ میں نوحہ پڑھتی ہے'۔

"عجب کہ شہزادۂ دارا شکوہ' باآں ہمت مستعدان کہ در عرصۂ روزگار برنگ آفرینی الفاظِ آبدار صفحۂ خاطر

ارباب دانش را چوں شفق ہائے موسم بہار بہزا رنگ مشلون مے ساختند، خاطر مبارک بسخن مادہ اش فرد وآوردہ بود، ایں معنی خالی از دو چیز نبودہ باشد، یا مذاق شہزادہ بہمہ طرز آشنائی داشت، یا آوبرزر طالع بدیں پایہ رسید،

پروفیسر آذر ہمارے برادرِ مکرم اسلامی روح یا اگر وہ بُرا نہ مانیں سچے ہندو، مولوی سراج الدین صاحب ایم اے، ایم، او، ایل، **آذر** پرنسپل **اسلامیہ کالج لاہور** نے محض اپنے ذوقِ سخن وسخندانی سے آلِ تیمور کی اُن تاریخوں پر کامل عبور کیا، کہ جن کی نسبت قیاس تھا کہ رائے رایان کا تذکرہ اُن میں ضرور ملے گا، شوقِ تحقیق بھی ایک جنون ہے، بحالت بیماری و نقاہت آپ نے اپنے اُس خارستانِ تعصب میں بے محابہ قدم رکھا، کہ جہاں سوائے ذاتیات و مُلّائی کلمات کی گرد و روئیدگی کے اور کوئی چیز پیدا ہی نہیں ہوئی،

ہمیں اُن کی محنت و نتیجۂ محنت پر آپ کی شکرگذاری کا موقع ہی نہیں ملا، بلکہ ممدوح کے اُس اعلیٰ ظرف کے نقش کا امتحان بھی ہو گیا، کہ جو ہماری پہلی ہی ملاقات میں ہمارے دل پر منقش ہوا تھا،

وہ نقش ایسے ہیں، کہ جو **کلیاتِ برہمن** کی لوح پر نورِ محمدی کی طرح جلوہ ریز ہیں، پڑھیئے:-

نقشِ اوّل :- "یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ **غلام علی آزاد** نے اپنی **سروِ آزاد** میں **برہمن** کا ذکر تک نہیں کیا، اُس کا برہمن کی سی قابل شخصیت کے حالات ایسی ضخیم و حجیم کتاب میں نہ لکھنا، صریح اِس امر کی دلیل ہے، کہ وہ متعصب تھا"

نقشِ دوم :- "محمد افضل سرخوش نے اپنی **کلمات الشعراء** میں کہ جو ۱۰۹۳ھ میں مرتب کی ہے، چندربھان کی نسبت چند سطور سے زیادہ نہیں لکھا، اور اُس کا نمونۂ کلام بھی حسبِ معمول نہیں دیا، اُس نے بھی اِس شاعر کے حالات لکھنے میں تعصب سے کام لیا ہے"

نقشِ سوم :- "تمام تذکرہ نویسوں نے **شیر خان** کی تصنیف **تذکرہ حسینی** سے سرقہ کیا ہے، گو لفظ بلفظ نقل کی ہے، مگر اُس کا حوالہ تک نہیں دیا"

نقشِ چہارم :- تذکرہ حسینی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "گو اس کا بیان سرخوش کے

بیان سے مختلف ہے، جو مجھے بادلیل معلوم ہوتا ہے، لیکن اُس نے کسی سند کا حوالہ نہیں دیا، سرخوش نے اپنا تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں اور حسینی نے ۱۱۴۳ھ میں لکھا ہے، تاریخی نکتہ خیال سے سرخوش کا بیان اُس وقت تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے، جب تک اُس کے خلاف کوئی اور مستند بیان اُس کی تردید نہ کرے۔

مورخوں کا رطب و یابس

ہماری وقائع نگاری کی ایمانداری کا تقاضہ ہے، کہ ہم بلا لحاظ اِس امر کے کہ اُن اشخاص نے برہمن کی نسبت اچھا لکھا یا بُرا، صحیح لکھا یا غلط اُسے "زندگانی برہمن" میں جگہ دیں اور نقادی کا حق اہلِ انصاف پر چھوڑ دیں،

تذکرۂ حسینی کی سیاہ باطنی

برہمن از سخنۂ اکبر آباد است...... روزے شاہزادہ (دارا شکوہ) در عین غسلخانہ مستعدانِ ہفت اقلیم بود، بعرض بادشاہ میرساند، کہ دریں ولا از منشی چندربھان طرفہ شعرے سرزدہ است، اگر حکم شود، بحضور آمدہ بخواند، دریں معنی شہزادہ را ترقی او ملحوظ بود، (کس قدر رکیک اور پوچ خیال ہے) بادشاہ باحضارش حکم داد، چوں حاضر شد، بادشاہ فرمود۔ دریں روز ہا شعرے کہ بابا از تو پسند کردہ، بخواں برہمن ایں بیت برخواند؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار　　بکعبہ رفتم و بازش برہمن آوردم

بادشاہِ دیں پناہ از استماعِ ایں بیت برآشفت و آستیں ہا برمالیدہ گفت، کسے مے تواند کہ جوابِ ایں کافر میرساند، افضل خان کہ از امرائے معروف (ناقہم اس قدر بھی نہیں جانتا کہ خان موصوف وزیرِ اعظم تھے) و بحاضر جوابی موصوف بود، پیش آمدہ معروض داشت، کہ حضرت شیخ سعدی از غیب دانی تا چہار صد سال پیشتر در ردِ ایں گفتہ: خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود، چوں بیاید ہنوز خر باشد،

خاطرِ بادشاہ بشگفت و گفت، کہ اگر ایں قسم جواب نمے رسید، از غصۂ امروز ہلاک مے شدم، و خانِ مذکور را انعام ہا فرمود، شاہزادہ را منع نمود، ایں چنیں مزخرافات را دیگر بحضور نیاورد، و برہمن را از غسلخانہ بیروں کردند، بعد قتلِ دارا شکوہ ترکِ روزگار گزیدہ، گفتہ "بشہر بنارس رفتہ موافق آئینِ خود پرستش ایزد بسر برد، تا در سال ہزار و ہفتاد و سہ ہجری فنا گردید"

اِس دروغ بافِ فنا شدہ کی دروغ بافی اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے، کہ برہمن اِس معرکہ

کے بعد بہت عرصہ تک خود شاہجہان اور اورنگ زیب کے میر منشی رہے، جیسے یہ خود مانتا ہے کہ دارا شکوہ کے قتل کے بعد ملازمت ترک کر لی، اس دروغ بافی پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے،

کلمات الشعراکی بدکلامی

چندربھان برہمن درست طبع داشت، شعر بطور قدما وصاف میگفت و در ہندوان غنیمت بودہ، دیوانے ترتیب دادہ، در منشی گری نیز سلیقہ تمام داشت، از پیشگاہِ خلافت وجہاں بانی بحکمِ شعر خوانی شد، ایں بیت برخواند ؎

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار — بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

شاہجہان بادشاہ دین پناہ برآشفت و فرمود، کہ بدبخت سخت کافر مرتد است (کہ در واقعہ اور شاہجہان کی سخن فہمی پر سخت افسوس ہے، کہ اس کلام پر کافر مطلق کا فتویٰ صادر کیا گیا) بایدش کشت "افضل خان" بعرض رسانید، کہ ایں بیت شیخ سعدی مناسب حال ایں است ؎

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود — چوں بیاید ہنوز خر باشد

بادشاہ تبسم کرد، و بطریق دیگر مشغول گشت، ایں رانُد داز دیوان خاص بیرون نمودند، ایں بیت بنام او مشہور است ؎

بہ بیں کرامتِ بت خانۂ مرا اے شیخ — کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

محمد علی ماہر روزے از و پرسید کہ ایں شعر از شما است، گفت شاید گفتہ باشم، بخاطر نیست"

(وقت خوب ٹلایا)

پروفیسر آذر برہمن پر

ان تاریخی حالات کے جمع کرنے کے بعد پروفیسر آذر نے چہار چمن اور دیگر معتبر ذرائع سے رائے رایان کے حالات پر ایک مضمون لکھا فرمایا ہے، پاک دل کے پاک وصاف الفاظ یہ ہیں :-

"چندربھان پنجاب کے برہمن دھرم داس کے بیٹے تھے، اور لاہور پیدا ہوئے تھے، جہاں انہوں نے ملا عبدالکریم سے تعلیم و تربیت پائی، پھر افضل خان معروف ملا شکر اللہ شیرازی کے میر منشی و معتمد ہو گئے، جو شاہجہان کے جلوس اول میں وزیر کل ہو گئے تھے، وہ اپنے مربی قدردان کی وفات (۱۰۴۸ھ) کے بعد

ملازمتِ شاہی میں داخل ہوئے، اور "وقائع نویسِ حضور" مقرر ہوئے، اور انہیں یہ اعزاز ملا کہ شاہجہان کے دورہ میں ساتھ رہ کر دربارِ شاہی کے واقعات روزانہ قلم بند کریں، عملِ صالح میں انہیں اس عہد کے مشہور شاعروں اور انشا پردازوں میں شمار کیا گیا ہے، مجھے مرآۃ الخیال سے یہ پتہ بھی لگا ہے کہ دوداراشکوہ نے اپنے میرمنشی بنائے تھے، کہ جن کے اُن کی شاعری کی نسبت اعلیٰ خیالات تھے، اُن کے قتل کئے جانے کے بعد وہ مستعفی ہو کر بنارس چلے گئے، جہاں ۱۰۷۳ھ میں انتقال فرمایا"

آئینہ مکدر مرآۃ الخیال

چندربھان زنار دار از سکنۂ اکبرآباد بود، برہمن تخلص میکرد، و خالی از وارستگی نبود، و در سرکارِ شاہ بلند اقبال سلطان داراشکوہ عنوانِ منشی گری داشت، و بدستآویزِ چرب زبانی، بدولت ہمزبانی رسیدہ بود، و نظم و نثر پسندِ خاطرِ شہزادہ اُفتاد، از تصنیفاتش نسخۂ چہارچمن بر مطلب نویسی و سادگیٔ عباراتِ وے گواہی میدہد، و قماشِ نظمش نیز پوشیدہ نیست، عجب کہ شاہزادہ بآں ہمت مستعدان کہ در عرصۂ روزگار رنگ آفرینیٔ الفاظِ آبدار صفحۂ خاطرِ ارباب دانش را چوں شفق ہائے موسمِ بہار بہزار رنگ مسلون مے ساختند، خاطرِ مبارک بسخن مادہ اش فرود آوردہ بود، این

معنی خالی از دو چیز نبودہ باشد، یا مذاقِ شہزادہ بہمہ طرزِ آشنائی داشت، یا او نیز در طالع بدیں پایہ رسید گویند نوبتے داراشکوہ را یکے از بانش لغایت مطبوع اُفتاد، درروزے در غسلخانہ کہ مجمع مستعدانِ ہفت اقلیم بود، بعرض صاحبقرانی رسیدند، کہ دریں ولا طرفہ شعرے از چندربھان برہمن سرزدہ است، اگر حکم شود، بحضور آمدہ بخواند، و دریں معنی شاہزادہ را اظہار استعداد ترقیٔ وے ملحوظِ نظر بود، بادشاہ باحضارش حکم خاص نمود، چوں حاضر شد فرمود کہ دریں ایام شعرے کہ بآیا از تو پسند کردہ است، بخواں چندربھان این بیت بخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

بادشاہ متشرع دیندار از استماعِ آں برآشفت، آستین بارا برمالید، و گفت کسے میتواند کہ جواب ایں کافر برساند، از اُمرائے عظام افضل خان کہ بحاضر جوابی موصوف بود، پیش آمدہ گفت، اگر حکم شود، از شعر استاد، جواب رسانم، بادشاہ اشارہ کرد، افضل خان ایں بیت حضرت شیخ را کہ از غیب دانی ملنے

چہار صد سال وررد ستے آں مردود دمردود دو سروں کو مردود سمجھتا ہے، اپنی مردودی و شیطانی کا خیال نہیں لاتا) گفتہ بود کہ اند،

نحو علیٰ اگر نکہ رد د — چوں بیاید ہنوز خر باشد

خاطر مبارک بادشاہ بشگفت، و شکر بجا آورد، گفت و رتصرفات دین محمدی بود، کہ ایں قسم جواب رسید، ورنہ من از غصہ ہلاک مے شدم، افضل خان را انعام ہا فرمودہ، و شہزادہ را منع کرد، کہ بار دیگر چنیں مزخرفات را بحضور نیارد، و چندر بھان را مخلی نہ بیروں کردند، بہرحال موسوم اہ بعد از قتل داراشکوہ ترکِ نوکری نمودہ بشہر بنارس رفت و در آنجا براہ و رسم خویش مشغول مے بود، تا آنکہ فی سنہ احسن الف و ثلث و سبعین (۱۰۷۳ھ) در آتشکدہ فنا خاکستر گردید (آپ اور آپ کے جدِ بزرگوار تو شاید آتش کدہ فنا کی خاکستر نہ ہوئے ہوں گے، لعنت ہے لعنتی کی اس وقائع نگاری پر) راقم الحروف ایں غزل را در تمام دیوانش انتخاب زدہ" (اگر یہ مردود جہنمی آتشکدہ فنا کی خاک نہ ہوئی ہوتی بات جب بھی)

اس سے آگے آپ کی غزل نمبر ۳ بطور انتخاب درج کی ہے، اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ آپ نے کل دیوان ملاحظہ کیا، کیونکہ تعصب و حسد اس آزادی کی کب اجازت دیتا ہے،

شمع انجمن کی تاریکی

برہمن چندر بھان، زنار دار ساکن آگرہ خالی از وارستگی نبود، . . . . . . وفات ۱۰۷۳ھ (اس کے آگے مرآۃ الخیال کی تمام عبارت نقل کی گئی ہے، بلکہ سرقہ ہے) ایک نے بکواس مارا، اور وہی سب کا وظیفہ بن گیا،

سرخوش کی خوش گپیاں

مکالمہ محمد افضل سرخوش با محمد علی ماہر: چوں فقیر (سرخوش) بخدمت آورفت، فرمود کہ شما پیش حکیم چرا گفتند، کہ شاگردِ ماہرم، برائے شما خوب بنسبت، و مرا خود فخر است، کہ چوں تو شاگرد داشتہ باشم، جمیع فکر بلند ہستند، کہ مرا و شعر مرا در خاطر مے آرند، شاگردِ مرا در نظر ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود، شعرا شاگرد خدا اند میاں ناصر علی مے فرمود، در کار طبع ایں جوان حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد، برہمن پسر سے مقبول فکر سخن مے کرد، روزے پیش نواب سعد اللہ خان ایں بیت از زادہ ہائے طبع خود بر خواندند، ؎

زمیدانِ سخن گوئے سخن بُرد	برہمن زادۂ از دَودِ برہمن

نواب خندہ کردہ در ایں اثنا میر محمد علی ماہر رسید، فرمود کہ بشنوید، برہمن زادۂ دودِ برہمن چہ مے گوید، برہمن یکے از ہندوان بشیتر بود، دومی چندربھان تخلص مے کرد، چنانچہ گویا و جویا دو برادر بودند در کشمیر روزے بشاہ ماہر گفتند بہ بینید ہر دو نام و تخلص طالب، کلیم راچہ قسم کردہ ایم، جویا طالب گویا کلیم، شاہ گفت، معنی ہائش راچہ قسم قسمت کردہ اید، دیوانِ ضخیم و مثنوی ہائے رنگین دارد و نثر مثل ملا ظہوری بسیار پُر مضامین تازہ نگاشتہ، گل اورنگ در مدحِ شاہ اورنگ زیب گلِ سر سبد گل فکر ہائے اوست، چند فقرہ ازاں گلدستۂ معنی ایرا دمے باید، در عہد مقتضائے ہدایت سنہ اکبر بہازی گنجفہ دست کشادے، بشمشیر سر دا کردی، و از سرخ و سفید بچرخ دادی، تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاہی با دام مثلیدہ، با دام چپیدۂ خنداں در پوست گنجیدہ، بیت

آرد از بہرِ عشق شاہ مدام	چشم خوبان سیاہی از بادام

در عہد خوشنویسش از بسکہ یاقوت را مناسبتے لفظہ نویسی سے بینید، محرران دفتر ہما نویس یاقوت را قطع مے نویسند برنثر ہائے خود دعویٰ، تصنیف یافت "تلاش معنی" یابی کردہ، از تمام نثر ملا منیر لاہوری ہمیں فقرہ انتخاب نمودہ، "خواجہ رحمان را کہ با خواجہ سنبل نسبتے ہم زلفے داشت، مے گفت" دیگر ہمہ تالیف است"

رائے رایان کے زبان زد اشعار

اس صداقت کا پتہ لگانا بڑا مشکل تھا کہ رائے رایان کی ایامِ حیات میں، اُن کے کون کون سے اشعار زبان زد خاص و عام تھے، اگر خود اُنکی تحریر اسکی شاہد ہے:۔

چنانچہ یہ تاریخی بیان خود اُن کا قلمی ملاحظہ فرمائیے:۔

وایں دو سہ بیت فقیر بر زبانہاست ؎

نظر بشاہدِ معنی بچشمِ دل دارم[1] — حجابِ پلک چشم است مردِ بینا را
چشم تا برہم زدی انجام شد آغازِ عمر — طے شد ایں رہ آنچناں کا وا زپائے برنخاست[2]

برہمن برہمن پر

جہاں ہم نے دیگر مورخین کی خاک اُڑتی ملاحظہ کرائی ہے، وہاں یہ دیکھا جانا مسرت کا باعث ہے، کہ برہمن اپنی نسبت کیا لکھتے ہیں، چنانچہ "تحفۃ الفصحا" میں ریمارک فرماتے ہیں :-

"ازیں خدمت حضور اشرف اعلیٰ و تربیتِ شاہ و والا فطرت بلند اقبال ہندی نیز فارسی دان شدہ، در زُمرہ اربابِ طبع و اہلِ نشاط انتظام یافتہ، دیوان غزل و مثنوی دارد — وخطِ شکستہ ایں ضعیف خالی از درستی نیست" رائے رایان کسرِ نفسی اور فروتنی کے مضمون لکھنے اور عمل کرنے میں بادشاہ ہیں،

اغلاط و عیوب سے کلام پاک ہے

دارد نگوشش اہلِ سخن زاہ برہمن
نظمم گہر زعقدِ ثریا گرفتہ است

آریہ ورت کے زمانۂ قدیم میں تصنیف و تالیف کا اُن ہی بزرگوں کو حق حاصل تھا، کہ جو عالم باعمل ہوتے تھے، اور وہ اس وقت قلم اٹھاتے تھے، جب صفحۂ روزگار کے نیک بندے اُن سے سبقِ رہبری پڑھنا چاہتے تھے، آریہ ورت کا قدیم کتب خانہ دیکھ لو کہ ہر کتاب، کتابِ مقدس سمجھی جاتی ہے، ایک کتاب کا مطالعہ دُنیا بھر کے سبق دے سکتا ہے،

حکیم سنائی، مولانا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، امیر خسرو اور عرفی وغیرہ اسلامی بزرگ بھی اپنے اپنے تاجداروں کے عہد میں اخلاق و ادب فارسی کے بادشاہ تھے، انہوں نے جو لکھا، نہ اپنی شہرت کی آرزو تھی، نہ حصولِ زر کی طمع، نہ جذباتِ عشقِ مجازی کا جنون، نہ رسمی شغل کا دخل، وہ لاثانی روحیں دراصل طوطیٔ زباں، مصلحانِ زمان تھیں، جب بربادی

---

[1] یہ شعر آپ نے اپنی تصانیف میں چند مقامات پر لکھا ہے، اور یہاں بھی انتخاب کیا ہے، نزاکتِ بیان کا خاتمہ ہے،
[2] شعر ہذا شعرائے ایران میں پسند کیا گیا، اور وہاں کی مجلسوں میں اپنی گرمی کی داد لیتا رہا،

باغِ دُنیا، خرابیٔ خراباتِ جہاں کے کانٹے اُن کی رگِ اخلاق و ادب پر نشتر مارتے تھے، تو یہ بُلبلانِ
ہزار داستاں اپنی اپنی منقاریں کھولتے تھے، اور ایسے نغمے الاپتے تھے، کہ اِس ایک جہان کے وذرّے
کی زبان سے کہیں تو واہ نکلتی تھی اور کہیں آہ،

صدیاں گذر گئیں، اور قرن گذر جائیں گے، مگر اِن کے گلہائے مضامین نہ مُرجھائیں گے، نہ ثمرہائے
فکر داغی ہوں گے، بلکہ اُن کے قلم کے قطراتِ آبِ حیات اِس باغ کی شادابی و تازگی قائم رکھ کر
اِس کی صحیح طریق زندگی کا باعث ہوں گے،

تقریباً ایک صدی کے بعد دُنیا میں قیامت آجاتی ہے، سب مرجاتے ہیں، اور سب پیدا ہوجاتے
ہیں، مگر وہ کونسا سر ہے، کہ جس میں شاعری کا سودا نہیں، اور جس نے کوئی شعر نہیں لکھا، مگر دُنیا
انہیں حرفِ غلط کی طرح صفحۂ دُنیا سے مٹا چکی، کیونکہ وہ خود مٹنے والی ہستیاں تھیں، جس طرح سے
آج کل کی تصانیف اگلی صبح عطاروں کی دُکانوں پر دو تین آنے سیر فروخت ہو کر شام تک پُرزہ
پُرزہ ہو جاتی ہیں، اُس سے بدتر ایسے نااہل لوگوں کے نام سے سلوک ہوتا ہے، لیکن ایک یہ نااہل
طائفہ ہے، کہ جو قلم دکاغذ کے قحط کا موجب ہو رہا ہے، آجکل ایسے خود غرض لنودیوں کے ہاتھوں تحریر
تقریر کی مٹی پلید ہو رہی ہے، نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہو اگر یہ جلاد زبان و شاعری کا خون کرتے، تو
چنداں افسوس نہ تھا، مگر ستم یہ ہے کہ خیالات پر بھی یہ آفت نازل ہو گئی، ایسے کم مقرر بزرگ اصحاب کی
شان میں **خواجہ حافظ** فرماتے ہیں ؎

گر مُسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد　　　وائے گر در پسِ امروز بود فردائے

برہمن غیرت دلاتے ہیں ؎

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبد ما　　　سُبحہ نیست کہ آں غیرتِ زنّارِ تو نیست

رائے رایان کا کلام، شاعری کے جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے، اور یہ وصف خداداد
ہے، کوشش کا اِس میں دخل نہیں، چستیٔ ترکیب اور گرمیٔ کلام اِن کی شریف شاعری کی روحِ رواں
ہیں، ایسے کلام میں جو ہر طرح کی دینی و دنیوی دولتوں سے مالامال ہو، کسی قسم کے سُقم کا نہ ہونا انکی

علمی فضیلت وزباندانی کی داد ہے۔ آج تک اُن کے جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں، اور کلام کا محاکمہ کیا گیا، کسی کی قابلیت سے یہ الزام لگانے کی جرات نہیں کی، کہ اُن کے کلام میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے اگر ہوتی ایک کی لاکھ دکھاتے، سینکڑوں الزام دھرتے، اِس وقت (۳۰۰) غزلوں اور (۵۶) رُباعیات کا دیوان اِس پیشکش کے ذریعے اہلِ نظر کی نذر ہوتا ہے، وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے، کہ آپ کا کلام گنگا جل کی طرح کیسا پاک وصاف ہے، کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی طبعِ گرامی کا دریائے رواں ہندستان میں زمزم وکوثر بہا کرے آیا، یہ بخششِ الٰہی تھی۔ جو آپ ہی کے حصہ میں آئی تھی،

بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں

مصرع ا۔ سخن زہر کہ بُوَد مختصر تواں کردن (برہمن)

فضیلت وقابلیت برہمن کا طرۂ امتیاز شعرائے اُردو و فارسی کے لئے قابلِ رشک ہے، کہ وہ ہندی کوی (شاعروں) کی طرح فارسی واُردو زبان میں جو نکھتا ہے ایسا لکھتا ہے کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا، اِس کا اشہبِ قلم جب اُٹھتا ہے، تو قدیم ہندی راہرو کی طرح کم از کم ۵۔۱۰ گز آگے کا راستہ دیکھ لیتا ہے، اور جب وہ چلتا ہے، یا تو سراپا معتقد پجاری کی طرح قدم اُٹھاتا ہے یا ایک بزرگ کامل اور ناصحِ مشفق کی طرح بڑی محبت سے تلقین نصائح کرتا نظر آتا ہے، وہ ہندی فلسفہ اپنا دستور العمل قرار دے کر اُس انداز سے پند ونصیحت کرتا ہے، کہ اُس کا ایک جملہ بیکار نہیں، وہ اپنے شعارِ محبت کے کاروبار کی تفصیل دیتے ہیں ؎

مابرہمن صحیفہ نویسے محبتیم   بیکار نیست کلکِ محبت نگارِ ما

فارسی اردو کے شعراء کے دیوانوں میں اگر کام کے شعر انتخاب کئے جائیں تو جس کا حجم ۸۰ صفحہ کا ہے، اُس میں بمشکل ۴ شعر ایسے نکلیں جنھیں شعر کہا جاسکے، بھرتی، رعایاتِ لفظی، ضرورتِ استعمال محاورہ اور پابندیٔ ردیف وقافیہ نے اُن کی شاعری کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ فارسی واُردو شاعری ہی بدنام ہوگئی

برہمن کی شاعری تعلیم سنسکرت کی وجہ سے درجہ کمال پر پہنچی ہوئی

؎ برہمن از لبِ ہندی نژادان نکتہ می سنجد
زبانِ فارسی وتازی وترکی نیے داند

کوئی وجہ نہ تھی کہ برہمن بھی متقدمین کا تتبع نہ کرتے، وہ

کرتے اور ضرور کرتے، مگر جب اُن کی قابلیت کی نہرِ علم سنسکرت کے تجربے پایاں سے کافی گئی تھی، تو پھر اُن کے تمام کلام میں سُبک خیالات کا ایک شعر ہونا بھی قطعی ناممکن تھا کیا آج تک رامائن، مہابھارت، کالیداس کی کل تصانیف، راج ترنگی، پرتھی راج راسہ میں کوئی ایسا ایک بھی شلوک پاسکا کہ جو بھرتی کا ہو یا ضرورتِ استعمالِ محاورہ کے لئے گھڑا گیا ہو، یا رعایتِ لفظی کی خاطر محض الفاظ جمع کئے گئے ہوں، یا پابندیٔ ردیف قافیہ نے کہیں اظہارِ مطلب میں قاصر رکھا ہو، اِن شعرا کی دواویں اِن نقائص سے بھرے پڑے ہیں، ہم مُسلمہ شعرائے متقدمین اور متاخرین فارسی و اُردو کے کلام کے یہ مُصدقہ و مُسلمہ نقص دکھاتے، مگر طوالت مانع ہوئی، حضرت حسرت موہانی یہ عام مروجہ نقائص کلامِ برہمن میں نہ پاکر اپنی پرواز فہم سے قاصر رہ کر بڑی حیرت سے لکھتے ہیں:-

"برہمن کی خصوصیات کلام سے ایک یہ ہے کہ دو چار غزلوں کو چھوڑ کر جو "د" کی ردیف میں شاہجہان بادشاہ کی مدح میں ہیں، اور کسی غزل میں ۵ سے زیادہ شعر نہیں پائے جاتے، معلوم نہیں کہ اتنے ہی شعر کہتے تھے، یا بعد میں انتخاب کر لیتے تھے"

جب حسرت نے دیوان دیکھا، تو اُسے سب شعر چوٹی کے نظر آئے، یہ تو اُن کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا تھا کہ دُنیائے شعرائے فارسی میں کوئی شاعر ایسا بھی ہوگا کہ جس کے کلام میں بھرتی کے اشعار نہ ہوں، اِس لئے قوتِ خیال نے ذہنِ رسا کی رہبری سے انکار کیا، اور وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکا کہ آیا وہ "اتنے ہی شعر کہتے تھے، یا انتخاب کر لیتے تھے" مگر جب بھرتی کا کوئی شعر نہ پایا، تو اُن کی تخیل نے امرِ متنازعہ کا تاریک پہلو لیتے ہوئے اُن سے الفاظ نتیجہ میں یہ لکھوایا کہ:-

"غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، کیونکہ اِن کی غزلوں میں بھرتی کے بہت کم اشعار ہیں"

حسرت سے معقول پسند محقق کا بلا دلیل یہ لکھنا، "کہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے" باعثِ افسوس ہے، دُنیا میں ایسا کون خونخوار ہے، کہ جو اپنے فرزندانِ معنوی کا گلا گھونٹے، اور وہ بھی ہر روز، دُنیا کے عام دیوانوں میں جو رطب و یابس بھرا پڑا ہے، یہ اِسی محبت پدری کا نتیجہ ہے، ورنہ اپنے کلام کی غلطیاں و کمزوریاں کون نہیں جانتا، اور کس کا دل نہیں چاہتا، کہ اُسے عیوب و نقائص سے پاک و صاف نہ کرے

اور دُنیا سے آدب میں آدیب نہ کہلاتے، اگر حضرت حسرت کی خاطر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ "غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے"، تو اِس جوانمردی و بلند حوصلگی کی داد دی جانی چاہئے کہ اُنہوں نے برخلاف رواجِ ملک آئینِ رشتۂ محبتِ پدری و پسری یہ جدید طرز اختیار کی، اِس میں بھی اُن کی جدت پائی جاتی ہے،

اگر حضرت حسرت رائے صاحب موصوف کا کُل دیوان یا انشائے چہار چمنی بغور دیکھتے تو انہیں "اغلباً" کا فقرہ چسپ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا، دیوان اور انشائے موصوف میں حسرت کے اس "غالباً" کی جا بجا تردید ملتی ہے، آپ نے اُس میں شاہِ وقت، باغ، شہر اور مسجد کی تعریف میں بھی ایک مثنوی لکھی ہے، ہر مضمون کے متعلق وہاں بھی ۵ - ۵ - ۷ - ۷، اشعار سے زیادہ نہیں لکھے، اور جو رقعات لکھے ہیں، وہ بھی آپ کی محتاط طبیعت نے ۵ - ۶ سطروں میں ختم کر دیئے، **ابوالفضل، فیضی** کی طرح عمرو عیار کی زنبیل نہیں بنائی، کیونکہ وہاں تو محض اظہارِ مدعا کی غرض تھی، نہ کہ فضول شوکتِ الفاظ و بندشِ محاورہ سے، اِسی مدعا نویسی پر آپ کے خاندان کو ناز تھا، اِس کا اعتراف مرآۃ الخیال و کلمات الشعراء مصنفین کی قلم نے کیا ہے،

مگر جہاں ضرورت سمجھی گئی، تو حسرت کے اِس ۵ ہی پر انحصار نہیں رکھا گیا، بلکہ ۹[1] - ۹ - ۱۱ - ۱۱ اشعار تک غزل پہنچی، اب دیوان اور حسرت دونوں حاضر ہیں، حسرت نے اپنے دعوٰی کی پاسداری نہ فقط غلط بیانی سے کام لیا، بلکہ فریب اور دھوکہ بھی جائز سمجھا، غزل نمبر ۵ آپ نے اقتباس کلام میں لی، چونکہ اُس کے سات اشعار تھے، دو اشعار آپ نے حذف کر دیئے، کہ ۵ کی تعداد نظر آئے، اگر سالم غزل درج کر دیتے، تو اُن کے غلط دعوے کی اُن ہی کی تحریر سے تردید ہو جاتی، حسرت کی قول پروری اور ایمانداری پر سخت افسوس کرنا چاہئے اور ہمیں سب سے زیادہ کیونکہ ہمارا خیال اُنکی نسبت ایسا نہ تھا، معقول پسند اصحاب جو کلام کرتے ہیں، مختصر کرتے ہیں، اور پُر معنی، پس برہمن سے کب ہو سکتا تھا، کہ وہ فضول عبادت ضائع کرتے، وہ خود فرماتے ہیں ع

سخن زہر کہ بود مختصر تواں کردن

[1] - لفظ گر یابیا شد برہمن در دلِ چہ سود، ز گر نیاشد معنی اُو را سیہ چون فراست (برہمن)

آپ کا امتیازی وصف یہی تھا کہ جو انہیں ایرانیوں اور ہندی مسلمانوں سے درجہ بالا پر لے گیا۔ "وقائع نویس حضور"، "مختصر بیانی" کے لئے منتخب ہوتے تھے، آپ کی اودے پور کی عرضداشتیں ملاحظہ فرمائیے کہ سطروں میں شاہنامہ ختم کر دیا، دیگر سفراء فیضی وغیرہ کی عرضداشتیں بھی دیکھنا چاہئیں کہ سوائے طوالت کے اور کوئی بات نہیں، جب ہی تو ملا عبدالقادر گھبرا اٹھا،

فخریہ اشعار اور اُن کی وجوہ

مرا از گنج دگہر مے کند خاطر مستغنی　　بدستِ خویش کلکِ گوہر افشانی کہ من دارم

فارسی دان و شعرا نے ایسے ایسے فخریہ اشعار لکھے کہ جن کا بدکلامی سے آغاز ہوا، اور جنگ و جدل پر خاتمہ، مگر یہ ایذا رسانی برہمن کے مذہب میں روا نہ تھی کیونکہ حقیقتاً ایسی خود نمائی دیگر شعراء کی ایک توہین ہوتی ہے، برہمن کے کلامِ اقدس کا دامن اس داغ سے پاک ہے، اُن کے فخریہ اشعار ایک خاص آب رکھتے ہیں، پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے، یاد کرنے کے قابل ہے، ہم یہ سبق کیونکر بھلا سکتے تھے آپ بھی سنئے :۔

یک نقطہ از مطلعِ دیوانم آفتاب　　یک پرتوے ز شمعِ شبستانم آفتاب

گردند گرد برہمن از شوق قدسیاں　　گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

در محبت حال مے نازد بہ فالِ برہمن　　برہمن افسونگرے جادو بیانی بردہ است

رائے رایان کے کلام کی جوانی

ہر ملک کے تقریباً تمام صاحبانِ علم و ہنر یا تو اپنی ایامِ زندگی میں شہرت حاصل کر کے موت کے بعد اپنی شہرت بھی موت کی نذر کر چکے یا اپنی زیست میں اپنی قدر و قیمت سے محروم رہے، ایسے بہت ہی کم ہیں، کہ جو اپنی زندگی میں محفلوں کی رونق ہوں، اور موت کے بعد شہرت رکھتے ہوں، لیکن برہمن کے کلام کی جوانی ایسی جوانی ہے کہ وہ پیدائش کے وقت بھی جوان تھی، اب بھی جوان ہے، اور قیامِ فارسی تک جوان رہے گی،

رائے رایان کی شاعری کا شہرہ

؎ بایراں مے برد افسانۂ ہندوستاں بلبل را
برہمن را سحر افشانی ار باشد، ہمیں باشد

جو شعراء شاہجہانی اور اورنگزیبی درباروں کے رکن رکین تھے، وہ بھی شہرت سے محروم رہے، کیونکہ

قبولِ عام حاصل نہ ہوا، مگر کاشی جی کے تٹ پر تپسیا کرنے والے سنیاسی کے نورِ قلم کی روشنی شعاعِ آفتاب کی طرح ایک جہان میں پھیل گئی، اور ایسی کہ ہر کہ و مہ کے دل و دماغ منور ہو گئے، سب کہہ اُٹھے کہ اِس نور کا منبع آفتابِ علم، برہمن ہے۔ زمانہ مذکور میں مطبع کی ایجاد نہ تھی، مگر گھر گھر خوشنویس سستے داموں پر کتابت کیا کرتے تھے، ایک سے ہزار نقلیں کرتے تھے، اور اِس طرح پر وہ کلام پَر لگا کر ہر دیار و امصار میں پہنچ جاتا تھا، زمانۂ مذکور میں آج کل کی خط و کتابت کی طرح یہ خود غرضی نہ تھی، کہ چار باتیں اپنے مطلب کی تحریر کیں، اور بلا خاتمہ لکھے، لمبے چوڑے دستخط کر دیئے، وہ جب خط لکھتے تھے ملکی امورات پیش آمدہ واقعات سب اوّل درج کرتے تھے، برہمن کے کلام کی گونج اِن خطوط کے ذریعے ولائتوں تک پہنچی، **کابل** اور **ایران** سے دادِ سخن، شوقِ دید کے پیام لائے، آپ نے مطلوبہ کلام بھیجا، ایرانی سخن طرازوں اور محققوں نے آپ کی خوش کلامی کلام سے متلذذ ہو کر آپ کو "بلبلِ ہندوستان" سمجھا، اِس طرح سے جب آپ کی قابلیت کا شہرہ ملک ملک میں پھیلا، تو آپ نے مندرجہ بالا شعر لکھ کر اپنی زباندانی پر جائز فخر کیا،

نظم نغموں سے پُر ہے

در بوستانِ عشق برہمن فسانہ گوست
مُطرب ترانہ سازِ غزل خوانیِ من است

رائے رایان کا چمن تصنیف، چہار چمن کا لطف دیتا ہے، کہ جس میں چاروں اطراف کے گل و گلزار کھلے ہیں، اور چاروں سمتوں کی ہوا گونج رہی ہے، رائے رایان اِس رمز سے واقف تھے کہ وہی نظم رونقِ بزمِ ادب ہو سکتی ہے، کہ جس میں تال اور سُر ہو اور نغمہ سے پُر ہو، قدیم برہمنہ گرنتھ اِسی ستار پر گائے گئے ہیں، آلاتِ موسیقی نے اُنہیں ایسا رس دیا ہے کہ ہر عابد و زاہد، فاسق و فاجر وجد کناں ہے، لکھا ہے کہ رائے رایان علمِ موسیقی کے خود تان سین تھے، جو غزل جس بحر میں لکھی، اصل رنگ سے سُنی، جہاں سقم دیکھا، وہیں قلم کے کان مروڑ دیئے، یہ غذائے رُوح دورانِ قیام کاشی جی فراخدلی سے تقسیم کرتے تھے، سادھو، فقیر اِسی سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، اُن کے کلام کی شہرت اِن ہی گداگروں نے گاؤں سے قصبوں اور قصبوں سے شہروں تک پہنچائی، جس نے سُنا اُسی نے لکھ لیا، ہم یہ نغمہ سنانے سے معذور

ہیں، آپ یہ شوق کر دیکھیں، اگر لطف دوبالا نہ ہو تو پھر الزام دیں، اُن کا یہ شعر سنئے :-

سماعِ اہلِ محبت زعالمِ دگر است ہزار وجد بہ آہنگ یک اصول کنم

مُغلیہ دربار میں نغمہ و رُباب لوازمہ دربار تھے، اور ہندی گائن و دیا کے برہمن ازلی مالک تھے

رائے رایان اِس رمز سے کیونکر بے خبر رہ سکتے تھے کیونکہ اس کے اثر سے واقف تھے ؎

کس نمے بیند از خراشِ جگر آنچہ من از رباب مے بینم

ایرانی مجالسِ عُلمائے اور کلامِ برہمن

جب شاہجہانی سفارت بسربراہی جان نثار خان ایران گئی تو اُسکے ہمراہ مُلا محب علی اور محمد فاروق سخن نکتہ دان بھی تھے ایک روز ایران میں اعتماد الدولت کے مکان پر دعوتِ مہمانی میں شریک ہوئے، اُس وقت ایران میں رائے رایان کی شاعری نے سکہ جما رکھا تھا، چنانچہ علمائے ایران کی اس مجلس میں اہلِ سفارت سے رائے رایان کے حالات دریافت کئے گئے برہمن تحفۃ الفصحا میں تحریر فرماتے ہیں :-

".... و ہمدرآں آشنا ذکر ایں برہمن فارسی دان بوسیلہ شعر و خطِ شکستہ کہ علامی سعد اللہ خان مقرب آنحضرت السلطانی تقریباں از ہندوستان بولایت ایران بمصحوب جان نثار خان ایلچی فرستادہ بودند، بمیاں آمد و ایں دو بیت فقیر درآں دیار مشہور است ؎

بایدم اعضائے تنگ سوز نیستی بودن تمام آتش بے دود زیستن

چشم تا برہم زدی انجام شد آغازِ عمر طے شد ایں رہ آنچناں کاواز پائے برنخاست

ممکن ہے، کہ برہمن نے غزل نمبر ۱۲۳ اس سفارت کی واپسی کے بعد تحریر کی ہو، جس کا مقطع ہے :-

یا بایراں شد برد افسانہ ہندوستان بلبل برہمن را شکر افشانی اگر باشد ہمیں باشد

تصانیف کا زمانہ تکمیل و ترتیب

؎ دریں پیرانہ سر با نوجوانی صحبتے دارم کہ با مصلحت کیشاں بجز بازی نمی دانم

اس دیوان کی ترتیب کا زمانہ سنہ ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲ء کے لگ بھگ قرار دیا جا سکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا

اُس وقت خیال پیدا ہوا جب اکبری و شاہجہانی سلطنت کا طرزِ جہانبانی، اورنگ زیبی آئینِ حکمرانی سے مغلوب و مفلوج ہو چکا تھا، محبت و اتحاد کا نوحہ پڑھا جا چکا تھا، امن و اطمینان، بیم و رجا کی رہبری سے سود و زیاں کا خیال چھوڑ، تیر تفنگوں کے گھاؤں، پہاڑیوں کی گھاٹیوں اور کوہی دروں میں جا چھپے تھے، گردشِ روزگار نے صبحِ قیامت کی ظلمت سے جہان تیرہ و تار کر دیا تھا، اسبابِ نشاط و کامرانی نے اپنی بساط بچھا لی تھی، دُنیا کی مال و دولت، قارون کے خزانہ عامرہ میں جمع کی جا رہی تھی، اگر اِس تردد آرزد میں ایک طرف ماں، باپ، بھائی، بہن قربان کئے جا رہے تھے، تو دوسری طرف مقدس مقامات مسمار و منہدم ہو رہے تھے، جس سے ایک سخت طوفان پیدا ہوا، اور زلزلہ ظلم، ارضی نے قلوبِ انسانی پاش پاش کر دیئے تھے،

غرضیکہ دن اشب تار ہو گیا تھا، اور شبِ تار طوفان، اس تغیرِ دنیا کا تماشہ برہمن اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، وہ انقلابِ روزگار سے ایسا بیزار ہوا کہ تصور کرتے ہی خدا کی خدائی نظر آئی، گلزار پُر بہار خار سمجھے، اور آبِ رواں کا دامن باعثِ انحطاط از دیا دِ آبرو، اپنا بے فضل تجربہ ہمارے تجربہ کیلئے بیان فرماتے ہیں ؎

ما پست و بلند روزگاراں دیدیم ما فصلِ خزاں و نو بہاراں دیدیم
در راہِ طلب دو اسپہ سے باید تاخت ما تا خفتن سستا ہو ا ران دیدیم

شہزادہ دارا کی فرمائشات، مہماتِ ملکی و مالی کی ضروریات، اہلِ طلب کی خواہشات، غزل، رُباعی لکھنے اور ترتیب دینے کی کہاں مہلت دیتے تھے، مگر یہ وقت کا قدر دان، ہر لحظہ اپنے قلمدان لیاقت سے فائدہ اٹھاتا، کچھ نہ کچھ قلم برداشتہ لکھ ہی ڈالتا تھا، دیوان مکمل کرنے اور ترتیب دینے کی کہاں فرصت تھی، جب گردشِ زمانہ نے فرصت دی، تو یہ وہ وقت تھا جبکہ اورنگ زیب اپنے عہدِ حکمرانی کے ۳ سال خاک و خون میں گذار چکا تھا، اور اِس عرصہ میں جو نہ ہونا تھا، ہو چکا تھا، آپ نے اپنا وہ کلام جو اپنے مربی و سرپرست شاہجہان کے دورِ حکمرانی اور شہزادہ داراشکوہ کی مہربانی سے شاہجہان کے انتزاعِ سلطنت اور اورنگ زیب کی ابتدائی حکومت تک اپنے قلم سے

ذریعہ کاغذ کے سپردِ امانت کیا تھا، دیوان کی شکل میں جمع کیا، اور ضروریاتِ دیوان کے لئے جس قدر اور غزلوں کی جہاں جہاں ضرورت تھی، حالتِ حالات کی مناسبت سے زیرِ اثر تیار کیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا اس وقت سوائے دردِ دل اور بے ثباتیٔ دُنیا اور کونسا نیا مضمون تھا، جہاں جہاں غزلیات میں کمی تھی، انہیں کاشی جی میں مکمل کیا گیا، ردیف میم سراپا اُس زمانہ کی یادگار ہے، ایسی ہر غزل ایسے اندوہِ غم کا نوحہ پڑھ رہی ہے،

غزلیات کا چمن نصف سے زیادہ فصلِ بہاری میں سرسبز ہو چکا تھا، رباعیات کا غنچۂ دلِ داغدار سے اُس وقت شمیم بیزِ محفل ہوا، جب غنچۂ دل جمعیتِ کامل کی آبیاری سے شگفتہ ہو چکا تھا، اور اُن کا قلبِ مسرورِ دو جہان کے اسرار کی شگفتگی کے مزے سے رہا تھا، داستانِ غم قلبِ مضطرب پر جو اثر ڈال سکتی ہے، وہ اُن کے سازِ قلب روحانی پر حقائق و معارف کی مضراب کی ایک ضرب تھی، کہ جس نے رنج و راحت، امیری و مفلسی، تنگی و فراخدستی، عروج و نکبت اور اقبال و فلاکت کے مضامین پر ایسا صوفیانہ رنگ چڑھایا، کہ وہ کلام عالیانؔ نے عالمِ بالا کا پایا، اِس پر انہیں خود ناز ہے ؎

تا بوئے تجرید بہ مشامم آمد   از ہر دو جہاں خطِ فراغم آمد
ہر جا کہ ز عشق تندبادے برخاست   پروانہ شد و سوئے چراغم آمد

رباعیات کے مضامین ایسے ناصحانہ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں، جو اُس عہد کے عاملانِ عمالِ حکومت کے لئے چراغِ راہ تھے، وہ جن رباعیات کے شروع سے اپنے دیوان کا خاتمہ کرتے ہیں وہ اپنے زمانہ پیدائش کے لحاظ سے خود بخود اورنگ زیب کے عہدِ حکمرانی کا اشارہ کرتی ہیں ؎

اسباب نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ   چوں در گذشت زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنجِ معانی ہمہ ہیچ   در ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

دیگر

اے خواجہ نہ نام و نشاں خواہد ماند   حرفے دو سہ بر زباں خواہد ماند
ہر چیز کہ ہست از میاں خواہد رفت   جز نامِ خدا اگر در میان خواہد ماند

خاتمہ دیوان کے آخری الفاظ زمانہ تکمیل و ترتیب دیوان کے متعلق ایک ایسی مادی شہادت ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لکھا ہے کہ:-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالم گیر آفاق ستان"

نکتہ برہمن نکتہ نویسی کے بادشاہ تھے اور ایسا لکھتے تھے کہ بادشاہ بھی یہ کام نہ کرسکتے تھے۔ تسلیم کس دعوے سے اپنی قابلیت کا ڈنکا بجاتے ہیں ؎

ہر نقطہ لکھوں کہیں نہ حرف آئے ... مرکز پہ کشش مہر سے پہنچ جائے

برہمن نے عالمگیر کی صفت محض دندانِ تو جملہ در دہانند کے مصداق "آفاق ستان" لکھ کر ختم کر دی، نقاد سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صفت کیسی مناسب حال تھی، پس اس دیوان کی تکمیل و ترتیب کاشی جی میں ہوئی، اور یہ اس وقت ہوئی جب کہ سوائے بھجن بندگی آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا،

قدیم بیاض اور رائے رایان زمانہ قدیم میں مکتوب اور بیاض ہر شخص تیار کیا کرتا تھا، بچے اُن سے فائدہ اُٹھاتے تھے، بوڑھے دل بہلاتے تھے، جوان اپنے کلام کی جوانی چمکاتے تھے، زمانہ کی صف کے ساتھ بیاضوں اور مکتوبات کا بھی شیرازہ ترتیب منتشر ہو گیا اب ہمارے گریجایٹ صاحبان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ دونوں کیا بلا ہیں،

اُس زمانہ میں شاہ سے لے کر ادنیٰ دُکاندار تک بھی اپنی اپنی جدا جدا بیاض تیار کرتا تھا، جو غزل مرغوبِ طبع ہوتی تھی، یا کسی مشہور اُستاد کا کلام ہوتا تھا، یا کوئی مہربان اپنے کسی مہربان کے پاس کلام بھیجتا تھا، یا جو کلام شہرت پا جاتا تھا اُسے بیاض میں درج کر لیتا تھا، اور بہت سے سخندان اپنا کلام بطورِ یادگار اہلِ سخن کے پاس بھی بھیج دیتے تھے چنانچہ رائے رایان بھی نکتہ دان، سخن دوست اصحاب کی خدمت میں اُن کی خواہشات کے موافق اپنا کلام اُن کی بیاضوں میں درج ہونے کے لئے بھیجا کرتے تھے، چنانچہ غزل نمبر ۱۶۳ "دوست داشتہ باشند، خبرے داشتہ باشند" جو دربار کی طرحی غزل تھی، وہ ایک مشہور اُستاد کے پاس حسبِ ذیل الفاظ کے ذریعے روانہ فرماتے ہیں:-

"غزل ہذا مرزا سخن دوست، نکتہ دان 'بدیع الزماں را نوشتہ شد'" اور لکھا "غزلِ طرحی را بطریقِ یادگار در بیاضِ خود ثبت فرمایند"

اِن میں بلالحاظ صنفِ سخن، شعرائے مشاہیر کا کلام محفوظ پایا جاتا ہے، ایسی بہت سی بیاضیں قدیم کتبخانوں میں اب تک محفوظ ہیں، اور بڑی کارآمد ہیں،

کلام رائے رایان کی فراہمی کی غرض سے ہم نے اور ہمارے دوستوں نے تین تین سو برس کی پرانی بیاضیں چھان ماریں، کہ کہیں کوئی غزل برہمن کی ملے، چنانچہ بہت سی غزلیات اِن بیاضوں سے ملیں، بیاض الاشعار جو دربار کپورتھلہ کے جلوخانہ میں محفوظ ہے، اُس میں رائے رایان کی غزل نمبر (۲۸۹) "نمکینے" "دجبینے" صفحہ ۳۰ پر اُن کے نام سے درج پائی گئی، اور بھی بہت سی غزلیات بیاضوں میں پائی گئیں، اپنے دیوان کی غزلیات کی صحت ان سے کی گئی، جو بیاضیں رائے رایان کے طنطنۂ شاعری کے بعد اہلِ ہند نے مرتب کیں، اُن میں رائے رایان کا کلام خصوصیت سے درج پایا گیا، کہا جا سکتا ہے، کہ گذشتہ تین صدی کی ایسی کوئی بیاض نہیں جس میں برہمن کا کلام نہیں،

بلحاظ مضامین آپ کی تصنیفات کی تقسیم دو جداگانہ جذبات پر مشتمل ہے

جو بادہ نوشانِ علم معرفت مینائے برہمن کا لطف سے مزا لیں گے، اُن کے دماغ اُن کے سرور پر تصوف والٰہیات، حقائق و معارف، ادب و اخلاق، اندرز و نصائح سے فوراً معلوم کرلیں گے کہ دیوان مذکور کا جو رنگ ۲۲۴ ویں غزل تک ہے، وہ شہزادہ دارا اور شاہجہانی دربار کی رُوح رواں ہے، اس کے بعد وہی زبان، نیرنگیِ زمانہ، ستمگری، درد و غم، مایوسی، شکوہ، انسانی معذوری مجبوری اور بے ثباتیِ دنیا کے نالہائے دل سوز سے گریہ کُناں ہے، جہاں اس چمنِ اوّل میں شگفتہ دلی کی تشبیہات، استعارات و کنایات شاخِ قلم سے پھولوں کی طرح کھلے ہیں، دوسرے دور میں جفا، ظلم، سنگدلی، گوشۂ تنہائی اور عزلت کے جام بھرے درد سے پیئے اور پلائے گئے ہیں، ہر شعر

اشکِ خونیں بہا رہا ہے، اور ہر مصرعہ معشوقِ گم گشتہ کا نوحہ پڑھ رہا ہے، بندشِ الفاظ دارا کے دردانگیز رقت آمیز واقعات کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے،

حروف، دلِ بریان کے ٹکڑے ہیں، الفاظ قطرۂ خون، اعرابِ قلبِ مضطر کی ستار پر مضراب، مضمون سراپا درد و غم، وہ ایک زخم خوردہ دلِ مجروح دل ہے، کہ جو کباب بن کر حروف کی شکل میں طشتِ قرطاس پر پیش ہوتا ہے، جو دل ستم رسیدہ ہیں، وہ دیکھ کر ردتے چیخیں مارتے ہیں، جو فہیم ہیں وہ درسِ عبرت حاصل کرتے ہیں، جو نا واقف ہیں، قریبی معنی سمجھ کر لطف لے رہے ہیں،

ہم نے جب ایک قادر الکلام استادِ زماں کے کلام میں روز و شب کے ایسے متغائر نظارے دیکھے تو طبع کی روانی کی تقسیم "واہ" اور "آہ" نے کرائی، ہم ایک دم چونک پڑے، قاشِ اول دارا کی صحبت کا پتہ دیتی ہے، اور قاشِ دوم گوہرِ یک دانہ کے فراق میں روتی ہے،

جن اشعار نے سب سے اول، محرمِ راز بن کر بڑی صفائی اور بے باکی سے ہمارے دل پر خنجر مارا، وہ خونی جلادیہ ہیں ؎

زردے عجز بہ بر زمیں جبینِ نیاز کہ ما شکستہ دلانیم او شکستہ نواز

چو اشک پردہ درِ حالِ راز دار اُفتاد بروئے او نتواں کرد دیدہ محرمِ راز

فروغِ سینہ زنار یک خاطر آں مطلب کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز

خوش آں گروہ کہ خم کردہ قامتِ دل را بسوئے قبلۂ آں روئے میکشد نماز

دیوان و رباعیات کی منطقی تقسیم

؎ گرفتہ پیر مغاں جام مے بکف اے گفت
کہ ایں قدر ز جہاں، انتخاب خواہم کرد

جو اہلِ نظر دیوان اور رباعیات ایسی نظر سے دیکھیں گے، کہ جس خیال سے رائے رایان نے انہیں لکھا ہے، ان کیلئے یہ فیصلہ کرنا بڑا آسان ہے، کہ برہمن کے پروازِ خیال کی کوئی بڑے سے بڑا قادر الکلام بھی تقسیم نہیں کر سکتا، اور نہ ان بے تعداد منطقی مضامین کی کوئی مکمل فہرست بنا سکتا ہے، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ان ہر دو تصانیف کی منطقی صحیح تقسیم نا ممکن ہے،

رائے رایان کی کثرت و وسعتِ مطالعہ

عمرے کہ بدست نست از دست مدہ ، کم تواں اگر زیادہ نتواں کردن
گو رائے رایان کی زبان و کلام کے ملاحظہ کے بعد اس عنوان پر لکھنے
کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر یہ مضمون رائے رایان کا لکھا ہوا مل گیا،
اس لئے درج کیا جاتا ہے، ہم سے اور ہمارے قابل دوستوں سے تو بہت سی کتابوں کے صحیح
نام کبھی نہیں پڑھے گئے، چہ جائے کہ یہ کتابیں پڑھی ہوں، اس فہرست سے یہ پتہ مل گیا کہ آپ کا مذاقِ
سخن کس قسم کا تھا، اپنے فرزند کو لکھتے ہیں۔ کون ہے، جو وقت کی قدر کرے :-

" فرزندِ دلبند چراغ خانۂ زندگانی از آفاتِ زمان برکنار دارد، اگرچہ در عالمِ فارسی دستگاہ بسیار دارد، و
احاطۂ جمع از حدِ بشری متجاوز است، اما اولاً بجہت افتتاح ابواب سخن بطریق ہمت، مطالعہ گلستان،
بوستان، و انتخابِ ملا جامی، از جملہ ضروریات است، و چوں بقدر شعور بہم رسد، حواندن کتبِ اخلاق
مثل اخلاقِ ناصری و اخلاق جلالی، و مطالعہ تاریخ سلف، مثل حبیب السیر، روضۃ الصفا، و روضۃ
السلاطین و تاریخ گزیدہ و تاریخ طبری و ظفرنامہ و اکبرنامہ و امثال آں ضرور کہ ہم مشابہت بسخن میرسد،
و ہم اطلاع بر احوالِ جہان و جہانیاں حاصل میگردد، و در مجالس و محافل بسیار بکار می آید، و از دواوین و
مثنویہا بعضے از استادانِ روزگار کہ ایں نیازمند در عنفوانِ شباب مطالعہ نمودہ، اسامی و ارگرامی
آں طبقۂ والا را در ذیل ایں رقیمہ مرقوم میسازد، تا آں فرزندِ عزیز القدر فرصت ہرچہ تواند، از تصانیفِ
ایں بزرگاں مطالعہ نماید، تا برکتے و فرصتے و مایۂ استعداد حاصل گردد، و سررشتۂ سخن بدست افتد،
اسامی دار حکیم ثنائی، مُلا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی شیرازی، خواجہ حافظ،
شیخ اوحدی، شیخ کرمانی، و ملا جامی، دیگر شعرا و بعضی فضلا و بلغا مشہور روزگار اند، مثل سرودخیر
شعرائے روزگار، ملا رودکی، حکیم قطران، عسجدی، عنصری، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین
عبدالرزاق، کمال اسمٰعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا حسامی، ظہیر فاریابی، کمال محمد
عروضی، سمرقندی، عمیر بخاری، عبدالواسع جبلی، محی الدین، سلطانی، رکن صاین، محمد ہمگر، ابوالمفاخر
رازی، مسعود، سعد سلطان، مسعود بیگ، فریدالدین، احول عثمان، مختاری، ناصر بخاری، ابن یمین

مجمع سوانی، فرید کاتب، ابوالعلی گنجہ، آذری، فلکی، سوادی، بابا فغانی، خواجہ کرمانی، آصفی، ملا شانی، ملا عماد معانی، نشاطی، لطیف، اتحلوانی، رشید وطواط، امرا خشنگی، امراد معانی، واضح ضمیر منیر، مہر تنویر یکہ میر باد، کہ چون در عنفوان حال خاطر از مطالعہ کتب متقدمین فی الجملہ فراغ یافت، طبع سخن دوست را میل سخنان متاخرین بہم رسید، تا آنکہ شروع در بہم رسانیدن دیوانہا و مثنوی ہا نمود در ایام نسخہ بسیار بدست آوردہ، و بعد از مطالعہ بشاگرد داں واکا ازان جملہ اسامی بعضے از ارباب سخن ابنیت آملی، بنائی، محتشم، وحشی، قاضی نور، محی امیدی، میرزا قاسم، گونا بادی، ملا امانی، رنوی، جدائی، جہانی، صبری، ضمیری، رشکی، لبانی، ہلالی، حیرتی، عجزی، صبوری، طوقی، بینی، شفائی، فصحی، محوی، فردی، منزی، قدسی، جعفری، خضری، آگہی، درکی، حضوری، دیری، فرقتی، سروری، عزدری، کرجی، ملا کاہی، ذوقی، واحدی، بہری، زمانی، عرشی، ادری، طفلی، مشکوی، ردلفی، حسینی، اعتزی، انسی، عزلی، ملا عرفی، فیضی، شکیبی، خیالی، نظری، نوعی، ناظم، یغما، میر حیدر میر معصوم، نظر بہذی، ولی دشت بیاضی، عنا ما حلوانی، میرزا نظام، و دیگر ارباب سخن و اہل طبع صاحب دیوان و مثنوی اند، اظہار تفصیل اسامی آنہا دریں نسخہ گنجائش ندارد، نی کلک اچوں نیچہ ست شکر بیان آشنا شود، شیرینی دیگر بہم رساند، لعل لبش اگر چہ شاداب تر از لعل بدخشانی و رنگین تر از یاقوت رمانی است، اما لعل را آں شکر افشانی و یاقوت را نمکریزی کجا، اگر نہ لعل شکر بار کنونی در ہنگام تکلم نمک ریز بودے، نمک ایں را نمک بتو دسے، اگر دہان لبستہ چوں خوبرویان در وقت خندہ شکر افشانی نگشتی تنگہ شیریں نمودے، بیت

لعل را با لب لعل تو چہ نسبت باشد لعل بسیار دے لعل تکرار رکیبیت

اگر چہ خط سبز معشوقان لالہ عذار نور نظر و سرور خاطر است، اما حسن خط خوشنویسان سحر کاران عنبریں قلم و جادو نگاران مشکیں رقم رتبہ عالت وطراوت و بجہ دارد، آں خط اگر چہ اختیار دلہا از دست می برد لیکن در موقف زوال و معرض انتقال است، و ایں خط ہمیشہ بر صفحہ روزگار باقی و پایدار، باقی را با فانی چہ نسبت و کدام مناسبت جمعی کہ قدر و قیمت گوہر آبدار و لولائی معانی شاہوار

شیرین گردد و زبان چون از صحبت شیرین دہان بگذارد فشان گردد

دانستہ اند قلم گوہربار را کہ غواص بحرِ معانی است، چوں درمیان در گہرریزی و ہزباری داشتہ، یک لحظہ از کسب این سرمایہ غافل نہ نشینہ سرد برگ استعدادِ من معلوم گاہے کہ کمیت قلم در عرصہ کاغذ بجولان می آرم، صد جا می لغزد و در ہر قدم از پا می افتد، والدیجا باد"

برہمن کے چمن میں کسی غیر کا عمل دخل نہیں

برہمن لب فرو بستم وگرنہ در سخن گوئی
ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

شاعروں کے ہر سوانح نگار کا یہ دعویٰ رہا ہے، کہ اُن کا ممدوح اپنی طرز کا موجد تھا، یا ایسے اُستاد اپنے ممدوح کو کسی مشہور شاعر کا شاگرد بنایا کرتے ہیں، لیکن اُن کا قلم اُن کے ہاتھ سے اُن کے بیان کی جب اس طرح سے تردید کراتا ہے، تو شاید انہیں شرم نہیں آتی، برہمن کی زبان کسی کے کلام و بیان سے متاثر نہیں ہوئی، اُن کا کلام ایسی ترکیبوں اور طرزِ بیان سے بھرا پڑا ہے کہ جو حسبِ خاطر انہی کے حصہ میں آسکتا ہے، وہ اپنی طرز کے آپ موجد تھے، شعر مندرجہ عنوان اسی ایجاد کا پتہ دیتا ہے،

سرخوش سا فاضل آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہو کر ناصر علی سرہندی کی حیرانی کے الفاظ اس طرح لکھتا ہے:-

"در کار طبع این جوانے حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد، برہمن پسرے مقبول فکر سخن مے کرد" جب ناصر علی اور سرخوش آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہیں، پھر زیادہ اور دلائل کی کیا ضرورت ہے

شاعری پر محاکمہ کی وجہ

غزلیات اور رباعیات کے جن جن اشعار نے ہمارے قلم و جسم میں اپنا سکہ جمایا، اور جن سے یہ محرمِ دل لذت آشنا ہوا، مقابلہ کے وقت ہم اُن پر نشان دیتے رہے، اب وہ نشانات تقاضہ طلب ہو گئے، یہ ہمارا فرض ہمیں یاد دلاتے ہیں، کہ ہم اس منطقی تقسیم کے تحت برہمن کی شاعری کا موازنہ کریں، اور بہ سبیل اجمال اُن پر کچھ لکھیں چنانچہ اُن پر ایک جدا مضمون لکھا گیا، یہ ورلا دریا محنت اگر مشکل نہ تھی تو آسان بھی نہ تھی کیونکہ دماغ برہمن کی یہ ایسی بلند پرواز ہے، کہ جہاں تک ہمارا طائرِ خیال نہیں پہنچ سکتا، ہر شعر میں وہ وہ رموز و نکات

پنہاں کہ جنہیں دیدہ بینا ہی دیکھ سکتا ہے اگر برہمن کا قلم ایک شعر ایک مضمون کا لکھتا ہے تو عہدبرآ
ہونا آسان تھا مگر وہاں تو یہ حالت ہے کہ جوں جوں غور کرتے ہیں مطالب گوناگوں کا ایسا روح افزا
اور ہیچ در ہیچ چمن نظر آتا ہے کہ انسان کو محولذت ہوکر خاموش ہو جانا پڑتا ہے ہم ایسی صورتیں
ناقابلِ عمل تقسیم و تفریق اہلِ نظر کی قوتِ تفہیم کے سپرد کرتے ہیں وہ خود دیکھ لینگے کہ کیسا مشکل
کام تھا وہ مصورِ فطرت خود فرماتا ہے ؎ ہزار وجد بہ آہنگ یک اصول کنم

رائے رایاں کی تصانیف عہودِ مذکور کی صحیح تاریخ ہیں

برہمن ما دسخن ہیچو گل دبوئے گل ایم
درحقیقت ز سخن نیست سخنو فانی

تاریخ نگاری کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دنیا کے نیک بندے
نیکی کے نیک نتائج دیکھکر نیکی کی راہ پر چلیں زمانہ کی کسی بد ذاتی و اخلاقی بدافعالی و بداعمالی کے
واقعہ سے جو ظاہرا عروج فانی پر ختم ہوتا ہے متاثر ہوکر کسی غلط راہ پر گامزن نہ ہوں بد اشخاص
بدی کے بد نتائج پڑھکر خوفِ خدا محسوس کریں اور ہدایت پاکر آئندہ نیکی کی شاہراہ پر قدم رکھیں،
پس جو واقعہ تاریخ اِس اصول کے تابع ہے اور تاریخ نگار ایسا نتیجہ پیدا کرسکتا ہے ہندی
علمِ تاریخ کی رُو سے وہی تاریخ ہے اور وہی تاریخ نگار یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہندی علمِ تاریخ پر
کوئی جواب مضمون لکھا جائے مگر مختصر الفاظ میں یہ مضمون ظاہر کردینے کے بعد یہ ذہن نشیں کیا جانا بھی
ازبس ضروری ہے کہ اقوامِ عالم کا مروجہ طریقۂ تحریرِ تاریخ نیکیوں کا گلا گھوٹنے اور بدیوں کے شیطان
کی پرورش کرنے لیے نسخۂ بے خطا ہے جو تاریخ نگار واقعات کا صحیح نتیجہ نکالنے سے معذور رہتا ہے،
یا دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا ہے وہ اشجارِ امن و اتحاد پر نخلِ نفاق و خونریزی او باشی و بدچلنی کا
پیوند لگاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کل دنیا کے ہر باغ میں ایسے ہی باغباں ہیں اور
ایسے ہی درخت پھولے پھلے ہیں،
اورنگ زیب نے اپنے کارناموں کی تشہیر کے روکنے کے لئے جو جو تدابیر اختیار کی تھیں وہ
اہلِ سیر سے مخفی نہیں مسٹر جی لے داد ن ایم اے و اتیج ایل گیرٹ ایم لئے زمانہ حال کے

مسلمہ تاریخ داں اپنی تاریخ ہند سنہ ۱۹۱۹ء کے انڈیشن میں صفحہ ۲۱۵ پر لکھتے ہیں :-

اورنگ زیب کا تخت مذہبی تعصب اُس کے بے شمار طریق عمل سے ظاہر ہو گیا تھا اُس نے میلوں کی مسدودی شاعروں کی بربادی ناچ مجروں کی بندی اور تاریخ نہ لکھنے کے متعلق سخت امتناعی احکام جاری کر دیئے تھے۔

اِس تاریخ کا بھی عجیب قصہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہند کی تاریخ بڑی عرق ریزی سے مسٹر **من موہن** صاحب ایم۔ اے نے سنہ ۱۹۱۵ء میں مرتب کی اور پھر عرصہ بعد یہ صاحب سچ اُڑ گئے اصلی مصنف کا نام اُڑا دیا اِن ہی الفاظ میں یہ عبارت اُس میں بھی درج ہے **غلام حسین خان** طبا طبائی یہ راز اِس طرح کھولتا ہے :-

بعد از دہ سال محرران تاریخ را از تحریر سوانح ایام دولت خود منع داشت کہ کسے احوال اُو را نہ نگاشت بعض فقرات ہاشم علی خافی خاں اشعارے بآں دارد فقیر بنا بر استشہاد فقرات مذکور را بعینہ نقل نگاشت وہی ہذا بعد القضائے دہ سال مورخاں از نظیر احوال پادشاہ عدالت گستر دین پرور ممنوع گشتہ ہر چند بکر دجیل منع تاریخ نویسی عیوب خود را پوشیدہ کوشید کہ بر مردم ظاہر نشود فائدہ نہ بخشید فاش تر شد۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۰)

ایسے ہی اور دیگر اسلامی مورخوں نے اورنگ زیب کی اس چالاکی کا بھانڈا پھوڑا ہے بلند حوصلہ بچارے **خافی خاں** نے جس سے وہ راز میں ڈر ڈر لکھا اب اسے سب جانتے ہیں **نعمت خاں عالی** نعمت زندگی سے محروم کر دیا جاتا اگر قابلیت کا واحد امانت دار نہ ہوتا سینکڑوں وقائع نگار عاقل اور اورنگ زیب کے واقعات لکھنے کی آرزو رکھتے تھے مگر سب شہید آرزو ہوئے ورنہ خود شہید ہوتے ایسا لکھنے والا کون تھا کہ جو لکھتا اور زندہ رہتا مگر اُس معلم حقیقی نے اسی ہی کے دربار میں اپنا ایک شاگرد رشید برہمن پیدا کر دیا تھا جسے تعلیم دی گئی تھی کہ تو نظم میں سب کچھ لکھ اپنے دیوان اور کلام میں سچا بھرے دربار میں سُنا مگر کسی کا نام زبان پر نہ لا نہ تاریخیں یاد کر نہ سال و سمت غرض رکھ اقعات کا عطر نکال اور اسے رمز و کنایہ سے عالم میں پھیلا بوئے شمیم کی طرح سب کے دماغ معطر کر سمجھنے والے سمجھ لیں گے اس نکتہ سے واقعہ سخن کی داد دیں گے یہی تاریخ نویسی کی علت غائی ہے۔

شاہجہان کے قید ہو جانے کے بعد سلطنت بھر میں جو جو طوفان آئے، خطرناک انقلابات رونما ہوئے، ہزارہا بے گناہ بندگانِ خدا تہِ تیغ کئے گئے، شہزادے اور شہزادیاں نامحرموں کے قبضے میں آئیں، ناروا سلوک روا رکھے گئے، بادشاہ جابر کے جیتے جی اُس کی اولاد بے رحمی سے تلوار کے گھاٹ اُتاری گئی، غرضیکہ جو کچھ نہ ہوتا تھا، وہ ہوا، **رائے رایان** نے سب کچھ دیکھا، اُن کے دماغ نے عہدِ مذکور کی تاریخ لکھنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا، وہ تاریخ کی بے خلل زندگی کا باعث تھا، اور تاریخ کی روح رواں جو شعرِ صدر کا تاج مضمون بنایا گیا، وہ ہمارے استدلال اور دعوے کی کھلے الفاظ میں تائید ہے، رائے رایان اپنے طرزِ خاص میں فرماتے ہیں، کہ میں تو گُل ہوں، اور یہ کلام بُوئے گُل ہے، جو حقیقی سخنگو ہیں، اُن کا کلام کچھ معنی رکھتا ہے، میرا کلام ایسا ویسا نہ سمجھو، اِس میں بڑے راز بھرے پڑے ہیں، حل کرنے کی کوشش کرو، درحقیقت **رائے رایان** کے گلزار میں پھولوں کے بُو کی طرح اُس عہد کے واقعات کی بُو نہاں ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں،

رائے رایان کی لائف ہم لکھ چکے، مگر وہ بُوئے گُل ہمارے دماغ میں بسی ہوئی ہے، جو چمنِ رائے رایان کی سیر کرتے وقت ہمارے دماغ میں پہنچی، اس لئے ہمارا ایمانِ قلم اِس عطر بیزی پر مجبور ہو گیا ہے، حقیقت یہ ہے، کہ جب ہم نے رائے رایان کی **فراقِ دارا** میں آہ و زاریاں سُنیں، تو ہم سے رہا نہ گیا، ضبط کھو بیٹھے،

چنانچہ "دلِ برہمن اور دردِ دارا" اور "**اورنگ زیب** رائے رایان کی نظر میں" دو مضمون اسی ترادشِ خیال کے نتائج ہیں،

دلِ برہمن
اور
دردِ دارا

برہمن مابصبحِ محشر از ہم چشم نکشائم ؎ اگر آید شبے آں آفتابِ من بخوابِ من[1]

اِس صداقت، صدقہ پر کسی دیگر تصدیق کی ضرورت نہیں کہ برہمن دارا تھا، اور دارا برہمن، چونکہ رائے رایان اور دارا کی طبعیت میں تصوف کے رنگ برابر تھے، اس لئے بحیثیت مشتری و دُکاندار، دونوں کے تعلقات ایسے وابستہ ہو گئے تھے، کہ ایک کو دوسرے

[1] برہمن کا دارا سے صدقِ ارادت دیکھئے، کہتے ہیں کہ اگر دارا مجھے خواب میں بھی نظر آ جائے، قیامت تک آنکھ نہ کھولوں، کیونکہ آنکھ کھلنے سے تصویرِ یار محو ہو جاتی ہے، "بہار سناہی"

کی جدائی نہایت شاق گذری، اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا، جب کسی اتفاقیہ حادثہ سے ہمارا قلم ٹوٹ جاتا ہے، تو اس معمولی نقصان سے طبیعت مغموم ہو جاتی ہے، پس جہاں رائے رایان کا شاہجہان جیسا قدردان آقا فید ہو جائے، شہزادہ سا ممدوح سنگدلی سے قتل کر دیا جائے، اُس کی نسل کا جلادوں کے ہاتھوں کلیتہً خاتمہ ہو جائے، تو ایسا کون احسان فراموش سنگین دل ہے، کہ جو یہ درد محسوس نہ کرے، اُن کو کرنا چاہئے تھا، اور جو دل انصاف سے معمور ہو، وہ ضرور کرے گا،

دیوان کے ملاحظہ کے بعد ہم اس نتیجۂ صحیح پر پہنچے، کہ دیوان کا ابتدائی حصہ شہزادۂ شہید کی صحبت میں لکھا گیا ہے، اور دوسرا حصہ خاندانِ مغلیہ کی اس عام تباہی و بربادی کے بعد،

اس دیوان سے بیتمیز کی جانی ایمانداری کا گلا کاٹنا ہے کہ اس تفریق میں کون کون سا کلام آسکتا ہے، مضمون و تراوشِ خیالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ دیوان کا آخری حصّہ کنارہ کشیٔ خدمتِ ملک، و ملازمت، بحالت گوشہ نشینی مقام کاشی جی لکھا گیا، کیونکہ اس میں خصوصیت کے ساتھ بے مہریٔ فلک، بے ثباتیٔ دنیا، اور گوشہ نشینی وغیرہ مضامینِ درد کی آہ و زاریاں کی گئی ہیں، اور اس میں تقریباً سب غزلیات ایسی ہیں، کہ جن میں اس تاریخی واقعۂ عبرت و بصیرت پر خون کے آنسو گرائے گئے ہیں،

ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ رائے رایان کی طبیعتِ عالی کس درجہ نیک اور احسان مند واقع ہوئی تھی، اور وہ شہزادہ دارا کی حالتِ زار اور واقعاتِ مقتولی سے کیسے موثر ہوئے، اُس وقت کی دنیا کی رہِ انقلابِ حکومت سے کیا حالت تھی، اور نیک دلوں پر شاہی خاندان کی اس پُر جفا خونریزی کا کیا اثر ہوا، یہ تمام کلام اُن جذبات و تاثراتِ تاریخی پر اُس وقت صاف روشنی ڈالتا ہے، جبکہ مخاطب وہی گوہر مراد شہزادۂ شہید ٹھہرایا جائے، اور اُن کی تباہی و بربادی کا سماں آنکھوں کے سامنے ہو، اور آنکھیں وہ ہوں جو رائے رایان کے دارہ گریاں کی طرح تر ہوں، وہ پھر دیکھیں گے کہ تاریخ ہند کا یہ اہم واقعہ کیسی تسلسل بیانی اور رموزِ نہانی سے منکشف کیا گیا ہے، صنعتِ استخدام صنعتِ الفاظ کے لئے ہے، اگر اسے مضمون کی طرف لیجایا جائے تو صنعتِ صانع بخوبی سمجھ میں آجائے سے

من سخن در پردہ مے گفتم سحر با برہمن　　آفتابِ من مخاطب کردہ بود آئینہ را

چونکہ جذباتِ قلبی کی وقت پر صحیح ترجمانی کی گئی ہے، اور مضمون تاریخی ہے، تاریخی انکشاف ملکی خدمت ہے، اِس لئے آپ کے کلام سے یہ تاریخی مضمون بقدرِ ضرورت علیحدہ کیا جاتا ہے، جو دل متعصبات اور تعلقات سے تعلق نہیں رکھتے، صداقتِ بیان پر ایمان لائیں گے، اور کلام رائے رایان سے ایسے ہی اُور تاریخی حالات کی واقفیت پیدا کرلیں گے، وہ اِن گوہرانِ نہانی کا نشان دیتے ہیں ؎

برہمن ہرگز کسے از حالِ ما آگہ نشد　　این گہر در کانِ نہاں چوں گنج در گنجینہ ماند

اب دردکھرے دل کی داستانِ غم دل سنبھال کر سُنیئے فرماتے ہیں:-

دارا کی خونریزی کا خونی طوفان چھپا نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ خونِ بے گناہ علانیہ کیا گیا ہے، اور ایک دُنیا اُس سے متاثر ہوئی ہے:-

کجا پنہاں کنم این گریۂ طوفانِ خونی را　　کہ گرد از آستیں گم کرد از دامن شود پیدا

برہمن دارا کے قتل کئے جانے کے بعد اُن کی عنائتیں اور اپنے عیش عشرت یاد کر کر کے کہتے ہیں کہ اب اُن کا تذکرہ جانے دو، صنعتِ لف ونشر بھی ملاحظہ ہو:-

جوانی بود وفصلِ عیش وعہدِ کامرانی ہا　　کجا آں فصل کو آں عیش کے آں شادمنیہا

جو لطف دارا کی صحبت میں نصیب تھے، اب انہیں ہی یاد کرکے اپنی زندگی کے دن کاٹتے ہیں ؎

بردہ افسانۂ عہدِ شباب از دل غبارِ غم　　کہ دل را تازہ مے سازد یادِ ایامِ جوانی را

اے دارا! تو بے رحمی سے ہلاک کر دیا گیا، مگر تو اطمینان رکھ کہ اِس ظالمانہ قتل نے تیرا رتبہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا، کیونکہ تو نے حق کی خاطر اپنا تمام کنبہ شہید کرا دیا:-

تشنۂ زخم تو آب از دمِ خنجر برداشت　　نیم بسمل شد و زخم تو مکرر برداشت

کشتۂ تیغ ترا رُتبہ دیگر افزود　　زخم بر زخم پئے لذتِ دیگر برداشت

لہ ــ یہ سالم غزل دارا کا پُر درد نوحہ ہے، اور دارا کے تاریخی حالاتِ مقتولی کا صحیح مرقع، "بہار رسامی"

اپنے دلِ محزون کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتے ہیں، کہ انقلابِ زمانہ کسی کے اختیار میں نہیں، دارا کی کوئی مدد نہیں کرسکتا، خاموش ہو جا ؎

چوں روزگار درگرو اختیار نیست
از فکرِ روزگار فراغ غنیمت ست

اے دارا! تیرے اِس ظالمانہ و بیرحمانہ قتل پر اگر تیرا برہمن دیوانہ ہوگیا کیا تعجب ہے؟ تیرے اخلاق و عادات یاد کرکے تیرے ماتم میں ایک دُنیا رو رہی ہے ؎

برہمن کیست کہ دیوانہ چو مجنوں نشود
عالمے میرود از ہوش زبوئے کہ تراست

جاں نثار باوفا برہمن اپنے دل ہی دل میں غم و غصہ سے بل کھاتے ہیں، کہ ہائے دارا کی کامرانی کا زمانہ ہی نہ رہا، نہ وہ حکومت کرنے پایا ؎

عاشقِ شوریدہ خوں چو غنچہ دردل میخورد
فصلِ گل بگذشت از بلبل نوائے برنخاست

برہمن کو اُن کے غمخوار ہر طرح کی تسلی دے کر صبر کی تلقین کرتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں، کہ میرا بیتاب دل کسی طرح قرار نہیں پاسکتا ؎

مرا شکیب بہ تسلی دہند غمخواراں
چگونہ صبر پذیرد دلے کہ بیتاب ست

اُن کا وفادار مجروح دِل دارا کے قتل پر اپنی محبت کے جذبہ سے خون کے آنسو بہاتا ہے لیکن وہ اپنا یہ راز کسی سے بیان بھی نہیں کرسکتے تھے، کیونکہ وہ سب نمک خوارانِ دارا نمک حرام ہوگئے تھے ؎

چوں زند خونِ جگر جوش محبت دردل
محرمِ راز بجز دیدۂ تر نتواں یافت

دارا کے واقعۂ قتل کے بعد ہر جگہ اُس کا ذکر لوگوں کی زبان پر تھا، اور اِس درد سے دُنیا تڑپ رہی تھی ؎

نہ دیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زبان باقیست
غمے کہ بود دریں سینہ ہمچناں باقیست

اے ظالم جفا جو اورنگ زیب تو کیوں مکر و فریب سے یہ داستانِ ظلم چھپانے کی کوشش کرتا ہے، تیرے ہاتھ اِس خونِ بے گناہ سے رنگے ہوئے ہیں، اور تیرا دامن تار تار ہو رہا ہے، دارا کے خون سے تو ہرگز بری الذمہ نہیں ہوسکتا، اِس شعر میں واقعہ نگار و نکتہ تاریخی حالات لکھنے کی ممانعت کا اشارہ بھی ہے ؎

[11] از یادِ کارِ خونِ شہیداں تراہنوز		نقش بر آستین دِ نگار سے بہ امنت

بے گناہ دارا پر گنہگار قرار دینے کے طرح طرح کے الزامات لگائے تھے، اور نہایت بیباکی سے اُس بے گناہ کا خون زمین پر بہایا گیا تھا، برہمن دارا کی پاک روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، کہ اے دارا تو زندۂ جاوید ہو گیا، لوگ تا قیامِ دُنیا تیری بے گناہی کا اعتراف کریں گے:۔

[12] مدار دہیچ باک از تہمت آلودہ داماننے		کہ خونِ بے گناہاں بر زمین بیباک مے ریزد

دارا کے قتل پر سپہر تک رو رہے تھے، لیکن اورنگ زیب کے دل پر مطلق اثر نہ ہوا، اندھیر پڑ رہا تھا، کسی کی کوئی نہ سنتا تھا، اِس لئے لوگ خاموش ہو گئے تھے کسی کا کچھ بس نہ چلتا تھا ؎

[13] اثر بسنگ کند برہمن نہ در دلِ او		خموش کرد مرا نالہائے بے تاثیر

برہمن عیش و عشرت ترک کرکے دُنیا چھوڑ بیٹھے، اور کنجِ بنارس میں اپنی بے کسی کو یاد کر کر کے روتے ہیں، کہ تیری حکومت کے انتظار میں میں اورنگ زیب کی خدمت کرتا رہا، انجام بُرا ہوا ؎

[14] در انتظار نوازش تو بامنش ساختیم		در کنجِ بے کسی بغم خویش ساختیم

برہمن اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہیں، کہ میرا دل دارا کے قتل کے صدمہ سے پتھر ہو گیا، اور مارے غم کے آواز تک نہیں نکلتی، شعر ۱۲ میں فتوائے قتل کی طرف اشارہ ہے ؎

[15] یک قطرۂ خون بر دن نہ چکد از درونِ ما		مانند طفلِ غنچہ بصد ریش ساختیم

برہمن بے قرار کا دھیان ہر وقت دارا کی تصویر کی طرف تھا اور ہر لحظہ اس گیسوؤں والے شہزادہ کو یاد کرتے تھے، اِس کے سوا دوسرا کوئی خیال نہ تھا دارا کے گیسو مشہور خوبصورتی کا جز تھے ؎

[16] در پیش دم نظر جانب روئے دارم		مو بمو شوق رُخ سلسلہ موئے دارم

برہمن کا دل دارا کے واقعۂ قتل سے چاک چاک ہو گیا تھا، اب اُس کی یاد ہی آسایشِ دل سمجھتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اب میں سلطنتِ مغلیہ کا دھیان کروں یا عیش و عشرت کا خیال دِل میں لاؤں، تو دوزخ میں پڑوں، کیسا جانبازانہ خیال ہے، واہ واہ ؎

[17] چاک در سینۂ عاشق بود آسایشِ دل		کاذم گر ہوسِ تار رفوئے دارم

برہمن دل و جان سے دارا کے درد میں خون کے آنسو بہاتے تھے، حکم تشہیر کا ذکر کر کے روتے ہیں ؎

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدہ رود یار کوے گذری بر سر کوے دارم

برہمن کہتے ہیں کہ اے اورنگ زیب میں تیری اور تیری دولت کی پروا نہیں کرتا کیونکہ میرے دل میں تو اُس گیسووں والے شہزادہ (دارا) کی مہربانیوں نے گھر کر رکھا ہے ؎

نشوم بہرہ ممنون تو اے باد شمال کہ ہوا در سر از آن غالیہ موے دارم

برہمن دارا کی یاد میں رونا دھونا اپنی، اپنی حیاتِ ابدی سمجھتے تھے، کیونکہ امن و اطمینان آرام و راحت مفقود ہو گئے تھے ؎

خشک نگردد چمن خاطر من کہ من از دیدۂ تر آب بجوے دارم

وہ دارا کی یاد میں آہ و زاریاں کرنا ہی زندگی کا لطف سمجھتے تھے، کیونکہ اُس کے قتل سے اُن کے عیش حرام ہو گئے تھے ؎

از خون دیدہ بود شرابے کہ داشتیم در لخت سینہ بود کبابے کہ داشتیم

شد عجز یاد وسیلۂ عذر گناہ ما شستیم ز آب دیدہ حجابے کہ داشتیم

برہمن اپنا ویران خانۂ دل اُس وقت شاد و آباد دیکھتے تھے کہ جب اُس میں دارا کی یاد ہو، لفظ "دارد" کیا خوب واقع ہوا ہے ؎

دارد بیاد دوست تو آباد برہمن ویران دل شکستہ خرابے کہ داشتیم

وہ اپنی کسی ریزی آرزو میں کا کتنی جی نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکے تھے، کہتے ہیں کہ میں یہاں ہی بیٹھ کر دارا کی مظلومی کی داستانیں سنوں گا، اور اُسی کی یاد میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزاروں گا ؎

ہرگز از خانہ پئے کسب تمنا نروم سیر عالم کنم و کمشدم از جا نروم

کہتے ہیں کہ دارا کی یاد میری روح کے لئے ایک خاص خوراک ہے، اس سے میں اسے ہی یاد کروں گا، اورنگ زیب کی بادشاہت کی مجھے پروا نہیں ؎

صحبت اہلِ جنوں نشأ دیگر دارد   یادِ مجنون کنم و از پئے دانا نہ رَوم

جو آنسو اُس کی یاد میں گراؤں گا، وہی میرے لئے بے بہا موتی ہیں، دنیوی دولت کے لئے اورنگ زیب کے دربار میں ہرگز ہرگز نہ جاؤں گا ؎

دُرِ ناسفتہ بہ مژگانِ من ارزانی باد   از پئے گنجِ گوہر تا لبِ دریا نہ رَوم

فرماتے ہیں کہ اے بوجھالو کو میرے دل میں تو دارا کی یاد گھر کئے ہوئے ہے، میں کسی دنیوی خواہش کے لئے تمہاری طرح سے اورنگ زیب کا درباری نہ ہوں گا ؎

برہمن یوسفِ من در دلِ من جا دارد   من بہ بازار طلب ہمچو زلیخا نہ رَوم

برہمن اُن غدار و نمک حرام امراء کو دیکھ کر جو ذرا سے لالچ میں اورنگ زیب سے مل گئے تھے، مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تب بھی میں دارا کا کوئی راز ظاہر نہ کروں گا ؎

گر بکاوی سینہ ام حرفے نمے آید بروں   از زبان تا دل رہِ افسانہ را گم کردہ ام

برہمن دارا کے بے گناہ اور ناروا قتل پر اُس کے غم میں اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا روا سمجھتا ہے، وہ سخت بے قرار ہے، کیونکہ دارا سا شہزادہ اُس سے علیحدہ ہو گیا، یہ شعر سراسر تاریخ سے ملتا ہے اور اظہارِ حقیقت ہے ؎

دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام ریزد رواست   بیقرارم گوہرِ یکدانہ را گم کردہ ام

جب نالہ اور آہ و زاری سے دل بھر گیا، تو اپنی ہمت کو حوصلہ دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں، تو میرے شاملِ حال رہ، مجھے تو ابھی دارا کی یاد میں ہلاک ہونا ہے، اب میں ہرگز ہرگز زندہ نہ رہوں گا

ہاں برہمن ہمتے ہمراہیِ من کن کہ من   در خمِ زلفش دلِ دیوانہ را گم کردہ ام

اغلب ہے کہ دارا کے سلسلے میں برہمن بھی قید کر دیئے گئے ہوں، اور بوقتِ ہلاکت اُس سے دُور ہوں، "نقشِ دیوار" اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے جب واقعۂ قتل کی تفصیل سنی ہوگی، پیچ و تاب کھایا ہوگا، جب ہی فرماتے ہیں کہ میں دُور افتادہ غم و غصہ میں مرا جاتا ہوں ؎

دُور از تو ہمچو نقش بدیوار ماندہ ایم   در پیچ و تابِ زلف گرفتار ماندہ ایم

عشق

اس خیال کی شعرِ ذیل سے پوری پوری تائید ہوتی ہے، انہیں امید ہوگی کہ مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا، اور اسی سلسلہ میں دارا کا دیدار نصیب ہوگا، اور ممکن ہے کہ قول و قرار بھی ہوئے ہوں، اِن کو تو دیدار ہی نصیب نہ ہوا،

اُدہر طرف کرمے نگری جلوہ میکند ‏ ‏ ما منتظر بوعدۂ دیدار ماندہ ایم

دارا کی مقتولی سے جو میرے عیش و عشرت پر جور و ظلم ہوا ہے، اُس سے میری سنیاس آشرم کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا، اور میں ہرگز ہرگز اورنگ زیب سے کسی خواہش کا ملتجی ہو کر ذلیل و خوار نہ ہوں گا ؎

ما عیشِ خود زجورِ فلک کم نے کنیم ‏ ‏ بیہودہ کشتیت ہمت خود خم نمیکنیم

انتہائی مایوسی اور درد سے لاپروا ہو کر فرماتے ہیں، کہ میری آرزوئیں عین موسمِ مراد میں پامال ہو گئیں، اب میں دنیا کی کسی معمولی سے معمولی چیز کی تمنا نہ کروں گا ؎

آں خشک سبزہ ایم کہ در موسمِ بہار ‏ ‏ یادِ نسیم و خواہشِ شبنم نمے کنیم

اِس خونی حادثہ میں اپنا ہی خونِ جگر پیوں گا، اور اُسی پر اپنی زندگی گذاروں گا، پادشاہ اگر وزارت دے، جب بھی قبول نہ کروں گا ؎

چوں طفلِ غنچہ خونِ جگر مے خوریم و بس ‏ ‏ لب تر از آب کوثر و زمزم نمے کنیم

دارا کی یاد میں مر رہنا ہی ابدی زندگی ہے ؎

از خود گذشتن است نخستیں دریں طریق ‏ ‏ خود را براہِ عشق تو محرم نمے کنیم

گو میرا سب دنیوی مال و متاع غارت کر دیا گیا، لیکن میرا دل و دماغ وہی ہے ؎

از لبِ ایں زمانہ عسرت یا بیم ‏ ‏ ہمچو خورشید و ماہ تابان نسیم

گو میں قادر الکلام ہوں، اور بڑا زندہ دل ہوں، مگر دارا کے قتل سے پریشان ہوں، دل کیفیت کا کیسا نقشہ کھینچا ہے ؎

بس کہ طبع شگفتہ داریم ‏ ‏ لاجرم ہمچو گل پریشانیم

عتاب شاہی سے دنیا کانپ رہی ہے، اسلئے میں بھی خاموش ہوں اور خاموشی بہتر ہے کہ رنگ لائے گی ؎

بخموشی چو غنچہ ساختہ ایم　　سر بجیبم دیا بد امانیم

دن رات دارا کی یاد میں خون کے آنسو بہا کر اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں، اور اسی طرح سے اپنی جان دے دوں گا ؎

ہر شب از موج گریہ خونین　　عزق دریا و دقعت طوفانیم

دارا کے سب رفیق و ہوا خواہ قتل کر دیئے گئے، ایک میں ہی خون کے آنسو بہانے کے لئے بچا ہوں کس قدر حقیقی بیان ہے ؎

یادگار بہار ناکامی　　قطرۂ خون بدوش مژگانیم

میرا تمام بدن خون بے گناہ کے صدمے سے خون ہو گیا ہے، کاشی جی کے ایک گوشے میں دنیا چھوڑے پڑا ہوں ؎

ہمہ تن گشت قطرۂ خونی　　ماند در گوشۂ گریبانیم

دارا کے قتل سے میرا دل مغموم ہے، میں بڑا سنگین دل اور سخت جان ہوں کہ دم نہیں نکلتا ؎

شب ہجراں بعجب ہم بسر بردیم　　گرد سنگین، دل دگراں جانیم

میری آرزوئیں عین موسم مراد میں برباد ہو گئیں،

ما شگفتیم غنچۂ صفت پاسئے بداماں دارم　　چوں گل تازہ اہم وحال پریشاں دارم

شعر ذیل سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے، کہ آورنگ زیب نے دارا کے راز آپ سے دریافت کئے، جب ہی آپ فرماتے ہیں کہ اے آورنگ زیب مجھے تیرے قتل کی پرواہ نہیں، میں کہتا ہوں کہ میں دارا کے راز سے واقف ہوں، اگر میں بتے ہر گز نہیں بتلاؤں گا ؎

گر بدانی کہ مرا با تو چہ شور لیست چہ باک　　کہ من ایں راز بخود دارم و پنہاں دارم

اسے آورنگ زیب! تو مجھے قتل کی کیا دھمکی دیتا ہے؟ آب میرے پاس کیا پڑا ہے، یہ جان باقی ہے،

وہ بھی سے سے میں نے تو مرنا ہی ہے، آج مرا کل مرا سے

غم بیمانی من آمدہ و منفعلم دو سہ لخت زجیب گر دارم وبھان دارم

برہمن دارا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے دارا اطمینان رکھ، میں تیرے راز جلیا کہ دوسروں نے ظاہر کر دیئے "ہرگز ہرگز ظاہر نہ کروں گا" میں تو تیرا بندۂ احسان ہوں، احسان فراموش نہیں" سے

مرغ دل کے زدو از دام ہوائے تو برون خویش را لبتہ بیک رشتۂ احسان دارم

مجھے بھی ایک دو روز میں قتل کر دیا جائے گا، اِدھر میں قتل ہونے کے لئے تیار بیٹھا ہوں کیونکہ دارا شکوہ کے قتل ہو جانے سے اب مجھے بھی کسی دنیوی شے کی ہوس نہیں رہی، سب کچھ تیرے ساتھ جاتا رہا، صنعتِ اعداد بھی ملاحظہ ہو:-

تا ز بزم تو جدا یک دو سہ روز سے بفرد نہ ہوائے گل و نہ میل گلستان دارم

جب شہزادہ دارا شکوہ گرفتار کیا جا کر زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، تو برہمن کی روح قفسِ عنصری میں بلبلِ نو گرفتار کی طرح تڑپی، برہمن کا دہ نالہ سنئے سے

ہمچو آں بلبلِ شوریدہ ام از گلشن دور کہ دل سوختہ و دیدۂ گریاں دارم

دارا کے قتل کے بعد برہمن کی جو حالت تھی، وہ خود بیان فرماتے ہیں سے

سر شوریدہ، دلِ آزردہ، دماغ افسردہ من ز اسبابِ جہاں این سروساماں دارم

دارا کے راز چھپانے کا پھر اشارہ فرماتے ہیں، کہ اگر میری آنکھیں بھی نکال دی جائیں، جب بھی یہ راز افشا نہیں ہو سکتے سے

رازِ دل تا نکند آشک ز چشم بیرون دو سہ خار سے مژہ تر دیدہ نگہبان دارم

کہتے ہیں کہ اے دارا میری زندگی تیرے احسانات کے بدلے میں تیرے ہاتھ فروخت ہو چکی ہے اب وہ تیری ہے، اگر میری ہوتی تو تیرے ساتھ ہی قتل ہو جاتا سے

پنجۂ قدرتِ من درگرد دامن گشت ورنہ چوں گل ہوس چاک گریباں دارم

برہمن رو رو کر کہتے ہیں کہ گو میں دارا کی یاد میں جل رہا ہوں، لیکن اس جلنے میں مجھے لطف آتا ہے

کیوں نہ آئے یہ بھی تو ایک جاں نثاری ہے ؎

برہمن در غمِ اوکم نتواں بود ز شمع　　　شعلہ در دامنم آتا لبِ خنداں دارم

جو رات دیوی دیکھ کر جان دے دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے ؎

سے تواں بودن ز آشوبِ حوادث بر کنار　　　کشتیٔ امید بر ساحلِ دریا خوش است

میں اپنی محبت کا راز کیونکر چھپا سکتا ہوں، کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہیں" اے اورنگ زیب تجھے اس ظلم کی داستان خفیہ نہیں رہ سکتی ؎

چگونہ خفا نیست عشق را پنہاں دارم　　　مرا کہ خونِ دل در دیدۂ تاکر است

اُس کی محبت کے جوش میں نالہ نکل جاتا ہے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھی ہے

ہمیشہ موجِ محبت ز سینہ میچہ شد　　　ز دامن گہر افشاں وچشم تر پیدا است

اے برہمن اس رنج و غم میں گھل گھل کر جان دیدے، کیونکہ یہی خوشی کا باعث ہے اور گھبراہٹ درختِ محبت کا پھل ہے ؎

بدردِ عشق برہمن بساز و خوشدل باش　　　کہ از نہالِ محبت ہمیں ثمر پیدا است

جدھر جاتا ہوں، جہاں بیٹھتا ہوں، اے دارا تیرا ہی ذکر کرتا ہوں، خواہ میں کہیں چلا جاؤں، میرا دل تیری طرف لگا ہوا ہے ؎

از خیالت نیست خالی چار سوئے روزگار　　　من بہر جا است کہ باشم رشتۂ دل سوئے تو ام

جب دارا کی یاد دل میں اٹھتی ہے آگ لگ جاتی ہے، اور سینہ جل کر کباب ہو جاتا ہے ؎

عشق آمد آتشے بر افروخت　　　ما سینۂ خود کباب کردیم

دارا کی یاد میں آنسو بہانے کافی نہیں، بہتر ہے کہ دریا میں کود مروں ؎

قطرۂ اشکم کہ دارم کافی کے بود　　　دامن آلودہ خود را بدریا میبریم

اجمال بیان کا خیال رکھتے ہوئے، پھر بھی ۱۰ اشعار درج ہو گئے، اسی طرح سے اگر اور اشعار انتخاب کئے جائیں، تو تقریباً نصف دیوان یادِ دارا سے بھرا نکلے، ہم خاتمہ پر اس قدر اور اضافہ

کرنا چاہتے ہیں، کہ قتلِ دارا شکوہ سے قبل جس قدر آپ کا کلام ہے، وہ چہار چمن میں مع محل و توع اکثر درج ہے، ان غزلیات میں سے ایک غزل بھی اُس مجموعہ میں نہیں، کیونکہ اُس وقت ترتیبِ دیوان کا خیال نہ تھا، بلکہ میں طبع نے موزونی دکھائی، وہ بحر گلزار بنائی، یا جو طرح ہوئی، اس پر خامہ فرسائی فرمائی، ہم نے برہمن کے ٹوٹے موتے سلسلے اور نکتے درج کر دیئے، اہلِ نظر اگر اس نظر سے دیوان کا ملاحظہ فرمائیں گے، تو جو کلام اس درد میں مبتلا ہے، خود بول اُٹھے گا،

اورنگ زیب اور اسکی حکومت رائے رایان کی نظر میں

اسبابِ نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ چوں در گذشت زندگانی ہمہ ہیچ

گیرم کر شدی گنجِ معانی ہمہ ہیچ وز ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

جو مرتبہ اورنگ زیب اور اسکی طرزِ حکومت پر رائے رایان نے پڑھا ہے، وہ بھی ان کی تاریخی زبان سے سننے کے قابل ہے، پس مندرجہ بالا رباعی پر غور کیجئے،

فرماتے ہیں کہ اے اورنگ زیب تیرا اور تیرے ہم مشرب لوگوں کا اسبابِ عیش مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا، یہ مانا کہ تجھ کو سب کچھ مل گیا، لیکن یہ سب ہیچ ہے، تو شخص نادان ہے، جو لوگ دنیا کے مال و دولت کی خاطر سب کچھ کر گذرتے ہیں، وہ سخت گمراہ ہیں، اس پر اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں، (رباعی)

اے خواجہ نہ نام و نشان خواہد بود حرفے دو سہ بر زبان خواہد بود

ہر چیز کہ ہست از میان خواہد رفت جز نامِ خدا کہ در میان خواہد بود

اے اورنگ زیب تیرا نام و نشان مٹ جائے گا، اور لوگ تیرے نام اور کام پر لعنت بھیجیں گے، دولتِ دُنیا ساتھ نہیں جاتی، محض اعمالِ نیک یادگار رہتے ہیں، اورنگ زیب کا طولانی عہدِ حکومت اور اس کا انجام چار سطروں میں ختم کر دیا ہے، معجزہ ہے،

اس طرح رائے رایان نے اورنگ زیب کی حکومت کا بڑے موثر محققانہ اور ناصحانہ پیرایہ میں خاکہ کھینچ دیا ہے، ہم نہیں چاہتے تھے، کہ یہ کلام اپنے دعوے کے اثبات میں لکھتے، مگر معترضوں کی نظر میں یہ دعوے بلا دلیل سمجھا جاتا، اگر اس تاریخی کلام سے استفادہ نہ اٹھایا جاتا، اور میں اس سے کام نہ لیا جاتا،

نکتہ برہمن کے ادبی نکتے "نکتہ دان" ہی سمجھ سکتے ہیں، اِس میں جو عالمگیر کو جس صفت سے متصف کیا گیا ہے، وہ اُس کے عہد کی جنرل پالیسی کا جامع بیان ہے، اور جب رُباعی مندرجہ بالا کے بعد اِس صفت کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے، جیسا کہ ہر محقق کا فرض ہے کہ نقادی سے کام لے، تو یہ اُس کی صفت نہیں سمجھی جا سکتی ہے، بلکہ ہجوِ ملیح ہے کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ دنیا میں جو ہے، سب جاتا رہے گا، محض خدا کا نام باقی رہے گا، تیری آفاق ستانی کا اے بادشاہ (خواجہ) یہی انجام ہو گا،

برہمن کا راگ حُبّ الوطنی
اپنے وطنی بھائیوں کیلئے صحیح تعلیم ہے

در سینہ جز ہوائے وطن نیست برہمن
ہر چند دل بزمزمۂ کابل آشناست

آریہ ورت سری مہاراجہ پرتھی راج کی سلطنت چھوڑنے کے بعد آریہ ورت نہ رہا تھا، مذہب، حکومت، قومیت، اعتقادات، رسم و رواج، بہادری و جوانمردی، غیرت و خودداری، خورد و نوش، طرزِ لباس، بول چال اور نوشت و خواند پر اِسلامی حکومت کا پہرہ تھا اور اس کا اثر آریہ ورت کے طول و عرض میں یکساں پیمانے پر تھا، جو پہرہ دار کی بے خبری سے ذرا بھی خبردار ہوا، ہاتھ پاؤں پھیلاتے ہی سرِ تن سے جدا ہوا، اور کلّہ مینار بنا،

سینکڑوں نہیں، کروڑوں وید پاٹھی، پجاری، برہمن مرغانِ نواسنج کی طرح اپنے آشیانوں سے صیدِ دام کئے جا کر قفسِ کابل میں ڈال دیئے گئے تھے، جس طرح آج کل ہر ہندی و مسلمان کا خیال "ولایت" کی ضمیر آتے ہی **لندن** کی سیر کرنے لگ جاتا ہے، اُس زمانہ میں "ولایت" **کابل** سمجھا جاتا تھا، اور اگر وہاں کسی کا سرکاری خدمت کے لئے جانے کا اتفاق ہو جاتا تھا، تو بڑا فخر سمجھا جاتا تھا، اِسی بنا پر فاتح کا مذہب بھی بعض بے غیرت خود غرض حلقوں میں اپنی کامیابی کا خیال سمجھا جاتا تھا، جو یہ افتخار ناپسند کرتا تھا، وہ آج کل کی طرح اُس کے خلاف زبان تک نہ ہلا سکتا تھا،

مگر پُر ہیبت و جلال دربارِ مغلیہ میں جو صاحبِ کمال اپنے ذاتی مذہبی رُعب و داب و صفائی باطن کا

لباسِ فاخرہ پہنے مسندِ سلطنت جو انمردی و خودداری پر جلوس فرما نظر آتے تھے، وہ برہمن ہے، کہ جس کا قلم آہنی اپنے عقاید و فرائض مذہبی کی زور پہ بے دریغ شمشیر بکف تھا،

خدارا ہندی اور مسلمان ہیں

وہ اِن اختلافات عقادات و خیالات کی رزمگاہ میں شمال سے جنوب اور شرق سے غرب تک اپنی طاقتِ ضمیر کے بھروسہ پر مذہبی و ملکی تلوار چمکاتا، حملے آوروں کے غلط اعتقادات کے گلے کاٹتا نظر آتا ہے، نہ تلوار کی گردش بیباق آتا ہے شایانِ شان کی روانی میں ہل، وہ قلب لشکر میں کھڑا ہو کر فاتحانہ الفاظ میں اعلان کرتا ہے، اُس تخیل کے بھروسہ پر جو خدائے عالم نے اُسے بخشا تھا، کہ ہم ہی حقیقت شعار ہیں، وہ اُس بنیۂ اعتقاد میں سینہ سپر ہو کر شیر کی طرح گرجتا ہے، اُس کی صفائی گوئی سب دیکھتے ہیں، وہ یگانہ و بیگانہ سے جدا ہو کر فخریہ الفاظ میں کہتا ہے کہ ؎

> گو میں اسلامی مذہب و زبان کا ماہر کامل ہوں، مگر میرے سینہ میں تو سوائے آریہ ورت کے اور کسی کا خیال تک نہیں"

کوئی عتاب، کوئی سزا، کوئی خوف اور کوئی ہراس اُسے مرعوب نہیں کر سکتا، یہی وہ جذبہ ہے کہ جو ہر مذہب و ملت کے انسان کو انسان بناتا ہے، اور ہندوستان میں آج کل اسی کی ضرورت ہے، بے دینی کے زور پر آپس میں لڑتے مرتے ہیں، مگر دینداری عنقا ہے، شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایسے ایسے خیالات و اعتقادات کے علانیہ اظہارات اسلامی حکومت کے نام نہاد مذہبی عالمگیر جور و جبر کی قلعی کھولتے ہیں، خواہ مُردہ و زندہ اسلامی مورخ اِن مظالم کے اقرار ہی کریں، خواہ دیگر مذاہب کے بغیر تعلق سوانح نگار اُن کی تفصیلات چھاپیں، مگر جسطرح رائے رایان اظہارِ حق سے باز نہیں رہتے، وہ تاریخی نکتہ خیال جو دیوانِ شریف پڑھ کر قائم ہوا ہے، اُسی طرح سے ہمارا قلم حقیقت رقم قلمبند کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اِس فولادِ جگر نے اِس مسلمہ حقیقت کا بڑی دیانتداری کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے، معترضوں کو سمجھنا چاہئے کہ اہلِ اسلام وفا پر سب کچھ قربان کر ڈالتے ہیں، اگر وفا کی اُن کے کسی دربار میں ناقدر دانی تھی تو وہ مذہبی پاسداری کا دربار تھا، رایان رائے نے

یہ نکتہ اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا، اور اُن کی طبیعت واقعی ایک سچی ہندی کی سی طبیعت واقعہ ہوئی تھی، انہوں نے ایک حقیقی ہندی کی طرح مسلمانوں سے محبت کی، اپنے مذہب کے قصیدے پڑھے لیکن اُن کے مذہب کی تحقیر و مذمت نہ کی، یہی وہ راز ہے کہ جو عہد اسلامیہ کے بعض امرائے ہندی کے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا، جس بدتمیز نے اپنے مذہب پر عامل نہ ہو کر مسلمانوں کے مذہب پر حملہ کیا، طوفان مچایا، اس کا سر دار پر نظر آیا، مذہب کے دعویدار متعصب مسلمانوں نے اُسے جہاد بنایا، خدمت دین ٹھہرایا، انگریزوں نے یہ مضمون اُن کی تحریرات سے اڑایا، شہرت کے پر لگا کر ملکوں میں پھیلایا، یاروں کو یہ مضمون پسند آیا، دراصل اس کے سوا اور کچھ نہیں، حقیقت سے سب دور ہیں،

ہمارے بد خیال ہندی بھائی ہمیں واقعات کا ناسمجھ کر اس اظہار حقیقت کے لئے معاف فرمائیں گے،

رائے رایان کا مذہبی و فخریہ کلام عہد و کورکے روشن پہلو پر روشنی ڈالتا ہی

برہمن شعر عالمگیر ما باشد منتشر زاں سال
کہ ہر جا در میاں آید سخن، غوغائے ما باشد

ہم نے یہ عنوان خصوصیت سے منتخب کیا ہے تاکہ شاہجہان اور اورنگ زیبی دربار کی مذہبی و علمی آزادی پر قطعی بحث ہو سکے کیونکہ متعصب و مفسد ہندو یہ عہود ہر طرح سے نالائق ٹھہراتے ہیں، ہمارے اسلامی بھائی واقفیت پیدا کریں، اور ہندی اپنی غلطی کا ازالہ، منتشی طبائع کا خیال اگر اس روشن پہلو سے کا فور نہ ہو تو انہیں اس تمہید کے بعد ہر دو امر غبار ذہن نشین کرنا چاہئیں، ہم یہاں خصوصیت سے ان ہر دو رنگوں کے ڈھونڈ ڈھونڈ اشعار سنانا چاہتے ہیں، جسے مزید شوق تحقیق ہو، دیوان اور دیگر کلام دیکھ لے، اول مذہبی رنگ ملاحظہ ہو

مرا بخال و خط او خیال سودا نیست
کہ من معاملہ با زلف پرشکن دارم

(ہندو — مسلمان — برہمن)

دیگر

برہمن از ہمہ خوش نما ست ز صافدلی
ولے کسے بہ صفائی برہمناں نرسد

یہ رنگ ایسا نہیں جو بدرنگ حضرات کی نکتہ چینی سے پاک ہو، فخریہ کلام اس سے بھی زیادہ بیباکی

سے لکھا گیا ہے، بیند ہ

برہمن لب فرو بستم دگر نہ درسخن گوئی　　اداے تازہ و طرز سخن از من شود پیدا

دیگر

یک نقطہ زمطلع دیوانم آفتاب　　یک پرتوے ز شمع شبستانم آفتاب

دیگر

گفتی بتازگی غزل تازہ برہمن　　این طرح تازہ طرز کدام و کلام کیست

مصرع سخن زعالم بالا دگر فرود آمد

اُس دربار میں کہ جس میں ایران توران کے منتخب علما تشریف رکھتے ہوں، محمد جان قدسی، ملا منیر لاہوری، افضل خان شیرازہ، طالب، کلیم، عبد اللطیف، ابو سعید وغیرہ، زیب محفل ہوں، برہمن کا اپنا یہ فخریہ کلام پڑھنا، زمانہ مذکور کی علمی آزادی پر جو روشنی ڈالتا ہے، اُس کے دیکھنے کے لئے آئینہ آتشی یا خوردبین کی ضرورت نہیں، بلکہ فیکدلی کی ضرورت ہے

رائے رایان کے کلام سے اِسلامی حکومت پر روشنی

مغربی مورخ ہی نہیں بلکہ اسلامی مورخ، اسلامی بادشاہوں کے ہندیوں پر جور و جبر کے بڑے سخت الزام لگاتے ہیں، اور آج تک ہم سب اسی خیال کے پیرو ہیں، تعلیم میں جو تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں، بچپن میں اُن کلکِ فولاد کے الفاظ ہمارے لوحِ دل پر منقش ہو جاتے ہیں، اور پھر اگر ایک ہندو شیطان بدزبان سے کوئی شریف مسلمان ملتا ہے، تو اُس کی گفتگو سے نتیجہ نکالتا ہے کہ ہندو قوم شیطان ہے، اور اگر ایک متعصب مسلمان سے ایک شریف دل ہندو کا واسطہ پڑتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمام مسلمان ہی ایسے متعصب ہیں، دراصل دنیا کا چلن ہر مذہب و ملت کے نفس پرور شیطان منش، کمینہ لوگوں نے بگاڑ دیا، اور مذہبی مخاصمت پیدا کرادی، ورنہ نہیں ہی نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے ہر شریف مزاج کو یہ تسلیم کرلینا پڑے گا کہ شرافت و رذالت، لیاقت و حماقت، تنگ دلی و شرارت، کسی خاص قوم کا حصہ نہیں، بلکہ یہ تو اُن نامراد افراد کا حصہ ہے، جو ہر قوم

ملت میں بکثرت پائے جاتے ہیں،

مغربی مورخ جو تاریخیں لکھتے ہیں، ایک خاص پالیسی کی پیروی مدِنظر ہوتی ہے، مگر افسوس ہے اُن اسلامی مورخین پر کہ جنہوں نے سیاست پسند شاہانِ زماں اسلامی حکمرانوں کے سیاسی کارنامے اپنے مذہبی رنگ میں رنگ کر انہیں مردود و مطعون کیا، یہ مُلّا نے شاہانِ اسلام کی پالیسی کیا سمجھ سکتے تھے، اگر کسی وجہ سے کسی ہندو کو دار پر کھینچا گیا، یا کوئی مندر گرایا گیا، اِس حقیقت کی اصلی وجہ نہ سمجھ کر یا دانستہ چھپا کر استحصال کا کارنامہ بنا دیا، ورنہ اگر اسلامی حکومت ہندیوں کے جان و مال کی ایسی دشمن ہوتی، تو نہ تو نو صدی تک ہندی آباد و زندہ رہتے، نہ اسلامی حکومت قائم و بحال رہتی۔

ہمیں ابتدا سے ایسی تحقیق و تدقیق کا شوق ہے، ہم نے اِس ضروری سوال کے حل کرنے کیلئے اپنی کوششیں ابتدا سے جاری رکھیں، لیکن ہم کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکے، جب ہم نے کلامِ برہمن پڑھا، اور اس کی مذہبی پاسداری، بیباکی اور فخریہ کلام پر غور کیا، تو دہ نصف صدی کی اُلجھن آج ایک منٹ میں حل ہو گئی، خواہ متعصب ہندو ہمیں مسلمانوں کا طرفدار سمجھیں، خواہ اسلامی ہم نشینی کا ہم پر الزام لگائیں، خواہ شوقِ اتحاد کا دیوانہ سمجھیں، مگر ہم سچی بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے،

برہمن ذات سے برہمن تھے، اور اُن کے قول و فعل سچے خیال ہندیوں کی قدیم روایات کے عین مطابق تھے۔ وہ راجہ ٹوڈرمل کی طرح دھرم کرم کے پورے پابند تھے، یعنی ہَوَن کی آگ روشن کرکے پوجا پاٹ کرتے تھے، پھر صندل لگاتے تھے، زنار پہنتے تھے، صبح و شام کی پوجا اکثر اوقات مندروں میں کی جاتی تھی، اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں اُس متعصب حکمران کا عہد تھا جسے اورنگ زیب کہا جاتا ہے، وہ اُس دربارِ اعظم کا میر منشی تھا، اپنی قابلیت کی روانی جب سرکاری فرائض سے ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھتا تھا، تو اپنے ہندی قلم سے مندروں کے ناقوس کی طرح ایسی صریر نکالتا تھا کہ جس کی آج کل کی عہدِ حکومت (گورنمنٹ قیصریہ) کے متعصب مسلمان بھی

تاب نہیں لاسکتے، اُس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہے،

یہ جدید خیال قلمبند کرنے کے بعد ضرورت نہ تھی، کہ اسلامی حکومت کی عام طور سے ہندیوں پر جبر و جور کی روائتیں پُر از مبالغہ قرار دی جائیں، خواہ وہ زبان زد خاص و عام ہیں، اور مغربی و اسلامی مورخوں نے لکھی ہیں، مگر ہمارے ہندی بھائیوں کی اِس اشارے سے تسلی نہ ہوگی، اس لئے ہم توضیح تحریر کے طور پر لکھتے ہیں، کہ اگر اسلامی سلطنت کے عام طور پر ایسے ہی جبر و جور نے تو برہمن سا پختہ خیال ہندی نہ کبھی ایسے عروج پر پہنچتا، نہ کاشی جی میں جاکر اپنے آخری ایام زندگی امن و آسائش سے گذارتا، بلکہ وہ ایک معمولی ہندی تا اور اُس کا سر دار پر چڑھا نظر آتا،

اِس باکمال ہمہ دان صاحب لیاقت نے اپنے قلم سے ایسا کام لیا، کہ آج کل بھی کوئی ہندی کام میں لانے کی جرأت نہیں کرسکتا، اِس کا مختصر دیوان فخریہ شاعری اور مذہبی رنگ سے بھرا پڑا ہے، اور لطف یہ ہے کہ جب وہ کوئی غزل یا رباعی یا کوئی اور تحریر تحریر کرتا تھا، تو ہندوستان کے طول و عرض سے نکل کر نقل در نقل ایران و کابل تک پہنچ جاتی تھی، چنانچہ وہ اس پر جائز فخر کرتے تھے ؎

با ایراں مے برد افسانۂ ہندوستاں بلبل　　برہمن را نگوا فشانی ار باشد ہمیں باشد

اور جملہ محافل و مجالس میں اُن کی تحریر بڑے شوق و ادب سے پڑھی جاتی تھی، اگر اُس زمانہ کے اہلِ اسلام اِس قدر متعصب اور تنگدل ہوتے تو اُن کا کلام آج ہمیں نہ ملتا، نہ ملکِ سخن میں ان کی اس قدر شہرت ہوتی، پس یہ ماننا پڑے گا، کہ اسلامی حکومت عام طور پر ہندیوں کیلئے باعثِ زحمت نہ تھی، بلکہ خاص خاص لوگوں قابلِ رحمت تھی،

مسلمان بلحاظِ اوصاف خاص ہندیوں سے برتر ہیں،

آج کل یہ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے، کہ مسلمان ہندیوں کے غمگسار ہیں، اور ہندی مسلمانوں کے یار وفادار، چونکہ ہندی قوم کی فضیلت و برتری اُن کی خود غرضی اور نفس پروری نے تباہ کر دی تھی، اِس لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں کہ جو ایک نئی روح لے کر نکلے تھے، زیر ہوگئے، اب بھی مسلمانوں میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جو مجموعی طور پر ہندی کھو بیٹھے،

اُمرا کی مدح اور قصیدہ خوانی

لب تشنہ در پئے شراب اند ہمہ　　بر آتشِ آرزو کباب اند ہمہ
اربابِ جہاں تو دسبے بود ہمہ　　در بندِ زیاں در پئے سود ہمہ

قصیدہ یا مدح کے باب میں ہم موقع پر ذکر کریں گے، یہاں موقع ہے، اِس بحث کا کہ:-

ا-کیا برہمن نے وزرائے عہد کی شان میں قصیدے کہے؟

ب-اگر کوئی قصیدہ کہا تو کیا وہ اصل یہ وہی قصیدہ ہے، جسے شعرائے فارسی نے محض دین ایمان فروشی کا محضر بنایا، اور اُسے اپنے ازدیادِ مال و جاہ کا ذریعہ ٹھہرایا؟

عرفی سا نغز گو، جدت طراز فضائے عالم میں الیل بچھڑے کی طرح بڑا اُچھلا کودا اور شاعری کا خاتمہ محض قصائد پر کیا، وہ خوشامد کے لئے ایسا بے قرار تھا، کہ نعت پر دو قصائد لکھ کر جھٹ خانخانان کی مدح سرائی شروع کر دی نہ اکبر اعظم یاد آیا نہ امیر المومنین، پھر نعت لکھی اور پھر پے در پے خانخانان ابوالفتح کی قصیدہ خوانی شروع ہوگئی، اکبر اور سلیم کی مدح ۵ قصائد میں اِس طرح ختم کی نہ اصلیت کا شائبہ، نہ حقیقت کا پرتو، ایک وصف با ذعم ممدوحین کی ذات میں ہو یا نہیں جانا ہے، کلیات میں ۷ ہم قصائد ہیں، جن میں سے ۵ طولانی قصائد امرائے با اختیار و وزرائے ذی اقتدار کی مدح میں لکھ کر اپنی تعلی و تملق اور بوالہوسی کا نشان چھوڑا،

برہمن ایک غریب بیکس ہندی تھا، اور دربار کا جو رنگ تھا وہ ظاہر ہے، اگر وہ دولت و مال کی خاطر اپنی ضمیر اسی طرح گندہ کرتا مضائقہ نہ تھا، مگر وہ تو اصلیت کا شیدا تھا، اُسے ناجائز خوشامد اور بے جا ہجو سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا، شاہجہان کی شان میں جو تین قصائد لکھے، وہ آپ پڑھ ہی گئے مگر ان قصائد کے سوا اس تمام کلام میں کسی امیر و وزیر کے آگے ایک معمولی نظر سے بھی نہ جھکا، اگر جھکا تو علامی افضل خان شیرازی کی فضیلت کے آگے، اور اُسی قدر کہ جس قدر فضیلت اجازت دیتی تھی، شعر کی تعبیر نثر سے کی جاتی ہے، خیالات کا محرک کرنا شعر کا مقصد ہے، سادگی اُس کا زیور ہے خیالات اُس کی رنگینی، اختصار اس کا حسن، صداقت اُس کی روح، اب آپ دیکھیئے کہ فاضل فاضل

سے کس طرح مخاطب ہوتا ہے ؎

رُباعی

عَلامۂ روزگار دانائے جہاں | میرِ دفترِ اربابِ کمالاتِ جہاں
دستورِ وزیرِ اعظمِ ہندوستاں | عنوانِ صحیفۂ خرد افضل خاں
(زمان)

ہم اس کی تشریح لکھ کر طاقت کم کرنا نہیں چاہتے،

بلکہ[1] وہ بالعموم اپنا تازہ کلام اربابِ فہم و فراست کے پاس نذر کا بھیجا کرتے تھے، اور لکھا کرتے تھے کہ آپ اسے اپنے بیاض میں بطریقِ یادگار درج کیجئے،

شاہجہانی مجالسِ مشاعرہ

؎ ما دَمے بے عیش نگذاریم حالِ خویش را
ساغرِ مے گر نہ باشد بزمِ روحانی کنیم

جب ہم مغلیہ سلطنت کے عروج کی داستانیں پڑھتے ہیں، تو دل بلیوں اچھل پڑتا ہے، شاہی درباروں اور شاہی تقریبوں پر علم و فضل کے دریا بہتے تھے، اور اُن پر موتی نچھاور ہوتے تھے، ہر رکنِ سلطنت کے آستانہ پر مجلس ہائے رنگین منعقد ہوتی تھیں، فاضل اور اہلِ علم، نو وارد و اجنبی اِن محفلوں میں علیٰ قدر مراتبِ عزت و توقیر پاتے تھے، شاہجہانی صف کے اُلٹتے ہی زمانہ اُلٹ گیا، نہ وہ اہلِ علم رہے، نہ وہ مجلسیں، اُس زمانہ کی یاد میں برہمن کا رونا برحق ہے، اور حالات پڑھ کر ہمیں بھی رونا آتا ہے ؎

ہوائے گلشنِ وصلِ تو چوں بیاد آید | چو طفلِ غنچہ تواں چاک صد قبا کردن

رائے رایان مجلسِ مشاعرہ منعقد فرماتے ہیں، ادب سے داخل ہو جیے اور لطف لیجئے:-

"در ایام کہ کمترین برہمنان عقیدت کیش، در خدمت تجرید الدوران، علامۂ روزگار، فہامۂ والا مقدار افضل خان کسبِ سعادت مے نمود، در دار الخلافۂ اکبرآباد مجلس رنگین و صحبتِ دلنشین در خانۂ معرفت آگاہ خواجہ محمد صادق منعقد مے شد، و یارانِ صاحب سخن از ہر طرف جمع آمدہ، ہنگامۂ سخن را گرم میداشتند، فصاحت و بلاغت مرتبت، ملا شیدا کہ از شعرائے مشہورِ روزگار بود، و ملا ضمیر و ملا جلالی و ملا دہلوی و عبد الرحیم

---

[1] غزل نمبر مرے داشتہ باشد، برمے داشتہ باشد، میرزا بدیع الزمان کو لکھ کر بھیجی تھی،

دیگر یاران ملا حسینی و ملا عبداللطیف منشی از اجماع ایں مجلس بودند' در ہر ہفتہ دو مرتبہ' ایں عزیزان صاحب سخن' مجموعہ گشتہ' گرمی ہنگامۂ سخن میکردند' و گاہے کہ ایں نیاز مند از اشغال فرصت می یافت' پیروی صحبت ایں طبقۂ والا کشیدہ' اشعار خود در البیان می آورد' اس فضیلت پر اکساتی کا مرقع ملاحظہ ہو' آجکل کی خود نمائی

بزمِ رنگین

خانِ والا شان ملتفت خان کی بزمِ مشاعرہ کا ذکر رائے رایان سے سنیئے:-

در ایامے کہ آں نتیجۂ دودمان دولت و اقبال در مکتب خانہ مشغول کسب کمال بودند' در عنفوانِ شباب ہنگامۂ سخندانی را گرم داشتہ' غزلے کہ طرح مے کردند' کمترین بندگان در ہفتہ یکمرتبہ باتفاق دوست دلپذیر فتح چند داخلِ بزم رنگین میشد"

تحقیقات سے پتہ لگتا ہے کہ غزلیات از نمبر ۳۱ لغایت ۴۹ رائے رایان کی طرح پر لکھی ہوئی ہیں'

بادِ صبا را' دریا نمود' بمیدارند' صحرا گرفتہ است' برسے برداشتہ باشد' حجاب مے باید' سرنوشت' سہیں سود کی ردیف کی غزلیات ملاحظہ ہوں

دسترخوانِ برہمن پر ظرافت و ہجو کے چٹخارے حرام سمجھے گئے

زانگونہ تواں نیست برہمن کہ غبارے
بر آئینۂ خاطر مہماں نہ نشیند

شعرائے قدیم و جدید فارسی و اردو نمکِ ظرافت و چاشنئ ہجو حلال سمجھے ہوئے تھے' سخندان' سخن فہم اگران ہر دو بدعتوں سے کسی شاعر کا کلام پاک پاتے ہیں' تو کہتے ہیں کہ کلام بے مزہ ہے' زبان چٹخارے نہیں بھرتی' بلکہ ایسے بڑے بڑے تذکرہ نگار شاعری کا ایک وصف قرار دیتے ہیں' زاہد و عابد، شیخ و ناصح' فارسی و اردو کے شاعرانِ رند مشرب نے لکھے ہیں' کہ ہر مجلس میں اُن سے جوت و بیزار ہوتے ہیں' بڑے بڑے پایہ کے اپنے اپنے دیوانوں میں ان سے دست و گریبان ہیں' اور ایسے کہ علیحدہ

مگر اس صاحبِ کمال، نیک سیرت، خوشخصال کے دستر خوانِ زبان و کلام پر، زہر ظرافت اور ہلاہلِ ہجو حرام سمجھے گئے ہیں، وہ اِن حلالی و حرامی مجالس میں گرم صحبت ہوتے ہوئے بھی اپنا دامنِ شاعری اِن زہر آلود کانٹوں سے بچاتے رہتے، درباری تعلقات، مذہبی خصوصیات و جذبات، دیگر مذاہب کی تالیفات و تصنیفات اور وجود سے اُس سخن نے سینکڑوں رنج و ملال پہنچا کر آمادہ پیکار کیا گیا اور روزہ مگر واہ ری مستقل مزاجی اور مسلک برہمنی کہ آپ کی طبیعت نے تمام عمر میں ایک شعر بھی ایسا موزوں نہ کیا!

ہم اُس زمانہ کی صحبتوں کا نمونہ ادب و تہذیب اس لئے دکھانا چاہتے ہیں کہ شاعری کے پاک دامن سے یہ غلیظ دھبہ ہمیشہ کے لئے دُھل جائے،

ہم نے ہر چند رائے رایان کے کلامِ نظم و نثر پر تنقیدی نظر ماری، مگر اُن کا جوہرِ اہلیت کہیں بھی ماند نہ پایا، ایک موقعہ اس اظہارِ خیال کے لئے انہیں ملا، اپنی صفائی باطن و سلوکِ ظاہر کا اس طرح سے جلوہ دکھاتے ہیں، آجکل کے ذہبی دیندار سبق لیں:-

"این برہمنِ وفاکیش حقیقت اندیش کہ در دبستانِ محبت سبق گرفتہ و نسخۂ وفا و اخلاص را مطالعہ نمودہ، حاصل دو چراغ و نتیجۂ صحبتِ بزرگاں را منحصر در صفائی باطن و سلوکِ ظاہر دانستہ، بہ آشنا و بیگانہ، و دوست و دشمن، طرح مدارا انداختہ، عالمِ کثرت را بچشم وحدت مشاہدہ نمودہ، غیرے را درمیاں ندیدہ، و غیر از حق ندانستہ، باوجود تباین و تخالفِ اطوار اہلِ روزگار با ہر فردے از افرادِ انسانی از راہِ یکرنگی در آمدہ تفاوت در اختلاط نمودہ، ہر چند کہ اظہارِ این مراتب خالی از خود فروشی نیست، لیکن چوں مقام نفس اماریست بے اختیار آنچہ در دل است، بر زبانِ قلم مے آید، بگوشِ محبت نیوش افتادہ کہ بر صفحۂ خاطر آں دستور قواعدِ اہلیت از جانبِ دیال داس برہمن پُر سردرے غبار ملالے نشستہ، نظر بر محبت و التفاتے کہ آں قاعدہ دانِ سخن فہم را با دُبودہ، وقوع و مدتشامی بغایت بعید و بدیع نمود، و اندیشہ ناک گشت، کہ خلاف توقع از طرفین چوں بظہور آمد اگر در عالمِ معنی

از دامرے کہ بتحقیق عدم وفا منسوب باشد، بظہور آمدہ، ایں دوستان دیگر را از دو چہ امید و چہ توقع، داگر در عالمِ صورت کہ خواب وخیال بیش نیست، از دوستان یا خلاف قاعدہ بفعل آمدہ، آں خود کیست کہ خامی طینت ندارد، نادان مستحق نصیحت و تربیت است، نہ مستوجب عتاب و سرزنش، چوں فقیر آں را از دوستان یک رنگ میدانست، ایں ہمہ از روئے دوستیہا سخن فضا فضولی نمود، یقین کہ بعد ازیں با انواع مہربانی ہا و قدر دانی ہا، جوہرِ الٰہیت و فتوت خود را بر دوست و دشمن ظاہر خواہند ساخت، و راضی بریں نخواہند شد کہ شعلہ کین و کدورت سر بالا کشد و دود آں بہ دماغ اہلِ محبت رسد، ایام دوستی بکام باد،

جو شخص ایسے رنگ یکرنگی میں رنگا ہوا ہو، اُس کی زبان سے کلماتِ غلط و تند و تلخ کا نکلنا مصری سے نمک کا ذائقہ پیدا ہونا ہے۔

مدح و ہجوِ فردوسی

مگر برخلاف اس کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، شاعرانِ اردو و فارسی کے لیے روزِ پیدائش شاعری ہی سے ہجو و مذمت، ظرافت و چشمک غذائے دلپذیر رہی، فردوسی کہ جس نے ۷۰ سال کی عمر تک بامیدِ انعام شاہنامہ لکھا، اپنی ناکامی اور محمود کی بدعہدی و وعدہ خلافی پر ایسا بگڑا کہ زمین سے آسمان تک آگ لگا دی، اور ستم یہ کہ یہی نظارہ سب کے لیے باعثِ تقلید ہو گیا، وہ جہاں آغازِ شاہنامہ میں وعدہ انعام لینے کے بعد محمود کی نسبت یہ لکھتا ہے ؎

(۱) جہان آفریں تا جہاں آفرید — چنو شہریارے نیامد پدید
خدا نے جب سے دُنیا پیدا کی ہے — ایسا کوئی بادشاہ نہیں پیدا ہوا

(۲) بیاراست روئے زمیں را بہ داد — بپرداختند زاں تاج بر سر نہاد
اُسنے زمین کو انصاف کے ساتھ آراستہ کیا — اور جب اس کام سے فارغ ہوا تو سر پر تاج رکھا

(۳) جہاں دار محمود شاہِ بزرگ — بہ آبشخور آرد ہمے میش و گرگ
شاہ محمود بڑا بادشاہ — بھیڑ اور بھیڑئے کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہے

(۴) ز کشمیر تا پیش دریائے چین[1] | بُرد شہریاراں کنند آفریں
کشمیر سے دریائے چین تک | سب بادشاہ اس کی تعریف کرتے ہیں

(۵) بہ بزم اندروں آسمانِ وفاست[2] | برزم اندروں تیز چنگ اژدہاست
وہ مجلس میں وفا کا آسمان ہے | اور لڑائی میں خونخوار اژدہا ہے

(۶) سرِ بخت بدخواہ با خشمِ او | چو دینار خوار است بہ چشمِ او[3]
اس کے غصہ کے سامنے دشمن کا سر | ایسا خوار ہے کہ جیسا اسکی نظر میں دینار ذلیل ہے

محمود کی بدعہدی سے ایسا بگڑا کہ مندرجہ بالا تاریخی سطور خشک نہ ہونے پائی تھیں، حسب ذیل مزید اختلافی واقعہ لکھنے پر آمادہ ہو گیا اور طامع طبیعتوں نے ایسے شاہنامہ کے شروع میں لگا دیا

(۱) ہر آں شہ کہ در بند دینار بود | بنزدیک اہلِ خرد خوار بود
جو بادشاہ کہ روپیہ جمع کرنے کی فکر میں ہو | عقلمند کے نزدیک بےعزت ہوتا ہے

(۲) کہ سفلہ خداوند ہستی مباد | جواں مرد را تنگدستی مباد
خدا کرے کہ کمینہ دولت مند نہ ہو | اور سخی کو تنگدستی نہ ہو

(۳) اگر شاہ را شاہ بودے پدر | بسر بر نہادے مرا تاجِ زر
اگر بادشاہ کا باپ (کوئی) بادشاہ ہوتا | تو میرے سر پہ سونے کا تاج رکھتا

(۴) اگر مادرِ شاہ (محمود) بانو بُدے | مرا سیم و زر تا بزانو بُدے
اگر بادشاہ کی ماں بیگم ہوتی | تو میرے پاس روپیہ اور اشرفیاں بےشمار ہوتیں

---

[1] — دریائے چین کی خوب کہی جغرافیائی واقفیت کے اظہار میں کمال کر دیا، کشمیر اور تبت کے درمیانی کو ہی چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی تعریف کرنا بھی واقعی بڑی بات ہے، جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی، اور اس قافیہ کی مدد پر آپ کی قادرالکلامی کی بھی داد دینی چاہیئے، انکی شاعری ایسی ہی مزخرفات سے بھری ہوئی ہے،

[2] — عیار، خوشامدی نے آسمان پر تو بہت چڑھایا، اور قول و قرار پر قائم رہنے کے لئے اسے وفا کا پتلا بنایا مگر کیا کرے یہ بھی جھوٹا نکلا، آپ کے [illegible] شعر خصوصیت سے لغو ہیں،

[3] — یہ شعر محض اپنی مطلب براری کے لئے لکھا تھا تاکہ ایک اشرفی فی شعر جو دینے کا وعدہ کیا ہے وہ دینے [illegible] سے بھی خالی ہے، اور محض مبالغہ" "بہار شنامی"

(۵) چو اندر تبارش بزرگی نبود — نیارست نام بزرگان شنود
چونکہ اُس کے خاندان میں بزرگی نہ تھی — بزرگوں کی تاریخ نہ سن سکا

(۶) پرستارزادہ نیاید بکار — اگر چند دارد پدر شہریار
لونڈی کا بچہ کام نہیں آتا — اگرچہ باپ بادشاہ ہو

(۷) درختے کہ تلخ است وے را سرشت — گرش در نشانے بباغِ بہشت
وہ درخت کہ اس کی پیدائش کڑوی ہے — گر تو اُس کو باغِ بہشت میں بوئے گا

(۸) ورا ز جوئے خلدش بہنگامِ آب — بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
پانی کے وقت بہشت کی ندی سے — اُسکی جڑ میں مٹھاس اور شہد خالص کو گرا دیگا

(۹) سرانجام گوہر بکار آورد — ہماں میوۂ تلخ بار آورد
آخر موتی اکام آویگا (آخر اصلی اپنا کام کرے گا) — کڑوا میوہ وہی پھل لاوے گا

(۱۰) اگر تو شوی نزد انگشت گر — ازو جز سیاہی نیابی دگر
اگر تو اُس کی انگلی کے پاس جائے گا — اُس سے سوائے سیاہی کے اور کچھ نہ پائیگا

(۱۱) ز بدگوہراں بد نباشد عجب — نشاید ستردن سیاہی ز شب
بُرے پھلوں سے برائی تعجب کی بات نہیں — رات سے سیاہی دُور نہیں کر سکتے

(۱۲) ز ناپاک زادہ مدارید امید — کہ زنگی بشستن نگردد سفید
بداصل سے مت امید رکھو — کیونکہ زنگی صاف کرنے سے سفید نہ ہوگا

(۱۳) ز بداصل چشم بہی داشتن — بود خاک در دیدہ انباشتن
بداصل سے بہتری کی امید رکھنی — آنکھوں میں مٹی ڈالنا ہے

(۱۴) جہاندار اگر پاک نامی بدے — دریں راہِ دانش گرامی بدے
بادشاہ (محمود) اگر پاک اور نامی ہوتا — اِس عقل کے راستہ میں بزرگ ہوتا

(۱۵) بنالم بدرگاہ یزدانِ پاک — فشانندہ بر سر پراگندہ خاک
میں (فردوسی) پاک خدا کی درگاہ میں — سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں گا

(۱۹۰) کہ یارب روانش بآتش بسوز | دلِ بندہ مستحق برفروز
کہ اے خدا اسکی روح کو دوزخ کی آگ میں جلا یو | مستحق بندہ کا دل خوش کر یو

یہ وہ الزامات ہیں کہ جو دنیا میں ایک گنہگار سے گنہگار پر بھی نہیں لگ سکتے 'تحریر کردہ ہجو کے ۱۰۵ اشعار ہیں 'کہ جو اس خوشامدی کے منہ میں خاک جھونکتے ہیں 'اگر طبیعت نیک پائی ہوتی 'تو نہ ویسی مدح ہی ہوتی نہ ایسی ہجو 'اگر ہوتی 'جائز محمود کے افعال کی نسبت لکھنا ہمارا کام نہیں '

وہ ایسی ایسی مغلظات سے سیر نہ ہو کر ایک مسلمان ہوتا ہوا اُس شاہ کی نسبت کہ جسے خلیفۂ بغداد نے امین الملۃ یمین الدولہ کا لقب دے کر مذہبِ اسلام کا امانتدار و پاسدار اور اُمتِ محمدی کی توانائی دوقت 'منزلت و شرف کا حقدار قرار دیا تھا 'خاتمۂ ہجو میں اپنی تہذیب و اخلاق کا ایسا فاتحہ پڑھتا ہے 'کہ جس پر مسلمانوں ہی کو نہیں 'بلکہ اقوامِ عالم کو اس کے نوحہ پر رونا چاہئیے۔

بنالم بدرگاہِ یزدانِ پاک | فشانندہ بر سر پراگندہ خاک
میں پاک خدا کی درگاہ میں | سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں گا
کہ یارب روانش بآتش فروز | دلِ بندۂ مستحق برفروز
کہ اے خدا اس کی مدح کو دوزخ میں جلاؤ | جس سے مستحق بندہ کا دل خوش ہو جائے

کون نہیں سمجھتا اور کون نہیں جانتا 'کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ انسان کو اس دنیائے غدار میں بڑے بڑے سفاکوں 'ظالموں 'جابروں 'شیطانوں 'بدباطنوں 'ایذارسانوں 'دغابازوں 'بدعہدوں 'نالائقوں اور شریروں سے روز واسطہ پڑتا ہے 'مگر انسان سب کچھ دیکھتا اور سہتا ہے اِسی اصولِ عامہ کی بنا پر یہ یقین کر لینا پڑے گا 'کہ رائے صاحب کو شاہجہانی اور اورنگزیبی عہد میں اپنے مذہب و طبع اور عام شرافت کے خلاف کیا کیا دلخراش و دلسوز اشتعال آمیز منظر دیکھنے پڑتے ہوں گے 'مگر اِن کی متین صابر مستقل و متحمل قلم کے فرقِ مبارک پر ایک شکن تک نہیں آیا 'عجب کہ یہ صبر و سکون نعمت خان انعمت خان اور حضرتِ مجدد والف ثانی

کبھی زیادہ عرصہ تک اختیار نہ کر سکے'

وحشم آتنا سخت اشتعال پر بھی انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا

ظرافت وہجنک، مذمت وہجو اختلاف سے پیدا ہوتے ہیں، اور چونکہ انسانی طبائع انتقام پسند واقع ہوئی ہیں، اس لئے ہر انسان اپنے مقدور اور زور کے موافق ذریعہ انتقام انتخاب کرتا ہے، جو طبائع تہذیب و اخلاق کے صیقل سے منجھی ہوئی ہوتی ہیں، اُن کا طریقہ انتقام اصلاح کا موجب ہوتا ہے، اور جو غیر مہذب، بد اخلاق، نا تربیت یافتہ ہوتے ہیں، اُن سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں، کہ جن سے فارسی و اردو کے دیوان بھرے پڑے ہیں'

اِس ہیڈنگ کے سلسلہ میں "برہمن کے عقائد مذہبی" کی تشریح پڑھی جانی مزید لطف کا باعث ہو سکتی ہے'

شیطانوں کا تعصب

مدح اور ذم سے بدتر ایک شیطان تعصب ہے، وہ ہر دو اغراضِ ذاتی سے پیدا ہوتے ہیں، اور یہ جذبۂ شیطنیت سے جس کے سرچڑھا مجبور اُسکا شیطان بنا کر چھوڑا، اُن سے کچھ حاصل ہوتا ہے، اِس کا عامل لعنت و نفرین کے گڑھے میں گرتا ہے جس پر تا قیام نام لعنت و نفرین کے پتھر پڑتے رہتے ہیں، اس بغضِ للّہی سے خدا سب کو بچائے، مگر جو نہیں بچے، اُن کی حالت دیکھیے تاکہ سب خبردار رہیں، اسیرِ دام تعصب اسیر لکھنوی خدا پر الزام لگاتا ہے ذرا اِس ذلیل کی ذلت ملاحظہ ہو سہ

خالق کو بھی خوش آئی اپنے بندہ کی ذلت　　　صدقہ کا رزق لکھا تقدیرِ برہمن میں

اگر اپنی خانقاہوں، مسجدوں، تکیوں اور مزاروں کے صدقہ خواروں پر نظر ہوتی، ایسا ہرگز ہرگز بکواس نہ کرتا، خاک بدہنش تراب علی شاہ کاکوری کی خاک اُڑتی دیکھیے سہ

نکالے کو پوچھا تو چھوڑا یا نہ سوکر
یہ شب ہے برہمن کی ذات میں

جرأتِ بیحیا کی بیحیائی ملاحظہ فرمائیے ؎

بھلا کر اس گھسندی رام و کرشن کو — لگا لیں یاد کرنے پنجتن کو

اگر اس شیطان کا دل شیطنت سے خالی ہوتا، تو یہ لکھ سکتا تھا کہ "رام و کرشن کا پجاری پنجتن کی تعظیم کرتا تھا" اور یہ واجب تعظیم ہیں، ہم ہندو ہوتے ہوئے اِن بزرگوں کی دل سے تعظیم کرتے ہیں، اور جو انہیں نظرِ حقارت سے دیکھتا ہے، وہ خود حقیر ہے، برہمن ایسے خیالاتِ شیطانی سے دور رہنے کے لئے اپنوں اور غیروں کو سمجھاتے ہیں ؎

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد
چو شکستند دگر بار سنے آید راست

ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں مدح اور ذم کے الفاظ ہی نہیں

ہم نے ہندی دھرم کی سینکڑوں کتابیں دیکھیں، پنڈتوں، آچاریوں سے ہجو اور مذمت کے مترادف الفاظ دریافت کئے، جواب ملا کہ اُن کا لٹریچر اِن الفاظ کے ہم معنی الفاظ بتلانے سے معذور ہے، ہمارے ہاں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ اُن کے اُردو فارسی کے محلِ استعمال کا حق ادا کر سکے،

نتیجہ نکلا کہ ہندیوں کا لٹریچر بجز ایجادِ الفاظ "مذمت و ہجو" حالیہ مروّجہ علم تاریخ کی طرح محروم ہے، اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بانیاں و مصلحان نے لئے اس دھرم بنایا کہ کسی فائدہ و نقصانِ ذاتی کی بنا پر کسی کی مدح و مذمت کی جائے، اِسی لئے یہ الفاظ سنسکرت میں نہیں، کیا اچھی تعلیم ہے، مگر یہ نہ سمجھا جائے، کہ بد نفس بندوں کی برائی، اور نیک نفس لوگوں کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تھی،

اِس دھرم کی رُو سے نیک بندے تعریف و ستائش کے مستحق سمجھے جاتے تھے، اور بد اصلاح و تربیت کے، نتیجہ اُن کے عام چال چلن، برتاوا، عادات و خصائل سے اخذ کیا جاتا تھا، فرقے اور ملل کی تمیز نہ تھی، نہ غرضِ ذاتی کا دخل

ہر مذہب کا یہی حقیقی اصول ہونا چاہئے، کہ نیکوں کی تعریف کی جا کر اُن کے حوصلے بڑھائے جائیں، اور بدوں کو بدی سے ہٹا کر نیکی کے راستہ پر لایا جائے، چنانچہ اِس اصول کی پیروی میں ہندی گرنتھ بھرے پڑے ہیں، ہندوستان کے آخری رشی دَورِ اسلامی کے گوہرِ آبدار سری گوسوامی تلسی داس جی ہیں، آپ نے اصلاحی شان میں بدوں کی مذمت کی ہے، یہ نصیحت عام ہے، اور اوصاف و افعالِ انسانی کی شرح ہے، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ کسی خاص شخص کی ہجو لکھی ہے، ہم رائے رایان کے قدم عمل کی پیروی پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں یہ دکھلانا چاہتے ہیں، کہ گوسوامی جی کا یہ پہلو ہی کیسا شاندار ہے۔

بَہُورِ بندِ کھل گن سَت بھارے　　جے بِنُو کاج دا ہنے اُوبان اِسے

"اب پھر میں نیک دلی کے ساتھ بد ذات فرقہ کی تعظیم کرتا ہوں، جو بلا وجہ بھلائی کے بدلے بُرائی کرتے ہیں، ہجو ملیح اِسی کا نام ہے"

پَرہِت ہان لابھ جن کیرے　　اُجڑ ہرشے کہہ بکھا د بیرے

یہ فرقہ غیر کی تضحیک کو اپنی عزت سمجھتا ہے، دوسرے کے گھر برباد ہونے میں اپنی خوشی اور آباد ہونے میں رنج محسوس کرتا ہے، یعنی یہ غیر کے نفع کو اپنا نقصان، اور پرائے نقصان کو اپنا فائدہ تصور کرتے ہیں،

ہَری ہَر یش راکیش رَا ہُو سے　　پَرا کاج بھٹ سہس با ہُو سے

جہاں کہیں حمد و ثنا کے گیت گائے جائیں، اگر وہاں اِن میں سے کوئی پہنچ جائے تو خلل ڈالتے ہیں، اور دوسروں کے کام بگاڑنے کے لئے سہسر باہو ہیں"

جی پر دُوکھ لکھہ کہیں سہسا کھی　　پَرہِت گھرت جنکی من ماکھی

یہ فرقہ غیروں کی خطا ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور دوسری کے صفات بگاڑنے کے لئے گھی کی مکھی ہے (مکھی گھی ناپاک کرکے آپ مرجاتی ہے) اسی طرح یہ فرقہ دوسروں کے کام بگاڑنے میں مرنے سے بھی نہیں ڈرتا، تن من دھن سب قربان کر دیتا ہے"

تیج کرسانو روشن ہی شیشا   اگھ اوگن دہن دہلی ودہیشا

اس فرقہ کی تیزی آگ عفصہ انغی کی مانند ہے بدنسل دوسرے کا کام بگاڑنے میں انتہائی طاقت صرف کرتے ہیں

اودے کیتو سم ہت سب ہی کے   کمبھ کرن سم سووت نیکے

اس فرقہ کی ملاقات کیتو کے طلوع ہونے کی مانند ہے تاکہ وہ کمبھ کرن کی طرح سوتے ہی رہیں"

پراکاج لگ تن پری ہیں   جمی ہم اپل کرکھی دل گرہیں

دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے یہ شریر اپنا شریر بلی دان کر دیتے ہیں، جس طرح سے سردی اولا کھیتی کو برباد کر کے خود بھی گل جاتے ہیں،

بندوں کھل جس شیش سروکہا   سہس بدن برنہیں پر دوشا

میں ان لوگوں کو شیش کی مانند جان کران کی تعظیم کرتا ہوں، جو دوسروں کے عیوب ہزار منہ سے بیان کرتے ہیں، (شیش جی ہزار منہ سے رام گن گاتے ہیں، یہ ان کے خلاف دوسروں کے عیب ہزار زبان سے بیان کرتے ہیں)

پنی پرنون پرتھو راج سمانا   پراگھ سنہیں سہس دس کانا

میں انہیں پرتھی راج مان کر ان کی اس لئے تعظیم کرتا ہوں کہ وہ دوسرے کے عیب دس ہزار کانوں سے سنتے ہیں (راجہ پرتھو کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے حمد وثنا سننے کا بردس ہزار کانوں سے مانگا تھا' یعنی دوسرے کے عیب بڑے غور سے سنتے ہیں'

بہور شکر سم بنوں تیہی   سنت سرانیک ہت جیہی

پھر میں انہیں اندر کے برابر مان کر نمسکار کرتا ہوں' دیوتاؤں کو اچھی فوج ہمیشہ پیاری ہے' اور انہیں اچھی شراب'

سجن بھجر جہی سدا پیارا ۔۔۔ سہس نین پر دوش نہارا

جیسے اندر کو بجر پیارا ہے، ایسے ہی اِن لوگوں کو اپنی زبان کا بجر عزیز ہے، اندر دیوتاؤں کا پیارا ہے اور یہ لوگ عزیزوں کے عیوب دس ہزار آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں،

اُداسین آری ریت ہت ۔۔۔ سُنت جرہیں کھل ریت

جانؤ پانی جگ جوری لیش ۔۔۔ بنتی کرؤں سنیہو بت

یہ فرقہ سب سے الگ رہتا ہے مگر سب کا دشمن ہے، میں پاؤں اور دونوں ہاتھ جوڑ کر اُنھیں تسلیم کرتا ہوں،

میں اپنی دِشی کیں نہورا ۔۔۔ تیے بچ اُور نلا دہیں بہورا

میں نے اپنی طرف سے اِس فرقہ سے ایک عرض کی ہے، لیکن وہ بھول کر بھی اِس پر غور نہ کریں گے، یعنی وہ یہ عرض سُن کر بھی اپنی بُرائیوں سے باز نہ آئیں گے، اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے نہ رکیں گے، جس طرح سے،

پالسیں پالیہ آتی انو راگا ۔۔۔ ہوئی نرا مکھ کبہون کہ کاگا

کوا کھیر کھلا کر بڑی محبت سے پالا جائے تو کبھی غلاظت کھانا نہ چھوڑے گا،

بندؤں سنت اسجن چرنا ۔۔۔ دُکھ پردِ اُدبہے بیچ کچھو برنا

میں نیک اور بد اشخاص کے قدموں میں جھک کر کہتا ہوں، کہ یہ دونوں تکلیف دہ ہیں، لیکن کچھ فرق بھی ہے،

بچھرت ایک پران ہر لیہیں ۔۔۔ ملت ایک دارُن دُکھ دیہیں

نیک الگ ہوتے وقت جان نکال لیتے ہیں، اور بد ملاقات کے وقت نقصان پہنچاتے ہیں

اُدبجبن ایک سنگ جگ ماہیں ۔۔۔ جبلج جوک جمی گن بلگاہیں

نیک اور بد دونوں کنول اور جونک کی طرح دُنیا میں ایک ساتھ جنم لیتے ہیں، لیکن دونوں

کے خواص الگ الگ ہیں،

گُن اَوگُن جانت سب کوئی ۔۔۔ جو جی بھاوے نیک ہَی سوئی

حاصل کلام یہ کہ نیکی اور بدی کو سب کوئی جانتا ہے، لیکن جو کام جسے اچھا معلوم ہوتا ہے، وہی وہ کام کرتا ہے،

برہمن اور علمائے وقت

ز میدانِ سخن گوئی سخن بُرد[1]
برہمن زادہ از ہردو برہمن

شاہجہانی دور، اکبری فضل وکمال کے ہر طرح سے خاتمہ کا تھا، اُس وقت بھی اکبری سلطنت کے نام پر اربابِ فصاحت وبلاغت، شعرائے فصیح بیان شہد کی مکھیوں کی طرح ہندوستان کے دارالخلافہ کی طرف کھچے چلے آتے تھے، محمد جان قدسی مشہدی، طالب کلیم، میر الٰہی، ملا آمی، میر نجیبی، شیخ عبدالمجید لاہوری شاگرد ابوالفضل، ملا رشید، ملا صنیر، ملا جلالی، عبدالرحیم، ملا شیلیی، ملا عبداللطیف، میر برہان، وغیرہ وغیرہ کا طنطنہ استادی بلند تھا، اور ہر ذات بذاتِ خود مسلم وفضل کی جان تھی، کوئی ایرانی تھا اور کوئی ہندی، مگر فضیلتِ علمی میں سب بے نظیر و بے عدیل،

برہمن اپنی خدا داد ذہانت ولیاقت کی روشنی میں آسمانِ شہرت پر آفتاب کی طرح چمکتا تھا، گو علامی افضل خان شیرازی وزیرِ اعظم شاہجہان علمیت وفضیلت کا آفتاب تھا، مگر برہمن کی قابلیت کا قائل تھا، ایسے دربار میں ایک ہندی نژاد خصوصاً برہمن ذات کا اپنے فضیلت کے پروں سے اُڑنا، اُن کی بے نظیر قابلیت کی ناقابلِ تردید شہادت ہے، برہمن اگر حساب وہندسہ، کارگذاری وایمانداری کے زور پر اس دربار کا رکن ہوتا، تو کچھ مضائقہ نہ تھا، مگر زبان میں زبان دانوں کا ناطقہ بند کر دینا، اس کی معراجِ ترقی کا باعث ہوا، ہم نے "برہمن کی شاعری" کی نمائش گاہ میں برہمن کے فخریہ کلام کے کچھ نشتر بھی سجائے

[1] ناصر علی سرہندی کا بیان بحوالہ سرخوش صفحہ ۱۳۶ پر ملاحظہ ہو،

ہیں۔ اِن کے چرکوں نے انصاف پسند اساتذہ کے قلوب پر گو گہرے زخم لگائے، مگر اُن سے خون نہیں نکلا، بلکہ اس کے بجائے صدائے واہ نکلی، اگر اساتذۂ زمان برہمن کی فضیلتِ علمی و عملی کے قائل نہ ہوتے، تو اُس کا کلام آگ کی نذر ہوتا، اور وہ دار کی، آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ جب درباری مشاعرے میں شاہجہان، برہمن کی گرمیٔ کلام سے آتش زیر پا ہو کر اُسکے قتل کے لئے حکم دیا چاہتا تھا، تو علامی مرحوم کے دل میں برہمن کی فضیلت نے اُسی وقت جوش مارا، اور وہ سزائے قتل سے محفوظ رہ گیا،

برہمن مغلیہ سلطنت کے دارالخلافہ کے معیارِ فضیلت پر کھڑا ہو کر اپنی صحتِ زبان و خوبیٔ کلام اور فضیلت کے زور پر دُنیا بھر کے فاضلوں کو چیلنج دیتا ہے، دعوے ملاحظہ ہو، کہ جس کا کوئی جواب نہیں دے سکا،

جز و برہمنے خوش سخنے تازہ ادائے — طبع کہ کند سیر دریں تازہ زمینے

برہمن اپنی نکتہ دانی پر ناز کرتا ہوا، بڑے بڑے عالی وقار شعرائے نامدار کی مقدارِ علم و سخن کی قدر و قیمت کا حسبِ ذیل الفاظ میں اندازہ کرتا ہے، ؎

برہمن از سخن پنداشت، مقدارِ سخندانان — گواہِ حالِ من کا فیست طبعِ نکتہ دانِ من

رائے رایان کی شعرائے مشاہیر سے ملاقاتیں

آپ کی تصانیف سے آپ کی طبعیت کی معروفیت اور ملاقاتوں کا حال بخوبی روشن ہے، مصرع

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

وہ جہاں جاتے ہیں، اور جس سے ملتے دیکھے جاتے ہیں، وہاں سخن فہم و نکتہ دان اور درویش ہی نظر آتے ہیں، چند مشہور ملاقاتوں کا تاریخی حال تاریخ کی جان ہے، لہذا اُسے بھی اسی قالب میں ڈھالا جاتا ہے،

اظہری سرہندی سے ملاقات کا حال تحفۃ الصفی میں ظاہر فرماتے ہیں :-

"قریں صد سال با قدمائے اوایل عہدِ حضرتِ صاحبقرانی در قیدِ حیات بود، برہمن عقیدت

کیش جریائے سخن است، در عہد شاہجہاں بملاقات اُو رسیدہ، صحبتِ رنگین داشت، با صحبتہا قدیم و مجلس خانخاناں بود، اشعار خود درا بمیاں آورد، و از طبقۂ اُمرائے حضرت عرش منزلت بیرام خان طبع رسا و فطرت بلند داشت"

ملا محمد باقر لاہوری کے پاس بھی برہمن کی "انشا" مشہور رہے، حالتِ نزع میں ملاقات کے لیے گئے فرماتے ہیں:-

"از حوادثِ روزگار در عین جوانی ازیں سرائے فانی بعالم جاودانی شتافت، در ہنگام نزع آن مسافرِ بقا ایں خوشہ چیں خرمن ارباب سخن بر فاقت ملا محمد صالح منشی الہرفت آں عندلیب گلشن فصاحت رسیدہ بود، برمز دو ایما حرف بزد، بعد از لحظہ از خویش رفت"

برہمن و سعدی

زمانے گوش کن بر قولِ سعدی چو سعدی بلبلِ فرخندہ منقار

اسلامی بزرگوں کے نام اور کام صحیح مذاق فارسی خوان طبقہ سے پوشیدہ نہیں، **شیخ سعدی** کا وجود انسانی فلاح و بہبود کا منبع تھا، جو گفتگو ادب و اخلاق سے مملو، جو بات جامِ آبِ حیات دنیا میں ایسے ہی مصنفوں کا پیدا ہونا جائز ہے،

مندرجہ بالا شعرِ برہمن برہمن کی عقیدتِ سعدی کا پتہ دیتا ہے، اُس وقت آپکی نظر میں فارسی وغیرہ کے ہزار علما و فضلا رہتے، مگر اس نکتہ رس نگاہ نے ایک سعدی ہی انتخاب کیا، یہ انتخاب بھی برہمن کے ادب و اخلاق اور ان کے رجحانِ طبع کا پتہ دیتا ہے،

صوفی برہمن اور شرابی عمر خیام

در محبت ہوس جام و سبو نتواں کرد تا بود خونِ جگر مے بگلو نتواں کرد

عمر خیام کی شہرتِ زندگی، اُس وقت تک برابر دراز ہوتی چلی جائیگی، جب تک کہ محفلوں میں دخترِ رز رقص کناں رہے گی، جہاں اُس کا دَور، وہیں عمر خیام موجود، مغرب کا ہر شخص بغل میں بوتل رکھتا ہے، پھر وہ عمر خیام کا سا بادہ نوش کیونکر فراموش کرتا، کیونکہ اس نے تو اپنی عادات کے تقاضے پر اس

میخانہ میں دین و دنیا فروخت کرکے اپنی دستار و قبا بھی بیع کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، اور اس نیلامِ عام کی شہرت و منادی کا پورا پورا انتظام کر دیا تھا کیونکہ اُس نے اپنا خُمخانہ اِن رنگا رنگ کی بوتلوں سے ایسا سجایا تھا کہ یہ سلیقہ آج تک اہلِ مغرب بھی نہیں پا سکے۔

حسرت موہانی دعوے کرتے ہیں کہ "برہمن کی رُباعیات میں عمر خیام کا رنگ ہے" مگر ہمیں حسرت سے ساقیٔ نقاد پر سخت تعجب ہے کہ اُس نے زمزم اور شراب کو ایک ہی پیالہ میں کس طرح بھرا، اور کس پیمانہ سے، سمجھ میں نہیں آتا کہ برہمن کی رُباعیات عمر خیام کی رباعیات سے کیوں تشبیہ دی گئی، جبکہ ایک کا مزا دائمی اور دوسری کا فانی ہے، ہمارے خیال میں عمر خیام کی محض شہرت ہی تشبیہ نامِحض و بیانِ متضاد کے باعث ہوئی۔

ہم نے محاکمہ شاعریٔ برہمن کی دور میں "شعرائے فارسی و اُردو کی خرابات نشینی اور برہمن کا بائیکاٹ" کا بورڈ لگا کر شاعروں کی شراب نوشی اور صوفیانہ حالتوں کا بڑے ہوش و حواس سے معائنہ طلبی کیا ہے، اُس بزم میں اپنی ہم مشرب جماعت کے ساتھ عمر خیام بھی محو شغل ہیں، وہ محفل مُلاحظہ کرنے کے قابل ہے، کیونکہ دل کھول کر مزہ چکھایا ہے اسلئے یہاں ضروری نہیں، کہ اِن ہر دو کے جام پیش کئے جائیں، سرور کا اندازہ طبیعتیں خود کر لیں گی، اگر کوئی صاحب اپنی ہم مذہبی کے جوش میں کشیدہ خاطر ہوں تو اُنہیں ہماری ملیٹ صفائی کے آبِ خنک کے دو گھونٹ سے اپنی تلخی دور کرنا چاہئے اور کدورت نفع۔

زبانِ برہمن و کلامِ شعرائے اُردو

رائے رایان کی نغمہ سرائی کے بعد فارسی و اُردو کے جس قدر مشہور شعراء ہوئے، تقریباً اُن سب کے گوش آشنا ہوئے، سب ہی نے آپ کے کلام و زبان سے مزا پایا، اور اپنا کلام آپ کی ایجادات سے گرمایا، یہ ایسا مضمون ہے کہ جس پر شبہ اگانہ مضمون کی ضرورت ہے، مگر چند تراکیب مضامینِ برہمن دل پر ایسی کھٹکیں کہ لکھے بغیر رہا نہیں جاتا، الصاف اہلِ انصاف کے ہاتھ ہے برہمن فرماتے ہیں:-

(۱) نہ صاحب زر و نے اہلِ دولت و جاہم   کمالِ عزتِ من اینکہ بندۂ شاہم

غالب نے ایسا سرقہ کیا کہ خوبیٔ مضمون رونے لگی، آپ اپنا رونا اس طرح روتے ہیں ؎

(۱) یہ کیا شرف ہے کم کہ ظفر کا غلام ہوں مانا کہ جاہ و حشمت و ثروت نہیں مجھے

(۲) بقدرِ حاجت خود ہر یکے طلبگار است (برہمن) جہانیاں ہمہ باشند در جہاں محتاج

غالب اپنی حاجت برائی مضمون، مضمونِ برہمن سے کرتے ہیں :-

(۲) کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند کس کی حاجت روا کرے کوئی

(۳) چشم تو تیغِ غمزہ چو بر یکدگر زند (برہمن) از دل بروں نرفتہ میانِ جگر زند

غالب برہمن کا تیر اپنے ترکش سے چلاتے ہیں،

(۳) دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

ہر ایک شاعر نے برہمن کے کلام سے سرقہ کیا ہے، یہ موازنہ باعثِ طوالت ہے، اور انصاف کا خواہاں ہے سرقہ کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۴) تو دادی خطِ آزادی برائے سرو سوسن ہم (برہمن) گرفتی خطِ عہدِ بندگی از قمری من ہم

(۴) سروِ چمن بھی بندۂ آزاد اُسی کا ہے (رند لکھنوی) جس رشکِ گل کا لالۂ داغی غلام ہے

(۵) چنانے باید بر نقشِ زلفِ پریشاں دیدن (برہمن) صورتِ کفر در آئینۂ ایماں دیدن

(۵) دیکھا اُس کے منہ پہ زلفِ سیاہ فام کے تئیں (خشونت رائے) کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

(۶) جوہر چو نیست صحبتِ نیکاں شاداب چہ سود (برہمن) چو سنگ ہم ترازو نے گوہر نشستہ

(۶) اہل کو صحبتِ نااہل سے نقصان نہیں (راجہ بلوان سنگھ) یعنی ہم پلہ ترازو میں ہے زر پتھر کا

(۷) گلِ رویش چو یاد می کردیم (برہمن) اشکِ خود را گلاب می دیدم

(۷) گو متی ہے گلاب کی صورت (اختر) او گلِ تر سے نہانے سے

(۸) آتشکدۂ سینۂ ما بر سرِ جوش است (برہمن) تارِ مژہ بر دیدۂ ما شعلہ فروش است

(۸) سمجھ کے تازہ گرفتارِ گرم جوش مجھے (ناظم) بلا رہی ہے نگاہِ اصیل فروش مجھے

(۹) ہرگز بشبِ مطلعِ صبح نمے رسد (برہمن) گوئی بشہرِ تیرہ دلاں آفتاب نیست

(۹) تیرہ دل کی بزم میں جامِ شراب آتا نہیں (نسیم لکھنوی) جانبِ ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

(۱۰) با عشق زد در سر چہ کند عقلِ دوربین (برہمن) با آفتاب حاجتِ نورِ چراغ نیست

آگے اُن کے فروغ پانا (نسیم) سورج کو چراغ ہے دکھانا

(۱۱) تابِ ہجراں کسے نمے آرد (برہمن) مگر آں کس کہ آہنیں جگر است

پتھر کی اگر کہو تو میں ہوں (نسیم) فولاد جگر کہو تو میں ہوں

(۱۲) کجا در پنج کند نیم ناں زمن چو ہلال (برہمن) کسے کہ قرصِ تمامی بآفتاب دہد

قرصِ خور کو دیکھ کر نسکیں رکھ مہمانِ صبح (نسیم) تا دہانِ شام پہنچا تا ہے رازقِ نانِ صبح

ہرچند بسنگِ خارہ سازم (برہمن) با سنگ دلاں چہ چارہ سازم

ہرچند جو اگلے اہلِ فن تھے الخ (نسیم)

پنڈت دیا شنکر صاحب گلزارِ نسیم نظم اردو کے بادشاہ ہیں کیونکہ نظم اردو میں گلزار نسیم سے بہتر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، آپ کا حق تھا کہ اپنے بھائی (برہمن) کی جدت آمیز ترکیبیں خوبی کے ساتھ استعمال میں لائیں، اور انہیں زبان اردو کی ٹکسال میں ڈھال کر ملک بھر میں رائج و مروج کریں، چند دلچسپ مثالیں اس لئے پہلی مثالیں دی گئی ہیں،

فارسی زبان کے اشعار کا مقابلہ ایک طول عمل ہے، اور ہر ایک کی سمجھ سے باہر اس لئے محض ایک ہی شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے، برہمن اپنا حسابِ دل سناتے ہیں ؎

(۱۳) نادان[۱] اگر ز لعل دہی در حساب نیست تو دل شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

برہمن کا کیرکٹر

بروئے بحرِ دلم موجِ مہر در جوش است کجا بخاطرِ من بگذرد غبار کسے

حقیقی شاعر کے لئے یہ ازبس ضروری ہے، کہ اُس کی زندگی و چال چلن دنیوی آلودگیوں سے قطعاً پاک ہے، کیونکہ شاعر حقیقتاً ایک ریفارمر ہے، اگر اُس کی ذات خود ریفارم سے خالی و ویران ہو، تو اُس کے کلام کا اثر انسانی مراحلِ زندگی کی رہبری سے بے اثر رہیگا،

[۱] گر صد ہزار لعل دگوہر میدہی چہ سود (الاعلم) دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ (لاعلم)

انسان کے لئے نہ روپیہ، نہ اختیار، نہ ہوشیاری نہ شہرت، نہ آزادی بلکہ نہ لیاقتِ علمی ایسی ضروری ہے جیسی کہ نیک چلنی، اُس نے دُنیا داروں کو بجا آزادی حصولِ زر سے بیزار کرانا ہے، اختیارات کا جائز استعمال سکھاتا ہے، ہوشیاری سے نیک کام بتلاتے ہیں، وہ آزادی کے شریفانہ راستہ پر چلاتا ہے، مذاقِ سلیم پیدا کرتا ہے، یہ نصائح اُسی وقت تعویذِ جان بن سکتی ہیں، کہ اُن پر نیک چلنی کا منتر پھونکا جائے، ورنہ اپنے ناقص چلن کے خلاف ایسے اچھے خیالات کی تلقین کرنا، سودا ہے پریشانی ہے، وہ شاعر جو خود شراب پیتا ہے، دوسروں کو مٹرنس کا شربت نہیں پلا سکتا، اور آجکل یہی شاعری ہے، رائے رایان کی لائف اور شاعری لکھنے کے بعد، یہ ضروری نہ تھا، کہ آپ کے چال چلن کا کوئی خاص ہیڈنگ قائم کیا جاتا، مگر ہمیں اس میں دکھلانا ہے کہ برہمن کے کلام کی قبولیت اور اُس کے اثر کا کیا راز ہے،

اِس کی زبانِ قلم سے ایک لفظ ادا ہوتا ہے، دماغِ رفتہ شگفتہ ہو جاتا ہے، جس طرح آفتاب کے طلوع ہوتے ہی تاریکی دُور ہو جاتی ہے، اُسی طرح اِس کا شعر پڑھتے ہی لذتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، طبیعت کثافت سے پاک ہو جاتی ہے،

اُس کے کام اور کلام سے پایا جاتا ہے، کہ وہ قانع اور صابر تھا، دُنیا کی ہر طرح کی برائیوں سے اُس کا دامن پاک تھا، لذتِ روحانی سے اُس کا ذائقہ کام و دہاں متلذذ تھا، جامۂ دنیا چاک کرنے پر تُلا ہوا تھا، کیونکہ خودداری اور غیرت نے اُس کے دل و دماغ پر بڑی شجاعت کے ساتھ قبضہ پا رکھا تھا، دماغی ضعف اور مکروہاتِ زمانہ کے اجتماع نے اُس کے دلِ صافی پر خاص اثر کیا، اور شہزادہ دارا شکوہ کے واقعۂ قتل کے بعد اِس گردشِ گردوں کی ہرزہ گردی نے راجگی کے ٹھاٹھ کاٹھ کی ہنڈیا سمجھائے اور اُس کا انجام وہی ہے کہ جو ہر دانشمند نیک چلن کے ماتحت میں ہے، وہ تارک الدنیا ہو کر کاشی جی چلے گئے، اور اپنی بقیہ عمر عبادات و ریاضات میں صرف کی کہ جو اُن کے لئے موزون تھی،

لکھا ہے کہ وہ جب کاشی جی قیام رکھتے تھے، تو منی کرن گھاٹ کے کنارہ ایک

جنن کی کٹیا میں رہتے تھے، صبح اشنان کرکے جب بھجن پاٹ سے فارغ ہو جاتے تھے، تو قلم دوات لے کر دریا کے پار چلے جاتے تھے، اور آدھی رات کے بعد واپس آکر کچھ کند مول کھا کر پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے، دہلی میں شاہجہان بادشاہ کی بادشاہت میں بادشاہی کے مزے لوٹتے تھے، وہاں کشورِ دل کے بادشاہ بن کر دونوں جہانوں کی بادشاہت فرمانے لگے، نہ کسی کو سلام نہ پیام نہ اُودھو کا لین نہ مادھو کا دین، چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

تُرا از گردشِ گردوں ہرزہ گرد چہ باک   اگر بکشورِ دل آرسیدہ بنشینی

یہ شعر عہدِ مذکور کی ہرزہ گردی اور اپنی گوشہ نشینی کی سچی تاریخ بیان کرتا ہے،

خاکسار بہار رسنامی

کُلیاتِ برہمن

نقّادیِ نقدِ سُخنِ برہمن

(بہار بزمِ نثر)

جواہرِ نثرِ رائے رایان گو ہم اپنی بے بضاعتیِ علم سے رائے رایان کے اقسامِ سخنوری پر مفصل و جامع مضمون نہیں لکھ سکے، مگر تاہم جس قدر لکھا جانا ضروری تھا، لکھا گیا، اگر کوئی صاحب ہمت ہوگا یہ کمی وہ پوری کرے گا،

عطیۂ الٰہی کا یہ قاعدہ کُلیہ ہے، کہ اگر کسی کو کسی خاص علم و فن کا ماہر بناتا ہے، تو دوسرے علوم سے بے بہرہ، مگر مُستثنیات ہر جگہ ہیں، صدیوں بعد دُنیا میں ایک ایسا شخص بھی پیدا کیا جاتا ہے، کہ ہمہ دان ہو، اسی طرح سے جو صاحبِ قلم، نظم لکھ سکتا ہے، نثر کے میدان میں رہ جاتا ہے، اور جو نثر کا شہسوار ہے، وہ عرصۂ نظم میں اپاہج ہے، سخندانی کی اقلیمِ اوّل قلمروِ نظم ہے، اور اقلیمِ دوم نثر، وہ باغ ہے، اور یہ صحرا، دونوں میں جو فرق ہے، ظاہر ہے، جس قدر شعرا گذرے ہیں، اُن کی نثر کا پتہ نہیں، اور کیس طرح ہو، جبکہ وہ لکھ ہی نہیں سکے، دُنیا نے ایک سعدی پیدا کیا، جو نظم و نثر دونو لکھ سکتا تھا،

برہمن دراصل قلمروِ نثر کے شہنشاہ تھے، مگر طبیعت کی موزونی اور صُحبتوں کی یکجائی نے نظم لکھنے کے لئے آمادہ کیا، اِس پر ایسا لکھا کہ جیسا حق تھا، اور اِس قدر لکھا کہ دوسرا لکھ نہیں سکا، گو آپ کی تمام تصانیفِ نثر ہمیں نہیں ملیں، مگر جس قدر ملیں، اُن کا تقاضا ہے، کہ مجموعہ کلامِ نثر یعنی بہار بزم نثر کا انتظار نہ کرتے ہوئے، یہاں آپ کے کلامِ نثر کے بھی چند

نمونے پیش کئے جائیں، اور دکھلایا جائے کہ اگر اہلِ سخن کچھ لکھتے ہیں، تو اس طرح لکھتے ہیں، ورنہ خاموش رہتے ہیں، برہمن ؎ نقشِ معنی کجا تو اند دید ٪ دیدۂ آنکہ کہ بے بصراست

رائے ایان کے کام و کلام کی خوبی انکے تفہیم و ضبطِ مراتبِ سخن پر ہے

؎ بر سرِ زبان برمز و اداگذر و سخن
آنامیان اہلِ سخن این اداکست

دنیا میں ہر شخص سخن کا دعوے دار ہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی ہر جنس زبان سے نکلتے ہی ادنیٰ داموں پر بازاروں میں فروخت ہو کر پوڑیاں باندھنے کے کام آتی ہے، یا زبان سے نکلتی ہے اور ہوا میں اڑ جاتی ہے، اگر بازارِ نقادی میں آتی ہے، ناقص سمجھی جاتی ہے، اور کچھ قدر و قیمت نہیں پڑتی، درحقیقت "کلام" وہی ہے کہ جس میں کلام نہ ہو، اور مقبولِ عام ہو، مگر یہ نعمت حکمِ عنقا رکھتی ہے،

ضبطِ مراتبِ سخن پر اہلِ سخن درکنار ادنیٰ عطار دو کا نذار بھی لکھنے سے نہیں چوکے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس متعلق اور دقیق مضمون پر کوئی بھی حاوی نہ ہوا، باقی جو کچھ ہے، لاف و گذاف سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا،

میر حسن نے بھی اپنی مثنوی میں جسے اُس کے ممدوح سحر البیان لقب دیتے ہیں، اور جو ادبِ اردو میں بے مثل بیان کی جاتی ہے "تعریفِ سخن" کی سُرخی سے "سخن" کی تعریف کرنا چاہی ہے، ملاحظہ ہو:—

در تعریفِ سخن

(۱) پلا مجھ کو ساقی شرابِ سخن ✿ کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
(۲) سخن کی مجھے فکر دن رات ہے ✿ سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
(۳) سخن کے طلبگار ہیں عقلمند ✿ سخن سے ہے نامِ نکویاں بلند
(۴) سخن کی کریں قدر مردانِ کار ✿ سخن نام اُن کا رکھے برقرار
(۵) سخن سے وہی شخص رکھتے ہیں کام ✿ جنہیں چاہیے ساتھ نیکی کے نام

(۶) سخن سے سلف کی بھلائی رہے　　زبانِ قلم سے بڑائی رہے

(۷) کہاں رستم وگیو و افراسیاب　　سخن سے رہی یاد دیۂ نقلِ خواب

(۸) سخن کا صلہ یار دیتے رہے　　جواہر سدا مول لیتے رہے

(۹) سخن کا سدا گرم بازار ہے　　سخن سنج اِس کا خریدار ہے

(۱۰) رہے جب تلک داستانِ سخن　　الٰہی رہیں قدر دانِ سخن

سخنور اور سخندانِ انصاف پسند اصحاب بھی میر صاحب کے یہ دس اشعار پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے "کہ میر صاحب نے دُنیا کی معلومات میں کوئی اضافہ کیا" اور ہر شخص سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے سخن کی کیا تعریف کی ؟

پہلا شعر دعائیہ ہے، سوائے شراب اور رباب کی قافیہ پیمائی کے کوئی مطلب نہیں،

دوسرا شعر اپنی مصروفیات و مشاغل پر لکھا ہے "اور کیا بات ہے" کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا، ہاں "رات" کا قافیہ درست ہے، زبان بازاری ہے، ایسا ہی یہ تکیہ کلام،

تیسرا شعر، ادنیٰ خیالات کا مرجع ہے، کیونکہ عقلمند "سخن" تو کیا "دُنیائے فانی کی کسی شئے کے طلبگار نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو دُنیا کی ہر شئے کے ترک کرنے میں عقلمندی ظاہر فرماتے ہیں، دوسرا مصراع اصولِ عام کے خلاف واقع ہوا ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ سخنور نیک ہو، کیونکہ نیکی اُور چیز ہے، اور سخنوری اَور چیز، اِس دلیل میں سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں،

چوتھا شعر، میر صاحب کی غرض و غائت ہے، اور حکمرانِ وقت کی خوشامد بے جا، برائے حصولِ زر، اور یہی خواہش شعرا کو ذلیل ورسوا کرتی ہے،

پانچویں شعر، کا مفہوم تیسرے شعر میں آ چکا، محض تکرار بیان ہے، اور وہ بھی بے لطفی کا،

چھٹا شعر، بھی اصولِ سخن کے سخت خلاف واقع ہوا ہے، کیونکہ سخن سے بھلائی ہی قائم نہیں رہتی، بلکہ بُرائی بھی قائم رہتی ہے، جیسا کہ فردوسی کی سخنوری کی بدولت رستم کی بھلائی کے ساتھ شغاد کی بُرائی کی یاد قائم ہو گئی، یا حسنؑ حسینؑ کی نیکی کے ساتھ

شعرا ورپر بدپلیکی بدی دلوں پر نقش پاگئی، میرصاحب فردوسی خیال میں رکھ کر لکھتے ہیں کہ فردوسی کی وجہ سے سلف (گذشتہ) کی بھلائی رہی، کس قدر ناقص و نامکمل بیان ہے، وہ اپنا مفہوم اپنی کمزوری زبان سے ادا نہیں کرسکے، محض لفظ "سلف" بمعنی انسان یا زمانہ کہیں نہیں آیا، تا وقتیکہ سلف کے ساتھ "بزرگان" یا "زمانہ" کے الفاظ ایزاد نہ کئے جائیں، یہ معنی پیدا نہیں ہوسکتے،

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر سخن کی تعریف میں شمار ہوسکتا ہے، یہ تو ثمرہ سخن ہے نہ کہ سخن کی تعریف، بہتر ہوتا کہ اس شعر کے اعتبار پر سُرخیِ مضمون "تعریفِ سخن" کی بجائے "ثمرہ سخن" لکھتے،

ساتواں شعر چھٹے شعر کی شرح ہے، اور فردوسی کے تاریخی بیان کی زبردست تردید، اس شعر کا بھی جو سُرخیِ مضمون سے تعلق ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں،

آٹھویں شعر میں لفظ "یار" کی بھونڈی کھپت میرصاحب ہی کا حصّہ ہے، اس شعر کے ہر دو مصرعے اُن کے غلط دعوے کی صحیح شہادت ہے، دراصل وہ ایسی تعریفِ سخن لکھ کر حکمرانِ وقت کو اپنی مالی امداد پر اُبھارنا چاہتے تھے، فردوسی کی سخنوری کا قصیدہ پڑھے جانے کے بعد آپ کے اگلے شعر میں واقعات کے خلاف سراپا غلط دعوے باندھنا کہ "سخن کی ہمیشہ قدر ہوئی ہے، اور سخنوروں کو مالا مال کیا گیا" درو فکر را حافظ نہ باشد کا مضمون ہے، لیکن ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ حافظہ کا قصور نہیں، میرصاحب خوب جانتے تھے کہ بیچارہ فردوسی تیس ۳۰ سالہ محنتِ شاقہ کے بعد مایوس و ناکام رہا، قدردانی و بدعہدی کا شکار ہوا، سخن کا صلہ ملنا، اور محمود کا جواہرِ سخن مول لینا تو درکنار قول و قرار سے بھی انحراف کیا گیا، میرصاحب اگر سخنور ہوتے تو ایسی فاش غلطی نہ کھاتے ؎

بروز طمع دیدۂ ہوشمند | برآرد طمع مرغ ماہی بہ بند

نواں شعر سخن کی بدترین مٹی پلید کئے جانے کی شہادت دیتا ہے، کہ جس کی بنیاد

اورنگ زیب کی خرابی کے بعد تمام نہاد سخنوروں نے ڈالی، یہ شعر واقعات کے خلاف لکھا گیا ہے، اور غرض وہی ہے، آٹھویں شعر کا پہلا مصرع اور اُس کے دوسرے مصرعہ میں اجتماعِ ضدین ہے، اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں، کہ کیا یہ شعر تعریفِ سخن میں داخل ہو سکتا ہے،

دسواں شعر بھی وہی اپنی خواہش زر کا اظہار ہے، اور کچھ نہیں، دوسرے مصرع میں "حبیب تلک" کا جواب نہ آنے سے آپ کی کمزوریٔ بیان ظاہر ہے، اور محض لفظ "نہیں" لکھے جانے سے آپ کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا، تا وقتیکہ اس میں الفاظ "موجود" یا "قائم" یا "پیدا" اضافہ نہ کئے جائیں، آپ کا تعریفِ سخن پر نہیں، بلکہ ثمرۂ سخن پر دس اشعار کا یہ قصیدہ پڑھنے کے بعد اگلی سطروں میں شاہِ وقت کی تعریف کر کے وزیر کی سخاوت کا مبالغہ آمیز ذکر کرنا آپ کی غرض و غایت کا پتہ دیتا ہے، ایسے ہی آپ کی مثنوی ہزار ضروری الفاظ ایزاد کئے جانے کی ضرورت رکھتی ہے

اب ہم میر صاحب کے "تعریفِ سخن" کے موازنہ کے لئے رائے رایان کے کلامِ نثر سے چند سطور سخن کی تعریف میں اقتباس کرتے ہیں، اس کا فیصلہ اہلِ انصاف کے ہاتھ ہے،

ضبطِ مراتبِ سخن برہمن

اگرچہ سخن از ہر جنس درمیان است، اما سخنے کہ در آں سخن نباشد، بسیار کمیاب و کمتر بر زبان است، سخن ہماں است کہ اہلِ عرفان گویند، اوّل سخنِ ایں طائفہ آنست کہ سخن نگوید اگر گویند چناں گوکہ ازبابِ حال گفتہ اند، اگرچہ غرضِ اصلی سلوک ورزیدن است وکیفیت آں بعد از قیل وقال در آخرِ حال داضح میگردد، اما تا وصول بآں مقام عروج بآں درجہ، پاسِ مراتبِ سخن از شرائط است وحفظِ سخن از واجبات وعالم از سخن پرست وسخن در عالم فراواں سخنوراں ہر یک سخنے بقدرِ حالِ خود گفتہ گذشتہ اند وہنگامۂ وقت را بسخنوری وسخندانی گرم داشتہ، در ہر طرف چراغِ دانش افروختہ، در سخن ہمیں گفتگو تمام نشود، سخن در سخن بسیار است، نہ ہر سخن داخلِ سخن است، و نہ ہر زبان آور سخنگو باشد خالی از مغزِ علم بودن ولاف از حقیقت زدن نہ از دانش بود، علمِ خاص را علامت دیگر واین نشاء کیفی بلند تر باطن آں را کہ از ثمرۂ حقیقت جامِ محبت دادند بہ نشاء ابدی سرخوش گردانیدند، وہوشیار آمد ساختند" ، یہ کیسا فقرہ ہے کہ جو مراتبِ سخن کے اظہار سے خالی ہے

علم و عمل پر فلسفیانہ بحث

علم و عمل پر ابتدا سے بحث ہوتی چلی آئی ہے' اور انجام کار سب نے یہی کہا' جو برہمنوں نے کہا ؎

کفر بے رشتۂ زنارے آید راست ''کارکن کار کہ کفارے نے آید راست''

رائے رایان نے اِس مضمون پر ایسی جامع فلسفیانہ بحث کی ہے' کہ سُننے سمجھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے' اگر اہلِ دُنیا یہ راز سمجھ لیں' دُنیا کما لیں اور دین کی راہ لیں' اس لئے ہم اپنے گمراہ بھائیوں کی خاطر رائے رایان کی عملی مشعل روشن کرتے ہیں' اے رہروانِ راہِ عمل و علم موٹر کی رفتار سے نہیں' بلکہ بیل گاڑی کی رفتار سے یہ منزلِ کٹھن طے کیجئے' اور سفر کی بہار کے لُطف لئے بغیر منزل پر پہنچنے کا نام نہ لیجئے'

''فرقہ برایں رفتہ اند کہ علمے بعمل گراید' ہماں علم بکار آید' و طائفہ میگویند کہ ما آں علم میخواہیم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد' ہر دو در انظار مطلب است' اما آنچہ اربابِ سلوک گویند ایں است کہ اول علم بعد ازاں عمل و پس از عمل عرضِ حال دانستن و علم المطلوب بہم رسانیدن است' من فدوی آں علم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد' جمع دیگر گویند کہ عمل باد' گو علم مباد' و بعضے برایں اند کہ علم بے عمل حاصل نشود' لیا باشد کہ سعادتمندی بمحض موہبتِ خاص بے تعبِ کسب و ارتکابِ ریاضت پے بمطلب برد' و سرّاز مقامے برآورد' اگرچہ کرم اُو را سبب در کار نیست' اما بمقتضائے حکم دانش درست اسعی را در حصولِ مطالب دخل تمام است''

(حاشیہ: حصولِ علم با عمل و تحصیلِ باد علم)

رائے رایان کی عمر شریف و گرامی

جو دانشمند اپنی عمر گرامی کی قدر پہچانتا ہے' اور کوئی لحظہ بیکار نہیں کھوتا' اُس کی عمر ''عمر گرامی'' کہلاتی ہے' ورنہ دُنیا کے بیکار و بے شغل دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں' کہ کسی طرح دن تمام ہوا اور رات ختم ہو' کیونکہ اُن سے دن رات نہیں کٹتے' رائے رایان اُن کے شغلِ بیکاری کے لئے یہ نکتہ ذہن نشین کرتے ہیں :-

''آدمی اگر بداند کہ ہر روز چہ جمع میکند و چہ خرج نماید' بحیرت فرو رَوَد' و بہ ندامت درماند لفقد

بے عوض و بے بدل عمرِ شریف است، کہ رائیگاں صرف میشود، و جرم دلاوری چنداں است، کہ در تجارتِ روزگار سرمایۂ خود را بیاد دہد، و سلاح کاسد را بہ بازار آورد"

دیگر

"حکمِ عقلِ دور اندیش آنست کہ پیوستہ نظر بر اصل کیفیتِ حال داشتہ خلاصۂ اوقات را مصروف بتحصیل کسبِ کمال باید نمود، و عمرِ گرامی را عزیز دانستہ ہر لمحۂ کہ ہست، در پاسِ مراتب وقت آنست"

مذمتِ تضیعِ اوقات | برہمن جو وقت کا قدر داں تھا، اُس کی زبان سے تضیعِ اوقات کی مذمت بھی ضرور نکلنا چاہیئے :-

"اے عزیز عمرِ عزیز بفکرِ کوتاہ لبریز آمد در بجائے بزد، و غیر از ندامت و تحیر و تاسف حاصل گشت حیف از تضیعِ وقت کہ عین وجود عین یافتہ است، ہر کہ دریں یافت یافت، ہر کہ نیافت نیافت، و بالِ عظمی است، بر آدمی زاد، خدا غریقِ بحرِ رحمت بحر کند، نواب جنت مآب قدر دان علامۃ العصر و الدوران افضل خان را اگر حرفے از مقامِ نادانی بگوشِ حقیقت نیوش ایشاں میرسید، آں را بمقتضائے ایں دو مصرع کہ از طبعِ ناقص ایں نیاز مند سرزدہ عمل مے فرمودند،

بیت

صفیرِ عندلیب از جا بر دابلِ محبت را کہ حرفے گفتن نادانی بدل دو نا زد ناخن

روزے ایں ضعیف شکستہ دل در خدمت آں مرحوم دانشور ہنگامۂ سخن را گرم داشتہ، ایں معنی را درمیاں داشت، کہ تضیعِ اوقات شدید تر است، از مفارقتِ روح، زیرا کہ آں بریدن است، از خالق و ایں رمیدن است، از خلائق،

بیت

بگوسید از سر بازیچہ حرفے کزو پندے نگیرد صاحبِ ہوش

نوابِ غفراں پناہ را بمجرد استماعِ ایں سخن کہ ناخن بر دلہائے آشنا میزند، حالِ دگرگوں شد و باقتضائے اشکِ ندامت کہ نتیجۂ رقتِ طبع و حاصلِ صفائی باطن است، ریختہ از جائے بجائے منتقل گردید، از

انتہاہا تا چند و چوں نولیسد کہ دفترہا سیاہ و عمرہا کوتاہ شد سخن بجائے نرسید۔ مصرع

ہزار نسخہ نوشتند پیش ازاں باقیست

طریقِ اعتدال پر موثر تقریر اعتدال کے سب گیت گاتے ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے، افراط و تفریط کے گڑھے میں گر جاتے ہیں، رائے رایان اِس غار سے اِس طرح نکالتے ہیں وہ اپنے بھائی اودے بھان کو عقل دیتے ہیں:

"دلِ دانا و گوشِ شنوا، و چشمِ بینا و تنِ توانا نصیب باد، کمال دانائی آنست کہ در نشیب و فراز مرحلہ روزگار بمقتضائے عقل دوربین راہ باید رفت، و با وجود خرد درست معترف بعجز و قصور و نادانی خرد باید بود، و بینائی چشم عبارت از آنست، کہ نمود سبے بود روزگار را بدیدہ یقین ملحوظ نمودہ، بفریبِ این عروسِ پُر نقش و نگار را ز جا نباید شد، و گوشِ شنوا مراد از آنست کہ مواعظِ بزرگاں و پندِ اربابِ خرد را بگوشِ ہوش جا دادہ، از طریقِ اعتدال تجاوز نباید نمود، و تنِ توانا محض از برائے آں مطلوب است کہ خللے در ارکان وجود راہ نیابد، و سلامتیِ طبع و درستیِ مزاج و تازگیِ دماغ باعثِ ظہور کارہائے شگرف گردد"

این نیازمند با وجودِ عدم خرد و آگاہی محض بمیں صحبتِ بزرگانِ پاسِ این مراتب دانستہ سر رشتۂ اعتدال را از دست نمیدہد، باشد کہ بمدد ایام سر از مقاصے برآورد"

رائے رایان کی ترکِ آرزو رائے رایان کی تحریر کا اثر محض اِس وجہ سے ہوتا ہے، کہ آپ جو لکھتے ہیں، اپنے عمل اور تجربہ سے لکھتے ہیں، وہ محض لیکچرار نہیں، بلکہ عامل ہیں، اور سختی کے ساتھ، وہ دُنیا داروں کو دھوکہ سے اس طرح بچاتے ہیں:—

"خوشا شاہبازانِ بیدار مغز کہ نکہتِ گلستانِ تمنا بمشامِ استغنا شاں نرسیدہ، و نسیمِ بوستانِ تعلق بر حدائقِ آمال شانِ نوزیدہ، ہمیشہ در گلشنِ یکرنگی و بہارستانِ یک جہتی بانتعاشِ جاودانی زندگانی کنند و چو سر بگریبان و پا بدامان کشیدہ، در عالم

کثرت تماشائے جلوۂ وحدت نماید، چوں رہرو نے وادیٔ اخلاص قدم براہ گذارد، و عزم درست و صفائی عقیدت رفیق طریق او شود، دنقشِ پائے رہنمائے او گردد، چراغِ شبِ تارِ حوادثِ روزگار چشم دوربین آنست، و آفتابِ صبح دولت و کامرانی، دلِ خردگزیں سراب در چشم لبِ تشنگان غلط بین جلوۂ آب دہد، و آب در دیدہ کوتاہ نظراں سراب نماید"

رائے رایان کی تدبیر و تقدیر

اگر آدمی تدبیر میں رہ کر تقدیر پہ شاکر ہو، تو آدمی بن جائے اور دنیوی تفکرات و آلام سے نجات پا جائے، یہ طریقِ نجات رائے رایان سے سنئے :-

"چوں مہرۂ اختیار در ششدر تقدیر است، الیس ہر نقشے کہ بر تختہ حال نشیند، بموقع بود"

فروتنی و انکسار رائے رایان

رائے رایان کا معراجِ دینی و دنیوی، صورت و معنی اُن کے عجز اور فروتنی کا ثمرہ ہے، کہ جو اُن کی ہر ایک گفتگو اور تقریر کا طرۂ امتیاز ہے، آپ کی کُل تصانیف دیکھ لیجئے، نمود و نمائش، تعلّی و خود بینی، غرور و نخوت کا شائبہ تک نہیں، دین و دُنیا کے فتح کرنے کے لئے وُہ یہی وعظ فرماتے ہیں، ذرا وُہ الفاظ سُنئے کہ جو اُن کی تحریرات کا جزوِ اعظم ہیں :-

"مرقوم شکستہ رقم گردانید، باصلاح برآرند، کسبِ سعادت ہے نمود، ایں نیاز مند کہ از بندہائے تربیت کردہ، ایں ذرّہ بے مقدار، قلم شکستہ رقم، نظر بر بیت بیشتر بریں مور ضعیف بود، باصلاح حضرات مجلس سامی در آید، استدعا اصلاح نماید، غزلِ کہ وارثیں از طبع ناقص سرزدہ بود، ایں است باصلاح منت بریں نیاز مند گذارند، نہ تمم پذیرکلک نیاز گشت، ایں حقیر" وغیرہ وغیرہ

رائے رایان کا نظارۂ گلشن صبح

دورِ حکومتِ مغربی، شاہِ شرق کی ذرہ نوازیوں سے تیرہ و تار رہے، اور یہی باعث ادبار رہے، اس دولتِ بیدار کا دیدار وُہی بیدار بخت دیکھتا ہے، جو صُبح صبح وقت پیدا ہوتا ہے، اے خفتہ بخت ہندیو! اُٹھو! دیکھو رائے رایان تمہیں کن میٹھے سُروں سے جگاتے ہیں، اُٹھ کر نظارۂ گلشن صبح

کی بہار تو لو :-

"پیش از آنکہ شعاعِ نیرِ اعظم زمین و زماں را در گیرد، و زمزمۂ مرغِ سحر بر دلہائے اربابِ حال ناخن زند، بہ نسیمِ دلکشائے و روائحِ عطر افزائے گلشنِ صبح سر از بسترِ خواب بر داشتہ نظارگیِ این گلستانِ پُر رنگ و بُو باید کرد، خوشا حال کسے کہ سر رشتۂ وقت را در دست داشتہ، پاسِ این دولتِ بیدار بدارد، و ہر دم حال را ناپائدار تر از ماضی دانستہ دم واپسیں شمارد"

شبِ ماہ رائے رایان

شبِ ماہ دنیا میں اگر کسی کو پیاری نہیں، تو وہ چور ہیں، مگر ہمارا اُن سیاہ دلوں سے خطاب نہیں، مخاطب کرتے ہیں، ہم اُن روشن دلوں کو جو نورانی رات کا لطف اٹھانا جانتے ہیں، رائے رایان سے بڑھ کر ان راتوں کے لطف کا مزہ لوگوں نے کم لیا ہوگا، اس کی کیفیت رائے رایان سے سنئے :-

"امشب چہاردہم ماہ است، و این شب را در لیالی و ایام منزلتے دیگر است اما عالم افروز رتبۂ کمال دریں شب بہم رساند، و دم مساوات بصبحِ نورانی شام میزند بازار چراغ کہ رونقِ معمورۂ روزگار است، در پیشِ روشنیٔ این شب کاسد است، و آفتابِ منیر کہ ظلمت زدای آئینہ جہاں است، فروغِ جاوید نہ ازیں شب وام مے گیرد، و جمعی بشاہدانِ ہلال ابرو و دلبرانِ ماہروست بگردشِ جام گردشِ فلک را بکامِ خود میدانند، و جمع بفروغِ خاطرِ نورانی صحبتِ روحانی داشتہ، مطالباتِ صوری و معنی را در آئینۂ ضمیر مشاہدہ مینمایند کہ باتفاقِ یکدگر در حریمِ یک رنگی تماشائے این شبِ نورانی نماید و دیدہ بر چہرۂ مقصود کشاید، یقین کہ قدم در راہ خواہند گذاشت، و نظر براہ خواہند داشت"

رائے رایان کی شبِ باران

ہندیوں کے پژمردہ دل اب اس قابل بھی نہیں رہے کہ کیفیاتِ قدرت سے حظ اٹھا سکیں، جو نظارے جذباتِ انسانی کو حرکت میں لاتے تھے، اب وہی نظارے انہیں پریشان اور بے چین کئے ڈالتے ہیں، یہ افسردگی دور کرنے کے لئے نسخہ رائے رایان قابلِ استعمال ہے اور

شرابیوں کے لیے مخصوصیت ہے،

"شبے از شبہائے شہر یورماہِ الٰہی کہ چشمِ فلک چوں دیدۂ مشتاقاں گہر ریز درخشاں بود، وصدائے رعد وصاعقہ خروشِ ابرِ باراں، دلوائے مرغانِ چمن دلہائے افسردہ را بجنبش درمے آورد، از غایتِ ظلمت ونہایتِ تیرگی آفتابِ جہاں افروز راہِ صبح را گم کردہ، در کوچۂ شب میگشت، بیادِ صحبتِ گرامی آں آفتابِ صبحِ محبت وخورشیدِ خاورِ مودت صبح آسا چاک گریباں زد"

سخن ہمیشہ سخنداں و من سخن (برہمن) سخن بمن سخن من با وجودی دارم

کلیاتِ برہمن

نقادی نقدِ سخن برہمن

یعنے

برہمن کی شاعری پر ایک منصفانہ زبردست محاکمہ

اشعارِ آبدارِ برہمن چو گوہر است
پُر کردم از جواہرِ معنی سفینہ را

ازمنہ قدیم و جدید کی شاعری

خاکسار بہار، عام شاعروں کی طرح شاعری پر کوئی بڑا رداستان یا گلدستہ لکھنا نہیں چاہتا، مگر اس قدر ضرور لکھنا چاہتا ہے، کہ حقیقی شاعری وہی ہے، کہ جو انسان اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نکلے، بلبلانِ ہند چہچہاتے ہیں، کہ وہ چند الفاظ ہیں، کہ جن سے بے حس ہستی بھی محوِ لذت ہو جائے، یا لفظوں کی ترتیب ہی ایسی ہو کہ صفحے بھی اُن کی تشریح نہ کر سکیں، شاعری ایک ایسا اثر ہے کہ منقناطیسی کہ جو فولاد جگر پر بھی اپنا سکہ جما دیتی ہے، بلغانِ عرب اطلاع دیتے ہیں، الشعراء تلامیذ الرحمٰن، شعر شاگردِ خدا اند فاصل فارسی

کارلائل لکھتا ہے، کہ "شاعری ایک موسیقانہ خیال ہے"۔ جانسن کے نزدیک قوتِ متخیلہ کے توسل سے انبساط اور حقیقت کو ملا دینا ہی شاعری ہے"۔ سینٹ گیٹس لکھتا ہے کہ "اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ شاعری کیا چیز ہے؟ میں کہوں گا کہ میں نہیں جانتا۔ اگر مجھ سے نہ پوچھو تو مجھے معلوم ہے"۔ شیلی شرح کرتا ہے کہ "شاعری میں قوتِ متخیلہ کا انکشاف ہے"۔ مگر سکن کا بیان دل پر چوٹ مارتا ہے، وہ پتہ دیتا ہے کہ "شاعری انسانی قلوب کے لئے ان امور میں تسکین دہ ہوتی ہے، جن کا فطرت نے کوئی انسداد نہیں کیا"۔

دراصل حقیقی شاعری ہماری نگاہوں میں وہ تجلی پیدا کرتی ہے کہ جس سے ہم حقیقی حسن کی جلوہ افروزیوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں، اور روحانی انکشافات کے دروازے ہمارے آگے کھل جاتے ہیں، وہی حقیقی شاعر ہے کہ جس کے قلم میں مشاہدات کے ادراک کی قوت ہو، اور ایسی طاقت رکھتا ہو کہ اپنے مشاہدات اور محسوسات، جذبات اور کیفیات ایسی دل آویزی سے بیان کرے کہ ہمارے دل و دماغ میں تصویر کھنچ جائے، اور ہمارے جذبات مشتعل ہو جائیں۔ شاعری دراصل جذبات کے مشتعل کرنے کے لئے رشیوں نے وضع کی تھی، اور اس کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے کہ کلام ربانی طبائع انسانی جلد از جلد قبول کرلیں، اور اپنے حافظہ میں بھی محفوظ رکھ سکیں، کیسا پاکیزہ خیال تھا۔

شاعری دراصل ایک آگ تھی، کہ جس سے ہون کی آگ سلگائی جاتی تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جس سے مخربِ صحت تباہ کن جراثیم تباہ و پامال کئے جاکر پاک و صاف مطلع پیدا ہو جاتا تھا، ابرِ رحمت نزول فرماتا تھا، دل و دماغ تازہ کئے جاتے تھے، اور بجھے ہوئے دل شگفتہ کئے جاتے تھے، اس کے روحانیت کی دلپذیر غذا پکائی جاتی تھی، مگر اب وہی آگ انگریزی تہذیب یافتہ شہروں کی طرح غلاظت جلائے جانے کے کام آتی ہے، جس سے خوفناک جراثیم پیدا ہوتے ہیں، مطلع زہر آلود ہو جاتا ہے، بارش رک جاتی ہے، دل و دماغ پراگندہ ہو جاتے ہیں، اور شگفتہ پژمردگی میں تبدیل ہو کر ایک عام خرابی کا ابتری پھیلتی ہے، ابتدا یہ

اور انتہا یہ ہے غرضیکہ اس شاعری سے بڑھ کر اب اور کوئی مجرب اخلاق نسخہ نہیں'

خصوصیات کلام برہمن

طوطی شکر فروش دکان زبان من
تکبس نمک چش شکر افشانی منست

برہمن کی شاعری پر تنقیدی نظر ڈالنا حقیقۃً کچھ آسان کام نہیں' اُن کا انوکھا طرز بیان' عشق' مذہبی شغف' خوبی سخن' رموز الٰہی' اسرار خفی و جلی' جدت طرازی' بلند پروازی' فہم رسا' رفعت فکر' عظمت تخیل' معلومات' پتہ کی باتیں' اور صنائع وہ چیزیں ہیں' کہ جن کا مصنف کی منشا کے موافق سمجھنا' اور اپنے الفاظ کے ذریعہ بیان کرنا' ہماری استعداد سے بالاتر ہے'

غالب اسلامی حکومت کے چراغ گل ہو جانے پر بھی کہا کرتا تھا کہ" ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں وید مقدس' دیوان غالب" لیکن حقیقت کے مقابلہ میں شرابی کی یہ ایک بکواس ہے' وید مقدس کی ایک ریچا بھی اُس کے خاندان نے نہ سُنی ہوگی اُس کا یہ دعوے ایک احمقانہ دعوے ہے' اگر وہ اپنے دیوان کو قرآن شریف کا ہم پلہ ٹھیراتا' فتویٰ کا فر قرار دے کر حماقت کا مزہ چکھا دیتے' اُس نے دعویٰ دراصل یہی کیا ہے' مگر کنایہ میں' وید مقدس کون بچا سکتا ہے' اور کون سمجھ سکتا ہے'

لیکن ہم کلام برہمن کی نسبت کہ وہ فارسی زبان میں ہندیوں کا ایک شاستر ہے ایسا کہہ سکتے ہیں' اور اس میں وہ سب راز و نکات پنہاں ہیں کہ جو اُن کے شاستروں میں تلقین کئے گئے ہیں' پھر تو سے وید مقدس کہہ سکتے ہیں کیونکہ شخص ہے کہ جو برہمن کے کلام کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس نہ کرے کہ ان خیالات کے قلمبند کرنے والا حقیقی ماہر فن نہیں' جسے شاعری پرمیشور کی طرف سے خصوصیت سے عطا کی گئی تھی' اور اس لئے کہ وہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں وقت کے تقاضے پر بیان کرے' جیسے کہ سنسکرت کا چرچا کم ہو جانے پر تلسی داس جی نے بھاشہ میں رامائن رچی'

برہمن کی شیریں بیانی' مذاق سلیم اور فصاحت و بلاغت نے ایسی دلآویز بنا دی تھی کہ اقلیم سخن کی

کوئی فارسی نظم اِس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ برہمن کا بہجت و انبساط، رنج و غم، انسانی زندگی کی مکروہات اور اُن کا معراج ایسا صریح الفہم ہے، کہ اپنے ذہن کے موافق ایک اندھا ذہن بھی یہ اثرات محسوس کرتا ہے، اور ذہن کبھی، اِس میں مجروح و سکون و نو کو تسکین دینے کی طاقت بھری ہے، وہ حیوان سے انسان بناسکتی ہے،

کلیات پڑھ لینے کے بعد ہر شخص اِس حقیقت کا قائل ہوجائے گا، کہ برہمن کا کلام فطرت کے ہر ایک راز سے پُر ہے، برہمن کے قوتِ خیال کی پرواز، طرزِ بیان کی بے تکلفی، وسعتِ نظر، عالمگیر ہمدردی، انسانی اخوت اور جوہرِ تاثیر نے اُنہیں اُس درجہ پہنچایا ہے کہ جہاں آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا، اُن کے کلام میں شاعرانہ تخیل کی عظیم الشان پُر شکوہ بلندیاں ایسی نہیں کہ جو ہمیں اپنے خیال کی مدد سے اصلی راستہ پر لے جاکر فلکِ مضامین پر چھوڑ دیتی ہیں، جہاں سے ہم زمین و آسمان کی سب چیزیں دیکھ سکتے ہیں، اُن کے خیالات اِس قدر شریف و لطیف اور نازک ہیں کہ اُنہیں کوئی دوسرا برہمن ہی قلمبند کرسکتا ہے، برہمن عابد و پارسا تھے اسلئے اُن کے کلام میں عامیانہ خیالات و محاورات حکیم عنقا رکھتے ہیں،

غزلوں میں بلند پروازی، شوکتِ الفاظ، نازک خیالی، تازگی، بندش، صفائی کلام، صحتِ زبان، چستی ترکیب، خوبیٔ محاورہ و خیالاتِ اعلیٰ، اِن کی زبان کے زیر بارِ احسان ہیں، اور صفتِ عام فہمی نے انہیں ایسا آسان کردیا، کہ ایک معمولی تعلیمیافتہ کی زبان سے آہ اور واہ[1] نکال لیتے ہیں، جادو کا اثر رکھتے ہیں، چُستیٔ بندش، برجستہ ترکیب، بیساختہ پن اُن کے کلام کی خوبی ہوگئی ہے، الفاظ کا شکوہ، بیان کی روانی، معانی کی بلندی، خیالات کی وسعت اور مختصر بیانی کی کیفیت جامِ گنگا جل ہے، کہ خیال کرنے، دیکھنے اور پڑھ لینے سے سرور پیدا ہوتا ہے جس سے ہر انسان محوِ لذت ہوکر بے خود ہوجاتا ہے، وہ باکمال، یہ راز خصوصیت سے سمجھا ہوا تھا، کہ اداے مطلب کے لئے صفائی بیان، خوبیٔ محاورہ اور اصولِ زبان قربان نہ کردیئے جائیں،

[1] وہ شعر کیا ہے؟ "آہ" یا "واہ" نہ ہے جس سے ہر دل کی ابھرانی ہے چوٹ، (دو ما ترد دہلوی)

یہ سعادت اُسے ہی نصیب ہو سکتی ہے کہ جو ہر طرح کے علوم و فنون پر قادر ہو، اور خدا کی جناب سے یہ سعادت عطا ہوئی ہو، اور اسکی زندگی ہر طرح کی دنیوی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو،

برہمن حسنِ حقیقت کا پجاری ہے، اور دراصل زندگی کا معنی وہ فطرتِ انسانی کے دقیق اور متعلق ترین مسائل کا اس طرح انکشاف کرتا ہے کہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا آپ بزمِ سخن میں اُس وقت نغمہ زا ہوئے، جبکہ اسلامی بلکہ فارسی کے عروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا، ہندیوں کا مذہب، وعلم تباہ و برباد ہو چکا تھا ملک میں ہر طرف اور ہر طرح پریشانی کا راج تھا، سخت ضرورت تھی کہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں ظاہر کیا جاتا،

ان کی شاعری کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر ایک شخص کو یہ احساس ہوتا ہے کہ برہمن اُس کے جذبات سے بڑھ کر اُس کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے آپ کی طبیعت میں بے ثباتی دنیا، ترکِ مدعا، مجبوری، معذوری اور تسلیم و رضا کے جذبات عالی قدر شہزادہ دارا کے ظالمانہ قتل کے بعد پیدا ہوئے، انسانی رنج و خوشی کا احساس، ہمدردی و محبت کا بیان عجیب پُر معنی و دلکش الفاظ میں اظہار کرنا، اردگرد کے واقعات نے سکھایا، درحقیقت وہ ایسا مصور ہے کہ جس کی قلم کی ایک گردش ایک خاص معنی و اثر رکھتی ہے،

عرفی و طالب غزلیات کے انوری و خاقانی قصائد کے اور ابوالفضل و ظہوری نثر کے بادشاہ شمار کئے جا رہے ہیں، مگر کلیاتِ برہمن کے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ان کے اصنافِ سخن کا نور ایسا درخشاں ہوگا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے مٹی کے چراغ گُل کر دیں گے،

حسرت موہانی تسلیم کرتے ہیں کہ:-

"ان کی زبان نہایت شستہ معلوم ہوتی ہے، اور بندش صاف، مطلب قریب الفہم، ترکیب دُرست ہوتی ہے، اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب"

میرزا سلطان احمد جو مذہبی رنگ میں بُری طرح سے رنگے ہوئے ہیں، بڑی حیرت

سے لکھتے ہیں کہ :-

"ہم چاہتے ہیں کہ پنڈت چندربھان نے لباسلہ رقعات جو غزلیں لکھی ہیں، وہ بھی ہدیہ ناظرین کریں، تاکہ پتہ لگ سکے کہ مسلمانوں کی حکومت میں بھی ہندوؤں نے فارسی اور عربی[1] کے پڑھنے میں کس قدر ہمت اور شوق دکھایا، ناظرین یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ اُس عہد کے ہندو شاعری میں کتنا شوق اور مذاق رکھتے تھے، اور اُن کا ذہن بھی ہر زمانہ میں کیسے کیسے پاکیزہ اور لطیف نمونے دکھاتا رہا" (ماخوذ از رسالہ زمانہ)

یہ خصوصیات کلامِ برہمن میں کیوں تھیں؟

برہمن از لب ہندی نژاد ان نکتہ سے گیرد زبانِ فارسی و تازی و ترکی سے نے داند

سنسکرت کے جس قدر مشہور کبیشور گذرے یا غیر معروف ہیں، وہ جب کوئی کبت یا دوہا نظم کرتے تھے، تو اپنا مطلب خوبی بیان، طاقتِ زبان، لطافتِ محاورہ، اور اصول البیان کے زور سے بیان کرتے تھے، یہ نہ تھا کہ محاورے کے استعمال کے لئے مطلب خبط ہو گیا، بندشِ الفاظ سے معنیٰ کی رُوح قبض ہو گئی، شوکتِ الفاظ مضمون ہی دبا بیٹھا، تقریباً تمام شعرائے فارسی و اردو اِسی خبط کے خبطی دیکھے جاتے ہیں، پس برہمن کی یہ خصوصیت محض اُن کی سنسکرت کی تعلیم کے تقاضے پر تھی، یا خاندانِ پاک کے ورثہ تعلیم تربیت پر اور یہی اُن کی خصوصیات کا راز ہے اور اُس کا کاشف آپ کا مندرجہ بالا شعر، ذرا اُسے اب پھر پڑھیئے

شعرائے اسلامی اور ہندی

اگر اِن کی شاعری میں کوئی وصف نہ ہوتا، تو ایسا کون انصاف پسند تھا کہ جو ہندیوں کی شاعری کو مسلمانوں کی شاعری کے برابر تسلیم کرتا، اُن کا یہ حقیقت قبول کر لینا بڑا غنیمت ہے، امید تو یہ تھی کہ خوبی اعتراضوں سے خاک میں ملاتے، آپ کلیات کے اس شان سے چھپنے کے بعد یہ امید قائم رکھنی چاہئے حسرت موہانی کن دبے الفاظ میں ہندیوں کی شاعری کی برتری کا

[1] - ہندیوں کے عربی پڑھنے کے شوق کا پتہ اِن غزلیات سے تو پایا نہیں جاتا، آپ دور از خیال نتائج نکالنے کے بڑے مشتاق ہیں، مگر ہندیوں کو کیا مانا نہیں ہوتا۔ "بہار رسامی"

اقبال کرتے ہیں :-

''حضوری، مخلص، دیوانہ، تشنہ، کے علاوہ بہوپت رائے بیغم، بیراگی، شو رام داس حیا اکبرآبادی، لچھمی نرائن شفیق، موہن لال انیس، کا بھی فارسی کلام شعرائے ہند میں یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے کلام سے کم نہیں۔ اور بیغم و برہمن کے تو اکثر اشعار، نعز، فطرت، کلیم کے اشعار کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں'' (ماخوذ از اردوئے معلیٰ)

قادر الکلامی

نظر بشاہدِ معنی بچشمِ دل دارم ۔۔۔ حجاب علیک چشم است مردِ بینا را

جب شعرائے فارسی و اردو نے اپنی ناواقفیت اور سقموں پر نقادانِ فن کے اعتراضات جائز سمجھے، تو ان کی زبانیں اپنی قادر الکلامی کا دُبا دے کر بند کر دی گئیں، مگر در حقیقت یہ قادر الکلامی نہیں، بلکہ خامیٔ زبان ہے۔ یہ ہندی شاعر، جو در حقیقت اصل شاعری اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نکلا تھا، قادر الکلامی اُسے سمجھتا ہے، کہ وہ مضامین جنہیں پہلے شعراء ہلاک کر چکے تھے، اپنی قادر الکلامی کے جادو سے اُن میں جان پیدا کرے اور جو بات دل میں ہے تحریر میں لا کر اُس کا لطف دوبالا کر دے۔ اِن کا دیوان موجود ہے، ہر غزل آپ کی قادر الکلامی کی شاہد ہے۔

طرزِ سخن

برہمن لب فروبستم، دگر نہ در سخن گوئی ۔۔۔ ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

شاعری کا ہر شخص نے دعوے کیا، اور زبان جانتے رہنے پر بھی ہر شخص دعویٰ کریگا مگر لمونہ کلام اُن کی زبان کی دھجیاں اُڑا دیتا ہے، اور جوں ہی ایک سچا نقاد بے تعصبی سے کلام پرکھتا ہے تو فوراً کہہ دیتا ہے کہ زبان خراب کی ہے۔

دُنیائے شاعری میں ایک طرزِ سخن ہی ایسی چیز ہے، کہ جس نے کلام ہر حلقہ میں مقبول ہوتا ہے، خدا یہ قبولِ عام ہر ایک کو بخشے، اور برہمن سے بڑھ کر غیر بھی طرزِ سخن کی داد دیں۔

برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاری

ہمیشہ مرد بود زیرِ آسماں محتاج ۔۔۔ بشہر بندِ حوادث باین و آں محتاج

شاعری کا ہر انسان دعوٰے کرتا ہے "اگر سخن گفتن دگر و جان سُفتن است" کا معاملہ ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت نگاری بھی شاعری کا ایک جوہر ہے، برہمن کے نمونۂ سُخن میں یہ جوہر ہر جگہ چمکا ہے، ایک چمک سے یہاں بھی آنکھیں روشن کیجئے ؎

زنگ حِنّئی خود ماندہ آدمی ہم عُمر بفکرِ بیہودہ در سُو دُوزیاں محتاج

برہمن کی شاعری کے صنائع وبدائع

چہ نسبت است مرا با تو در سخندانی ہمیں قدر کہ دانم نکتہا سے تو آم

فلسفہ اور شاعری برابر کا درجہ رکھتے ہیں "در حقیقت حقیقی شاعر وہی ہے" کہ جو شاعری کا معیار فلسفہ کے معیار کے برابر کھڑا کر دے، شاعری دُو اجزا پر منقسم ہے ا۔

الف ا۔ مادہ یعنی کیا کہنا چاہئیے؟

ب :۔ صورت یعنی کیونکر کہنا چاہئیے؟

جذبات کا صحیح طور پر ادا کرنا شاعری کا طرۂ امتیاز ہے، یہ ضروری ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ لیسے اثر میں ڈوبا ہوا ہو کہ سُننے والوں پر خاص اثر پیدا کرے،

صنائع و بدائع شاعری کی رُوح رواں ہے، جس شاعر کے کلام میں یہ نہیں وہ بیجان کلام ہے، اِس سے نہ لکھنے والا لطف اُٹھا سکتا ہے، نہ سُننے والا، اور آج کل بوجہ بے علمی ایسی ہی شاعری صورت پکڑ رہی ہے،

بدائع سے کلام میں خوبی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اُس وقت ہوگی کہ زبان، علم بیان یعنی علم تشبیہ، استعارہ مجاز کے صفات سے آراستہ ہو، اِسی علم کا نام صنائع اور بدایع ہے، اِس کی دُو اقسام ہیں :۔

اوّل :۔ صنائع معنوی،

دوم :۔ صنائع لفظی، اگر یہ ہر دو اقسام، شاعری میں خوبی کے ساتھ کلام میں آئیں، تو کلام میں ایسا حسن پیدا ہوتا ہے، کہ ہر کس و ناکس کی زبان سے "آہ" اور "واہ" کا خراجِ تحسین

لیا ہے، صنائع و بدائع کا نوحہ حالی نے پڑھا کہ خود خالی تھا۔

جس زمانہ سے برہمن کی شاعری گذر رہی تھی، وہ صنائع و بدائع کا عبرتناک انجام تھا، دراصل اہلِ علم سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ شاعری اور انشاپردازی کا مرثیہ پڑھ رہے تھے، مبالغہ ایہام اور مراۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کا جو شاعری کی جان سمجھی جاتی ہیں، بیدردی کے استعمال نے گلا گھونٹ دیا تھا، رعایاتِ لفظی اور صنائع و بدائع کے غلط استعمال کے بدنما داغ جو نظم و نثر کے دامنوں پر لگائے گئے تھے، وہ اس دور کی مابہ الامتیاز خوبیاں تھیں، شاعر و انشا پرداز اسے ہی سمجھا جاتا تھا، کہ جو اس طرز میں اپنے قلم سے ان ہر دو کا نوحہ لکھے۔

صنائع و بدائع برہمن کی زبان کی روانی، بے تکلفی، اور خوبی بیان کے تابع فرمان تھے، جب اس کا قلم ایک شعر لکھتا تھا، صنائع و بدائع خود بخود جمع ہو جاتے تھے، ان صنعتوں نے زیرِ فرمان ہو کر صنفِ شاعری کا ایک عالمِ ایجاد پیدا کر دیا، کلام کا ہر نمونہ ایک ایسا مرصع زیور ہے کہ اس کے زیرِ دوسرے کا تمام گنجینہ بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا، یہ حسنِ شاعری اس لئے نہیں چمکایا گیا کہ وہ قلمی رزم میں اپنے حریفوں سے بازی لیجائیں یا کہیں پیچھے رہ جائیں، اُن کی شاعری میں ان صنعتوں نے اس طرح سے حصہ لیا ہے کہ وہ اُن کی زبان کا ایک جزو معلوم ہوتی ہیں، ہر شعر صنائع و بدائع کی ایک مجسم تصویر ہے، سادگی، صفائی اور برجستگی میں جان پڑ گئی، جس سے اُن کی شاعری ہمہ تن جان بن کر بلا تخصیص مذہب، بے جانوں کے قلوب تڑپا رہی ہے، برہمن کی شاعری کے اصلی جواہر ان ہی پیچ در پیچ صنعتوں کو چمکاتے، انہیں ایسے مقام پر لے جاتے ہیں، کہ جہاں وہ موجد فن کی حیثیت سے بیٹھے نظر آتے ہیں، ہم بعض چند ضروری صنعتوں کی مثالیں، چراغ راہ بنانا چاہتے ہیں، تاکہ رہروانِ راہِ شاعری فارسی و اردو ان سے اپنی آنکھیں روشن کر سکیں، اور اپنے دل و دماغ میں نور پہنچائیں۔

ہر شعر صنعتوں سے پُر ہے

برہمن کا ایک ایک شعر صنائع و بدائع کا مختلف الّلون مجسمہ ہے جن میں سے بعض بُت ایسے ہیں، کہ صنائع و بدائع کا جامع ہیں۔

اگر اِس کا ایک شعر چند صنائع و بدائع کے ثبوت میں لکھا جاتا، کافی تھا، مگر اِس حالت میں طرزِ کلام کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ محاکمہ میں جو جو شعر جس جس صنعت کی مثال میں دیا گیا ہے، اگر صاحبان نظر غور فرمائیں گے، تو اُس صنعت کے علاوہ کلام کی اور خوبیاں بھی پائیں گے۔

اِس محاکمے میں جو جو اشعار بطور نظیر مسطور ہوئے ہیں، وُہ برخلاف عام رواج آپ کے کُل دیوان سے انتخاب نہیں کیے گئے، کیونکہ محنت زیادہ تھی، اور نتیجہ عبث، نہ ہمیں اپنے طرزِ انتخاب سے برہمن کے ترادشِ خیال کا محض منتخب شاندار پہلو دکھانا منظور تھا، بلکہ یہ انتخاب اِس طرح کیا گیا ہے، کہ دیوان سامنے رکھ لیا، اور جو جو شعر جس جس مفہوم کا پایا، لے چُن لیا، کہ اِس سے بہتر طرزِ کلام کا اندازہ اور بیان کا نمونہ اور کسی طرح نہ ہو سکتا تھا، اور یہ خاص التزام رکھا گیا ہے، کہ کلیات میں کسی دیگر شاعر کے کلام سے کوئی مدِ مضمون نہیں لی گئی، اِس طرح سے برہمن کے کلامِ شریف کا بہت سا حصّہ اس قرعہ اندازی کے انتخاب میں آگیا اور یہ ٹھیک ایسا ہی ہوا ہے

من زغرّاں مغز را برداشتم		استخواں پیشِ سگاں انداختم

صنعتِ طباق یا تضاد

سب سے اوّل یہ صنعت ہے، اِس کے فرع صنعت طباق ہے، یہ دو لفظ جنکے معنی مختلف ہوں ایک جگہ جمع ہونے سے بن جاتی ہے، برہمن کے ہاں دیوان بھرا پڑا ہے، ایک دو سُنیے۔

عیب کم گیر۔ اگر اہلِ خطا بسیارانند		ایں ہمہ قابلِ عفو اند چہ بخشندہ کیست
ہرگز بجائے پائے نگارے نمیرسد		آں سر کہ خاکسار ز نقشِ پائشت
پریشاں کاکلش جمعیتِ دلہائے ما باشد		پریشانی بہر جائے کہ باشد جائے ما باشد
تبسمش شکر افشاں شود بجانب غیر		دہے نمک بدلِ خستہ وکباب دہد

تو در طریقِ محبت کجی آمدی صد بار　　وگرنہ راستی راہِ رہنما باشد

صنعتِ طباقِ سلبی

یہ صنعت، صنعتِ طباق کی دوسری قسم ہے، جہاں دو فعل ایک مصدر کے آجائیں، پہلا مثبت ہو، دوسرا منفی، تو یہ صنعت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے ؎

چوں آفتابِ جہاں گشتی و گشتی سیر　　فراغ اگر طلبی سایہ کلاہ طلب

صنعتِ مقابلہ

دو معنی یا زیادہ، جو متضاد نہ ہوں، ایک جگہ ہوں، اُس کے بعد دو ایسے لفظ ہوں، کہ وہ علی الترتیب پہلے دونوں الفاظ کی ضد ہوں (یہ مقابلہ تین اور چار معنوں میں بھی ہو سکتا ہے) ہونے سے کلام میں صنعتِ مقابلہ پیدا ہو جاتی ہے۔ برہمن کے کلام کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے جس سے دیوان بہار ایڈ یوانصور دیکھیے اور لطف اُٹھائیے ۔۔۔

صنعتِ مراعات النظیر

یہ صنعت ایسے الفاظ کے جمع ہو جانے سے کہ جو آپس میں باہم مناسبت رکھتے ہوں، پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ وہی صنعت ہے کہ جس سے نا اہلوں نے فارسی و اُردو شاعری کے نازک گل دھڑ سے توڑ دیئے۔ قدمائے فارس نے اِس صنعت کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کیا، جب ضرورت نے دیوانہ بنایا، جھٹ ٹھوکر کھائی، شعرائے متاخرین کے سر پر اِس صنعت کا بھوت سوار ہو گیا۔ کیونکہ اُنہوں نے اسے سرمایۂ کمالات سمجھا، میرزا امانت لکھنوی نے یہ پاپڑ صنعت ایسی ذلیل کی کہ کلام سے نفرت ہو گئی، اِس پر بھی اِس صنعت کے یہ پیغمبر سمجھے جاتے ہیں، دراصل شاعری کی صنعتیں آمد میں لطف دیتی ہیں، جہاں آورد نے زور مارا، آسمان سے زمین پر آن گرا، مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کی زبان نے یہ صفت عالم بالا سے پائی تھی، اُن کے کلام کا قبولِ عام اِسی راز میں پنہاں ہے، نظم میں پنڈت دیا شنکر نسیم گلزارِ نسیم نے اِس صنعت کا آگے کے لئے خاتمہ کر دیا، اب ابتذال ہی ابتذال ہے،

اِس صنعت کا جلوس ایران سے چلا، اور لکھنؤ کی سرزمین میں آکر دفن ہوگیا،

چونکہ رائے صاحب آمدِ سخن کے سرمایہ دار تھے، اس سے اُن کا خزانہ اس دولت مالا مال ہے، نقادی نے ان کا نقدِ سخن محکِ خالص پر رکھا، اِس لئے کوئی کھوٹا یا مشتبہ سکہ ان کے خزانے میں داخل نہ ہونے پایا، ہم اس خزانے کے کلیدبردار ہیں، آپ کو اس کا نظارہ دکھلانا چاہتے ہیں :-

زلفِ مشکینش پریشان کرد سنبل را بخاک   طرّهٔ او صد گرہ بر طرّهٔ شمشاد بست

زبس که دوختم و پاره ساختم صد بار   ز چاکِ سینهٔ من در دلِ رفو گره است

بر دلِ مجروح ناخن زن که در بزمِ فراق   احتیاجِ سازِ چنگ و نالهٔ مضراب نیست

برہمن این غزلِ تازه را دگر نمکے است   مگر خیالِ لبش بر دلِ کباب گذشت

عاشق بسینه زخم خورد همچو برگِ گل   چون لاله رو شناسِ محبت بداغ نیست

قابلِ صید نهٔ ورنه بهر سو که روی   دانه و دام درین مرحله نداخته اند

دلِ من داغ از آن لالہ عذارے دارد   ورنه گل داغ درین باغ بہارے دارد

خلوت آن باشد که در کثرت بدست آید ترا   مردِ دانا در میانِ عالمے تنہا نشست

دلِ صاحبدلان آئینه نما باشد   در آن آئینه پیدا صورتِ ہر مدعا باشد

کسے دارد از بہارِ عشق سامانے که من دارم   شود گل داغ آز این چاکِ گریبانے که من دارم

ہمیں بس عذر ز لبہائے عذر خواه کنیم   بلذتِ کرمش رغبتِ گناه کنیم

گرهِ دلِ کسے کرد وا از دامِ ہوالسے تو بردل   خویش را بستہ بیک رشتهٔ احسان دارم

با صد زبان بیانِ مومنی نکو بود   با پیچ و تابِ زلفِ تو چون شانہ ساختم

صنعت تشابہ الاطراف کلام کا اس طرح سے دوسری شے کے ساتھ تمام کرنا ہے کہ جو ابتدا کے ساتھ نسبت رکھتی ہو، ایسے ہی کلام کا نام صنعت ہے، برہمن کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے سہ

رنگِ رخِ تو آب دہ چہرۂ گل است — زلفِ کجِ تو تاب دہِ شاخِ سنبل است
ما را ز فیضِ گریہ بہارے بدامن است — وز آتشِ نہفتہ شرارے بدامن است
مرا ز زلفِ دلآویزِ تار مو کافیست — تبسمے ز لبِ یار شہد خو کافیست

صنعتِ رجوع — اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ کلامِ اوّل کو کسی فائدہ کی خاطر رد اور باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف متوجہ ہوں :-

بہ زلفش گفتے تا الم داد نسبت جعدِ سنبل را — کہ اینجا پیچ دیگر باید و تابے دگر باید

صنعتِ ایہام — یہ ایک لفظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتی ہے، ایک معنی مراد ہوں اور دوسرے نہ ہوں، لیکن مقدم اور موخر الفاظ سے مناسبت ہو، کہتے ہیں کہ قدما کے کلام میں یہ صنعت نہیں پائی جاتی۔ سلمان ساوجی اس صنعت کا آدم ہے، لیکن غلو کی زیادتی سے اولاد بدصورت پیدا ہوئی۔ خواجہ حافظ نے اسے بہت کم برتا ہے، مگر اچھا برتا، لیکن حق یہ ہے کہ برہمن نے اس صنعت کے وہم سے اپنے کلام کے ایسے پر لگائے کہ وہ زمین سے عالمِ بالا پر جا پہنچا۔ برہمن کا کلام بے ساختگی اور بے تکلفی کا مرہونِ احسان ہے، اس لئے ان کی زبان سراپا حسن ہے۔ یہ صنعت مضمون بندی کی اعلیٰ صنعت خیال کی جاتی ہے، بیانِ برہمن کی خوبصورتی دیکھئے :-

ہرگز بکام کس نہ دہد چرخ مراد — این دور روزگار ندانم بکام کیست
درمیانِ شکنش بیدلاں افتادہ اند — زلف خود را تاب کم دہ کہ بار ناتست
عالم تمام گشت و نشد علم او تمام — حرفے نگفت و حجت دانا تمام شد
فروغ صبح سعادت بود نصیب کسے — کہ تا بہ چشم بشبہائے تار سے بندد
جز این قدر کہ کند مائل پریشانی — بزلف نسبت بادِ صبا نفہمیدم

صنعتِ جمع و تفریق — یہ صنعت جمع اور تفریق کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے، برہمن اس حساب سے سب سے بازی لے گئے۔

یہ طریقِ حل سمجھنے کے قابل ہے

مایئم و سرمایۂ دیوار برہمن　　گنجِ الم و مسکنِ ماکس نگرفت

سخن چو پست و بلند است برہمن چہ عجب　　کہ خام دیگہ و دید تجلی نرسید ما

با رخ و زلفِ تو ام خویش سحر و شام ہمہ　　بجائے تو خویش آغازے و انجامے ہست

صنعتِ عکس و تبدیل

جب الفاظ مقدم آجانے کے بعد مؤخر آئیں، تو یہ صنعت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے۔ چند عکس اتارے جاتے ہیں:-

سرگشتہ نگاہ و تغافل پسند اوست　　چشمے کہ آشنائے ادائے تغافل است

شکستہ زلفِ تو در ہر شکن بپیچ و تاب　　دلِ شکستہ دلاں را ہزار بار شکست

دل یکے ہلیم بجائے خود و نمیدانم کجا است　　اینقدر دانم کہ از جائے بجائے رفتہ است

کسے کہ دل بہ خمِ تارِ زلفِ او پیچید　　دریں خیال چو مو گشت و مو بہ مو پیچید

آہوئے چشمِ تو چشمِ آہواں را خیرہ کرد　　آہواں صیدِ تو و من صیدِ آہوئے تو ام

شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود　　غفلت ز اعتبارِ نفس ہر نفس مکن

گر از تو جفا رفت نباید گلہ از من　　آئینِ جفا از تو خوش و حوصلہ از من

تمنا عا زسد ہر کہ مدعا طلبست　　چہ مدعا است بہ از ترکِ مدعا کردن

زروئے خود در آئینہ بیند نہ روئے آئینہ　　پیشِ روئے او کجا باشد وجودِ آئینہ

صنعتِ مبالغہ مقبولہ

کسی بات کے ناممکن درجہ پر پہنچ جانے سے کلام میں جو خوبی پیدا ہوتی ہے، وہ یہی صنعت ہے۔ اس کا کمال صاحبِ خیال ہی خیال میں لا سکتے ہیں، برہمن کے تخیلات پر غور کیجیے:-

شبے خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل　　تمام عمر چو زلفم بہ پیچ و تاب گذشت

کسے کہ دل بخمِ تارِ زلفِ او پیچید　　دریں خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید

ز تلخہائے شیریں آنچہ بر فرہاد می آید (سبحان اللہ) اگر آہستہ گویم سنگ در فریاد می آید

تا پائے نہادیم برہمن برہِ عشق　　کونین باندازہ یک گام گرفتیم

صنعتِ مذہبُ الکلامی یہ صنعت سمجھنے کے لئے علم منطق کا جاننا ضروری ہے، جو یہ بطور دلیل کے نتیجہ مطلوب حاصل ہو جانے سے بن جاتی ہے، برہمن کا دیوان بھرا پڑا ہے،

صنعتِ حُسن التعلیل اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک چیز کسی چیز کی علت فرض کرلی جائے جو حقیقتاً اُس کی علت نہ ہو، یہ صنعتِ تخیل کی بلندی پر دازی سے پیدا ہوتی ہے، شاعر وُہی ہے، کہ جس کی قوتِ تخیل ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ جہاں تک کسی اور کا خیال نہ پہنچ سکے، اس صنعت میں اُس وقت ایک خاص لطافت پیدا ہو جاتی ہے جب وُہ وصف کبھی جس کی علت بیان کرتی ہے تخیل پر مبنی ہو، یہ صفت کلام برہمن کی مایہ حسن ہے:-

بنیائی درست طلب کن کہ آفتاب　　آفاق را بدیدہ بینا گرفتہ است

صنعتِ لف و نشر مرتب (لپٹنا اور پھیلانا) یہ صنعت پہلے چند چیزیں (لف کہلاتی ہیں) مذکور ہونے، بعد اُس کے منسوبات (نشر) بیان ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے، اعلیٰ قسم وُہ ہے کہ ایک کلام میں کئی لف و نشر جمع ہوں،

نقادانِ سخن نے فردوسی کے کلام میں "لف و نشر" کی صنعت میں اشعار مندرجہ ذیل بے نظیر بیان کئے ہیں:-

بروز نبرد آں یلاں ارجمند　　بشمشیر و خنجر بہ گرز و کمند
دریدہ و برید و شکست و ببست　　یلاں را سر و سینہ و پا و دست

مگر جب ان اشعار پر غور کیا جاتا ہے، تو لف و نشر کا اس سے بدتر استعمال اور کہیں نہیں پایا جاتا اگر اسے صنعت سمجھا جائے، تو کیونکر سمجھا جائے،

اول، تو یہ لف و نشر غیر مرتب ہے، اور یہ صنعت ادنیٰ ہے، اور یہ بھی غلط ہے،

دوسرے، صنعتوں کے شوقِ استعمال نے مضمون کی خوبی زائل کر دی کہ صریح بناوٹ پائی جاتی ہے، کیونکہ جب ایک جسم پر شمشیر، خنجر اور گرز اپنا کام تمام کر چکے، تو پھر کمند کی کہاں دست درازی ہو سکتی ہے؟ اور ضرورت بھی کیا ہے؟

تیسرے، شمار میں گو تینوں شعروں میں چار چار چیزیں شمار کر دی گئیں، مگر نشر مرتب بھی انہیں سمجھا سکا، کیونکہ "گرز" کی چوٹ کہیں پڑی ہی نہیں محض خالی پڑا رہا کمند کا وار "یا" "دست" پڑا، ایک "لف" کے لئے "دو نشر" ہے گئے یہ سخت نقص ہے۔

چوتھے، اگر یہ تاویل کی جائے کہ "لف" سوم یعنی گرز "نشر" "پا" پر پڑتا ہے، اور لفِ چہارم "کمند" نشر چہارم "دست" کو قابو میں لاتا ہے، تو ہمیں اس نہایت مذموم و غلط تاویل کے لئے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ گرز کا جائے استعمال "سر" ہے نہ کہ "پا" اور اگر کوئی یہ تاویل کرے کہ یہ ایک ایک چیز ایک ایک انسان کے لئے استعمال کی گئی تھی، تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ گرز بلا ضرورت کیوں سجایا گیا۔

پانچویں، جب گرز کا استعمال ہوا ہی نہیں، تو "شکست" بھی غیر منتج رہا، اور مُبدا کی خبر گم ہو گئی، دنیا کی سب سے اوّل مشہور کردہ لف و نشر کی یہ حالت ہے۔

بھاشا کی شاعری[1] جذبات اور اثرات سے مالا مال ہے، اور جس قدر ترنم اور موسیقی اس زبان میں ہے کسی دوسری زبان کو میسر نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے، کہ جیسا عاشق اس زبان کو شاعری کا مادہ کسی اور زبان کو نصیب نہیں ہوا، کیونکہ جنسِ قوی کو ہلاک کرنے کے لئے اس سے زیادہ سریع اثر کوئی چیز نہیں، کہ جنسِ لطیف کی طرف سے اظہارِ تعشق ہو۔

"جس طرح اردو میں شاعروں کی بھرمار ہے، اس سے کچھ کم بھاشا میں بھی ہے لیکن مستند اور مشہور صرف چند ہیں، تلسی داس، سورداس، کالیداس کو ہر شخص جانتا

[1] ۔ جذباتِ بھاشا، نیاز محمد خان نیاز فتحپوری صفحہ ۲۳ (کہ جو اپنے تعصبِ قومی کے لئے ملک بھر میں بدنام ہے)

ہے، اور واقعی امر یہ ہے کہ یہ لوگ جذباتِ الوہیت کے اظہار میں بے مثل گذرے ہیں، ...... بہ لحاظ اندازِ بیان، تشبیہات واستعارات، خیالات وجذبات، زبان کس قدر عمیق ہے، ایسے سخت متعصب کی زبان سے بھاشا کی شاعری کی داد اصلیت کا زور ہے،

دُنیائے شاعری میں جس خوبی و عمدگی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال بھاشا کی شاعری میں کیا گیا ہے، وہ ہر زبان کے ہر سخندان کو دیکھنا اور سیکھنا چاہیے، صنعتِ لف ونشر کے استعمال کا بے نظیر و لاجواب وہ اِس زبان کی خوبی کا پتہ دیتا ہے ؎

ای ہلاہل تد سیتر سے سویت شام رتن نار　　جیئت امرت جھک جھک پرت جیوں جوت اکبار

ترتیب کی خوبی کے ساتھ اثر دیکھیے، حقیقت کا آئینہ ایسا ہوتا ہے، چند لفظ ہیں،

یہی جذباتِ حقیقی اور حسیاتِ وجدانی طرزِ بیان اور جدّتِ کلام کلامِ برہمن میں پائے جاتے ہیں، آپ کے اشعار کی خوبی بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے، اُس کا لف ونشر دیکھیے:-

در بہارے کہ خزاں دست وگریباں باشد　　لبِ خندہ شکفہ دیدہ گریاں باید

دگر بہ چشم برہمن سیاہ گشت وسفید　　کہ داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ

پیش تابِ زلف ودوئے او کرا باشد قرار　　شانہ در ہم میشود آئینہ مے آید بہنگ

صنائع لفظی | یہ کلام کی اُن صنعتوں کی خوبی کا نام ہے، جو ترتیبِ الفاظ سے نکلتی ہیں، برہمن کا کلام صنائع لفظی کا مخزن ہے، اور ایسا دلآویز ہے کہ خیال کی پرواز جوں جوں بلند ہوتی چلی جاتی ہے، یہ خوبیاں نمایاں نظر آتی ہیں دیکھیے اور لطف لیجیے، چند لکھی جاتی ہیں

صنعتِ تجنیس خطی | تجنیس خطی وہ ہے، کہ دونوں لفظ لکھنے میں ہمشکل ہوں، کلامِ برہمن کی یہ صورت دیدہ بینا سے دیکھیے:-

تو دادی خطِ آزادی برائے سرو و سوسن ہم   گرفتی خطِ عہدہ بندگی از قمریٔ من ہم

عاشق مشو کہ شہرۂ ایام مے شوی   بدنام خاص و عام باین نام میشوی

صنعتِ سیاقۃ الاعداد کلام میں "عدد" مذکور ہونے سے پیش آجاتی ہے۔ سید انشا اپنی اس صنعت کے استعمال پر اپنا کمالِ قابلیت ظاہر کیا کرتے تھے، اور یہ شعر سند میں پڑھا کرتے تھے ؎

ایک دو تین چار پانچ چھ سات   نو دس ہوئے بس انشا بس

اگر اس صنعت کی یہی خوبی ہے کہ جو اس شعر میں مکمل نمایاں ہے، تو ہمیں لامحالہ ماننا پڑے گا، کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے شاعروں کا تمام وقت بیکار کھو دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے بیان اور زبان کی دھجیاں اڑائیں۔

حالی اس صنعت کے متعلق یہ رائے قائم کرتا ہے، کہ تمام دواوین دیکھنے کے بعد حسبِ ذیل ایک شعر انتخاب کیا ہے ؎

یہ جو چشمِ پُر آب ہیں دونو   ایک خانہ خراب ہیں دونو

یہ شعر حالی کے عشقِ مجازی کے رجحان کا پتہ دیتا ہے، ورنہ یہ آنکھیں تو گریہ و زاری کا عمل کر کے بڑے بڑے عالموں کو نجات دلا دیتی ہیں پھر یہ خانہ خراب کس طرح ہوئیں، یہ خانہ آباد ہیں، اور جبکہ پہلے مصرع میں لفظ "دونو" آگیا تھا، دوسرے مصرع میں تکرار اور مذکور ہوا مصر خطا ہے۔ اعداد کا مذکور جس خوبی کے ساتھ نسیم لکھنوی نے کیا ہے، اردو شاعری میں کم ہے ملاحظہ ہو ؎

وہ ہاتھ ہیں چاروں اُسنے لوٹے   پنجے میں کیئنے تو چھکے چھوٹے

برہمن کو ان شعرا کی طرح صنعتوں کے استعمال کا جنون نہ تھا، وہ مطلب ادا کرتا تھا، اور اس کے ساتھ صنائع و بدائع خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی تھیں، اور ایسی کہ جواب نہیں، یہ مذکور ہیں ؎

تا بزمِ تو جستہ ایک دو سہ روز سے بفروید   نہ ہوائے گل و نے شوقِ گلستان دارم

ہاں وام کن از باد صبا یک دو دستہ گا سے　　در کوئے طلب فکر تامل بنر در راہ

دو عالم را کتاب قدرت او یک ورق پیدا　　بود زآں یک ورق یک نقطہ عشق انتخا برہمن

فی البدیہ — یہ کمال اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، فقرہ سنئے:-

روزے منشی چندر بھان برہمن و منشی پھاگ مل سہگل در کوچہ لاہور می گذشتند ناگاہ یک معشوقہ پری رخسار کہ در لطافت حسن بے نظیر بود، روئے از غرفہ بیچ پا بہتمان خورشید درخشاں بدر آورد، و نظر منشی پھاگ مل بر آں افتاد، بدیہہ گفت:-

پھاگ مل:-　　ماہ روئے دیدم اندر غرفہ

رائے چندر بھان:-　　شوخ چشمے دلربائے طرفہ

پھاگ مل:-　　موجبے باشد کہ رو با ما کند

رائے چندر بھان:-　　شعلہ با خندہ با شرفہ

(منقول از بیاض منشی پھاگ مل مقبوضہ سابقہ لکھپت رائے ولد ملک روشن رائے بن جاد و رائے قوم سہگل قانونگو شنکر پور وسورو و والہ بندہ بادشاہی مقبوضہ حال مولوی سراج الدین صاحب آذر، ایم اے، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

حذف حرف عطف — شاعری حروف عطف کے بغیر ناممکن ہے۔ جس کی زبان ایسے کلام لکھنے پر قادر ہے، اُس کی اہل زبان بھی قدر فرماتے ہیں۔ صاحب گلزار نسیم اِس صفت کے بادشاہ ہیں:-

خالق نے دیئے تھے چار فرزند　　دانا، عالم، ذکی، خردمند

گھوڑا، جوڑا، الفند، ٹوپی　　جو جو شئے چاہیے تھی سب لی

تیا، کھچل، گوند، چھال، لکڑی　　اُس پیڑ سے کے راہ پکڑی

نواب میرزا شوق لکھنوی نے اپنی زبان اپنے مخصوص گند و مذاق سے ایسی پلید بنا دی ہے کہ اُس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے، اُس کی مصروفیت عشق و محبت کے

مخرب اخلاق حیا سوز لٹریچر تک محدود رہی، زبان کا ناجائز استعمال اس سے بڑھ کر شاید ہی کسی قوم کی شاعری میں ملے، ہم اس کے فحش اور گندہ بازاروں سے بچ بچا کر اس کے دو شعر درج کرتے ہیں، زبان کی خوبی اور مضمون کا ذم دونوں معلوم ہو جائیں گے ؎

ناک میں نیم کا فقط تنکا — شوخی، چالاکی، مقتضا سن کا
سینہ پر دونوں چھاتیاں گول — اونچی، چکنی، کڑی، کراری، گول

اس کا کلام ایسا فحش تھا کہ دربار واجد علی شاہ بھی وجد میں آتا تھا، مگر مہذب گورنمنٹ نے ملک تہذیب پر بڑا احسان کیا، کہ اس کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی، اردو شاعری کا نام بدنام ہے، برہمن برخلاف معمول دیگر شعرا ایسے حشو و زوائد سے بڑے گھبراتے ہیں، انہیں جب ہی لطف آتا ہے، جبکہ وہ ایسے سخت سقم سے اپنا کلام پاک پاتے ہیں، یہ لطف دیکھئے ؎

سر شوریدہ، دل آزردہ، دماغ افسردہ — من از اسباب جہاں این سر و سامان دارم
ز صد رہ می در آید تا بر وازہ دل عاشق — نگارے، چابکے، شوخے، بتے، نامہربانی، من
ہر کس گرچہ تواں داد آساں جان شیریں را — بپائے گلعذارے تند خوئے کے تواں دادن
دیدم صنمے، ماہ رخے، لب شکر، سیمے — کافر بچہ، عشوہ فروشے، نمکینے

استعمال اضافت زبان فارسی میں اضافت ہی ایک ایسی چیز ہے، کہ جو لطافت مضمون کی دشمن ہے، اس کا استعمال جائز، اگر مشکل نہیں، تو آسان بھی نہیں، یہ خوبی برہمن کے کلام کا خاص جوہر ہے، جوہری کلام دیکھ کر اس لطافت سے پورا لطف اٹھائیں گے، نمونہ بیان یہاں بھی دیا جاتا ہے،

لب لعل بتاں، اصل علاج درد ما باشد — مئے رنگیں نشاط افزا، بود دلہائے خستہ را
محبت صافی دلہا، دواں را صفائی دیگر است — صیقل زنگ ہوائے نفس شیطانی درو است
دماغ صحبت پیر مغاں نماند مرا — کہ جام خون جگر از دست نگزارد

کلام کی صنعتوں کی کثرت مزید تشریحات سے احتراز کا باعث ہوئی

؎ برہمن در دکانِ نکتہ سنجاں کے بہا دارد
متاعِ رائگاں وجنس ارزانے کہ من دارم

کلامِ برہمن دیکھ کر ہمارا ارادہ تھا کہ ہم صنائع معنوی ولفظی کی ہر صنعت کے متعلق بسبیل اجمال کچھ لکھیں اور کلامِ برہمن سے اسکی توضیح کریں، چنانچہ ہمنے مطالعۂ کلام کے وقت جا بجا نشانات کر دیئے تھے، اور علم بدیع کی تقریباً جملہ صنعتوں کے متعلق بے شمار اشعار شمار میں آ گئے تھے،

اَب جب ہم نے اِس ارادہ کی تکمیل کے لئے وُہ اشعار جمع کئے تو ایک ہزار اشعار اپنی داد کے خواہاں نکلے، طوالت نے ارادہ پست کیا، پھر یہ مشورہ دیا کہ اگر ہر صنعت کے متعلق محض دُو دُو اشعار لکھدیئے جائیں، کام ہلکا ہو جلئے، ہم نے علم صنائع معنوی کی کل صنعتیں شمار کیں، ۳۵ بڑی صنعتیں نکلیں، جن میں سے بعض بعض کی تین تین چار چار قسمیں ہیں، گویا سَو کے قریب یہ صنعتیں ہیں، ایسی ہی صنائع لفظی کی ۷۰ کے قریب صنعتیں ہیں، بقول برہمن کہنا پڑتا ہے ؎

برہمن در دکانِ نکتہ سنجاں کے بہا دارد   متاعِ رائگاں وجنس ارزانے کہ من دارم

پس صنائع معنوی اور لفظی کی معمولی صنعتیں ۱۷۰ کے قریب ہیں، اگر اِن کی مثال میں دُو دُو اشعار درج کئے جائیں، تو ۳۴۰ اشعار پھر بھی انتخاب کرنا پڑینگے، یہ صورت بھی باعثِ طوالت دیکھی، ہمدردوں نے مشورہ دیا، کہ جب آپ تمام کلام چھاپ رہے ہیں، تو محاکمہ میں اگر اس طرح صنعتوں پر بحث کی گئی، تمام کلام ادہر آ جائے گا، چند ضروری صنعتوں کے متعلق روشنی ڈالئے اور یہ دیگر تمام کام اہلِ سخن کے لئے وقف کیجئے، جسے شوق ہوگا، خود دیکھ لے گا، یہ مشورہ گو مختصر تھا، مگر طوالت کا دشمن، چونکہ زندگانی اور محاکمہ کی طوالت نے اِس مشورہ کی تائید کی، اِس لئے ہم نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، مگر جس قدر لکھا جا چکا تھا اُسے رہنے دیا،

برہمن کا کلام حد سے زیادہ مختصر ہے، اور وُہ عادتاً مختصر تحریر کے عاشق ہیں، اِس لئے انکی طبعیت کے موافق یہ کام ہوا،

مگر ہم یہاں اس قدر ضرور عرض کریں گے، کہ ممالک ایران و توران اور بالخصوص ہندوستان میں ان کے کلام کے صنائع و بدائع پر ضرور غور کیا جائے، تاکہ زبانِ فارسی وارُدو میں صنائع و بدائع کے صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، اور ان صنعتوں سے وہیں تک کام لیں جہاں تک کہ مطلب میں طوالت نہ ہو، اور مضمون میں پیچ نہ پڑے، اگر وقت نے مساعدت کی تو علم صنائع و بدائع پر جو مضمون تیار ہیں، اُن میں ارادہ پورا کیا جائیگا،

تشبیہات و استعارات اور فارسی کا اندازِ قدیم

سخن چو طوطیٔ شکّر زباں توان گفتن
وگرنہ ہست بسے در نوازیانِ چو ہیچ

تحریرانِ تشبیہ و استعارہ کا آدم مائی ویدبانی (سنسکرت) کے گھر میں پیدا ہوا، وہیں پھولا پھلا، اور وہیں نشو و نما پاکر ویدار آچاریوں اور گوروں کی تعلیم تربیت حاصل کی، یہ ہر دو سعادت مند بیٹے اشارہ و کنایہ پر کام کرتے تھے، اور تشبیہ پر جان دیتے تھے، وہ اُن پر مہربان، یہ اُن پر قربان، اُن کا فرض تھا کہ کھرے سے کھرے، اَدَق سے اَدَق اور خشک سے خشک مضامین معمولی اور ادنیٰ فہم و فراست کے دماغوں میں ایسے اثر سے پہنچائیں، کہ دُنیا بھر کی جہالت و طاقت اگر مقابلہ میں آ جائے پلیٹھ دکھائے، چنانچہ کروڑوں برس تک یہ اس کے نتیجہ سے فیض اُٹھاتے رہے، تو یہ پھولے اور بڑھے ہیں۔

شعرائے فارس ابتداً اسی عقیدہ کے مقلد تھے۱ وہاں چھوٹے چھوٹے فقرے اصل مطلب ادا کرتے ہیں، سادی عبارتیں، استعارہ تشبیہ اور مبالغہ کی رنگ آمیزی سے پاک ہیں، مُرادف فقرہ یا مرادف لفظ کا نام نہیں، جو ہیں مطلب کی باتیں ہیں، رودکی نے زیادہ ہاتھ نہ لگایا، سنہ ھ

---

۱ "سنسکرت اور اصل فارسی ژند و استا کی زبان آرین کے رشتہ سے ایک دادا کی اولاد ہیں"۔ ۔ ۔ اب ایرانی بہن کی داستان سنو، ۔ ۔ ۔ کتب مذکورہ دونوں زبانوں کا لفظی اتفاق ہی نہیں ثابت کرتیں، بلکہ اُن کے اتحاد و اعتقاد پر بھی شہادت دیتی ہیں، جو چاربرن ہندوؤں میں ہیں، وہی ایران میں تھے اجرام آسمانی کی عظمت واجب تھی، حیوانات بے آزار کا مارنا گناہِ عظیم تھا، تناسخ کا مسئلہ دونوں میں یکساں تھا، آتش، آب، خاک، باد، ابر، بجلی، گرج، ہوا، وغیرہ وغیرہ اشیا کے لئے ایک ایک دیوتا مانا ہوا تھا"، اس کے آگے مولوی آزاد مرحوم کہ جو ایک ممتاز قابل ہستی تھی، اپنی سخندانِ پارس میں اس طرح ارقام فرماتے ہیں،
دیکھو صفحہ ۲۲۸

۲ سخندانِ فارسی آزاد دہلوی

میں بیہقی نے اصلیت سے ہٹا کر اپنی طرف اٹھایا، سنہ ۵۵۱ھ میں قاضی حمید ابوبکر نے مقاماتِ حمیدی اُس عہد کی یادگار چھوڑی، متواتر مترادف الفاظ، مشکل لغات، اُس پر اضافتوں کی اُلٹ پھیر، محاورہ مفقود ہو گیا، زبان کو فارسیت سے واسطہ نہ رہا، عربی لفظوں کی یہ بہتات ہے گویا ریگستانِ عرب سے آندھی اُٹھی، سنہ [illegible]ھ میں علاؤالدین نے اُس عہد کی فارسی کی یادگار تاریخ جہانگشا میں چھوڑی، عبارتوں کو پڑھو، الفاظ بہت آ گئے ہیں مگر یہ حالت ہے گویا پلاؤ میں نمک کوٹ کر ڈالا ہے، کسی نوالے میں ٹھیک، کسی میں کنکر سا منہ میں آ گیا، اور کوئی بالکل پھیکا، فقروں کی استخوان بندی ہے، سنہ [illegible]ھ میں استعارہ اور تشبیہ کی گلکاری اور خیالاتِ بہاری، گل، بلبل، نغمہ، چمن، گلشن، سبزہ، شبنم، مے، جام، صراحی وغیرہ وغیرہ سے کاغذی تختے گلزار نظر آتے ہیں، مگر . . . اندر کچھ نہیں، در حقیقت میں لفظوں کی بہار تھی، اور معنوں کی خزاں، سنہ ۶۹۹ھ میں عبداللہ وصاف نے بڑا زور مارا، مگر فقط لفاظی اور لغت بازی ہے، عربی، فارسی، ترکی لفظوں کا حشر برپا ہے، استعارہ اور تشبیہ کی اس قدر بہتات کہ مطلب گم ہو گیا، عبارت کو مقفی کیا، اور ہر فقرہ پر اُس کا ہم معنی فقرہ اور سوار کیا، افسوس کہ یہیں سے شروع ہوتا ہے کہ فقرے طولانی ہو گئے، مطلب صنائع و بدائع، تشبیہ و استعارہ میں اُلجھ کر پیچ در پیچ ہو گئے، لغات کی بہتات، لفظوں کے مبالغے اصلیتِ حال پر پردہ ہو گئے، زبان واقعیت میں اپاہج ہو گئی، وہ چھوٹے چھوٹے فقرے، کلام کا اختصار، بے تکلفی، سادگی اور حقیقت نگاری کا ضعف ایسا گیا، کہ آج تک ملک کی زبان اس قصور سے ملکوں میں بدنام ہے، امیر خسرو دہلوی کے صفحے کے صفحے دیکھو، فقط لفظوں کی چھان بین ہے، اُسے سرکا دو تو کچھ بھی نہیں، اس کے بعد اعجازِ خسروی پڑھیے، اوّل سے آخر تک ایہام، مراعاتُ النظیر

بقیہ:- جس کے اظہار کے لئے خاص قیاس طریقے تھے، یا دِراہی کے درست تھے، جس کو وہ اپنی اصطلاح میں گاتھا کہتے تھے یہ دری لفظ ہے، جس کے نام پر یہاں گیتا اچی مرکب ہے، کیونکہ اس میں یادِراہی کے گیت ہیں، اِیز: لی بس سیر ایران میں پہلے اسلام کے ہاتھ سے وہ صدمہ گذر رہا تھا، جو کہ یہاں دو سو برس بعد گذرا، اور اس سے اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی، یہ حال یہاں تھا، ایسی حالت کے ساتھ پہنچی کہ عربی اور ترکی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تبدیلیوں کے سبب سے اُس کی صورت پہچانی جاتی تھی۔

(آبِ حیات آزاد مرحوم)

طباق، تضاد وغیرہ وغیرہ صنائع و بدائع میں لفظ بازی اور جگت بازی کا مینہ برس رہا ہے۔ اِس دھواں دھار میں تاریخی آگاہی، اخلاقی تاثیر، علمی مسائل، مذہبی ہدایت کچھ نظر نہیں آتی لفظوں ہی لفظوں میں ساری دُنیا تمام ہے۔ مآثر التاریخ میں بھی یہی ہتھکنڈے چلے جاتے ہیں۔ صفحہ صفحہ ڈیڑھ ڈیڑھ صفحے جگت بازی کرکے آدھی سطر کام کی آتی ہے۔ روضۃ الصفا میر اخوند شاہ نے ۹۰۳ھ کے اندر لکھی، وہ بھی اِسی انداز میں ہے۔ حبیب السیر میر غیاث الدین نے اُن ہی دنوں مرتب کی، طولِ کلام اِس قدر ہے کہ اکثر جگہ صفحے کی خاک چھان کر مطلب کی دو باتیں نکلتی ہیں۔ پنجہ رقعہ کتاب الٰہی کی سنگت میں آئی۔ ہر رقعہ ایک لمبا چوڑا خط، عاشق کی طرف سے معشوق کے نام ہے۔ مضمون مطلب کچھ نہیں، طولِ کلام اور فقط استعاروں کے پیچ در پیچ ہیں، باقی خیر و عافیت، بے سہارے جسم کے ہوا پر رنگ چڑھائے ہیں، انداز مذکور نے ایسا ذوق و شوق پھیلایا کہ تمام تحریریں تشبیہ اور استعارہ میں مسلسل ہو گئیں، کوئی ماجرا، کوئی معاملہ، کوئی رازِ سلطنت نہ رہی کہ اِس سے خالی ہو، ایسے رنگیں بیانی، نازک خیالی، معنی آفرین کہنے لگے"......

رفتہ رفتہ سادہ نویسی اور سلاست عبارت زبان سے گم ہو گئی، بلکہ اصلیت نگاری اور مطلب نویسی کی طاقت اِس میں نہ رہی، اور زُبان پر یہ داغ لگ گیا، کہ مبالغہ اور بناوٹ فارسی زبان کا جوہر ہے، ان بیچاروں کی زبانیں کھوکھلی ہی نہیں ضعیف بلکہ اپاہج ہو گئیں"

ہم کہاں تک فارسی زبان کی تدریجی خرابی کا بیان کریں، جوں جوں یہ اپنوں سے نکلتی گئی، دُور ہوتی چلی گئی، غرضیکہ بجائے مدح، ذم کا پہلو نکل آیا، بقصد و تکلف، غرابت، اور غیر معتدل ندرت پیدا کی، جنہوں نے شاعری کے اصلی جوہر کو خاک میں ملا دیا، یہ بھی اپنا دامنِ شرافت و اصلیت چاک کرکے مبتذل اور بازاری بن گئے، اور لطف یہ کہ آجکل کے اہلِ سخن اپنی بدمذاقی سے اسے کمال سمجھتے ہیں ؎

سخن چو طوطیٔ شکر زباں تواں گفتن وگرنہ ہست بسے در نوازیاں ہیچ

برہمن کی مادری زبان اپنی کھچڑی ہوئی بہن سے مغلیہ درباروں میں غرابت و اجنبیت

اِس ملاقات کے وقت دُور ہوئے، دلوں کے پردے کھُل گئے، اور دل سے بغلگیر ہوئے، دونوں نے مِل کر اپنا اصلی رنگ رُوپ، بول چال، اختیار کیا، آپ کے دماغ میں رسیانِ حقیقت نگار، قُدسیانِ اصلیت گفتار اور برہمنانِ فرخندہ شعار کے اشعار حقیقتاً آفتابِ علم کے نور سے نُور پہنچا رہے تھے اُن کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا، نہ ضرورت کہ اپنا ہی گھر اِس دولت سے مالامال تھا، جو مضمون لکھا اُس کی نوعیت کے لحاظ سے اُسی زیور سے آراستہ کیا، کہ جو اُس کے جسم پر موزون تھا، یہ "آمد" تھی نہ کہ "آورد" یہ بے ضرورت تھی، نہ کہ "ضرورتاً"، ہمارے ناواقف علماء کے نزدیک گو یہ استعارات و تشبیہات جوہرِ زبان کے نام سے پکارے جائیں گی، مگر یہ دراصل اِس کا طُرّہ امتیاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نیچرل شاعری ہے، اور اِس انداز میں کسی کا رنگ جمنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، پس اِس جادوگری اور سحر بیانی کے چند طلسمات و مشہدات ملاحظہ ہوں، اور پھر اِن کا کلام بھی اِسی نظر سے دیکھا جائے ؎

سبزۂ خاک نشینم کہ در راہِ نیاز — بر اُمیدِ نفس بادِ صبا کہنہ شدیم

جوہر چو نیست صحبتِ نیکاں ترا چہ سُود — چو سنگ ہم ترازوئے گوہر نشستہ

چشم و دل با صورتِ معنی مقابل میکنم — در پسِ دیوار گر باشد چہ سود آئینہ را

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق — چوں مُو برُوئے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت

سرش بگنبدِ گردوں فرو نمے آید — کسے کہ از خس و خاشاک راہ بستر اوست

نو بہار آمد بصحنِ گلستاں خواہم نشست — ہمچو گل شاداب بر آبِ رواں خواہم نشست

غبارِ راہِ تعلق بگردِ شاں نرسد — سبک چو بادِ نسیم اند مردمِ آزاد

کسیکہ خونِ جگر ہمچو غنچہ نوش کند — کشیدہ سر بگریباں زباں خموش کند

چو لالہ داغِ غمِ عشق بر جبیں دارم — چو گل ز لختِ جگر خوں در آستیں دارم

از لباسِ زمانہ عُریانیم — ہمچو خورشید و ماہ تابانیم

در خیالِ یار روئے ز شبہائے فراق — ہمچو ابرِ تیرہ باید چشمِ گریاں داشتن

بچشمِ اہلِ خرد مرد از ہنر خالی / بود چو شاخِ خزاں دیدہ از ثمر خالی

جدائے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں

برہمن در ردیفِ تازہ مضمونِ تازہ می‌طلبی / نہالِ تازہ زیباتر نماید نو زمینے را

برہمن کی نازک خیالی، خوبصورت استعارے، نئی نئی تشبیہیں، خوشنما و جدید ترکیبیں، لفظوں کی عمدہ تراشیں، جواب نہیں رکھتیں، اُس وقت کے علماء نے اُن کی نثر کو ظہوری کے نثر سے تشبیہ دی تھی، نثرِ ظہوری سب نے پڑھی ہوگی، مگر جدت کا جو لطف آپ نے نظم میں پیدا کیا، وہ اُن کے کلام میں دیکھیے، کہ کیا مجال یہ جدت طرازی، طبعِ نازک پر سخت گذرے، چند جدتیں طبیعتوں کو اُبھارنے کے لئے دکھائی جاتی ہیں ؎

عجب نباشد اگر با سمندر افتد کار / کہ ہست در چمن شعلہ آشیانۂ ما

سر بر زند ز جیبِ خزاں نو بہارِ ما / آخر شود شگفتہ گلِ انتظارِ ما

فروغِ دل ز فیضِ بادہ روشن شود پیدا / دماغ رفتہ از سیرِ گل و گلشن شود پیدا

ہوائے فصلِ گل و موسمِ بہار آنست / گلِ نشاط بدامانِ میگسار آنست

آتشکدۂ سینۂ ما بر سرِ جوش است / تا رشتہ بر دیدۂ ما شعلہ فروش است

حاصلِ ایامِ عمرِ ما پشیمانی بس است / عذر خواہم جرمِ ما تقصیرِ نادانی بس است

ساقیٔ بزمِ محبت بسکہ مستی ناز / نقدِ ہوش از دلِ ما برد چو ساغر برداشت

کدام دل کہ زباں دیدۂ تمنا نیست / کدام دیدہ کہ خوں گشتۂ تماشا نیست

سوئے ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست / بتغافل نگہِ مصلحت آمیز بس است

بگرفتاریٔ ما سلسلہ در سلسلہ چیست / تار موئے ز سرِ زلفِ دل آویز بس است

آنکس کہ سیرِ چشمِ تہیدستیٔ دعاست / اوّل در قبول بروئے اثر زند

در میانِ جامۂ دیبا کجا آید بدست
آں فراغتہا کہ در دلقِ گدا فہمیدہ ایم

تازگیٔ خیالات

برہمن نظم تو از عالم بالا آید گہر افشاند بر و عقد ثریا امروز

جب ہم برہمن کے کلام کا نمونہ اِس شرح پر دیتے ہیں، تو قریب الفہم صفت کی تشریح بے سُود سمجھی جائے گی، یہ تازگی ایسی نہیں کہ دماغ تر و تازہ نہ کر دے تازہ دل ہو کر سر دُھنیے، پہلے دعوے اُس لیجیے ؎

گفتی بتازگی غزل تازہ برہمن | ایں طرح تازہ طرز کدام کلام کیست

بکشاد چو در صحنِ چمن بندِ قبا را | بوئے دگر افزود دم بادِ صبا را

جز غبارِ خط کہ بر آئینہ رویش نشست | ہمنفس کے ملتواند بود دود و آئینہ را

خیال روئے کے جلوہ کرد چوں خورشید | عزور ظلمت شبہائے انتظار شکست

عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند | ایں ہمہ قابلِ عفو اند چو بخشندہ یکیست

منم کہ با مژہ با بستم اشک آخر زیر | وگرنہ شعلہ باین تار بستن آسان نیست

بر سر آزادگان مانند گل خواہد شگفت | خار صحرائے محبت ناخواہد گذشت

تا در شکنج خود نہ کشد سنبل خطش | ما را بہ در نرگس مستش ایاغ نیست

مے دانم اثر از بوئے زلف کیست در شانہ | کہ در مغز نرم امروز بوئے شانہ زد ناخن

فیض مے بار وازیں بزم برہمن کہ ز شوق | بر تنم ہر سرِ مو ناطق و گویا باشد

دلم چو خواست بحجبت آشنا گردد | صبا حکایتِ لطف تو در میاں آورد

لطیف نازک ادائی اور نکتہ دانی

؎ برہمن دارد سخن نازک تر از طبع بتاں
ایں ہمہ نازک ادائی از کجا دانستہ است

شاعروں کے دیوانوں میں عامیانہ مذاق یا عشقِ مجازی کی اوباشانہ بلائے بکار کے سوا دیگر مضامین کم ہوتے ہیں، اور نکتے ویسے جو تاریخی وقعت رکھتے ہیں، اُن کے خیال ہی میں نہیں آتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیبی حکومت نے یہ درسِ نکتہ نگاری خوب سکھایا، **وقائع نعمت خان عالی** ایسے ہی نکتوں سے بھرا پڑا ہے، اُس سے زیادہ کلامِ برہمن، وہ راز لکھتے ہیں، اور روشن ہو رہے ہیں،

جو سمجھتا ہے ، داد دیتا ہے ، خدا معلوم اُس وقت اس نکتہ نگاری پر کیا رائے قائم ہوئی ہوگی ، مگر اب تو یہ تاریخی نکات مستند و معتبر انکشافات سمجھے جاتے ہیں ، نکتہ دان اصحاب اُن کے ہر کلام پر غور کریں ،

ترکیب کی خوبی برجستہ بندش

از سخن پیداست طرزِ ہر سخنداں برہمن
رشتۂ نظم مسلسل تا ثریا ہے بلند

پیپل اور برگد کا بیج سب نے دیکھا ہوگا ، کہ اُس کی کیا شکل ہے ، اور کیا مقدار ، مگر اُس بے حقیقت بیج میں کروڑوں من پانی ، لاکھوں من لکڑی ، ہزاروں من پتے ، اور سینکڑوں من ثمر ہی نہیں ہوتے ، بلکہ اُن سب کے کامل خط و خال اور خواص بھی یکساں ہوتے ہیں ، وہ کسی کو نظر نہیں آتے لیکن عمر پانے اور اپنی مُراد حاصل کرنے پر وہ دانہ کہ جو دنیا میں کم سے کم شخصیت رکھتا ہے ، ایکڑوں زمین گھیر لیتا ہے ، اور اُس کی اولاد مصورِ فطرت کے ہاتھوں وہی نقش و نگار حاصل کرتی ہے کہ جو اُس کے دانہ دانہ میں نہاں تھی ،

ٹھیک اسی طرح شاعر ہی نہیں بلکہ ہر حیوان و انسان اپنی ماں کے پیٹ سے اپنے عادات و خواص لے کر پیدا ہوتا ہے ، جن کا خون شاعری کی صنائع و بدائع اور علوم بیان و معنی میں گردش کرتا ہے ، اُس شاعر کے کلام میں سب محاسنِ شاعری پائے جاتے ہیں ، حافظ شیراز ، شیخ سعدی اور ملا رومؔ کسی اُستاد نے نہ سکھائے نہ پڑھائے ، نہ بنائے ، وہ ایسے ہی تخم تھے کہ جنہوں نے سرسبز و شاداب ہونے پر دنیا بھر میں ادب و اخلاق کے گلزار کھلائے ، معائب شاعری کی خزاں نہ دیکھی ،

برہمن بھی شاعر پیدا ہوا تھا ، تو پھر اُس کی شاعری کس طرح مرصع نظر نہ آتی ، اُسکی یہ خوبی جب اُستادوں کی سمجھ میں آئی اُستاد تسلیم کیا ،

شاعری کی جان بلکہ رُوحِ رواں ترکیب کی خوبی ، بندش کی برجستگی ہی ہے ، اور یہ ایسی ضروری ہے ، کہ جیسے کسی انسان کے لئے خوبصورتی یا کسی پھول کے لیے دِل آویزی ، اگر یہ نہیں ، کچھ نہیں ، آپ کا کلام ، حسنِ ترکیب ، شوکتِ الفاظ ، بلند پروازی ، نازک خیالی اور تاثیر کا ایک

تحریر ہے حسرت موہانی اپنے قابلانہ لہجہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ "درستی اور چستی ترکیب نہایت خوب ہے" آپ نے کل دیوان سے دس شعر منتخب کر کے یہ عام نتیجہ پیدا کیا ہے، میرزا صاحب ان کی تحریر کو "فارسی زبان کا پاکیزہ و لطیف نمونہ" قرار دیتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ قرارداد بندش الفاظ کے تقاضے پر مبنی، اُن کی زبان ایک ایسی مشین ہے کہ جس میں صنعت شاعری کے تمام کل و پرزے گھڑ اسے چلوا پائے بے تکلف و بے تردد نکلے چلے آرہے ہیں، جو ایک خاص صورت پیدا کر رہے ہیں، اور اس ترتیب سے کہ اگر ایک پرزہ اِدھر اُدھر کر دیں، صنعت بیکار ہو جائے، گو یہ خداداد صفت دیوان کے ہر شعر میں موجود ہے، مگر ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ بازار علم برہمن میں اُن کی سب اشیائے مصنوعات سجائی جائیں، آپ سیر کیجئے ؎

زہے لب تو نمک ریز در شکر باری — شکنج زلف تو اندازہ گرفتاری

پرواز خیال کے دلچسپ مقابلے

سماع اہل محبت از عالم دگر است ؎
ہزار وجد باہنگ یک اصول کنم

برہمن کی زبان و قلم کی قادر الکلامی اور تخیلات گوناگوں کی خیال آفرینی کے سحر نے اپنے دلکش نغموں کے زیر و بم راگ راگنیوں کے رنگ میں، ایک مضمون بیسیوں طرح سے اپنے سامعین کو سنایا، جس کی ہر گت اور تان ایک نئی آن و بان رکھتی ہے، اُن کا مضراب قلم جس مضمون کی جس تار پر پڑتا ہے، حال سے قال میں لے آتا ہے، اور انسان بے خود ہو کر اُس وقت تک ہوش میں نہیں آتا، جب تک کہ اُن کا کوئی دوسرا نغمہ کام نہ کرے،

برہمن نے جگہ جگہ "عمر گرامی" "سرائے فانی" "گوشہ نشینی" "خاموشی" "حقائق و معارف" "فلسفہ و تصوف" "حکمت و اخلاق" "صفائی باطن، عاقل و جاہل، راستی، خاموشی، صداقت وغیرہ وغیرہ موضوع خاص پر نئی ترکیب، نئے الفاظ اور نئے انداز سے مضامین لکھ کر ہمارے حافظہ نے محفوظ رکھے، ہمارے حظ وافر کا باعث ہوئے، ہم چاہتے ہیں کہ اُن سے اہل سخن بھی محفوظ ہوں :-

ہر نفس بوئے محبت آید از گفتار ما
می‌توان فہمید از گفتار ما مقدار ما

ما برہمن صحیفہ نویس محبتیم
ہیچکارہ نیست کلکِ محبت نگار ما

ہمیشہ آب گہر با گہر بود ہمساز
نشد ز دیدۂ ما دور آب دیدۂ ما

ہر شب گہر افشاں شود از گوشۂ مژگاں
پروین صد پارۂ ما چشم ترِ ما

آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق
شد جلوہ گاہ صورتِ معنی نہانِ ما

از آب و تابِ عشق چوں آئینہ صاف شد
آں کہنہ دل شکستہ سفالے کہ داشتیم

انسانی ہستی دانہ سے تشبیہ[1] دی گئی ہے اور زمانہ چکی سے یہ مضمون مختلف پیرایوں میں اس طرح سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے ؎

چوں دانہ عاقبت خبر از حالِ خود نیافت
ہر کس کہ خانہ در رہِ ایں آسیا گرفت

زیرِ گردش ہائے گردوں ہر کہ دارد آشیاں
خویشتن را دانۂ ایں آسیا دانستہ است

ہیچ کس از گردشِ گردوں نمے آید بروں
ہر یکے چوں دانہ زیرِ آسیا خواہد گذشت

بغفلت زیرِ گردش ہائے گردوں آدمی گردد
بآئینے کہ غافل دانہ زیرِ آسیا باشد

چوں دانہ ہر کہ در دل شد بروں نمے آید
غرض کہ گردشِ ایں آسیا نفہمیدیم

آسیائے چرخ میگردد بگیرد روز و شب
خویشتن را دانۂ ایں آسیا فہمیدہ ام

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق
کہ رہروانِ رہِ عشق را ریا کفر است

(دیگر)

ز روئے صدق برہمن قدم براہ بنہ
کہ رہروانِ رہِ عاشقی ریا نکنند

تا سرِ زلفِ او بدست آرد
دل پریشاں تر از صبا شدہ است

(دیگر)

دل در پئے ہر نسیم گردد
تا بوئے تو از دمِ صبا یافت

گر گناہے تو ہمیں بیکسی و دلتنگی است
برہمن قابلِ عفو است گناہے کہ تراست

(دیگر)

نادانی ما گناہِ ما بود
در دفترِ خود حساب کردیم

---

[1] یہ تشبیہ کبیر جی نے دی ہے ' چلتی چکی دیکھ کے دیئے کبیرا رو ۔ دو پاٹن بیچ آن کے ثابت رہا نہ کو (بہار برسنامی)

(۸) کردم شبے خیال تو در دیدہ نہاں   ریزد کباب اشک بدامانم آفتاب
تا پیچ و تاب زلف تو داریم در خیال   صد جا ز ہم گسستہ بود گفتگوئے ما

(۹) خیال زلف تو تا در دل برہمن ماند   ز سینہ تا بزباں راہ گفتگو گرہ است
شبے خیال سر زلف او گذشت بدل   تمام عمر چو زلفش بہ پیچ و تاب گذشت

(۱۰) کجا نہاں کنم این گریۂ طوفان خویش را   کہ گر در آستیں گم گردد از دامن شود پیدا
چگونہ گریۂ خونیں نہاں تواں کردن   کہ ریزد از مژہ و از آستیں بروں آید

(۱۱) تا کند تاب در صندل پیشانی خویش   برہمن خاک سر کوئے تو بر سر برداشت
بہ سر زمیں کہ ہمے نگرم سجدہ مے کنم   خاک نیاز صندل پیشانی من است

(۱۲) آں آتش نہفتہ کہ در سینہ داشتیم (۱) چنداں بلند شد کہ دل آفتاب سوخت
اگر ز سینہ کشم آہ آسماں سوزد (۲) نہفتہ آتش دیرینہ زیر آہ من است

(۱۳) ز موج حادثہ بیروں نیافتیم کنار (۱) بروئے آب رواں عمر چوں حباب گذشت
ایمن نشو ز سیل حوادث روزگار (۲) اے آنکہ خانہ بر لب دریا گرفتہ
مے تواں بودن ز آشوب حوادث برکنار (۳) کشتیٔ امید ما بر ساحل دریا خوش است

(۱۴) منزل عشق دراز است بپا از خواب بدار (۱) کاروانِ دیدۂ بیدار نمے آید راست
ز شور صبح قیامت اگر شود بیدار (۲) بگوش ہر کہ صدائے جرس نمے آید
صبح محشر اگر از پردہ بر آید بیروں (۳) ورنہ زیں خواب گراں کیست کہ بیدار شود

---

(۱۵) از محبت دل شود معمور چوں گردد خراب (۱) اے دل شوریدہ ویرانی کہ آبادی تراست
قرار عاشق مسکیں بود در اضطراب دل (۲) بایں شوریدگی ہرگز بوادی ایمن مے سازد

(۱۶) برہمن ز گناہان من ز من پرسند (۱) بگریہ دیدۂ رحمت جواب خواہم کرد
چو روز حشر برہمن حساب پیش آرند (۲) بآب دیدہ بشویم نامۂ اعمال

(١٧) کسے بر آبِ رواں برہمن نشد ایمن (١) اساس بر سرِ آبست قصرِ دنیا را
بر سرِ آبِ رواں افگند طرح خانہ را (٢) اے برہمن ہر دلے در رہِ بے بُنیاد بست

(١٨) نہ تنہا غمزہ اش بر سینۂ فرزانہ زد ناخن (١) اشارتہائے ابرو بر دلِ دیوانہ زد ناخن
نہ تنہا غمزہ اش در دیدۂ بینا نزد ناخن (٢) با بروئے من ابروئے او صد جا نزد ناخن

(١٩) ہزار حدیث گنہ نامہ سیاہ منست (١) گنہ ز ہر کہ بود داخلِ گناہِ منست
صفائی حسنِ عمل نیست در جریدۂ ما (٢) مگر بہ عشق گنہ نامہ را سیاہ کنیم

(٢٠) بدہ ز خونِ جگر خوں بہائے بلبل را کہ گل بگوشۂ دستار بستن آساں نیست
تحقیق خوں بہائے بلبلاں دہ پس آنگہ سیر کن در صحنِ گلزار

(٢١) بس کہ طبعِ شگفتہ داریم (١) لاجرم ہمچو گل پریشانیم
بخموشی چو غنچہ ساختہ ایم (٢) سر بہ جیبیم و پا بدامانیم
عاشقم غنچہ صفت پائے بداماں دارم چوں گلِ تازہ ام و جان پریشاں دارم

معاملہ بندی

جو صورتِ معاملہ پیش آئے، الفاظ کے ذریعہ صحیح قلمبند کر دینا "معاملہ بندی" کہلاتا ہے، گو یہ بات ظاہر آسان معلوم ہوتی ہے، مگر اس سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں، دیدۂ بینا اور دلِ بیدار ہی اس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے کیونکہ قوتِ حسن اُن ہی کے قبضہ میں آئی ہے، برہمن کی صورت ملاحظہ ہو:-

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق چوں مو بروئے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت
گر بمعشوقہ مُراد رسم یادم از مدعا نمے آید
نقابِ یار ز رخ چو براز دسحرگاہِ آفتابِ من ز طرزِ تجاہلش بیشتر گرد و حجابِ من

احساسات یا انسانی جذبات

شاعری، مصوری سے زیادہ مشکل ہے، مصور مادیات اور محسوساتِ ظاہری کی تصویر کھینچتا ہے، شاعر غیر مادی اشیا اور غیر محسوسات کا نقشہ اتارتا ہے، مصور کا کمالِ مصوری یہ ہے کہ ہر چیز کا مکمل

عکس اُتار دے، شاعر کا کمال یہ ہے کہ انسانی جذبات و احساسات کا نقشہ کھینچ دے، مصوّر آنکھ کے احساسات سے کمال پیدا کرتا ہے شاعر دلی احساس سے اپنا کمالِ فن دکھاتا ہے یہی حقیقی شاعری ہے، اور جس کی زبان و قلم میں یہ اثر ہے وُہی شاعر ہے، جس طرح سے دنیا میں گانا اور رونا جاننے کا سب دعویٰ کرتے ہیں، اُسی طرح سے ہر انسان چار لفظ پڑھ کر شاعری کا مدعی بن جاتا ہے، اور بعض اَن پڑھ بھی شاعر کہلاتے ہیں، جو شاعر نہیں ہوتا، اُس کا کلام اُس کی قلم و زبان سے نکلتے ہی اُس کے نام و نشان کی طرح صفحۂ دنیا سے محو ہو جاتا ہے، مگر جو انسان انسانی جذبات بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اُسے دستِ اہلِ قدرت بھی محو نہیں کر سکتا،

برہمن کی زبان، شاعری کے جذبات و احساسات بیان کرنے کے لئے منقارِ ہزار داستان رکھتی ہے، اِس کا طائرِ خیال جذبات و احساسات کے ناقابلِ گذر جنگلوں، گھاٹیوں، بلندیوں، نشیبوں اور بھول بھلیاں میں بے تردد داخل ہو کر اور گل کُترا دے کر اِس طرح سے واپس آ جاتا ہے کہ دوسرا جنموں میں بھی نہیں آ سکتا وُہ جب بلند اُڑتا ہے، تو فلکِ مقفّین کی خبر لاتا ہے، اور جب دریائے فکر میں غوطہ لگاتا ہے، تو تحت الثریٰ سے گوہرِ شاہوار نکال لاتا ہے، اُس کی فہم و ادراک اور قوتِ پرواز نے زمین و آسمان ایک کر رکھے ہیں، وُہ ایسی طاقت رکھتا ہے کہ ایک خیال آ جانے کے بعد جب پھر پرواز کرتا ہے، تو پہلے سے زیادہ کڑک اور دمک ہوتی ہے، جس سے زمین و آسمان گونج اُٹھتے ہیں، اور مسکون و مفلوج قلب پھڑک اُٹھتے ہیں، بلند خیال طبائع سوچتے کے سوچتے رہ جاتے ہیں، کہ کہاں سے کہاں جا پہنچا، اُس کی ہر پرواز نیا لطف رکھتی ہے، اور نئی خوشبو سنگھاتی ہے، اِس پروازِ خیال کے چند مناظر ہم نے بھی دیکھے ہیں، آپ بھی اپنا جذبۂ دل پورا کیجئے ؎

(۱) آرائشِ ہنگامۂ ایامِ جنون ست آن داغ کہ چوں لالہ بود در جگرِ ما

(۲) صورتِ حزین غبارِ غم از دل بدر برد مارا ہمیشہ گوش بر آوازِ بلبل است

چہ آتش است کہ در دیدۂ تر افتادست — کہ جائے اشک بہ اندام اخگر افتاد است

بر آتشِ غمِ تو دلم چوں کباب سوخت — وز اشکِ گرم مردمِ چشمم در آب سوخت

گر ترا از دہنِ تنگ شکر دانے ہست — لختِ لختِ جگرِ سوختہ بریانے ہست

من و سودائے خیالِ خط و خالے کہ تراست — من و دیوانگیٔ حسن و جمالے کہ تراست

بگذشت عمر و گرم تمنائے قفس ہنوز — ایں مرغِ پر شکستہ تپاں در قفس ہنوز

تقسیم اعلیٰ تبویب مضامین

؎ چند باید بہ کشش زلفِ پریشاں دیدن
صورتِ کفر در آئینۂ ایماں دیدن

اِن صنائع و بدائع پر لکھنے کے بعد اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ برہمن کا علم اخلاق و ادب کس قدر ہے! اور اِن اسباق میں وُہ کیا کیا سبق دیتے ہیں؟ آیا اس دیوان میں گل بکاؤلی کا رونا رو دیا ہے، یا کوئی جواہر اخلاق پر دیا ہے یا محض وقت ہی کھو دیا ہے، یا اُسے سکارت لگایا ہے؟

ہمارے سامنے اِس دُنیائے غدار کے لئے جس قدر نیکی کا نیک سرمایہ ہے، اور جس کا ہمیں علم ہے، ہم اُسے اِس ترازو میں تول سکتے ہیں، صاحب اخلاق و ادب اپنی وسعتِ معلومات کے تلاش کرنے پر اِس میں سے بہت کچھ پا سکتے ہیں، اگرچہ اِن کے گوناگون مضامین کی صحیح منطقی تقسیم کا کام ناممکن ہے، تاہم جو جو اشعار جس جس مضمون پر دیکھے گئے، تقسیم منطقی کے سپرد ہوئے اور وہ ہمارے ارادہ کی تکمیل کے لئے کافی ہیں، ہم نے داغ بیل ڈال دی، اہلِ نظر مکمل فرمالیں گے،

برہمن کا بیان و کلام رمز و ادا اور معمّہ سے پُر ہے

؎ بر ہر زباں برمز و ادا بگذرد سخن
اما بیان اہلِ سخن ایں ادا کم است (برہمن)

رمز و ادا اور معمّہ گو ایسی صنعتیں ہیں، جو کلام کا لُطف بڑھاتی ہیں، مگر حقیقتاً یہ بڑی کارآمد ہیں، جو بیان کہ صاف ہو، وُہ بالعموم نقصان دہ ہوتا ہے، مگر جو بیان رمز، ادا، کنایہ اور معمّہ میں بیان کیا جائے، وُہ یہ فقط آفات سے محفوظ رکھتا ہے، بلکہ کلام میں

خوبی پیدا کرتا ہے، برہمن اپنے ایمان و اعتماد سے جس راستہ سے گزر رہا تھا، وُہ ظاہر ہے، اُس کی زبان صدقِ بیان کے لئے ضروری ہوا کہ وُہ اپنا کلام رمز، ادا، کنایہ اور معمہ کے پردوں میں بیان کرے، چنانچہ ہم اپنے ناظرین اور شائقین کلامِ برہمن کی خدمت میں باادب التماس کرتے ہیں، کہ وُہ تحریرِ برہمن ذرا سمجھ کر پڑھیں، اور خوب غور کریں، طرح طرح کے مفہوم کا انکشاف ہوگا، وُہ خود یہ راز ظاہر فرماتے ہیں، کہ سب لوگ شاعری کا دم بھرتے ہیں، اور یہی شاعر رمز و ادا کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، لیکن باوصف اِس سخنی حکومت کے ہیں سب کچھ لکھ گیا، اور کسی نے کچھ نہ سمجھا، ملاحظہ ہو مکالمہ تیر خوش و ناصر علی سرہندی و آمر، برہمن خود ادا فرماتے ہیں ؎

شُنیے کہ لعلِ لبش شیوۂ مسیحا داشت ہزار طرز سخن در سخن بایما داشت

دُنیا و مافیہا

زگفتگوئے جہاں لب ببند و فارغ باش کہ کارِ ما و تو در حلِ این معمہ نیست

سب کہتے ہیں کہ دُنیا ناپائدار ہے، اور دولتِ دُنیا سے زیادہ فانی، سب مانتے ہیں، مگر سب پائداری کے سامان بناتے ہیں، جس سے مفہوم ہوتا ہے، کہ کہنے کے لئے دُنیا ناپائدار ہے، مگر عمل کرنے کے لئے نہیں، اِس میں بڑا کوئی نکتہ ہے،

دُنیا میں جو پیدا ہوا، وُہ قسامِ ازل کی تقسیم کے موافق اپنا حصّہ ضرور پائے گا، خواہ بُرا مانے، خواہ خوش ہو،

اگر یہ خیال دُنیا میں ذہن نشین ہو جائے کہ دُنیا اور اس کی دولت دونوں ناپائدار ہیں، تو ایسے ہر انسان کو فرحتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، اور وُہ دُنیا کے تمام مصائب و تکالیف سے نجات پا لیتا ہے، پس دنیا میں رہ کر اُسے فانی سمجھنا ہی معراجِ کمال ہے، ورنہ تعلقات کی کثرت موجبِ حسرت و افسوس ہوتی ہے، انسان گھُل گھُل کر اپنی جان دیدیتا ہے، اور دوسرے کی لے لیتا ہے،

برہمن شروع سے قدیم تقسیم زندگی کے منازل اور مراحل پر کمربستہ تھے، اور آخرش سب مراحلِ زندگی بڑی بڑی خوبی و عمدگی سے طے کئے، کیونکہ ایسی قدیم طرزِ تقسیم زندگی میں

دنیا و مافیہا بھی لطف دیتے ہیں، برہمن کا اپدیش ہماری رہبری کا باعث ہو سکتا ہے۔ کہ عالم باعمل تھا۔

ہر کہ اسباب تسلی را فراہم سے کند　　راہ در پیش است تدبیر خطا دانستہ است

کارواں بگذشت بانگِ از درائے برنخاست　　عالمے گم گشتہ واز جائے صدا برنخاست

ہرگز بکام کس نہ بہ چرخ ستم نژاد　　این دور دیر رو دگار رندانہ بکام کیست

با داغ عشق ساز برہمن کہ چند گاہ　　الفت میان پنبہ و داغ غنیمت است

بحر دنیاست پُر ز سیل حوادث بسیار　　تکیہ بر رہگذر آب رواں نتواں کرد

ز بے ثباتی قصرِ زمانہ دانستم　　کہ نقش بنیادہ بر روئے آب خواہم کرد

دنیا چہ بود کہنہ سرائے و خرابے　　خوابے و خیالے و حبابے و سرابے

جہالت

برہمن ہر کہ ابلہے یافت از معرفت بی نوا　　بسنگ خارہ سازد لیک با کودن نمی سازد

خدائے کریم لیاقت سب کو بخشے اور جہالت کا وجود اس دنیا سے نابود کر دے، ورنہ کم از کم ہندوستان پر تو یہ مہربانی ضرور فرمائے گو اس فضل و کرم کی تقسیم اعلیٰ سے یہاں کی آبادی ایک فیصدی بھی نہ رہے گی، مگر وہ ایک لاکھ پر بھاری ہوگا، برہمن کا آئینہ دل ان پتھروں سے ٹکرا کر چور ہے، اور برہمن ہی پر کیا موقوف ہے ہر عقلمند کا دل صافی ان سے نفور ہے، اس سلسلہ میں اوّل سری بھرتری ہری سے کچھ سن لیجئے۔

"پہاڑوں اور بنوں میں جنگلی جانوروں کے ہمراہ مارے مارے پھرنا اچھا مگر جاہل کے ساتھ بہشت میں بھی رہنا برا ہے"

ہر چند بہ سنگ خارہ سازم　　با سنگ دلاں چہ چارہ سازم

با ناکساں سنگدلاں حسن اختلاط　　باشد بروئے سنگ زدن آبگینہ را

علم بے عمل

بروز حشر گر از برہمن سوال کنند　　ز علم بے عمل خویشتن جواب دہد

برہمن کی یہ پوری تعلیم ہے کہ بغیر عمل علم کوئی چیز نہیں، اس مسئلہ پر سب کا اتفاق

ہے اگر اِس سے اتحادِ قلبی کوئی نہیں کرتا، عمل علم کے ہاتھوں اِس لئے نالاں ہے، کہ وہ جان بوجھ کر غفلت کرتا ہے، برہمن سمجھاتا ہے:-

دلم ز نسخۂ علم و عمل ادب آموخت — چہ باشد ار بودم اندکے زباں گستاخ

چو بستہ دل آزادہ را بہشت رباط — کہ زادِ حسنِ عمل میرسد براہِ صراط

بآزادئے سرو رسے مست پاستے — کسے را بیک سرِ موئے بیازار

دلآزاری

"جہالت" اکثر الاولاد ہے، اور دُنیا کے ۳/۴ حصے پر قابض ہے، دل آزاری بھی اُسی نسل سے ہے، روحانیت اِن جانداروں کی دشمنِ جان ہے، جہاں یہ بڑھی اِن کی اولاد گھٹی، پس جہاں روحانیت کا دَور ہوگا، وہاں جہالت کا خاندان کافور ہوگا، اِس کا گناہ بھی گناہِ بے لذت ہے، مگر جذبۂ انتقام اِس شرارت سے باز نہیں رہتا، مسلمانوں کے قدیم بزرگ شبلی[1] جیسے خدائی بندے اگر دُنیا میں پھر پیدا ہو جائیں، تو ایک کثیر حصّہ اس دوزخ سے نکل جائے، جہاں پہلے ہندی، سانپ، بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو مارنا بھی پاپ سمجھتے تھے، اب اپنے بھائیوں کی دلآزاری میں لطف پاتے ہیں، اے گاندھی تو اپنی جیو آہنسا کی بُو دُنیا میں پھیلا، کہ اِس میں سب کا بھلا ہے، آپ نے دیکھو کہ برہمن کس درد سے بیدردوں کو بیدردی سے روکتے ہیں؛

اُولُو العزمی یا بلند حوصلگی

ما برہمن مشکلاتِ روزگار آساں کُنم — ہر چہ مشکل تر بود آثار آسانی در وست

دُنیا میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے، کہ جو اپنے حوصلہ کے پَروں سے اُڑ کر دشمنوں سے بچ کر فلک الافلاک پر پہنچ جائے، شیر مقابلہ میں آئے، اُس پر بھی جھپٹ پڑے، اگر دریائے بے پایاں راستے میں حائل ہو، فرشِ قالین سمجھ کر عبور کر جائے، غرضیکہ جو خیالات پست خیالی سے پیدا ہوں اُن کا دشمن ہو، مصلحانِ قوم، ریفارمرانِ ملک، شعرائے زماں اور ہادیانِ دین، ارادے کے پورے اور حوصلہ کے بادشاہ ہوئے، ایک نے لاکھ کے قلوب پر فتح پائی، برہمن نے بھی اپنے حوصلہ کے زور

[1] ولیِ مشہور سے مراد ہے [illegible]

سے اپنا یہ مشن باحسن الوجوہ پورا کیا' اس کے کلام میں ایسی شجاعت' بلند خیالی' عالی ظرفی اور بلند حوصلگی بھری ہے کہ جو فاتحانِ ملک میں بھی نہیں پائی جاتی' اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے دل و دماغ کی کمک سے دنیوی فاتحانِ اعظم کے قلب پر فتح پائی تھی'

ہم نہیں چاہتے کہ ایسے عالی خیالات اور پاک جذبات اس کے دیوان میں سوتے رہیں' ہم نے اپنے ملک کے نوجوانوں کے قلوب میں یہ جذبہ پھونکنا ہے' اس لئے چند شعر پڑھے جاتے ہیں' اور اس کے ساتھ یہ بھی اُن کا وعظ ہے کہ انسان کو ہمیشہ شگفتہ رہنا چاہیے' تنگدلی غنچہ دل پژمردہ کر دیتی ہے ؎

وجود مردم دانا بود ہمیشہ بہار	چو غنچہ تنگ مباش اندریں شگفتہ ریاض
عاقبت از منزلِ مقصود مے یابد نشان	ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست
در راہِ عشق یک قدم از خویش پیش باش	شوریدہ را صدائے جرس احتیاج نیست
بلا نوشاں حذر کمتر کنند از ہر چہ پیش آید	کہ خوں اندر مذاقِ تلخکاماں شیر میگردد
در معرکہ عشق درآید چو برہمن	ہر کس کہ بمیداں جگرے داشتہ باشد
ترا اگر دل سنگیں بود مرا چہ زیاں	کہ من مقابلِ آں جانِ آہنیں دارم
نہ چو پروانہ بیک شعلہ زپرواز افتم	گر بر آرند ز آتش ز دم دیباز افتم

جستجو | مبین بکوتہیِ خویش و پا فراز نہ (برہمن)! کہ بالِ ہمت پروانہ میرسد بچراغ

دنیا میں جو کاہل اور سست بنیاد ہستیاں ہیں' ناکام ہیں' کیونکہ کام سے گھبراتی ہیں' وہ اپنی سستی اور کاہلی سے تردّد اور جستجو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی معترض ہوتا ہے تو ایسے مزعومی خدا بندے کہہ دیتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی ہوگی وہی ہوگا' ہمارے تردّد اور جستجو سے کیا ہو سکتا ہے' اس اعتقاد کے پرستار آغازِ آفرینش سے چلے آتے ہیں' وید مقدس نے ایسے نکمے گروہ کو تشبیہ کامل سے سمجھایا کہ اے غلط عقیدہ کے لوگو تم نے یہ نہیں سمجھا کہ تم اپنے حواسِ خمسہ سے بھی کام لینا چھوڑ دو' ایسی حالت میں تم حیوانوں سے بدتر ہو جاؤ گے' تم دیکھو

اور دوست سے ملنے رہنے کی ہدایات کی ہیں، اگر کوئی ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے، مالی و جنگی
طاقتوں کا مالک ہے، دانشمند اور فرزانہ اصلاح کار ہیں، احتیاط اور اتحاد و کمک پر
ہیں، اگر یہ بھی آشنا ہو جائے، دم بھر میں کام تمام ہو جائے، اسی طرح ادنیٰ غلام کو بادشاہ
بناتی ہے، گڈریئے کے سر پر تاجِ شہنشہی کا سایہ کرتی ہے، منازلِ دنیوی کے طے کرنے
کے لئے یہی ایک زادِ راہ ہے، جس کے پاس ہے، وہی بادشاہ ہے، برہمن کی نفرت
رغبت درجۂ اعتدال پر ہے، اور ہر کس و ناکس کے کار آمد ہے

گر شاخِ محبت ثمرے داشتہ باشد
نخلِ دلِ من نیز برے داشتہ باشد

شکوۂ فلک اور شکایتِ زمانہ

بحضرتِ معصیت خاموش اگر باشم روا باشد
کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعالِ من

دنیا میں مذاہب کا ظہور ازل سے ہے، اور ابد تک رہے گا، مگر جب ان
میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے، طوفانِ بے تمیزی کے بادل اٹھتے ہیں،
حسد و رشک کی بجلیاں گرتی ہیں، ناکامی اور مایوسی گلا گھونٹتی ہے
اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، اشخاص یا افراد وہ کام اپنی خامی اور سبب سے اپنی اصلیت پر
اتر آتے ہیں، ان پر یہ آتشِ سوزاں اپنا خونی اثر ڈالتی ہے، چونکہ یہ بلا آسمان سے آتی
ہے، اور زمانہ اس کی تعمیل کرتا ہے، اس لئے اپنے مبتلا ہونے والے، آسمان و زمین ہی
کے درپے ہو جاتے ہیں، اور اپنی ضعیف الاعتقادی کی خوب خاک اڑاتے ہیں، اہلِ
زمانہ اپنا شامیانہ زیرِ فلک تانے تیغ کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں، ایسا شکار شکاری کا کچھ
بگاڑ نہیں سکتا، لیکن اپنے مجلسوں سے مخاطب ہو کر وہ وہ بے نقط سناتا ہے، جسے کوئی
دوسرا زبان پر نہیں لا سکتا، اپنے گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے بجائے زبانِ پاک، آلائش
شکوہ شکایت سے آلودہ کرتے ہیں،

بد مذاق اور متعصب حضرات جب اپنے ممدوح کی زبان سے اپنے مذہب کے
خلاف کوئی ایسا کلمۂ کفر سنتے ہیں، تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ "شاعری قیدِ مذہب سے آزاد

ہے" اس نالائق طرزِ حمایت نے شاعروں کو مذہب کی مٹی پلید کرنے کی اجازتِ عام دیدی، جب علمائے مذہب ایسے یاوہ گو، بے دین لوگوں کی پیٹھ ٹھونکیں، تو وہ کیوں دن رات ایسا دلچسپ کھیل نہ کھیلیں، جب اپنی ہی پگڑی اتار لی، تو دوسرے کی دستارِ فضیلت پر ہاتھ دراز کرتے ہوئے کونسی شرم مانع تھی، کیا کوئی سعدی، حافظ، ملا روم کے کلام سے ایسے بے دینی کے کلمے نکال سکتا ہے، معاذ اللہ ذرا عمر خیام کا شکوہ ملاحظہ ہو کہ جس پر سب علما، عمر خیام کی شاعری کی داد ختم کر دینا چاہتے ہیں،

ابریق مے مرا شکستی ربّی — بر من درِ عیش را ببستی ربّی

بر خاک بریختی مے ناب مرا — خاکم بدہن مگر تو مستی ربّی

مولوی ولی اللہ نے اپنی بیجا تاویلات سے کام لیتے ہوئے، عمر خیام کی رُباعیات کے معنی کچھ سے کچھ کر دیئے، مندرجہ بالا رُباعی کا ترجمہ بھی تبدیل کر دیا، اور رُباعی کا مخاطب محتسب قرار دیا، مگر اُن کا ایمان اس تحریف سے کانپ اُٹھا، خوفِ خدا غالب آیا، حالت ملاحظہ ہو:-

"لیکن یہ ترجمہ محض کفر سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے، عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف ہی سمجھا جاتا ہے" اور خاکم بدہن سے اس خیال (تاویل کا خیال نقل کفر سے بچنے کے لئے اب تک نہیں چھوڑا، بجائے صداقت خیال اسی لئے استعمال کیا گیا ہے) کی اور بھی تائید ہوتی ہے یوں بھی دور دراز کی تاویل نہ کی جاوے، تو رُباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کی مؤید ہیں"

ایمانداری کا نمونہ ملاحظہ ہو، افسوس گناہِ بے لذت اسی کا نام ہے، جو تعصب سے پیدا ہوتا ہے، اور اسکی ان کے ہاں کمی نہیں،

عمر خیام کی بدزبانی نے جو کلمۂ کفر ادا کیا، کیا اس سے بڑھ کر کسی بے دین کی زبان سے کلمۂ کفر نکل سکتا ہے، برہمن ایسے بد دینوں کو سمجھاتا ہے،

اے مرغ پر شکستہ فغاں در قفس مکن

برہمن جب دیوتا کے اعتقاد و مذہب کا پجاری ہے، اُس کے دھرم میں ایسی بے ہری کے کلمات کہاں مل سکتے ہیں۔ دوستوں نے کہا کسی شاعر کی شاعری کا محاکمہ اُس وقت تک پُرلطف نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اُس شاعر کے طرزِ شکوہ شکایتِ زمانہ کے رنگ نہ دکھائے جائیں۔ ہم نے اپنی بے سمجھی سے کہ ایسے ہی حالات کے زیرِ شاگردی تعلیم و تربیت پائی تھی، تعلیم و تربیت برہمن پر نظرِ تجسس شروع سے آخر تک ماری، مگر وہاں ایک کلمہ بھی اُن کے قلم کا نہ پایا، اپنی محنت و محرومی اُن سے بیان کی، وُہ خاموش رہے، جب کلام پر دوسری نظر پڑی، تو یہ راز کھُلا کہ پختہ اعتقاد، خوش بنیاد، صابر و عابد کی زبان پر یہ کلمات آہی نہیں سکتے، وُہ ترکِ خواہشات کا دلدادہ، مدعائے دنیوی کا محروم القسمت تھا جس کو کوئی ناجائز خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی تو "شکوۂ فلک" اور "شکایتِ زمانہ" کی آلائش سے اُس کی زبانِ پاک کیونکر ملوث ہوتی۔ اب بدمذاق خواہ اِن کی کمزوریٔ بیان سمجھیں، یا خوش مذاق خوبیٔ کلام، ہم یہ نمونہ کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں ؎

منصبِ عجز و بودن از آشوب فارد برکنار　　　مرد را مطلوب انصاف ست نا مکر است

اِس کے برخلاف اُن کا کلام کا میخانہ "انسانی معذوری" "تقدیر و تدبیر کی بے بسی" "اقبالِ معصیت" "عجز و نیاز" "گریہ و زاری" "تسلیم و رضا" کی مختلف قسم کی شرابوں سے بھرا پڑا ہے، اب ہم ہر ایک کا مزہ چکھاتے ہیں، اور ساتھ ہی اپنے گذشتہ دورِ زندگی کے الفاظِ شکوہ و شکایت ندامت کے ساتھ واپس لیتے ہیں، کہ جو اِس گنہگار قلم نے کبھی لکھے، برہمن خوب لکھتا ہے:-

فلک کند کجی، اہلِ روزگار درست　　　کہ جملہ طفلِ رضیبند و آسمان اُستاد

تدبیر و تقدیر کی قسمتوں کا فیصلہ

؎
برہمن حاصلِ تدبیر تو باشد معلوم
کرم او ست کہ تدبیر خطا آورد راست

"تدبیر کرو اور تقدیر پر شاکر رہو" ٹھیک ہے، اور سخ کی نشانی "تقدیر پر شاکر رہو اور

تدبیر نکرد، بدنصیبی اور ناکامی کی دلیل ہے۔ برہمن نے یہ مسئلہ خوب حل کیا ہے۔ شعر مندرجہ عنوان کا لطف لینے کے بعد اشعارِ ذیل پڑھیے ؎

بتی ز تقدیر آرادش ہمیشہ باشد دست کسے کہ دیدہ چو پوشد ز امید باز کشد

چو باشد کارہا در پردۂ تقدیر چوں دانا پئے آرائشِ دکانچہ تدبیر می گردد

کجا بعالمِ تقدیر سے تو انے برد کہ ماندہ بغلط در شکنجۂ تدبیر

نہ فکرِ شیخ نہ تدبیرِ برہمن ماند کہ اصل مصلحت کار در ارادۂ اوست

انسانی معذوری

جب شاہجہان سا ذی شان بادشاہ ایک آن کی آن میں اپنے بیٹے کے ہاتھوں زندان بلا میں ڈال دیا گیا، شاہی محل گھر کے مالکوں و محافظوں نے تہ تیغ کر دی تو جو اصحاب مغلیہ سلطنت کے جاہ جلال سے واقف تھے، انسانی معذوری و مجبوری کے قائل ہو گئے۔ برہمن نے سب کچھ دیکھا، اور ہم نے سنا، جو اثر سننے سے ہو سکتا ہے وہ تو ظاہر ہے، مگر جو اثر دیکھنے کا ہو سکتا ہے، اسے برہمن سا ذی ہوش ذکیا، ادنیٰ و اعلیٰ دماغ محسوس کرتا ہوگا۔ جب برہمن کا محبوب و ممدوح ولیعہد حقدار سلطنت شہزادہ دارا شکوہ برہنہ ہاتھی پر دارالخلافہ کے بازاروں میں تشہیر کیا گیا، اور جلادوں نے مسور کی دال بھی کھانے کی مہلت نہ دی، تو کیا سوائے اورنگ زیب کے دل کے کوئی ایسا دل ہے کہ جو انسانی مجبوری کا تماشہ دیکھ کر معذوری کا قائل نہ ہو جائے۔ برہمن نے اس سلسلہ مزید میں بہت کی باتیں لکھی ہیں، آپ ایک دو سنئے اور سمجھئے ؎

دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد جائے محفوظ تر از سایۂ دیوار نیافت

دل بسے رفت پئے کام بجائے نرسید لعل لبہا دے لعل شکر بار نیافت

خود براہِ تو بسیار فت کار نساخت کہ ایں معاملہ را اختیار دانا نیست

صحبتِ جمع بہم چرخ کجا آرد راست

کار ما بہ سر زلفِ تو خدا آرد راست

صبر و استقلال

عیش از نبودِ شیون ما کس نگرفتہ است گل گر نبود گلخنِ ما کس نگرفتہ است

صبر و استقلال آفات کے دشمن اور قلب کی راحت ہیں، جو چاہے آزما دیکھے، اِن کے بغیر گذارہ نہیں، جہاں یہ نہیں، اطمینان و سکون نہیں، جہاں اطمینان و سکون نہیں، وہاں زندگی نہیں، لیکن یہ سامان بڑی مشقت میں پانے کے قابل ہیں، برہمن سبق پڑھاتے ہیں ؎

مانندِ نسیم از درِ و دیوار درآئیم در راہِ طلب دامنِ ما کس نگرفتہ است
گنجِ زر گر نبود ہمت باقی باد دامنِ پُر گہرِ چشمِ گہر ریز بس است

سلامت روی

قدم دلیرمنہ در سرائے بے تُنیاد کہ استقامت خس مشکل است در رہِ باد

مطالعۂ فطرت اِس امر کا مقتضی ہے، کہ جو کام ہماری سمجھ میں آئے، ہم اُس سے سبق حاصل کریں، آفتاب کی تمازت اعتدال پر ہے، ماہتاب کی درخشانی معتدل ہے، جب ہماری غلطیوں سے نظامِ فلکی میں فرق پڑجاتا ہے، تو بارشیں اعتدال چھوڑ دیتی ہیں، قحط و وبا نمودار ہوتے ہیں، اور تمام عالم میں عالمگیر تباہی و بربادی کا منظر نظر آتا ہے، اِسی طرح سے جو انسان اعتدال سے تجاوز کرتا ہے، اُس کا شکار ہوتا ہے، اُس کی خرابی اثر لائے بغیر نہیں رہتی، برہمن نے ترازوئے اعتدال صحیح رکھنے کے لئے بڑا زور دیا ہے ؎

قدم ز اندازہ بیروں از پئے مطلب نگذاریم کہ دامانِ تحمل آشنائے پائے ما باشد
گرفتہ پیرِ مغاں جام می بکف بشگفت کہ ایں قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

راستی

راستی نیست ز کج دار و مریز راست گویم کہ راستی دگر است

"راستی" ہر قوم و ملت میں تلقین کی گئی ہے اور اسے پارسائی کے درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے، مگر دروغ بیانی کے حملوں نے اِس کا دامن تار تار کر رکھا ہے، کون ہے کہ جو راستی کا دعویٰ کرے، یہ جنس ایمان کی جان ہے، اور مادی ترقیات کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہے، یہ منزل سخت کٹھن ہے، اور ایسی بے ڈھنگی کہ قدم قدم پر ٹھوکر ہے، مگر پھر بھی آفات کی دشمن اور دلی تقویت کی دوست ہے، اور اِس کا انجام فتح ہے،

برہمن نے جس کی بدولت پُرجلال درباروں میں فتح پائی اُس کا نامۂ فتح سُن لیجیے:-

سرنگوں در پردہ اُستے سروِ آزادی تراست ‏ راستی را جملہ شاگردند استادی تراست

ما برہمن ہر چہ بد کردیم خود دانستہ ایم ‏ عذر میخواہیم اگر از ما خطائے رفتہ است

وفا

ہر چند یار پیشہ کند جور و جفا در رو ‏ عاشق ہمیشہ در رہ او مہر و وفا ورزد

جنسِ "وفا" گو ارزاں ہے مگر نایاب، ہر فرد ہی بیشتر اس کا مومن ہو سکتا ہے
مگر ہر شخص اس کا وعدہ دار ہوتا ہوا، اس سے تہی دست ہے۔ اس کا آغاز ظلم، اور انجام فتح یہ
ہے، وفا عزت و آبرو کی نگہبان ہی نہیں بلکہ اس کی نمائش باعث افزائش و آسائش دل ہے۔
بے وفائی سے سلطنتیں، ملک، قومیں تباہ ہو جاتی ہیں، برہمن نے نام نہاد وفا کے دعوے
داروں کی بے وفائیاں ہی نہیں دیکھیں بلکہ انکی کھرابیاں بھی دیکھیں اور بھرے دربار میں بیٹھے کلمہ گو، اپنے ہم قوم
اپنے آقا، اپنے ولی نعمت، اپنے ظلِ سبحانی کے خلاف اُن لوگوں نے بے وفائی کی جو پشتوں
سے نمک کھا رہے تھے اور بعض وہ کم ظرف تھے کہ جو بکریاں چراتے چراتے سلطنت کے ستون
بنے ہوئے تھے۔

برہمن نے اپنے نقدِ سخن میں اس جنس کی دکانداری پر بڑا زور دیا ہے، چونکہ یہ
گرانی جنس زمانے سے مفقود ہو رہی ہے اس لیے برہمن دنیا سمجھ کر اشعار ذیل کے ذریعہ
اس کی خریداری پر مائل کرتا ہے کہ مایۂ انسانیت ہے۔

وفائے عہد تو از بوالہوس نمی آید ‏ کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمی آید

ز ناہموارئ دنیا گذر کن ‏ کہ آسان بگذرد از مرد ہموار

سخاوت

آنکس کہ بداد و گشت خورسند ‏ کو وقت تو خوش کہ کیمیا یافت

خیرات اور سخاوت ایک ہی بات ہے، سخی کی یہ صفت سخاوت کہلاتی ہے
اور ہر سطحی سخی کہا جاتا ہے، سخاوت کا فیضیاب عطیہ بخشش اور خیرات کے نام زد کرتا ہے،
سخاوت اور خیرات کی فوری تعریف کر سکتا ہے کہ جو اس عطیہ کا بھی کا مستحق ہوتا ہے، برہمن

گو ذات کے برہمن تھے، مگر حقیقۃً وہ اصلی برہمن تھے کہ حقِ خدمت سے زیادہ معاوضہ کے روادار نہیں، اس لئے اُن کے تمام کلام میں باوصف تلاش اس کے متعلق ہمیں ایک شعر ملا جو پیشانی پر درج کر دیا گیا،

صلحِ کل

تو در سر جا دلے ہر کس بجا خویش نیکو بود ز او کو سبھ خوبیست شیخ و در قفائے برہمن ہم

اس فضیلت کی دستارِ فضیلت آن بندگانِ خاص کے سرِ مبارک پر بندھتی ہے کہ جو دربارِ وحدانیت میں داخل ہو کر سب جگہ اسی کا جلوہ دیکھتے ہیں، اپنے کو اچھا دوسرے کو برا نہیں سمجھتے، اور یہ جب ہی سمجھا جائے گا، جب خدا ایک سمجھا جائے گا، وحدتِ وجود کے قائل جب اس امر پر غور کر لیں گے، تو یہ دو رنگی چھوڑ کر وحدت کی معنوی رنگت میں رنگے جائیں گے، پھر ان کے بیان و کلام سے گنگا جل اور زمزم کے چشمے پھوٹ نکلیں گے، خدا اس رحمتِ عام کو سب کے کشتِ قلوب سیراب کرے، خصوصاً ہندوستان کو کہ جہاں مسلمانوں میں مسلمان کافر سمجھے جاتے ہیں، اور ہندوؤں میں ہندو ملیچھ اور اچھوت،

برہمن تین سو برس پہلے نسلِ آدم کے جھگڑے او افراد کو سمجھاتے ہیں:-

درحقیقت نیست چوں بیگانگی در روزگار ما بجز بیگانگاں را آشنا نہ دیدہ ایم

ایں جہاں ہر دو کشمکش سبحہ و زنار عشق است گذشتن ز سرِ زیبِ شیخ

حدیثِ عشق از کفر و اسلام برتر است مستغنی برہمن در محبت کفر را شد قبلۂ خواہی ہا

خودداری

بچشم ہست من نشاں رو خار نکیست دریں چمن بجز ان نسبت بہا کیست

آج کل دنیا میں اگر کوئی رحمت باعثِ زحمت ہے تو دیانت داری ورنہ آتی کی طرح ایک خودداری بھی ہے، زمانۂ سلف میں یہی ایک جوہرِ انسانی سمجھا جاتا تھا آج کل باعثِ ننگ ہے، خودداری کے معنی یہ نہیں کہ کسی کی توہین و تضحیک کی جائے، دل آزاری و نفرت ظاہر ہو، خودداری دوسری شکل میں صبر کا دوسرا نام ہے کہ جس پر سب خوبیاں منحصر ہو جاتی ہیں، خوددار بھوکے پڑا رہے، ہفتہ بھر کا بھوکا، ناک پر ناک رکھے، دولت و عروج، عاجزی دکھا جیت

پیرلات مارتا ہے، دُنیا کے اربابِ غرض دُنیوی خواہشاتِ فانی کے لئے تردد و جستجو کرسکتے ہیں، اگر وُہ ایسی جستجو کریں گے، جو اُن کی آبروریزی کا باعث ہو، حرام ہے، پس اس سے بچنے کیلئے جو شخص بے قرار رہتا ہے، وُہ "خود دار" کہلاتا ہے، اور اُس کی عادت صفتِ "خودداری" سے متصف ہوتی ہے،

اِس کی مخالفت والدِ تمنّا اور مُدعا ہیں، جب وُہ اُنہیں عاق کر دیتی ہے، تو پھر برہمن خود دار ہو کر بڑے لُطف سے دن کاٹتی ہے، خودداری کا درجہ منازلِ انسانی میں بڑا بلند ہے، اِسی وجہ سے بہت کم رسائی ہوتی ہے، برہمن چوٹی پہنچ کر خواہشاتِ دُنیا ترک کرکے اپنی جنس کے بھولے بھٹکے افراد کو بہ زور آواز ہیں دے کر صحیح راستہ بتلاتے ہیں، اگر ایک اہلِ دُنیا ہیں کہ کان پر آواز نہیں دھرتے، بلکہ اُن سے بے غیرتی و بے شرمی کے وُہ وُہ افعال سرزد ہوتے ہیں، کہ خودداری اِس ملک سے رُخصت ہو کر اِدھر کا دھیان نہیں کرتی، اے سراسے فانی کے فانی ترہندوا ذرا برہمن کی آواز پر کان لگاؤ ؎

از بہرِ این و آن نکشم منتِ کسے　　　آبِ من آب دیدہ لب و نانم آفتاب

دلم ز جا نہ رود از بلند و پستِ جہاں　　　گر نزد اہلِ خرد وضعِ روزگار یکے است

چو مرد مردمِ آزاد و با ہتِ بلندِ سنی　　　بزیرِ دورِ فلک پشت را دوتا نہ کند

نازم بسیر چشمیِ ہمت کہ چشمِ من　　　ہرگز بروئے شاہدِ اُمید وا نشد

آبے کہ آبرو ببرد در گلو مریز　　　آب از دو دیدہ ریز و سے آبرو مریز

ما ریزہ چینِ خوانِ کساں چوں مگس نہ ایم　　　منت پذیرِ مائدہ ہیچ کس نیم

چوں غبار را مقید ریم در عالم و لیک　　　زنگ از آئینہ تاریک دلہا میبریم

قناعت

برہمن از ہوس گنجِ بیکسی داری　　　زبس دو حرفِ قناعت شنیدہ ننشینی

خواہش کہو یا آرزو، مدعا کہو یا تمنا، غرضیکہ اِس خاندان کے سب افرادِ انسان کے دشمنِ مادر زاد ہیں، دشمنوں سے ترکِ تعلقات ہی حفظِ آبرو کا باعث ہو سکتا، اِس لئے کہ اُم خاندان کی

جو منہ لگاتا ہے منہ کی کھاتا ہے، یہ مرچ کی طرح چرپرے ہیں، مگر جان لیوا اور عزت کے گاہک جاہلوں نے ان سے ناتہ جوڑا، اُنہوں نے یہ سعادت مندی دکھائی کہ انہیں ہی ہلاک کیا اور خود بھی قعرِ حقارت میں جا پڑے، دانشمند کھوسکے مرتے ہیں، مگر ان سے بات نہیں کرتے آنکھ تک نہیں ملاتے، اپنے تصوردل کے احاطہ تک میں گھسنے نہیں دیتے، خود داری طامع چپڑاسیوں کی طرح دھکے دے دے کر شہرِ خیال سے دور کر دیتی ہے، اور محض اس لئے کہ کہیں انکی صحبت سے قلب صافی داغدار نہ ہو جائے، ان کے چھونے سے غنچۂ دل چھوئی موئی کی طرح پژمردہ نہ ہو جائے، جو موجود ہے، اُسی پر صبر ہے، دست درازی ان کے مذہب میں روا نہیں اِسی عمل کا نام قناعت ہے، یہ دولت ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتی، جو اس کے دشمن ہوتے ہیں، وہ نخت جان کنی کے بعد اُن کی جان لیتی ہے، پھر خفداردں میں گل کھلاتی ہے، یہ وہ آتشبازی ہے کہ صدیوں کا سرمایہ منٹوں میں بارود کی طرح بھک سے اُڑ جاتا ہے، آتشباز بھی نقصان اٹھاتا ہے، تماشبیں بھی خالی نہیں رہتے، مگر جو قانع مزاج اپنے گھر میں بیٹھ کر اس خوفناک آتشبازی کا تماشہ دیکھتا ہے، وہ ہر حالت میں نفع میں رہتا ہے، برہمن اس متاع کا واحد مالک ہے، اور اُس کا مال خانہ اسبابِ ترکِ تعلق و قناعت سے بھرا پڑا ہے، سیر سے دل محظوظ کیجئے، ؎

کیمیاست قناعت کہ چو آید بعمل — آنچہ زیں فلک نتواں یافت بزر زو تواں یافت

من عاشقم مرا ہوس احتیاج نیست — مرغ رسیدہ را بقفس احتیاج نیست

ز اسباب قناعت کار را بر خویش آساں کن — کہ چوں مشکل شود آسانئے ارباب ہمت باشد

براہ آرزو کام دلم ہرگز نہ شد حاصل — ز اسباب قناعت فکر سامانے دگر باید

بدست نفس قضا داد آبروئے بر باد — کسے کہ پائے بداماں آرزو پیچید

آں بلبل شکستہ پر و بالم کہ در چمن — آسودہ ام بہ بستر مشت گیاہ خویش

از جا نمیرود دل آسودہ خاطراں — ایں ملک را بتیغ تحمل گرفتہ است

ترکِ تمنا

مدعا ہر کسے در حاصل ہر مدعاست ۔ ما برہمن ترکِ آں را مدعا فہمیدہ ایم

یہ عالی خاندان، خاندانِ قناعت سے انتساب رکھتا ہے، اگر یہ درجہ مل جائے کیونکہ اس سے منسلک ہوجانے پر خفا کی دروازے آپ سے آپ کھل جاتے ہیں، جہاں مصائب و مشکلات کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اور انسان مگن ہو کر اس کی لذت سے متلذذ ہوتا رہتا ہے برہمن نے یہ لذت اٹھائی اس کا لطف بیان سنئے ۔

کونین را بخلوتِ دل راہ می دہد　　آزادہ کو ترکِ تمنا گرفتہ است

باہمن از مدعا مگو کہ مرا　　مدعا از ترکِ مدعا شدہ است

اہلِ التفات بر سر یک مدعا پیچیدہ اند　　ہر کو رہا تر بود از مدعا فراگذشت

دلِ عاشق مدعائے نایافت　　ہر چیز بہ ترکِ مدعا یافت

فارغ نشست دل ز الم ہائے روزگار　　تا یک دو گام دور تر از مدعا نشست

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق　　براہ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

کسرِ نفسی

ما نورسیاں ہیچ ندانیم ہیچکس (برہمن) ہر کس قلم گرفت ز ما خوب تر نوشت

کون ہے کہ جو فنا ہونے والے دنیوی سرمایہ پر ناز نہیں کرتا، یہ سرمایہ خواہ لیاقت کا ہو، خواہ جہالت کا، نازسب کے حصے میں آیا ہے، اگر یہ خود نمائی انسان کو مردود بنادیتی ہے کیونکہ درگاہِ خداوندی میں مقبول نہیں، قربان جائیں اُن اعلیٰ ہستیوں کے کہ جو کامل و اکمل، فاضل اجل، بے عدیل و بے نظیر ہو کر بھی اپنے آپ کو حقیقتاً ہیچ سمجھے ہوئے ہیں، اسی صفت کا نام "کسرِ نفسی" ہے ۔

برہمن مغلیہ سی پُر جلال سلطنت کا دیوانِ اعظم اور میر منشی تھا، بولیوں کا مالک، فنِ سخن کا حافظ اور قلم کا دھنی تھا، سنا شیر قضا نا شیر کا محرر و مجوزہ ہندوستان سے نکل کر ایران، توران، کابل اور دیگر ولایتوں میں اُس کی لیاقت کا سکہ جاری تھا، حسب ایرانی خصوصاً شیرازی زبان فارسی کے لفظ برہمن کی زبان سے سنتے تھے، تسلیم مانتے تھے، اگر اللہ سے خاکساری اور

چھپائیے، برہمن کے مشورے خاموشی سے سنئے ؎

با صبا گر رازِ دل گفتیم، عیب ما مکن ‏ ‏ درمیانِ آشنائی ماجرائے رفتہ است

ادبِ عشق چو آموزگار ما گردد ‏ ‏ نخست شرطِ محبت، بحفظِ راز کند

عاشق آنست کہ پوشیدہ بود رازِ دلش ‏ ‏ ننگ عشق است اگر چاک گریبان داری

رازِ عشق است کہ در سینہ نہاں باید داشت ‏ ‏ باکسے مصلحتِ رازِ نہاں نتواں کرد

خاموشی

کشیدہ سر بگریبان و پائے در دامن ‏ ‏ چو طفلِ غنچہ خموش شدند مردمِ دانا

برہمن نے خاموشی پر بڑا زور دیا ہے، اور بار بار یہ سمجھایا ہے کہ کوئی سننے سمجھنے والا نہیں، نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ تمہیں اختیار ہے، غنچہ کی طرح خاموش رہ، یہ فہمائش عہدِ مذکور کے واقعات اور حالات کے بھی عین مطابق تھی، اور یہی وہ راز ہے کہ جس سے ہر انسان شر سے محفوظ رہ سکتا ہے، برہمن نے زمانہ کی منتہائے استعدادِ قابلیت دیکھ کر اُن حقائق و معارف اور حالات و واقعات کا انکشاف مناسب نہ سمجھا، جنہیں اُن کی چشمِ بصیرت نے دیکھا تھا، وہ مخفی راز سمجھاتے ہیں ؎

زہر چہ ہست زبانِ عرب فصیح تر است ‏ ‏ بجز آں خموشی کہ افصح از عرب است

سخن ز عشق بگو ورنہ اوّل از سرِ ہوش ‏ ‏ بضبطِ رازِ محبت بیار حوصلہ را

چو دردِ عشق رسد خواہشِ دوا کفر است ‏ ‏ دریں معاملہ اظہارِ مدعا کفر است

بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود ‏ ‏ ز عندلیب دہانی پُر از نوا کفر است

رازِ دل را چوں سوسن آزادہ نتواں گفت فاش ‏ ‏ ہمچو برگِ لالہ در دل داغِ پنہانی بس است

در سینۂ خود، رازِ غمِ عشق برہمن ‏ ‏ چوں غنچہ بصد پردہ نہفتیم و نگفتیم

رہبرِ کامل

نظر بر نقشِ پائے رہروانِ راہ می بندم ‏ ‏ کہ شاید رفتہ رفتہ نقشِ پائے رہنموں گردد

زمانۂ قدیم میں سالک و رہبر کی ہر کام میں ضرورت پڑتی تھی، جب ہی کامیابی ہوتی تھی، آج کل خود رہبر ہی رہبری نہیں کر سکتے ہیں، رہبر کے بغیر منزل

مقصود پر پہنچنا ناممکن ہے، اور رہبر کا ملنا اس سے بھی زیادہ ناممکن، مادیات کی رو ونق میں اس سے ہر بزم خالی پڑی ہے ؎

بزم بے شمع است ورنہ با ہزاراں بال شوق　　بر تنِ من ہر سرِ مو کمتر از پروانہ نیست

سراغِ راہِ حقیقت ز مردِ عارف کن　　چو پے بُردہ نبری آشنائے راہ طلب

برہمن از ہمہ سو می وزد نسیم شمال　　خوش آں کسے کہ نسیم شمال ہمرہ اوست

علاجِ تیرگیٔ طبع بر فضول کنم　　اگرچہ مرشدِ کامل دہد قبول کنم

برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلباں　　چہ خلشہا کہ نہ در گوشۂ خمول کنم

مرا بر اثرِ راہ رواں گامِ ما چہ کم　　گامے ز دیر کو بیش بود قافلہ از من

قدم کشیدہ گذشتند تشنگانِ طریق　　ز فکرِ جامِ برہمن ہنوز ماندہ راہ

چیستانِ حیات

حدیثِ عشق برہمن بسر نمے آید　　ہزار نسخہ نوشتند بیش ازاں باقیست

ہم کہاں سے آئے؟ کیوں آئے؟ کیا کرنا ہے؟ کیا جاننا ہے، کہاں جانا ہے؟ اور کیا انجام ہے؟ یہ وہ لاینحل سوالات ہیں، کہ جن کے حل کرنے میں وید، ژند و اوستا انجیل اور قرآن بھی بے زبان ہیں، یہ فلاسفۂ دنیا بھر کے فلاسفر بیقرار مرحل نہ کر سکے، جب قدیم و جدید سائنس اپنی برقی روشنی اس طرف لے گئی، مادیات کے اندھیرے میں غائب ہو گئی، عقلیں بے عقل ہو گئیں، اور آخر میں سب نے لاعلمی ظاہر کی۔

عفت مآب مسلماۃ حقیقتِ ازلی مستورہ کو کون بے ستر کر سکتا ہے؟ جو اس کا برقع اتارنے کی کوشش کرے، خود ہی در بدر مارا مارا پھرے، حریمِ اسرار کا محرم کون جو چاک کرے؟ اور اس مقدر کے محرمِ راز ہو سکا کون جو سے کرے، اس پردہ کے اندر ایک ایسا معشوق رنگکاری ادائے خاص سے محوِ تماشہ ہے، کہ ذرہ سے آفتاب کو حرکت دیتا ہے، شاہ کو گدا کے قدموں میں جھکاتا ہے، چیونٹی کو ہاتھی پر سوار کراتا ہے، کمزور کو طاقتور پر فتح دلاتا ہے مگر نہ خود نظر آتا ہے، نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، وہ انسان کہ جو اپنی خوش قسمتی، بدقسمتی، کسوف و خسوف یا گردش

خشک سالی، قحط، وبا کے اسباب و علل، علم طبعیات و سائنس کی مدد سے جان گیا، تیر کی ایک زد سے تمام پتے چھلنی کر دیئے، ترکش چلا کر تیر واپس بلا لیا، زمین و آسمان پر راستے بنائے، نوشتۂ تقدیر پڑھا، اس دریائے حقیقت کا ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکا، ہر چند علم و فضل کے ادیب کشف و کرامات کے کاشف، رازِ ربانی کے رازدار، اپنی اپنی فہم و دانش کے شمع جلاتے رہے مگر اس ظلمات کا راستہ نہ پایا، جنہوں نے کچھ سراغ چلایا، پہلے اپنے آپ کو کھویا، تب کچھ پایا، اور پھر ان کا پتہ نہ پایا، مصرع، "آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد"

برہمن کا تن بدن، برہمنہ مذہب کی اُس عالم ایجاد کی بھٹی میں پگھلا تھا، کہ جو خصوصیت سے اُس کے لئے تیار کی گئی تھی، اُس نے وہی نکات بیان کئے، کہ جو جہول و ظلوم نے نذرِ آتش و دھنائی کر دیئے تھے، برہمن نے پراچین گرنتھ اُسی نظر سے دیکھے، کہ جس نیت و غرض سے وہ لکھے گئے تھے، رشی ذہن منی آریہ ورت کے عالمانِ آفتاب صفت بھی ذرہ سے زیادہ حقیقت نہ رکھتے تھے، وہ پہیلیاں اس طرح حل فرماتے ہیں :-

"اے انسان تو کمزور و ناتواں ہے، اے فرزندِ خاک، فروتنی اختیار کر، جیسا کہ تجھے ہونا چاہئے، کیا تو اپنے خیالات قادرِ مطلق تک بلند کرنے کا خواہشمند ہے، کیا تو اپنے سامنے ہر جگہ حاضر و ناظر ہستی دیکھنا چاہتا ہے، اپنی حالت پر غور کر، سب پتہ لگ جائیگا"

قدیم رشیوں کے وہی خیالات ہیں، کہ جو برہمن نے اپنے گیتوں میں گائے ہیں، اور جن سے اپنے کلام گرمائے ہیں، آریہ آریہ سمجھتے ہیں، عیسائی عیسائی، اور مسلمان مسلمان، کیونکہ آپ نے مودّت کی مناسبت کے لحاظ سے انہیں ایسے رنگ میں رنگا، کہ سفیدی میں سفیدی نظر آئے، اور تاریکی میں تاریکی، برہمن نے اس طرحدار رنگ کا نسخہ مختلف اجزا کی ترکیب سے اپنے تجربۂ تخیلات[1] ظاہر فرمایا ہے، جو ایک سے ایک بڑھ کر تیر بہدف ہے، چند نسخے امانت دار طبائع کے سپرد کئے جاتے ہیں، جو استعمال کرنے کے قابل ہے :-

---

[1] - فاتح قلب سکندرِ اعظم "بہارؔ سنامی"

زآب و رنگِ جہاں چیست برہمن حاصل　　بماند تشنہ لب آں کس کہ بر سراب نشست

بنائے قصرِ جہاں را ثبات ممکن نیست　　بجز اساسِ محبت کہ دیر بنیاد است

درمیانِ چار دیوارِ قفس مرغِ نفس　　حیرتے دارم کہ چوں مے آید و چوں میرود

حاصلِ عمرِ گرامی جملہ خوابِ غفلت است　　ہر چہ با افسانہ مے آید بافسوں میرود

فغاں کہ عمر بسر رفت و ما نفہمیدیم　　ز ہست بود و جہاں مدعا نفہمیدیم

گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی　　سخن نماند و لب از گفتگو نشد خالی

ہزار دستہ از گلشنِ جہاں بردند　　ہنوز ایں چمن از رنگ و بو نشد خالی

ہمیشہ گرمی میخانۂ جہاں باقیست　　ہزار جام شکست و سبو نشد خالی

برہمن کی عمرِ گرامی
اور
دیگر شعراء کی عمرِ ناپائدار

؎ راہ سخت و شیشۂ عمرِ گرامی نازک است
صحبتِ بسیار و خارہ تا کجا خواہد گذشت

ازمنۂ قدیم و جدید کے شعرائے فارسی و اردو بالعموم فکرِ معاش اور تنگیٔ معاد کے ہاتھوں زندگی سے بیزار رہے ہیں، اور یہ بیزاری دنیوی تعلقداری اور اُس کی ناکامیابی کی وجہ سے تھی، نخوت و غرور جو عزّ و جاہ کا دشمن تھا، اُن کا رفیقِ حال تھا، اِس لئے انہوں نے اپنے کلام میں عام طور پہ انسانی عمر کی وقعت خاک میں ملائی، اور اُسے جنجال و وبال بلکہ ہمہ سر حزن و ملال ٹھیرایا ہے، جو اُن کے حالاتِ زندگی کے عین مطابق تھا، اِن میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

فکرِ معاش، عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں　　اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کیا کرے

زندگی سے بیزار شدہ کہتے ہیں ؎

سر جدا کرد از تنم شوخے کہ با ما یار بود　　قصہ کوتاہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود

مگر برہمن ہندی فلسفہ کا قائل و عامل تھا، وہ جانتا تھا کہ انسانی زندگی بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے ملتا ہے، اُس کے ہر نفس کی قدر کی جانی چاہئے، وہ انسانی عمر کی بڑی قدر کرتا تھا

اور اس کو بڑی منزلت دیتا ہے، اسی وجہ سے اُس کا قلم جہاں "عمر" لکھنا چاہتا ہے "عمرِ گرامی" یا "عمرِ گرانمایہ" یا "عمرِ عزیز" یا "نقدِ عمر" وغیرہ سے اُسے عزت دیتا ہے، آپ دیوانِ شریف میں اکیلا لفظ "عمر" شاذ ہی پائیں گے، عمر کی یہ فضیلت ملاحظہ ہو، خدا کرے کہ آپ بھی اس کی قدر ایسی ہی کریں، جو ہر لحظ کا قدردان آپ کو سمجھاتا ہے ؎

حسابِ عمر بتدبیرِ ناصواب گذشت　　فغاں کہ عمرِ گرانمایہ بے حساب گذشت

بکارِ بیہدہ غافل مشو ز عمرِ دراز　　کہ این معاملہ روزے تمام خواہد شد

مدار سید بگوشم ز بیہدہ فیاض　　کہ نقدِ عمر ز کف میرود بکفِ اشخاص

برہمن در شمارِ عمرِ عزیز　　اگرچہ بے حساب رسیدیم

اعزازِ ناصح

ذکر خدا ہائے برہمن میں جلے ناصح ہی کہ گر حساب کنی بے حساب سے آید

فارسی و اردو شعرا ابتدا سے عابد و زاہد، ناصح و محتسب، شیخ و برہمن کے دشمن جان رہے ہیں، اور ایسے سخت کہ دینِ پاک کے لباسِ فاخرہ کی بھی دھجیاں اڑا دیں، اور ایسی مقراضِ سخن سے کہ جس کا تراش خراش سب کو بھایا، اور ہر ایک بے دریغ استعمال میں لایا، اس دیوانہ پن سے نہ تو عابد کا بال بیکا ہوا نہ زاہد کا، اگر اپنی نسلیں تباہ و برباد کر لیں، یہ علت اپنا کلام گرمانے اور جدتِ بیان دکھانے کے لئے کی گئی تھی، بدمذاقِ اہلِ سخن اِن کے دم میں آ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام اُٹھ گیا، اُستادوں کا اعزاز و اقتدار جاتا رہا، بے ادبی بدنصیبی کے مترادف ہے، دراصل ملکی ادبار اِن رہروانِ راہِ بے ادبی کے اشتغالِ افکار کا نتیجہ ہے، ان پڑھے لکھوں نے اپنے ترکہ اور وراثت کے ذریں ورق پر اپنی بدنصیبی کے جو کارنامے لکھے ہیں، آئندہ نسلوں کو خبردار کرنے کیلئے اُنہیں یہاں نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں، نقلِ کفر کفر نباشد،

سعدی سب سے زیادہ واعظوں کے دشمن ہیں ؎

کجا می است کہ لعنت کنی ز عشرتِ آن　　تو بہ کنار رسے تا آفتادہ و مگر تابے

واعظ لا بہ طعنہ گفت کہ روئے بتاں مبیں (لاعلم) اے بے تمیز دیدۂ بینا برائے چیست

عمر خیام واعظ کو اندھا بتاتے ہیں ؎

آسے خواجہ چہ کے کام روا کن مارا دم درکش و در کار خدا کن مارا
ما راست رویم لیک تو کج مے بینی رو چارۂ دیدہ کن رہا کن مارا

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب (لاعلم) درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں (ذوق) کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ (غالب) کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

حالی بیچارے ناصح کو دائرہ انسانیت سے بھی خارج کرتے ہیں ؎

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت خوئی سے تری آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو (ذوق) تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

زاہد شہر کہ ہے سوز طبعی میں بے مثال (اقبال) خشک ہے اس کو فریق ہم صہبا کر دیں

مگر برہمن کی جدت طبع نے ان بے ادب بے نصیبوں سے دن رات صحبت رکھنے کے باوجود بھی، اس کا حقیقی و اصلی راستہ دریافت کیا، اور اسی پر سفر اختیار کیا، فارسی شاعری فکر و شعر خیال میں پہنچنے کے لیے یہ نیا راستہ ہے کہ جس کا آغاز شاعری سے ۳۵۰ سال تک کسی نے خیال بھی نہ کیا تھا، نہ سراغ چلایا تھا، یہ جدید روحانی راستہ دیکھنے کے قابل ہے [illegible] ہمارے ہمراہ چلنے اور راہ دیکھنے کی زحمت فرمائیے اور جدت بیان کا زور آزمائیے ؎

دوش می گفت کہن پیر مغاں از سر لطف کایں نہ آں مست خراب است کہ ہشیار بود
پند ناصح نکند در دل عاشق اثرے مست را صحبت ہشیار بہ کار آید راست
نہ پند ناصح اگر سرگراں شوم چہ عجب کہ کار من بہ حریفان دگر افتادہ است
چہ بود ناصح با جامۂ صد چاک ما یادگار چاک ناکامی فرستے چیست

؎ فارسی نظم کا آغاز ۳۰۰ھ سے سمجھا جاتا ہے جبکہ اول اول رودکی نے شعر کا چراغ جلایا اور اسی شان میں غزلیں اور قصیدے لکھے ۱۰۲۰ھ تاریخ پیدائش برہمن ہے۔ "بہار شناسی"

جمعیتِ خاطر

تراز گردش گردون ہرزہ گرد چہ باک؟ اگر بکشورِ دل آرمیدہ بنشینی
دل کا قائم رکھنا یہی ہے، کہ جمیع خواہشات ترک کر دی جائیں، جہاں جمعیتِ خاطر کی حکمرانی ہے، دُنیا کی سب اشیا اُس کے تابع فرمان ہیں، اور تو اور احکم الحاکمین بھی اُس سے مانوس ہے، ہر طرح کی جمعیتِ خاطر انسانی فرحت و انبساط کا پیام لاتی ہے، مگر جمعیتِ قلب خدائی دروازے کھول دیتی ہے، برہمن کے آگے یہ دروازے کھلے جو دیکھا وُہ سُناتے ہیں ؎

در گوشۂ خمول چو عنقا فتادہ ام — دیگر مرا بصحبتِ کس احتیاج نیست
ہر سو[1] کہ روی سنگِ تعلق برہ آید — رو دانہ ہمہ کس در کشِ دیگر دُشدہ بنشیں
شاید کہ بیابی اثرے تو نے میانش — دم در کش و بار دیگر از خود شدہ بنشیں
خواہی کہ کنی از روش عمر تماشا — یک لحظہ برہمن بسر جوئے بنشیں

صفائی باطن

برہمن بے صفائی دل نگردد کام دل حاصل
دُعا گر صدقِ باطن نیست بے تاثیر میگردد

برہمن کا کلام اگر کہیں مبالغہ سے مملو ہو اہے، تو وُہ "صفائی باطن" کا خیال ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس مرکب کے بغیر فلک کی سیر بھی نہیں ہو سکتی، نہ عالم بالا کی زبان سمجھی جا سکتی ہے، یہ رموز سمجھانے کے لئے مبالغہ سے جس قدر کام لیا جاتا کم تھا، اگر ہم کسی معمولی کپڑے پر بھی کوئی صوفیانہ رنگ چڑھانا چاہیں، تو وُہ اُس وقت تک نہیں چڑھ سکتا، جب تک کہ مُتفرق مصالحات سے اُس کی ظاہری و باطنی کثافتیں دُور نہ کر لیں، پھر انسان کے باطن پر جب تک اُسے پاک و صاف نہ کریں، روحانی رنگ کیونکر چڑھ سکتا ہے،

برہمن نے اپنا ظاہر و باطن نیک افعال و اعمال سے پاک و منزہ بنا لیا تھا، اس پر آسانی سے رنگ چڑھا، اور اُسے لطف آگیا، وُہ دوسروں کو بھی محروم رکھنا نہیں چاہتا،

[1] یہ تمام غزل جمعیتِ خاطر پر ہے، اور مقطع نے تو برہمن کی جمعیتِ خاطر کا نقشہ کھینچ دیا ہے،

اس لئے وہ ایسے ایسے نسخے ممدِ حیات لکھتا ہے کہ جس سے ہر دو جہاں ایک نظر آتے ہیں، چند
نسخے یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں، کہ آج کل باطن کی صفائی کی سخت ضرورت ہے۔

زنگہائے سینہ دہ راہ کینہ را   از نقشِ کینہ سادہ نگہدار سینہ را

گر شوی در پئے تدبیرِ صفائی باطن   ہیچو آئینہ شود صاف سفالے کہ تراست

صحبتِ صافی نہاداں بہ اصفائی دگراست   صیقلِ زنگِ ہوائے نقشِ شیطانی درست

صفائی سینہ طلب برہمن کہ در رہِ عشق   روند بر اثرِ رہروانِ صاف نہاد

سینۂ بے کینہ چوں آئینہ دارم پُر ز مہر   گر رسد در روئے خیالِ کینہ مے آید بہ ننگ

حسنِ عمل از تیرہ دلیہا نتواں یافت   باید دلِ صافی و صفائی یقینے

شب بیداری

تنگ ہی دراز نتواں کرد برہمن   شاید تواں رسید پئے کاروانِ صبح

شراب، کباب، فراق و ہجر، وصل و جدائی، شکوہ شکایت زمانہ اور ہجو
مذمت گل و بلبل وغیرہ مضامین سے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں، اور بھرے پڑے رہنے
چاہیئے تھے، کیونکہ جو ظرف میں ہوتا ہے وہی باہر ہی آتا ہے، اُن کے ممدوح دُور از خیال
تاویلات سے اُن کے دوسرے معنی پہنانے کی سعی ناکام کرتے ہیں،

مگر جو پیرِ مغاں اپنے میکدہ میں روحانیت کے خم بھر کر رکھتا ہے، اُس کے ہاں یہ اشیاء
کیوں حرام سمجھی جائیں، اُس عشرت کدہ کا ساقی روحانیت کے پیگ بلا اخذِ قیمت و بلا تخریب داوچہ
ہر وقت ہر ایک کو پلانے کے لئے بے قرار رہتا ہے، برہمن کا مخانہ اس کا کلام ہے، دیوان اُس کا
ساقی ہے، اب وہ "شب بیداری" کا جام پیش کرتا ہے کہ جس سے معراجِ روحانی کا راستہ
ملتا ہے، آپ بھی راتوں کو جاگ کر اس راستہ کی راہ لیجئے کہ انسانی منزلِ مقصد یہی ہے ؎

سحر از دریچۂ صبح امید کرد بروں   کسے کہ دامنِ شبہائے انتظار گرفت

برہمن زندہ دلاں شب بسحر می آرند   ہیچکس ہیچ بجز دیدۂ بیدار نیافت

فروغِ صبحِ سعادت بود نصیب کسے   کہ تا بہ صبح بشبہائے تار سے بیدار

عجز و نیاز

زروئے عجز بہ بر زمیں جبین نیاز   کہ با شکستہ دلانیم او شکستہ نواز

عجز اور نیاز کے کون معنی نہیں سمجھتا، اور کون نہیں جانتا کہ بام ترقی پر پہنچنے کے لیے زینہ بے خطر ہے، مگر عجز دراور خود نمائی، عاجزی کب کرنے دیتے ہیں، صاحب نصیب وہ ہستیاں ہیں، جو اپنے عروج و جاہ میں عجز و نیاز اور فروتنی کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے ہیں۔ اسلامی نماز نصیب کے عجز و نیاز کی تصویر ہے۔ حضرت محمد صاحب نے اس خود پسند انسان پر اسے فرض قرار دیا تھا اگر آپ بھی کسی نہ کسی طرح سے یہ عجز و نیاز اپنا فرض قرار دیں تو پھر زندگی کا لطف دیکھیں، برہمن نے جو کچھ پایا، اسی عمل سے پایا، اس کا عمل اپنے لیے سبق ہے، یاد کیجیے، ورنہ اس پشیمانی کا کوئی علاج نہ ہوگا ؎

درکنہ ذات رہ نبرد عقل دور بیں   جز عجز چیست تحفہ درگاہ کبریا

بجاسے خواب برہمن بدید چشم رہ   کہ عجز ہم بشے حالت دگر دارد

علاج زنگ گنہ صیقل پشیمانیست   ز کردہ ہائے خطا بعد ازیں پشیماں باش

حاصل عجز از جہاں نقد گناہ آوردہ ایم   نامۂ اعمال سرتا پا سیاہ آوردہ ایم

شد عجز ما وسیلۂ عذر گناہ ما   شستیم ز آب دیدہ حسابے کہ داشتیم

اے خطا پوشش ما زما بگذر   کہ ز ما جز خطا نمے آید

لہ حسرت موہانی "الفاظ کی لطافت اور بیان کی روانی" کے ثبوت ہیں، اس غزل سے کہ جس کے ۷ اشعار ہیں، اپنی سخن پروری کے ضبط میں ۳ شعر حذف کر کے لکھتے ہیں:-

"ہمیں انگریزی مذاق یا انہی کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ اس بیان عشق و محبت کو فضول خیال کریں گے، اور کہیں گے کہ ہم مفید شاعری کے دلدادہ ہیں، ہم تو حسرت کو آج تک ایک لیڈر ہی سمجھتے تھے، اس بیان سے ہم غضب بھی سمجھنا پڑے گا، تمام غزل حقیقی عشق میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ اپنی سخن فہمی سے "عشق و محبت مجازی" کی طرف لے گئے، ہمیں تو اب حسرت کی سخن فہمی پر بھی شبہ ہو گیا ہے، یہ شعر ملاحظہ ہو، اور حسرت کی کامل سخن فہمی کو معلوم ہو کہ کسی شعر میں الفاظ "عشق و محبت" آجانے سے وہ تمام شعر تو "عشق و محبت" کا فسانہ ہو سکتا ہے، اور نہ مذاق شائستہ سے گرا ہوا قرار دیا جا سکتا ہے، یہ جام عشق و محبت، عمر خیام و حافظ کے عشق کے جام نہیں، بلکہ یہ تو برہمن صافی باطن اور زاہد و عابد کے عشق حقیقی کے جام ہیں جو اک درج بالا ذرا اندازہ لو، خود تشریح فرماتے ہیں"

گوشہ ئیست کہ بے زمزمۂ عشق بود   ہر طرف معرکہ و معرکہ آرائی ہست

گریہ و زاری

ز سینہ زنگ برد گریہ کر صاف آید مدار از گہرِ اشک چشمِ تر خالی

شاستر میں لکھا ہے کہ:-

"رونا نہایت مذموم فعل ہے، کسی وقت خواہ کیسا ہی رنج و ملال ہو آنکھوں میں آنسو اور دل پر غبار نہ آنا پائے۔ اگر ذرّہ ذرّہ پر رونا اگر رویا جائے، تو انسانیت قائم نہیں رہتی، دو مقامات اوّل دنیا دوسرا دین بیان کیے گئے ہیں، دنیوی امورات میں اُس وقت رونا چاہیے کہ جب کوئی عزیز لختِ جگر مر جائے، اور پریم سے مت پوچھو کہ کیوں رونا چاہیے، وید مقدس کے آچاریوں کے پاس جاؤ، اور اُن سے پوچھو۔ دوسرا مقام پرمیشور کی حضور میں پرارتھنا کے بعد دونوں وقت گڑگڑانے کا ہے، اور دل سے جو انسان ہر دو مقامات پر اپنے آنسو گرائے گا، جواہر پائے گا"

برہمن بھی اس شاستر کا دل سے عامل ہے، اُس نے قتلِ دارا شکوہ پر خون کے آنسو گرائے ہیں یا خدا کی درگاہ میں اور وہ خود ذریعۂ نجات یہ آنسو ہی قرار دیتا ہے، بیشک جب دنیا میں نخوت و غرور، ظلم و تعدی، خودسری و خودنمائی پیدا ہو جاتی ہے، تو ایسے موقعہ پر عالمِ حقیقی کی درگاہ میں رونا بہت جگہ دنیوی اصلاح کا موجب ہو سکتا ہے، برہمن کا دیوان اس گریہ و زاری سے بھرا پڑا ہے، اور اُس کے نتائج ایسے دلآویز بیان فرماتے ہیں، کہ ہر شخص کا رونے کو دل چاہتا ہے۔ ضرورت تھی کہ برہمن اس عہد میں شاستر کے اس حکم کی تعمیل میں اُٹھنے پر زور دیتا، برہمن کی گریہ و زاری سے نکرا دل ایک گریہ طلا توم کے فلسفہ پر غور کیجیے:-

تا نبارد ابر کے خندد چمن (رومی) تا نگرید طفل کے جوشد لبن

چشم تر از چشمۂ مژگاں دمید بر دل	[illegible]	باغ ما را آبِ دیگر احتیاج نیست
ہمیشہ در صدفِ دیدہ قطرۂ اشکم		بروز و شب گہرِ آبدار می بندد
چو روزِ حشر برہمن حساب پیش آرند		بآبِ دیدہ بشویم نامۂ اعمال
غبارِ معصیت آئینۂ دل تیرہ می دارد		گر اشکِ ندامت صفا ساز و زنگِ عصیاں را
سینہ بریاں، دیدہ گریاں حاصل بود ہیں		گر نہ اسبابِ تعلق خشک زمیخوار استم

حاصلِ گریہ ہائے نیم شبے — تا سحر فتح باب مے دیدم

گریہ زاری سے وصالِ باری ناممکن ہے

کسے کہ از تہِ دِل گریہ خواست وصلِ ترا
بفکرِ بیہدہ خطے بروئے آب کشید

برہمن کا فلسفہ "گریہ و زاری" کو محض گناہ کا کفارہ سمجھتا ہے اور اس میں یہ اثر مطلق نہیں پاتا، کہ وصالِ باری نصیب ہو، اس کا نسخہ اور ہے جو دیوان میں ہر جگہ موجود ہے،

اقبالِ معصیت

مشو و صاف اگر اشکِ ندامت ریزد — ہر کہ بر آئینۂ سینہ غبارے دارد

انسان کی یہ عادتِ جبلی ہے، کہ وہ اپنے عیوب اور گناہوں سے واقف ہونے پر بھی دُوسروں کو واقف ہونے سے روکتا ہے، بلکہ حتی الوسع اُن کی واقفیت پر بھی پردہ ڈالنا چاہتا ہے، یہ پردے سینکڑوں طرح سے ڈالے جاتے ہیں، کہیں دہرسالہ دسرائے بنائی جاتی ہے، کہیں مسجد و مندر استھاپن کیا جاتا ہے، کہیں تحریر و تقریر سے اپنے دھبے دہوئے جاتے ہیں، کہیں دوستوں آشناؤں سے امداد لی جاتی ہے، کہیں بے طرح دولت برباد کی جاتی ہے، غرضیکہ ان طریقوں میں وہ دولتِ حرام ضائع کی جاتی ہے کہ جس کیلئے یہ سب فریب رچے جاتے ہیں، یہ پردہ انسانوں ہی سے نہیں کیا جاتا، بلکہ حقیقی محرمِ راز کو بھی دھوکا دیا جاتا ہے، "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کبھی معنی رکھتا ہے،

مگر یہ کُلیہ نہیں، جہاں سیاہی میں سفیدی، دن کے بعد رات، سردی کے بعد گرمی، سختی کے بعد نرمی لازمی ہے، وہاں دُنیا میں چھوٹے بڑے سب طرح کے پائے جاتے ہیں، اور ایسے دل بھی ہیں، کہ جو عالمِ کُل ہی کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے التجا نہیں کرتے، بلکہ بعض وبندگی نماز و سلام میں بھی اقبالِ معصیت کے مُتقبل نظر آتے ہیں، اور عام دُنیا داروں کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کرکے اپنی اصالت کا ثبوت دیتے ہیں، ایسا انسان ایسے ہی صفات کی وجہ سے عام انسانوں میں امتیاز کیا جاتا ہے،

دُنیا میں وُہ کون انسان ہے، کہ جس نے کبھی آئینِ دین و دُنیا کی خلاف ورزی نہ کی ہو اور

چھپانے کی کوشش میں غلطاں و پیچاں نہ رہا ہو، اگر انسان اُسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ جو اپنے گناہ کا کفارہ کرے اور آئندہ مجتنب رہے، برہمن باوصف بے عیب و بے خطا ہونے کے اقبالِ معصیت پر خاص زور دیتے ہیں، مطلب یہ کہ خودنمائی جو اُس زمانہ کا طُرۂ امتیاز تھا دور ہو اس طریقہ عجز و نیاز کی تفصیل کبیر ہے، یہ اقبال کندن بنانے کیلئے اکسیر تو آپ ہی اس سحر کا اثر ڈالنا چاہتا ہوں کہ سب بھائی مل کر اپنی زندگی امن و چین سے گذاریں، برہمن کا اپدیش سب بھائی سنیں ؎

پُر از حدیث گناہ نامۂ سیاہ منست — گنہ زہر کہ بود داخلِ گناہ نیست

مارا منظر بذرۂ لطفِ عمیم تست — از کردہ گر حساب بخواہی جواب نیست

بر جبیں روشن است داغِ گناہ — بندۂ روشناس عصیانیم

حاصلِ عمر از جہاں نقدِ گناہ آوردہ ایم — نامۂ اعمال سراپا سیاہ آوردہ ایم

بعذرِ معصیت خاموش گر باشم روا باشد — کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعالِ من

تسلیم و رضا

از نیک و بد مرنج برہمن کہ در جہاں — دانا کسے کہ در پئے اہلِ رضا رود

"انسان" خواہ اُس کی دنیوی وجاہت شاہ سے گذر کر پیغمبر و اوتار تک پہنچ جائے ہر حالت میں مجبور و معذور رہتا ہے، جوانی اور دانائی اکثر یہ دعوے کرا دیتی ہے کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں، مگر جب انسان حوادثِ زمانہ کی زد میں آکر حفاظت سے نا اُمید ہو جاتا ہے تو جھٹ پٹ تسلیم و رضا پر اعتقاد دے آتا ہے، جو عقلمند ہیں اس سرائے فانی کی مہمانی کی وقعت سمجھے ہوئے ہیں، عروج میں بھی "تسلیم و رضا" کے قائل رہ کر سب بے جا حرکات سے باز رہتے ہیں، شکست پر صبر فرماتے ہیں۔

برہمن ابتدا سے "تسلیم و رضا" کا قائل تھا، اس کا سر تسلیم و رضا کے دیوتا کے قدموں پر ہمیشہ جھکا رہتا تھا، یہ بردباشت کا پھل تھا، کہ وہ اس طرح سے دنیوی عروج و ہبوط میں یکساں سر بسجود نظر آیا، یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے ؎

تمام شکرم از احسان بے نہایتِ دوست — کجا گذارد بود بر زبانِ من گلہ را

ہوگا اگر تو صیفت و ثنا سے ہم کیوں خالی رہیں آپ صورتِ تصویر بن کر دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں ؎

اے عقلِ پیش بر تو ذاتِ تو چوں سُہا — دے چشم بر کمالِ صفاتِ تو مبتلا

در حضرتِ جلالِ تو کس را مجال نیست — باشد گدائے کوئے تو ہم شاہ و ہم گدا

در بارگاہِ لطفِ تو جائے سوال نیست — ایں جا چہ احتیاج باظہارِ مدعا

وحدتِ وجود

آتشِ عشق چو افروختہ ہمہ یکسانند ز حسن چوں جلوہ کشد والہ و فرزانہ یکیست

وحدتِ وجود کے پرستار کی نظر میں ہندو و ملیچھ، انسان و چیونٹی، بیگانہ و یگانہ، بتخانہ و خرابات، مندر و مسجد، گرجا و گوردوارہ، دیر و حرم، دوزخ و بہشت، زنار و تسبیح اور صلیب و نشان سب برابر ہیں، اس کے نزدیک ان کی امتیاز نہ رہا ہے، کیونکہ وہ اس کا جلوہ ہر مقام پاتا ہے، اور سب جگہ یکساں دیکھتا ہے، پھر وہ کسے برا کہے، اور کسے اچھا سمجھے، اسے تو سب یکساں نظر آتے ہیں، یہ مذہب حقیقی مذہب ہے، اور سب بزرگ اسے ہی پانے کی کوشش کرتے ہیں،

یہ وعظ ہر قوم میں پایا جاتا ہے، مگر عامل شاذ ہی کوئی ہو، اگر ہوتے تو یہ فساد نہ ہوتے، نہ گرجا اسی طرح، نہ مندر منہدم ہوتے، نہ مسجدیں مسمار شدہ ہوتیں، نہ بھائی بھائی کو ذلیل سمجھتا، نہ قومیت کی تلوار دوسروں کے گلے اتارتی، یہ سبق بڑا اچھا رہا سبق ہے، سب نے پڑھا، مگر سب نے بھلا دیا، صوفیانِ اسلام اس کے شیدائی ہیں، اور اس کے بیان میں بڑا اہتمام کیا ہے،

حکیم سنائی اس قومی دل آزار تفریق کے مٹانے کے لئے لکھتے ہیں؎

لبِ دریا ہمہ کفر است و دریا جملہ دینداری — ولیکن گوہرے یارا در آں ابی باشد

خواجہ حافظ یہ تفریق اس شعر میں دور کرتے ہیں ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست — ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست

آنجا کہ کارِ صومعہ را جلوہ می دہند — ناقوسِ دیر و راہب و نامِ صلیب ہست

مشہور ہمارے بھی مسجد و مندر ایک ہی بتلاتے ہیں، مگر ڈر ڈر کر ؎

چراغِ بت کدہ و شمعِ خانقاہ یکے ست — اگرچہ دیدہ دو آمد ولے نگاہ یکیست

امیر خسرو کا طرزِ بیان بھی ملاحظہ ہو:-

کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست — ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

عُرفی اِس منظر کا نقشہ اِس طرح کھینچتے ہیں ؎

حرم پویاں ادئے رائے پرستند — فقیہاں دفترے رای پرستند

اداں دعویٔ الشیخ در برہمن ماند — کہ ہر یک دا درسے رائے پرستند

برافگن پردہ تا معلوم گردد — کہ یاراں دیگرے رائے پرستند

عُمر خیام بھی کہتا ہے، اگر وہ تو دن رات، موسمِ بہار، لبِ جُو، سبزہ زار، تین چار معشوقِ حوری نژاد اور جامِ شراب کے بغیر بات نہیں کرتا جو کچھ کہتا ہے۔ اُسی خیال میں کہتا ہے ؎

فصلِ گُل و طرفِ جُوئبار و لبِ کشت — با یک دو سہ تازہ صحبتے حور سرشت

پیش آر قدم کہ بادہ نوشانِ صبوح — آسودہ نہ مسجد اند و فارغ ز کنشت

برہمن کا مسئلۂ وحدتِ وجود ؎

باقی خانہ و سے خانہ و بت خانہ یکیست — خانہ بسیار و لے صاحبِ ہر خانہ یکیست

برہمن نے وحدتِ وجود کے دیوتا پر اپنے گنجینۂ طبع سے موتی نچھاور کئے ہیں، وہ ہر دانہ دانہ یک دانہ ہے، یہ گوہرِ بے بہا، اُس کے دیوانِ یکتا کے ہر شعر میں موتیوں کی طرح جڑے ہیں، اگر صوفیانِ اسلام توحید کے عاشق ہیں، تو برہمن اُس کا والا و شیدا، مذہبِ برہمنان کے منازل کی آخری منزل بھی یہی ہے، توحید پر اسلامی شعرا نے بہت کچھ لکھا، وحدتِ وجود کے خوش وضع پیکر بنائے، برہمن نے اپنے پیکرِ خیال کی امداد سے آسمان سے تارے توڑے، روزمرہ کی باتیں، دن رات کے جھگڑے، جگہ جگہ کے قضیئے، مذہبی تفرقے، اور کشت و خون اُس کا خونِ جگر پی رہے تھے، اُس کے قلم نے وہ مینا کاری کی اور ایسا رنگ و روغن چڑھایا کہ وحدتِ وجود کا دیوتا سامنے نظر آیا، اور وہ سمجھا یا کہ دوسرا نہیں سمجھا سکتا، ایسا نرم لکھا کہ سنگین دلوں پر نقش ہو گیا، ایسا سخت لکھا کہ سنگین دل موم بن گئے،

جو شعر تاجِ مضمون بنایا گیا ہے، اُس کے خوبیٔ بیان کی رفعت مندروں، مسجدوں اور گرجاؤں کے میناروں سے بھی زیادہ بلند ہے، اور ہونا بھی چاہیئے تھی، شہزادہ دارا شکوہ اِن وحدت پرستوں کے عین مندر کے آگے یہ شعر پڑھتا ہوا قتل کیا گیا ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں　　وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں

یہ فتویٰ قتل اِس لئے صادر کیا گیا تھا کہ اُس نے کفر و اسلام برادرِ توام قرار دیئے تھے جو شرع سے بعید تھا، اِسی گناہ پر درویش، درویش شاہ سرمد حقیقت کیش، ملحد سمجھا جا کر دیندارانِ کے مہر بردار نے شہید کرایا، برہمن کا یہ شعر اُس کے لئے بھی قابلِ دار تھا، مگر اورنگ زیب کی خونی تلوار برہمن کی روحانی سیف کے آگے کُند ہوگئی۔

وہ وحدتِ وجود کے نشان ہر مکان میں پاتا ہے، جس سے شیخ و برہمن، عابد و سرمست وجد میں آتا ہے، اِس میکدۂ روحانی کے چند جام ہم بھی پلاتے ہیں، طبیعتیں پہلے ہی جام میں مسرور ہو جائیں گی ؎

گُل یکے، خار یکے، شاخ یکے، تاک یکیست　　نزدِ اربابِ خِرد ہر خس و خاشاک یکیست
(ہندو — مسلمان)

دوسرا جام اِس سے بھی زیادہ سرور رکھتا ہے ؎

ایں ہمہ عالمِ فانیست و روزندہ یکیست　　نقش بسیار و لے دیدۂ بینندہ یکیست
ہر صدف گوہرِ دیگر بحرِ خرد سے دارد　　پیشِ اربابِ نظر گوہرِ تابندہ یکیست
(ہندو — مسلمان)
کافرم گر سرِ مو سے بتفاوت گویم　　رشتۂ زُلفِ تو با رشتۂ زُنار یکیست

تصوف کی یکرنگی

کوتہ اندیشان کشئے بیش و کم پیچیدہ اند　　در دِعارف انظر بر اندک و بسیار نیست

مسلمان شاعروں نے شاعری کی مقراض سے اپنے مذہب کی خوب دھجیاں اُڑائی ہیں، اور صوفی اُن سب سے بڑھ کر ہیں، کیونکہ قابل سمجھدار مسلمانوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ مسائلِ تصوف قیدِ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

لہ ۔ ویدکی اِس شُرتی کا ترجمہ ہے۔ دُنیا فانی پرمیشر کو پہچان ۔

چونکہ اسلام میں فرقۂ صوفیہ اپنے صوفیانہ کلام و عقاید کی وجہ سے ایک نیک خیال فرقہ سمجھا جاتا ہے، اس لئے ہر زمانہ میں اہل تصوف کی قدر و منزلت ہوئی، مگر شاہان وقت ہمیشہ صوفیوں کے دشمن جان رہے، تصوف کے باریک مسایل ایسے دل آویز ہیں کہ ہر شخص جب سنتا ہے، وجد میں آجاتا ہے، مگر ان پر عمل کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہندوستان میں بجائے عمل و فعل سراسر زبانی جمع خرچ سے گھر پورا کیا جاتا ہے۔ اگر تصوف سے طبیعت رنگی جائے، تو انسانی معراج کمال کی انتہا ہو جائے، ہم ان اہل تصوف کا خاکہ اڑانا نہیں چاہتے، کہ جن کے فعل سرتاسر کفر و ضلالت کے تھے، جس طرح سے مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور، کسی بزرگ نے کہہ کر حق حقیقت ادا فرمایا ہے، دنیا کا چلن ٹھیک اسی طرح پر ہے،

مگر ایک برہمن تھا کہ جو روز پیدائش سے تصوف کے عملی سبق پڑھ رہا تھا، اس نے دنیوی فراغت کے بعد جو ملازمت سے استعفیٰ کی شکل میں نمودار ہوئی، آپ اپنی بنی بنائی ریاست اور سجا سجایا گھر چھوڑ کر کاشی جی میں قیام فرما کر سعادت ابدی حاصل کی، اور بقیہ عمر ریاضات و عبادات میں صرف کی،

پس ایسے مرتاض شخص کی زندگی بالکل صوفیانہ قرار دی جا سکتی ہے، ایسا عالم باعمل جو کچھ لکھے گا یا کہے گا، وہ پتہ کی بات ہوگی، جس کا نشانہ ٹھیک دل پر بیٹھے گا، حسرت موہانی اقرار کرتے ہیں ؎[۵]

"اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں مطلق تمیز نہیں ہو سکتی"

ان کا دیوان ایسے کلام سے مالامال ہے، ذرا ملاحظہ ہو:-

تا بدیر و حرم شیخ و برہمن جو یند		بخبرم کہ دریں پردہ ایں چہ اسرار است
عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیار اند		ایں ہمہ قابل عفو اند چو بخشندہ یکیست

۵- حسرت موہانی اردوئے معلیٰ یکم اگست ۱۹۰۳ء

اگر آئی بشہرِ عشق سامانے دگر باید | ز یکرنگی میان کفر و ایمانے دگر باید
مستِ عشقم کعبہ و بتخانہ را گم کردہ ام | در زبر مستی رہِ میخانہ را گم کردہ ام

عاشق آں ست کہ ز سرِ راز قدم نشناسد | بندۂ عشق تو دیر و حرم نشناسد

حقائق و معارف

مرا از گنجِ گوہر مے کند ہر لحظہ مستغنی | بدستِ خویش کلکِ گہرافشانے کہ من دارم

چیستانِ ہستی کا معمہ حل کرنے کے بعد بھی روحانیت کے جال میں کوئی ہی پھنستا ہے، یہ ہر ایک کا حصہ نہیں، برہمن فرماتے ہیں ؎

ہر وحشی رانہ ہوائے سرِ زلفش باشد | مرغ بسیار و لے مرغِ گرفتار یکیست

قدیم مذہب برہنہ کا آغاز اور انجام کمالِ روحانیت پر ختم ہو جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس مذہب کا ادبار ان باریک مسائل کی غلط تفہیم کا نتیجہ ہے، ہمارے خاص ہندی بھائی ہمیں یہ صداقت بیان کرنے کے لئے معاف فرمائینگے، کہ اگر ہم یہ اصلیت کے تلخ کلمات بیان کریں، کہ ہندی فلسفہ مذہب کی سنگین چہار دیواری گھر ہی کے بھیدیوں نے ناسمجھی سے شکستہ کر دی، غیروں کے اعتراضات جو وزنی نہ تھے، جب اپنے ترازو نے عقل کے پیمانہ سے باہر دیکھے، صحیح سمجھ کر مذہبی مسائل کی تجدید و ترمیم کرنا شروع کر دی۔ ویدوں سے لگا کر بھاگوت کے آخری گرنتھ تک بہ آوازِ بلند یہی اعلان فرماتے ہیں کہ "خدا ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، سب اُسی ایک آفتاب کی شعاعوں سے نور حاصل کر رہے ہیں جس نے اُسے نہ پہچانا، وہ دنیاوی اشیائے منور کا شیدا نظر آیا، جس نے پہچانا اُن نورانی شعاعوں سے معراجِ روحانی حاصل کر لیا" اس معنی میں برہمن کا کلام عالمِ بالا سے اُترا ہے، کوئی شعر ایسا نہیں پایا جاتا، کہ جس نے روحانیت کے نور سے فیض نہ پایا ہو، برہمن نے یہ فلسفہ فارسی میں بیان کیا، اور اس خوبی سے کہ دوسرا کر نہیں سکتا، اُس نے روحانیت کے وہ وہ راز و نکات اس خوبی بیان سے ظاہر کیے ہیں، کہ ہندی روحانیت کو چار چاند لگا دیئے، نہ کسی کے مذہب پر حملہ، نہ کسی کے عقیدہ پر اعتراض، جذبہ روحانیت کے زور میں حقائق و معارف کے ایسے دریا بہائے کہ اُس رو میں سب توہماتِ باطلہ بہتے بہاتے پتھروں کی طرح ٹکراتے

نیست و نابود ہو گئے' برہمن اپنے کلام پر خود نازاں ہے' کیونکہ وُہ اُس کی قدر و قیمت جانتا ہے'
کس زور سے کہتا ہے ؎

دارد بگوش اہلِ سخن راہِ برہمن نظمم گہر ز عقدِ ثریا گرفتہ است

پھر کہتے ہیں ؎

گردند گردِ برہمن از شوقِ قدسیاں گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

معراجِ روحانیت کس طرح سے حاصل ہوتا ہے ؎

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

برہمن جانتا تھا کہ جو کچھ اُس نے پایا ہے' وُہ دریا کا ایک قطرہ بھی نہیں' جب ہی
فرماتے ہیں ؎

از نسخۂ آسماں برہمن حرفے دو سہ انتخاب کردیم

وہ اِس فخر کا مالک ہو کر یہ امانت بڑی کڑی سمجھتا تھا کہ جو مادہ کو الوہیت سے وابستہ
کر دیتی ہے' اپنے اندر خدا کی ذات کا ایک جزو دیکھ کر اپنی شان نہیں بھولا' جب وُہ ایسے حقائق
و معارف اپنی زبانِ قلم سے ادا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو ناز نہیں کرتا' بلکہ حقیقی مذہب کے مرتبہ
راز کی تعظیم کرتا ہوا' اپنی کم مائیگی ظاہر کر کے اپنا عجز و وقار بڑھاتا ہے ؎

برہمن از ہر کس خوشنما است صاف دلی دلے کہ بصفائے برہمناں نرسد

گوشتِ انسان میں سوچنے کا مادہ نہیں' نہ ہڈیوں میں استدلال کی طاقت' مگر جہاں عالمِ بالا
کے حقائق سے واقف ہونے پر تمام دُنیوی بُرائیاں کھلا سمجھتا ہے' اور ہر ایک جاندار سے اُنس
رکھتا ہے' اب برہمن کی زبان سے یہ راز سُنئے ؎

در جہاں باش ولیکن ز جہاں فارغ باش ہر کہ فارغ ز جہاں است جہانے با اوست

بود ز حلقۂ مستاں بروں چو حلقۂ در بدور نرگسِ مستت تو ہر کہ ہشیار است

لعلِ لبش بہ بوسۂ شیریں ادا کند آں نسخۂ شفا کہ مسیحا نوشتہ است

ہر طرف جلوہ و ہر لحظہ تماشائی است　　　میتواں دید اگر دیدۂ بینائی است

یک نفس غافل شدن از خویش آزادی بود　　　صد بلا در گرد و پیش مردم ہشیار ہست

مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں　　　ہر کہ شد در گرد سود و زیانے با اوست

حکمت و اخلاق

حضرت شیخ سعدی، مُلّا روم، خواجہ حافظ، ایسے بزرگ ہیں، کہ جن کے دامنِ کلام، حکمت و اخلاق کے موتیوں سے بھرے پڑے ہیں، یہ انہی بزرگوں کے اخلاق و حکمت کا پرتو ہے کہ جو شعرائے اردو و فارسی کے کلام پر کہیں کہیں بھُولے بھٹکے بے سمجھے بوجھے پڑ رہا ہے، اگر یہ حکماء اخلاق گوہر آبدار سے ادب و اخلاق کے زیور نہ بناتے تو فارسی اور اُردو کا گنجانہ قطعاً مفلس نظر آتا، انسانی طبائع مبتذل عامیانہ بازاری مذاق کی خوگر ہیں، ضربِ کامل کے بغیر سیدھا قدم نہیں رکھتیں، جب سانچہ مخربِ اخلاق ہو تو کون ضرب لگائے، جب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں، تو سفید پوش کہاں نظر آئے، حالیہ شاعری بے علموں کے پنجے میں پھنس گئی اور خیالاتِ فارسی محو ہو گئے

فارسی شعرا اس کوچ سے باِیں وجہ کم مانوس ہوئے، کہ اُن کا زوال کے بعد فوراً خاتمہ ہو گیا اُردو شعراء کی حالت نزع مریضِ تپدق کی طرح برسوں چارپائی سنبھالے پڑی رہی، ہزیان ہو گیا، اور اُس حالت میں جو منہ سے نکلا، وہ اخلاق و حکمت سوز نکلا، ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ اُن کا نام و کلام رجسٹر نمبر ۱ میں لکھا گیا، وہ کون سے شبہات اور الزامات ہیں، کہ جو اُن پر لگائے گئے اور جن سے ہمیں بچنا چاہتے، وہ فردِ قرار دادِ جرم ہر سخن فہم اور سخندان کو ملاحظہ کرنا چاہئیں، تاکہ دامنِ حکمت و اخلاق، بد اخلاقیوں کے داغ سے داغدار نہ ہو

برہمن کے علم ادب نے طفولیت سے ادب و اخلاق، حکمت و شرافت، اندرز و نصائح کے شیر بہا سے پرورش پائی ہے، اُس کا ہر شعر نبات کی ایک ڈلی ہے، جو اِس دودھ میں گھلی ہے، اور ہر گھونٹ مفرح دل و دماغ ہے، اُس کی روح کثیف و غلیظ شئے کی روادار نہیں، بھوکا مرنا پسند کرتی ہے، اور فاقہ کش ہے، اگر کچھ پیتی ہے، تو وہی دودھ کے گھونٹ، اُسی پر اُس کی زندگی کا دارومدار ہے، وہ یہ خیال نہیں کرتی ہے کہ میرا کلام لاعزاندام ہو جائیگا، یا پبلک کا رجحان مجھ سے برگشتہ

ہو جائیگا، مگر اُس نے اپنی جودتِ طبع کے زور پر حکمت و اخلاق کے موتی اِس صفت کے ساتھ اپنے کلام کے زیور بنائے ہیں کہ شریف و ارزل صاحبِ ادب و بے ادب سب اُس کے خریدار ہیں جنہیں سُن کر مذاقِ سلیم وجد میں آجاتا ہے، بد مذاق سر بہ کنارہ جاتا ہے، اِس کے کلام کی شہرت اور ہر دلعزیزی کا باعث اُس کے حکمت و اخلاق کا وہ دلآویز فلسفہ ہے کہ جسے سب مذاہب و ملل نے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، وہ تاجِ مضمون ہم یہاں سجاتے ہیں ؎

هر نوش که از غیر بود نیش نماید ‌ ‌ ‌ هر نیش که از ذات تو آید همه نوش است

حدیثِ عشقِ برہمن بسر نمی آید ‌ ‌ ‌ هزار نسخه نوشتند و همچنان باقیست

در گریبان چاک هاچون غنچه وا نتوان دل ‌ ‌ ‌ گر بلندت بالی غم خو کرده شامی کرست

برہمن از همه سو می وزد نسیم شمال ‌ ‌ ‌ خوش آنکسی که نسیم شمال رهبر اوست

عشق باید که دل بیا ساید ‌ ‌ ‌ دل بی عشق شاخِ بی ثمر است

چو می گذرد عمر از اندیشه چه حاصل ‌ ‌ ‌ این فائده از گردشِ ایام گرفتیم

اندرز و نصائح

تفاوت نکند دیده در دشمن و دوست ؛ برہمن هر چه بخاک آمده یکسان باشد

برہمن کی زندگی کا ہر عمل، اندرز و نصائح کے سبق دے رہا ہے کیونکہ اُس کا کوئی کلام اندرز و نصائح سے خالی نہیں، مگر پھر بھی یہاں چند نصیحتیں درج کی جاتی ہیں ؎

همیشه عذر بهانه عذر خواه طلب ‌ ‌ ‌ ادب ز دیده و انداز نگاه طلب

بهرزه گردی عالم کسی بجا نرسد ‌ ‌ ‌ بگوشه ز جهان ، برہمن پناه طلب

مشو دو صاف اگر اشکِ ندامت ریزد ‌ ‌ ‌ هر که بر آئینه سینه غباری دارد

غم زمانه چو عیش زمانه می گذرد ‌ ‌ ‌ درین رباطِ کهن برہمن مشو غمناک

عبرت و بصیرت

برنگِ من بچشمِ حقارت نظر مکن تو دارد شکسته رنگی من آبرو درست

جو طبائع اہلِ دُنیا کے مکر و فریب، ظلم و تعدی، اور جور و جبر کا جائز خواہ ناجائز شکار ہو جاتی ہیں، اُس وقت اُس گروہ میں ایک حالتِ اضطرار پیدا ہو جاتی ہے، جو نفس، نیک نفس

ہیں، وہ اُس حالت سے عبرت و بصیرت کے سبق لیتے ہیں، جو طبائع بد نفسی کا شکار ہوتی ہیں، وہ اپنے شکار پر چلیے رہ جاتی ہیں، مبارکباد پہنچاتی ہیں، پہلی صف کا آستانہ بہشت میں ہوتا ہے، اور دوسری کا ٹھکانہ جہنم ہیں، پہلے خود نیک رہ کر دوسروں کو نیکی کی راہ پر ڈالتے ہیں، دوسرے خود غار میں گرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی چاہِ ضلالت میں گراتے ہیں،

برہمن نے اپنے کلام کا راستہ اپنے دیوان کے ذریعے بہشت بریں تک پہنچا دیا ہے، اور ایسا صاف کہ اُس پر ہر ایک کا چلنے کو جی چاہتا ہے، عقل و دوربیں کے قندیل روشن ہیں، کہ رہبر کا کوئی قدم سنگِ راہ سے نہ ٹکرائے، برہمن کو اپنے سفرِ زندگی میں ہر طرح کے روشن و تاریک راستوں پر چلنا پڑا ہے، اگر ایک دن تمام دُنیا روشن راستے پر چلی، تو اُسی شام راہِ ظلمات پر گامزن ہوئی، اہلِ بصیرت کے لئے یہ شعر قندیلِ فلک سے زیادہ روشن ہیں

برہمن نے اِنہی پیمانوں کی امداد سے اپنے راستے کی داغ بیل ڈالی ہے، اُس کے اُوزار عقل ملاحظہ کے قابل ہیں ؎

راہ سخت و شیشۂ عمرِ گرامی نازک است — صحبتِ خارا و مینا تا کجا خواہد گذشت

فغان کہ گوشش ندارند رہرواں ورنہ — بہر طرف زجرس گوشمال مے یابند

تنبیہ

میروو قافلۂ عمرِ گرامی بشتاب — راہبر ماندہ شود تا کہ خبردار شود

صبحِ محشر نگراز پردہ برآید بیروں — ورنہ ایں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

مُصلحانِ ملک اصلاح کے سینکڑوں طریقے استعمال میں لاتے ہیں، اُن میں آخری درجہ "تنبیہ" کا ہے، اِس طریقِ علاج میں انسان کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ عمر دوڑی چلی جاتی ہے، نیک کام جلدی کرو، تا کہ موت سے پہلے ہم اپنا فرضِ انجام دے لیں، کیونکہ چھوٹے درجہ کے آدمیوں کے لئے اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اِس لئے برہمن نے اِس آخری اصلاح پر اپنا کمالِ سخن بڑی نزاکت سے دکھلایا ہے ؎

لفظ گر بسیار باشد برہمن در دل چہ سود — گر نباشد معنی اُو دراسیہ چوں وفراست

قدم دلیر منہ برہمن بوادئ عشق — ہزار قافلہ گم گشتہ درپے باشد

شرمت زخویش باد کہ پیمان توبہ را — صد بار بستہ و دگر رستہ شکستہ

یک نکتہ بس است

بیا یک نکتہ از درس محبت خوان و فارغ شو — کہ باشد نکتہ ہائے بیکران در نکتہ دانیہا

ہندیوں کے الہامی مقدس گرنتھ میں اسرار وحدت وجود اور رازِ ربانی اس شرح و بسط سے سمجھائے گئے ہیں کہ کوئی دوسرا نہ سمجھا سکا نہ سمجھا سکے۔ جب یہ گرنتھ اس ایک نکتہ کی بڑی بڑی ضخیم و جہیم جلدوں میں شرح لکھے گئے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ برہمن اپنشدوں کی تکمیل شرح میں اور لکھی جائیں، دنیا بھر کیلئے یہ طرز اختیار کیا گیا اور سب کے خاتمہ پر یہ لکھ دیا گیا کہ سمجھنے کیلئے ایک نکتہ کافی ہے۔ انسانی ذہن مختلف رجحانات رکھتے ہیں۔ یہ نکتہ وہی سمجھ سکتا ہے جو یہ سب پڑھے، بغیر نہ اور پڑھنے کی ضرورت ہے نہ سمجھنے کی۔ برہمن بھی تلقین کرتے ہیں ؎

حرفِ اول از برائے اصل فہمیدن بس است — ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست

مرا ز زلفِ دل آویز یار مو کافیست — تسبیحِ زلفِ یار رشتۂ مو کافیست

صفتِ جباری

چشم گر بینا بود ہرگز نگردد در غلط — مردِ عارف از پئے یک نقش پائے رہ نماست

سرِ باطن دگر و عالمِ ظاہر دگر است — سخن از خانۂ بسیار نمی آید راست

اگر صد باب خواہم بر دلم یک باب بکشاید — پئے تعظیم اربابِ طلب بابے دگر باید

برہمن ناخواندہ می داند کہ طرزِ نامۂ حبیب — مردِ دانا از پئے ادراکِ مضمون می رود

بے ثباتئ دنیا

بر سرِ آبِ رواں افگندہ طرح خانہ را — اے برہمن ہر کہ دل در دیرِ بے بنیاد بست

جو مستیاں معراجِ روحانی کی منزل میں سکون گزیں ہو جاتی ہیں اُنسے دنیا خود بخود چھوٹ جاتی ہے۔ اس لئے اُن میں قیام کی آرزو جب پیدا ہوتی ہے کہ جب دنیا حباب سا ہی نظر آتی ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کے مضمون سب نے لکھے مگر لکھنے والے دنیا کے مالک بنے رہے اور غرور و نخوت ایک لحظ کیلئے بھی دور نہ ہوئے۔ ہندی فلسفہ نے بے ثباتئ دنیا کا نقشہ برہمن کے دل پر ایسا کھینچ رکھا تھا۔ عظیم انقلاب سلطنت جو اپنی آنکھوں سے دیکھا، شاہجہانی عمارتوں کے نقشوں کی طرح اسکے نقش اُنکے دل پر ابھرے۔ دراصل اُنکا عکس بے ثباتئ دنیا کے خیالات کو ایسی رفعت پر لگیا کہ جہاں تک کسی کے طائر خیال نے پرواز نہ کی تھی۔ وہ خود دنیا بے ثبات سمجھتے تھے۔ اسی پر عمل کیا۔ پھر ایسے قلم سے بے ثباتئ دنیا کے خیالات ایسے کیوں نکلتے کہ سمجھنے والا نقا کا جامہ چاک کرکے فنا کا لباس پہنتا۔ آجکل مادی ترقیات کا طوفان اُٹھ رہا ہے۔ برہمن ان فنا ہونے والی ہستیوں کو عالمِ بالا کا پیغام سنانا چاہتا ہے اور ہم اُسکے حامل ہیں ؎

کاروان بگذشت و بانگ از درائے برنخاست | عالمے گم گشت از جائے صدائے برنخاست

رو و بجانبِ معمورۂ عدم روزے | کسے دگر روز اگر در دو خراب نشست

ہمیشہ گرمیِ ہنگامۂ جہاں برخاست | جہانیاں بہ فنا رفتہ و جہاں باقیست

دانا چو بکارِ امتحاں کرد | عالم ہمہ نقشِ سیمیا یافت

دنیا تمام خوابِ پریشانیِ من است | ایں روز و شب تصورِ حیرانیِ من است

زادِ راہِ آخرت

برہمن از عملِ نیک زادِ رہ باید | بسوئے ملکِ عدم بار بستن آساں نیست

برہمن کرم کی فلسفے کا قائل ہے، وہ کہتا ہے کہ جو کوئی جیسا کرم کریگا ویسا پھل پائیگا، سزا و جزا سے معاف نہ کیا جائیگا۔ انسان کو چاہیئے کہ یہ خیال مضبوطی کیساتھ اپنے دل میں قائم رکھے، دنیوی امور بے تکلف سرانجام دیتا چلا جائے، نیکی کا انجام زادِ راہِ سفرِ آخرت ہے۔ برہمن بار بار یہ کہتا ہے کہ دنیا میں رہ کر نیک کام کرنا بڑے مشکل ہیں، واضح الفاظ میں سمجھاتا ہے ؎

بروزِ حشر تہی دست رفتن آساں نیست | مگر بدست برم نامۂ سیاہ گناہ

رحمتِ حق

زا شکِ بے کسی دریائے رحمت را بجوش آرم | اگر در روزِ محشر در میاں آید حسابِ من

ہر ملک و ملت کے افراد کسی نہ کسی طرح رحمتِ حق سے امیدوار ہیں، رہنا بھی چاہیئے جو یاس و ناامیدی چھوڑ کر رحمتِ حق سے اپنا دامنِ امید وابستہ کرتا ہے، رحمتِ حق جوش میں آتی ہے اور وہ کر جاتی ہے کہ جو صدیوں کی سمادھی اور برسوں کے مراقبے در چلے حاصل نہیں ہوسکتا۔ برہمن کی رحمتِ حق کی کوششیں اور دعائیں ہمارے دیکھنے اور عمل کرنیکے قابل ہیں، چاہیئے کہ ہم بھی ایسی ہی کوشش میں ہمیشہ مصروف رہیں

شعرائے فارسی و اردو کی خراباتِ تشبیہی اور مقدس و متبرک روح برہمن کے انچر ٹیمپرنس

سے ظاہر ہے نادانی بشور افگندہ دل را برہمن [illegible] ناب دگر باید استعمالِ مسکرات بخصوص شراب خانہ خراب کی گرمیِ بازار نے جو شعرائے متقدمین و متاخرین کے کلام کا جزوِ اعظم ہے ہمیں سبق تقلید کیا کہ ہم بھی اپنے خمخانۂ دلِ متقدمین برہمن کے کلام میں چند قطراتِ مقدس گر جائیں تاکہ کثافتِ کلامِ شعرائے مذکورین کی تلخیِ خیال کا ذائقہ عطرِ لطیف میں تبدیل ہو جائے۔ ہمارے شاعرِ آئندہ کیلئے ایسی تباہ کن مخربِ اخلاق خراباتِ تشبیہی سے توبہ حتمی کرلیں اور ایسے مفسرین و شارحین کو بھی کہ جو اس خراباتِ تشبیہی کو عبادت گذاری کا لباس پہنانے کی خاطر گناہِ بے لذت کے مرتکب ہوتے ہیں آئندہ کے لئے نجات مل جائے۔ شرابِ قند پارسی نے اپنے عمر زیاں لکھا ہے، مولوی میر ولی اللہ ایبٹ آبادی نے اپنی تصنیف کیخلاف شراب انگوری کے جواز کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا ہے

دنیا بیت الحزن ہے غمکدہ ہے رنج و الم کا گھر ہے، اسکی خوشی میں بھی ہزار رنج و غم [illegible] اسکے چاہئے نہیں کہ جام مئے سے اسکی چارہ گری کیجائے کیونکہ

شراب ملتی ہو تو پابھیر اور غم پاس آنے نہیں دیتی شراب کی مستی آدمی کی کمینہ پن کیلئے جانفزا تفکرات کو رہائی پاتا ہے اور غنچۂ دل کو سموم غم سے بچاتا ہے" واہ میر مینا!

میر مینا کا یہ حقیقی بیان شعرائے فارسی و اردو کی عذرائے ترشح کے عین مطابق ہے اور جو بھی آپ نے اپنے تجربے سے خوب بیان کی اب ہم بیت الطرز کے شعرائے فارسی و اردو کے جام شراب پینے اور غم سے دور رہنے کے عہد بعہد کے طریقے ملاحظہ فرما جائیں اور انکی تن تنہا سے جس پر یہ ہیں

آنجا کہ در رحمت او برہمہ باز است (رحمت حق) با شیخ و برہمن[1] نہ خطائے نہ تمنا

پیمانۂ خیال

دقیقی متقدمین شعرائے فارسی کے طبقۂ اول میں شمار کیا جاتا ہے کہ جو شاہان عجم کی تاریخ لکھنے پر کمربستہ ہوا۔ کمبخت غلام پر عاشق تھا وہ غیرت والا تھا خنجر مردانگی کے ہم...ہ میں مالک کو مار ڈالا آپ شراب کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

آں مرکب کہ کالبد از نور — لیکن او را روان و جاں از نار

زاں ستارہ کہ مغربش دہن است — مشرق او را ہمیشہ بر رخسار

پھر آپ کا اس طرح سے دور چلتا ہے ؎

مے صافی بیار اے بت کہ صافیست — جہاں از ما تا آنجا کہ ماہیست

بیا تا مے خوریم و شاد باشیم — کہ ہنگام مے و ایام شادیست

گر آدمی بادہ گلرنگ بخور — با نالۂ نائے و نغمۂ چنگ بخور

گر بنگ خوری چو سنگ نشینی برجا — (سعدی) یکبارہ چو بنگ می خوری سنگ بخور

بیا کہ تاک بیا ساقیا شراب خوریم (رر) — بزیر سایہ نشینم و آفتاب خوریم

از بادہ چو لعل ناب شد گوہر ما (ملا روم) — آمد بفغاں ز دست ما ساغر ما

از بسکہ ہمی خوریم مے بر سر مے — ما در سر مے شدیم و مے در سر ما

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد (حافظ) — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

پائے گلزار جوئے مے باید بود (رر) — از عرصۂ کنارہ جوئے باید بود

[1] نزاکت بیان کا ثبوت جس رمز و کنایہ سے ترصیع ہے اسے اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہیں ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں انکی خطائیں دیکھی جائینگی اور ہندوؤں پر عتاب ربی نازل ہوگا کہ غلط عقیدہ کے معتقد ہیں وہ اپنے بیان میں اس عقیدہ کا استہزا کرتے ہیں، مصنف لف و نشر نے یہ مضمون اور واضح کر دیا ہے۔ سخندان پارس مولوی محمد حسین آزاد

ایں نزہت عمر ما چو گل دہ روز است　　خنداں لب و تازہ رو دے مے باید بود
وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم (امام غزالی) عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

فردوسی فردوسی تھے، پھر شاہ کے نام پر کیوں جام نہ پیتے ؎

بیا دیکے جام رخشاں مے　　کہ نوشم بیاد سپہدار کے

پھر ذرا اس طرح چلتا ہے ؎

بیاد شہنشاہ فرزند جام

پھر ایک جگہ لکھتا ہے ؎

کنوں خورد باید مے خوشگوار　　کہ بوئے مے آید از جوئے بار
شراب در دلم و توبہ ہم کجا است قدح (امیر خسرو) کہ دل بشویم ازاں توبہ شراب آلود

حکیم انوری حکیم تھے، پھر کس طرح صبح ہی جام طلب نہ کرتے ؎

ساقیا بادۂ صبوح بیار　　دانۂ دام عمر فتوح بیار
یا ہیں کہ طوفان غم جہاں برفت　　مے لعل داد عمر نوح بیار

حکیم ثنائی شرابخوری کی ترکیب بتاتے ہیں ؎

بردار از مقام مستی مے　　سرمہاں جا بنہ کہ خوردی مے

حافظ اس خیال کے بادشاہ ہیں ؎

چوں نقش غم ز دور بہ بینی شراب خواہ　　تشخیص کردہ ایم و مدا وا مقرر است

سر از اطاعت ساقی بنے تواں پیچید　　بدست او خط ساغر خط غلامی ماست
اکنوں کہ ز خوشدلی بجز نام نماند　　امروز کہ در دست بجز جام نماند
دست طرب از ساغر مے باز مگیر　　یک ہمدم پختہ جز دم جام نماند
بہ ایوان عشرت کسے بودہ بے　　کہ خشت لحد ساخت از لائے مے

لہ ایران میں شراب لازمہ محفل تھی چنانچہ آزاد دہلوی فردوسی کے حال میں لکھتے ہیں شراب کا ذکر آگیا لازمہ مجلس تھی وہ بھی پی لی

دہانت زنگ ندرہا نیست پاک (ظہوری) اگر نیست مسواک از چوب تاک

ازیں چوب باخود کلید سے بر // کہ در گور بکشاید از خلد در

جاتیا د قت تو نوشش با دمدام (ہلالی) کہ ہے چارہ غم ہا کردی

پیمانہ بیار و بادہ کہ بعد ازیں // دوراں زخاک ما و تو پیمانہ ساخت

بے کیمیائے مستی تبدیل غم محالست (نظیری نیشاپوری) یا مے حلال فرما یا غم حرام گرداں

قرب یک ماہ بمیخانہ اقامت کردم (سعید اشرف) اتفاقاً رمضان بود نمے دانستم

مے کشے کو زمہ و سال نہ دارد خبرے // نہ ہمیں روزہ کہ ماہ رمضان ہم خورد

ہنگام سحر کہ نرگس ولالہ شگفت (رباعی) مرغ سحری بہ نالہ و آہ بگفت

مے نوش کہ بے نشہ بسے خراہی بود // برخیز کہ در خاک بسے خواہی خفت

صبر کردیم کہ در روز جہاں نیکو بود (میرزی) رطل خوردیم کہ در عہد چنیں نیکو تر

گماں کردانہ اگر آب سے سازد (اسلم) ستارہ مے شکند آفتاب مے سازد

میر صیدی فصل گل کا اعتبار ہی نہیں کرتے گل کو دام ایک ہی فصل میں اڑا دینا چاہتے ہیں ؎

دریں فصل گل ہر چہ داری بدہ // مبادا کہ دیگر بہار سے نیامد

گر کشد دل بجز ابا سنت مرا معذور دار (قدسی) سر فارغ دل بے غم لب خنداں آنجاست

اعجاز بادہ بیں کہ مسیحا بعد نیاز (اسلم) تعلیم قم قم از لب مینا گرفتہ است

نظامی گنجوی ہر داستان کے خاتمہ پر ساقی کو ساغر و مینا کے ساتھ لاکر خمار شکنی کرتے ہیں، کہ تھکن اتر جائے، اور دماغ تازہ ہو، معلوم ہوتا ہے کہ باستانی ایرانیوں میں شراب کا استعمال اسی طرح ہوتا تھا، اب جہاں ہے فقط شراب خواری ہے، ان کے سکندر نامہ[1] میں صد ہا قطعے ہیں، ایک فصل بھی ایسی نہیں جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو، اور شراب ناب کی درخواست نہ کرتا ہو۔

یار من چوں چشم مست شراب آید بروں (جامی) زاہد صد سالہ از مسجد خراب آید بروں

[1] سخندان پارس صفحہ ۳۰۲ ـ [illegible] ـ مولوی ولی اللہ ـ

خمارِ نرگسِ جاناں خوشا دیں دادۂ عشق است (لاعلم)، ببیں این آنچہ کے کرتر کر داستہ امان را
معتقد باید شمردن ہم نشیں (نوعی)، صحبت رندان دُرد آشام را
تا کے اسیر لب کن لے ابر نیساں و بیضا (لاعلم)، قطرۂ مے تا میتواند شد چرا گوہر شود
جلال اسیر صبح ہی شراب اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ اُن کے تاریک سینہ کا چراغ روشن کرنے

صبح شد ساقی بدہ جامِ مے دیرینہ را تا برافروزیم زیں آتش چراغِ سینہ را
فصلِ گل تا از لبِ ساغر بگیرم کامِ دل از میانِ ہفتہ بیروں کش شبِ آدینہ را

ایک خرابات نشین کی محفل کا نظارہ دیکھیے ؎

فرصت اگر دست دہد مغتنم انگار ساقی و صراحی و نقلی و سرودے

دینداروں و عقلوں کو گدا کسی نے نہ بنایا تھا اگر ایک صاحب اپنی تہذیب کے ثبوت میں کالی
پوشی و وادش کے ساتھ اپنے بزرگ کو یہ تنبیہ بھی دیتے ہیں ؎

واعظ متین گفت حرامست مے مخور گفتم کہ گوشِ ہوش بہر خر نمیدہم

حضرت مولانا حالی نے برہمن کی رباعیات کو عمر خیام کی رباعیات سے تشبیہ دے کر اپنے گندہ
مذاق کا ناقابلِ تردید ثبوت دیا ہے۔ میر ولی اللہ کہ جنہوں نے یہ رباعیات بڑے اہتمام اور خاص
شرح سے چھاپی ہیں لکھتے ہیں کہ :-

"یورپ والے عمر خیام کو شرابی، فاسق اور فاجر خیال کرتے ہیں اور اپنے اس خیال کی تائید میں (مضامین
سے نتیجہ نکال کر) یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور اُن کے زمانہ کے بعد کے لوگ
بھی اُن کو اچھا نہ سمجھتے تھے .... رباعیات بھی اکثر رندانہ ہیں"

ناجائز تاویلات کا دلدادہ میر ولی اللہ صداقت سے بعید ہو کر لکھتا ہے :-

"یورپ والے تو معذور ہیں کہ اُن کے سامنے عمر خیام اپنے اصلی رنگ میں کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ معلوم
نہیں کہ ہمارے زمانے کے ایک مشہور فاضل (مسلمان) مصنف نے حکیم صاحب سے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا
کہ وہ جس شغف، جس شوق، جس بے خودی، جس بے اختیاری، جس جوش سے شراب کا نام لیتا ہے اُس سے

صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت شراب پیتا تھا' افسوس ہے کہ وہ فلسفی اور حکیم تھا' صوفی نہ تھا' ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب' شرابِ معرفت بن جاتی "غضب ہو کہ معقول سے مسئلہ کو صوفیانہ بنا دی جاتی ہیں' ناقابلِ قبول تاویلات کا شیدائی' الزاماتِ مصدقہ کا منحرف' تحریصات و تحریکاتِ جدیدہ کا دیوانہ اُس کی تردید میں آگے لکھتا ہے :-

"یک نشد دو شد' خیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا' ..... وہ شغف اور وہ شوق جس کے ساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے ہیں' اگر مے نوشی کی دلیل ہے' تو رودکی کے زمانہ سے لے کر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گذرا' کہ جس نے ایک شعر بھی موزون کیا ہو' اور شراب خوار نہ ہو'

دراصل یہ سچا بیان مولوی صاحب کے قلم سے خود بخود نکل گیا' ہم نہیں سمجھتے کہ اگر یہ لوگ واقعی شراب پیتے تھے تو کیا برائی کرتے تھے' یہ مذہبی لیڈر نہ تھے' نہ ولی تھے' عام دُنیا دار تھے' یہ سچا الزام دُور کرنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے' آجکل کی ہوا شبلی نعمانی نے بگاڑ دی' اور یہ سب اُس ہی تعلیم و تلقین کا نتیجہ ہے' واقعات مصدقہ دلیلوں سے رد کرنا خوب سکھایا' کیا کبھی اس طرح سے کوئی مذہب پاک ہو سکتا ہے؟ اور کسی مذہب کے افراد میں ایسی خرابی ہونے سے مذہب بدنام ہو سکتا ہے'[1]

وہ زمانہ دُور نہیں جبکہ غالب کی شراب بھی حافظ کی شراب کی طرح شرابِ معرفت بنا دی جائیگی' عمر خیام کی شہرت تو اسی شراب خانہ خراب کی بدمستیوں اور فسق و فجور کی رندانہ آواز کیوں نے کرائی' اُس کا میکدہ ظہر بنا ہوئی شراب کی طرح شرابِ بدمستی سے پُر ہے' کہ جو کسی بڑے سے بڑے منطقی کے دلائل سے شرابِ معرفت نہیں بن سکتا' اُس کے سرور کے ایسے دل کش' مخربِ اخلاق و ادب' مذہبی توہین کے نظارے ہیں' کہ بدنام سے بدنام ملحد و شرابی کی بھی ایسی حرکات نہ ہونگی' معلوم نہیں حکومت نے کیوں ضبط نہ کی' جبکہ قرآن پاک کی تعلیم اسکے خلاف تھی' جیسے حضرت حسرت کی' ایما پر عمر خیام کے میکدہ کا پیمانہ' پیمانہ شراب سے کیا' اسکی ۱۲۰۰ رباعیات ہیں جس سے ۵۰۰ سے زیادہ رباعیات شراب خانہ خراب

[1] حکیم صاحب (عمر خیام) کی رباعیات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے' جسمیں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں' (مولوی ولی اللہ) اگر اتفاقاً کار اور صرف لفظ ساقی پر رکھا جائے' تو حکیم صاحب (عمر خیام) کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بنجاتے' مگر اس ساقی نامہ میں صرف وہی رباعیات درج کی گئی ہیں' جنکی کسی اور باب میں گنجائش نہیں' [2] - یورپ میں شراب کی محفل سے عکس آتے ہیں' انمیں جو کا غذات پلیٹے جاتے ہیں' وہ رباعیات عمر خیام ہوتی ہیں' اس مقبولیت کی محض وجہ یہ ہے کہ عمر خیام کا فلسفہ یورپین فلسفہ ہے'

سے ملوث و مدہوش پائیں اور ایک سے ایک ایسی کہ جیسے شراب دو آتشہ، اس کے ایک گھونٹ سے اگر اخلاق و تہذیب، مذہب و ملت ناچنے نہ لگیں تو ہمارا ذمہ، اُن کی بو ہمارے دماغ میں پہنچی، اس لئے اُن کا ذکر اس فکر میں فراموش نہیں ہو سکتا، اور خصوص اس لئے کہ وُہ عمر خیام کی دُلہن ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ وُہ اُس سے الگ نہیں ہو سکتی۔

جب شرابی، ناچ مجرا، اُبٹن و لطف اور شراب کے دور میں بدمستوں کی شکل دیکھتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ غم دُنیا کوئی چیز نہیں، عمر خیام کا یہ دعویٰ باطل اُس کی زبان سے سُننے کے قابل ہے:-

رُباعی

در نائے قرابہ قلقل مئے چہ خوش است آواز سماع و نالہ نئے چہ خوش است
در پنجۂ دل فریب در سر مئے ناب فارغ ز غمِ زمانہ ہے ہے چہ خوش است

شرابی کہ جو شب و روز کے چوبیسوں گھنٹوں میں شراب کے نشہ کی روش آئینِ درس تر دیکھتا ہے، نہ تو قرآن کی آیت میں وُہ حظ پاتا ہے، نہ وید کے سوز میں کیونکہ وُہ اس سے ہر وقت حظ اٹھاتا ہے، اور کلام الٰہی سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے۔ عمر خیام قرآن کریم کی کس طرح تعظیم کرتا ہے:-

رُباعی

قرآں کہ مہین کلام خوانند او را گہ گاہ نہ بر دوام خوانند او را
در خطِ پیالہ آیتے روشن است کاندر ہمہ جا مدام خوانند او را

عمر خیام اس حکم شریعت سے واقف تھا کہ شراب حرام ہے، مگر اُس کی طبیعت نہ فقط شراب پر لٹو ہے، بلکہ وُہ تمام حرام چیزیں اچھی سمجھتا ہے، یعنی اُنہیں اُس کے فلسفے نے حلال کر دیا، خوب دینداری ہے:-

رُباعی

مے گرچہ بشرع زشت نام ست خوش است چوں در کفِ شاہدے غلام است خوش است
تلخ است و حرام است خوشم مے آید دیرینہ ست کہ تا ہر چہ حرام ست خوش است

عمر خیام کی طبیعت شرابِ کہن کی تندی و تیزی سے مزا پاتے ہوئے تھی، شراب خوری

کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی، لوگ اُسے ایسی حالت میں دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بدمذہب ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا مذہب ہی شراب ہے۔ اس جدید مذہب کی شان دیکھیے۔ رُباعی

ساقی سخن کہنہ یار دیرین من است | بے دُختر رز علیش نہ آئین من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست | من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

عمر خیام منطقی اعتراض کرتا ہے کہ قرآن مجید نے جب بہشت میں شراب پلانے کا وعدہ کیا ہے، تو اس دُنیا میں شراب کیونکر حرام قرار دی جا سکتی ہے؟ وہ اپنی تاریخی واقفیت کے دعوی پر تعلیم دیتا ہے کہ لوگ اصلیت سے بے خبر ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ حمزہ نے عرب میں ایک شخص کے اونٹ کے پیر کاٹ ڈالے تھے، سزا کے طور پر ہمارے پیغمبرؐ نے اُس پر شراب حرام کردی تھی، مسلمان و ایرانی فلاسفر کی فلسفیانہ بحث، اسلامی پیغمبرؐ کی پاک تعلیم کی کس طرح دھجیاں اُڑاتی ہے، وہ قرآن شریف کے دیگر احکام سے آنکھیں بند کرکے دینداری کی کیسی غلط تعلیم دیتا ہے رُباعی

ایزد بہ بہشت وعدۂ با ما مے کرد | پس در دو جہاں حرام مے را کے کرد
حمزہ بعربے اشتر شخصے پے کرد | پیغمبر ما حرام مے بر وے کرد

افیونی کو افیون کی ایک گولی، چرسی کو چرس کا ایک کش اور شرابی کو شراب کا ایک پیالہ دُنیا کی دولت کے برابر ہے، عمر خیام کی نگاہ میں بھی شراب کے ایک پیالے کی یہی وقعت ہے کیونکہ وہ بھی دُنیا کی اور کسی چیز کو اس سے بہتر نہیں سمجھتا، عمر خیام کے ایک جام کی قیمت بھی اُس کی زبان سے سننے کے قابل ہے، یہ بانی دیندار خصوصیت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اُن کی دینداری کی قیمت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ رُباعی

یک جام شراب صد دل و دین ارزد | یک جرعۂ مے مملکت چین ارزد
جز بادۂ لعل نیست در روئے زمین | تلخے کہ ہزار جان شیریں ارزد

سُنّی مسلمانوں کے نزدیک تو وہ لوگ بھی جو شراب کے معتاد ہیں، مسلمان نہیں سمجھے جا سکتے مگر عمر خیام یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ مگر تو (ایران میں اس سے صراحی کا نام لیا جاتا ہے) خدا بنانا ہے

اس لئے وہ شراب پلانے میں معاونت کرتا ہے، پس وہ گنہگاروں کے خدا کی تعریف کرتا ہے، گنہگاروں کا خدا عمر خیام نے پہچانا، آپ بھی سمجھو کہ خدا کو کس طرح ملزم گردانا جاتا ہے، رباعی

چیزے کہ بقدرت سر دروے سازد پیوستہ ہمہ کار عدو می سازد

گویند قرابہ گر مسلمان نبود آں را تو شنا کہ گرد می سازد

عمر خیام کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لئے بغیر میں ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا، میری زبان گنگ ہے، یعنی میں قطعاً ناکارہ ہوں، لہٰذا تو خوب شراب پیو، آپ محض شراب پینے پلانے ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ہندوستان کے درباروں کی طرح اس کا لوازمہ ناچ گانا بھی قرار دیتے ہیں، اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ نغمے کے بغیر اگر شراب جائز ہوتی تو صراحی کے منہ میں شراب قلقل کیوں کرتی، ایرانی فلاسفر کی باریک بینی کے قربان جائیے، اسلامی پیغمبر کی تعلیم کی ایسی تفسیر شاید ہی کسی اسلامی صحابی نے کی ہو، اسی تعلیم پر شاید اس کو غور کرنا ہو، رباعی

مے بر کفِ من نہ و بیا ور غلغل با نغمۂ عندلیب و صورت بلبل

بے نغمہ اگر روا بُدے مے خوردن مے در بن شیشہ ہا نکردے قلقل

عمر خیام نہ فقط شب و روز شراب پینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ دنیا داروں کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ وہ فریب سے کام لیں، خوب عیش و عشرت کریں، اور دل بھر کر شراب پئیں، لوگ عمر خیام کو شراب خوری کی وجہ سے ہدایت کرتے تھے کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے، اگر وہ اپنی حالت دیکھ کر خود قبول کرتا تھا کہ خدا اسے توبہ کی توفیق نہیں دے گا، اگر دے بھی دی تو وہ نہ شراب خوری چھوڑے گا، نہ توبہ کرے گا، یہ تکرار اور انکار تو بھی اُن کی زبان سے سننے کے قابل ہے، رباعی

دنیا چو فناست من بجز مے نکنم جز یاد نشاط و مے روشن نکنم

گویند خدا ترا دہد توبہ دہد او خود ندہد وگر دہد من نکنم

عمر خیام اہلِ راز کے لئے شراب کا پینا گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ انہیں اس حلال خوری (شراب خوری) کے لئے اپنی مذہبی واقفیت کے بھروسے پر کامل اطمینان دلاتا ہے، اور تمام ذمہ داری اپنے

سر لیتا ہے، اور بزورِ کہتا ہے، کہ اُن کے سے شراب حرام نہیں، یہ فتویٰ حلال بھی سنئے:-

رُباعی

دانی کہ چراست توبہ ناکردنِ من
زیرا کہ حرام نیست مے خوردنِ من

بر اہلِ مجاز است بتحقیق حرام
مے خوردنِ اہلِ راز بر گردنِ من

شراب خور، نئی و پُرانی شراب کی پروا نہیں کیا کرتے، بلکہ تلچھٹ بھی ہڑپ کر جاتے ہیں، اور اُس کے مزے کے مقابلے میں جنت کے شرعی لُطف ہیچ سمجھتے ہیں، عمر خیام ناصح کو جواب دیتا ہے، کہ خواہ میں مرنے کے بعد کہیں جاؤں، تو مجھے شراب پلا اور پھر تو جہاں جانا چاہتا ہے جا، یعنی تو اپنا غم کر میرا فکر نہ کر، کیونکہ تو دوزخ میں جائیگا، اور میں بہشت میں رُباعی

ما ایم خریدارِ مئے کہنہ و نو
وانگاہ فروشندۂ جنت بدو جو

گفتی ز پسِ مرگ کجا خواہی رفت
مے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

ایرانی زمانۂ متوسط میں ہفت روزہ، پانزدہ روزہ اور بست روزہ جشن منایا کرتے تھے، اُن ایام میں عیاشی اور شرابخواری کے سوا کوئی دوسرا کام نہ کرتے تھے، سب ایک جگہ جمع ہوتے تھے، شراب کے دَور چلتے تھے، اور ناچ مجرے ہوتے تھے، اور دُنیا کے سب ضروری کام ترک کر دیتے تھے، عمر خیام کا دَورِ زندگی اُس دَور سے گذر رہا تھا، وہ ہفت روزہ جشن کا اشارہ کرتا ہے، مگر اُس کیساتھ ہی بہت تاکید کرتا ہے، کہ جشنِ ہفت روزہ مناؤ، خوب شرابیں پیو، مگر دیکھنا، جمعہ اور شنبہ کا دن نہ رہ جائے کہ وہ مُبارک دن ہیں، یہ مبارک کام (شرابخوری) مبارک دنوں میں ضرور رہو، ہم حیران ہیں کہ یہ کُفر کے فتویٰ سے کیونکر محفوظ رہ گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فتوے بعض ہندوستان کے لئے جائز سمجھے گئے تھے رُباعی

یکہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست
ہاں تا نہ نہی روزِ آدینہ ز دست

در مذہبِ ما شنبہ و آدینہ یکیست
جبّار پرست باش نہ روز پرست

مذہبِ اسلام میں شعبان، رمضان، جمعہ، ہفتہ، شبِ قدر، شبِ برات، روزہ، عید وغیرہ

ایام مُبارک سمجھے گئے ہیں۔ ان ایام میں نیک کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، مگر عمر خیام یہ تعلیم دیتا ہے، کہ وہ عید کے دن شراب کے گھڑے بھر کر پیئے گا، کیونکہ وہ دُنیا میں شراب نوشی سے بہتر کوئی کام نہیں سمجھتا۔ عمر خیام کی نگاہ میں نیکوکاران اور زاہدان گدھے ہیں، نماز اُن کی باگ ہے، اور روزہ پوزبند، شراب خوری سے اُن کی نجات ہو جائے گی، جہاں نیکوکاروں کی یہ قدر و منزلت ظاہر کی گئی ہو پھر اُس طرف کون قدم رکھے گا۔ رباعی:-

عید آمد و کار ہا نکو خواہد کرد　　خیام شراب در سبو خواہد کرد
افسار نماز و پوزبند روزہ　　عید از سر این خران فرو خواہد کرد

عمر خیام شراب کا جام ایک لمحہ کے لئے بھی ہاتھ سے الگ نہ ہونے کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ اہلِ دُنیا کو سمجھاتا ہے کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹے اور ہفتہ کے ساتوں دن شراب خوری کے لئے وقف کر دینا چاہئیں، شراب خوری ہی روح افزا ہے، ہر دم شراب خوری ہونی چاہئے، عمر خیام کی تعلیم کا یہ گندہ سبق اہلِ عالم کی عام پسندیدگی کا باعث ہوا، مفسر اپنے ممدوحوں کی غلط اور غلیظ تعلیم سے نفرت نہیں کرتے بلکہ ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ جنہیں کلام سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ عمر خیام خود صاف کہتا ہے، اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے۔ رباعی

اے بہتر سروران عالم پیروز　　دانی کہ چہ وقت مے بود روح افروز
یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار　　پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ شب و روز

عمر خیام کا آدمی بننے کا نسخہ یہ ہے کہ اگر یہ گدھے (پرہیزگار) عید کے دن سُرخ شراب پئیں گے اور نارنجی رنگ منائیں گے، تو حیوان سے انسان بن جائیں گے، اور یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ شراب محفل میں پینی چاہئے، اور دو تین بڑے بڑے پیالوں سے کم نہ پینی چاہئے:-

رباعی

عید است بیا تا مئے گلرنگ کشیم　　با نغمہ عود و نالہ چنگ کشیم
با یار سبک رُوح دمے بنشینیم　　رطل دو سہ بادہ گران سنگ کشیم

عمر خیام شراب نوشی کی آرزو میں مال و دولت، گھر بار رہن و بیع کرنے میں بدنامی نہیں سمجھتا، پگڑی بھی بیچنے کے لئے تیار ہے، کہ اگلی تسبیح شراب مل جائے، غرضیکہ وہ شراب کے لئے گھر کی ایک اینٹ بھی بشرطیکہ وہ اُس کے پاس ہو فروخت کرنے کے لئے تیار ہے، خانہ بربادی کے یہ سامان دیکھئے اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیجئے رباعی:-

در روئے زمیں اگر خراب کشت است　　آں وجہ ستا است گرچہ ناسہ زشت است

گویند ترا دوزخ فردا ایں است　　ورنہ در دستار تو ہم زشت است

عمر خیام جذبۂ شرابخوری میں مخمور ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری تعلیم و تلقین سے تمام دنیا شرابخور ہو جائیگی، اور اس طرح سے سب آدمی احکام شریعت اسلام کے موافق بہشت میں نہیں بلکہ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، اور بہشت کا کہ جس کی شریعت میں ترغیب دلائی گئی ہے، کوئی منہ بھی نہ دیکھے گا، یعنی وہ غیر آباد اور ویران پڑی رہے گی، کیا اچھی تعلیم ہے! اور کس لاجواب فلسفہ سے بہشت کا دروازہ بند کیا گیا ہے، رباعی

مارا گویند دوزخی باشد مست　　قولیست خلاف دل بآں نتواں بست

گر عاشق و مست دوزخی خواہد بود　　فردا بینی بہشت ہمچو کف دست

اس قسم کی تلقین عمر خیام کے بیسیوں اشعار میں دی گئی ہے، عیاشی اور شرابخوری اُس کی عادت ثانی ہو گئی تھی، اور ڈھٹائی یہ کہ اپنی ایسی حالت پر مطلق افسوس نہیں کرتا، توبہ سے تو پہلے ہی توبہ کر چکا ہے، بلکہ اُلٹا اعلیٰ سے اعلیٰ قابل تعظیم پرہیزگار کو گنہگار ٹھہراتا ہے، یہ آخری اخلاقی سبق بھی اُن سے سُن لیجئے رباعی

مے خوردن و گرد نیکواں گردیدن　　بہتر ز ہزار زاہدانہ ورزیدن

گر مردم میخوار رہ دوزخ باشند　　پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن

معشوق قریب سے بغلگیر ہو جائیں اور شراب خوب پئیں، نیک نامی کو بدنامی پر نثار کر دیں سمجھو

حاشیہ۔ مجھ کو اس رباعی عمر خیام کی ایسی تعلیم سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ اُس کی [illegible] ہم شراب [illegible] دلفریب کی تعریف اور توبہ شکنی کے لئے وقف ہیں۔ مولوی ولی اللہ

کو ایک پیالہ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں، نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں، اور پھر [illegible] عمر خیام کہتا ہے کہ خواہ کچھ کرنا پڑے، مگر ضرور شراب پئیں، اور ضرور بدمعاشی کریں، یہ زندگی انسانی کا جوہر ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے۔

رباعی

در دامنِ یار سر وفا چنگ زنیم — مے باز خوریم و نام بر سنگ زنیم
سجادہ بیک پیالہ مے بفروشیم — ناموس بیک وظیم و بر سنگ زنیم

عمر خیام رات ہی کو شراب نہ پیتا تھا، بلکہ تمام دن شراب پیتے پیتے بیہوش ہو کر دن رات شغل جاری رکھتا تھا، اُس سے شعر

رباعی

پیرایۂ گل از ابر نقاب است ہنوز — در طبع و دلم میل شراب است ہنوز
در خواب مرو چہ وقت خواب است ہنوز — جانا مے دہ کہ آفتاب است ہنوز

عمر خیام کی بہت سی رباعیات ایسی ہیں، جو کسی خاص موضوع پر نہیں لکھی گئیں، گویا اُس کا قلم ایسا خود رفتہ ہوا ہے، کہ کوئی مضمون ہی قلمبند نہ کر سکا، اِن میں سے ایک رباعی یہ ہے،

رباعی

من در رمضان روزہ اگر می خوردم — تا ظن نبری کہ بے خبر می خوردم
از محنتِ روزہ روز من چوں شب بود — پنداشتہ بودم کہ سحر می خوردم

مولوی ولی اللہ شارح اس کے معنی لکھ کے مضمون کی بیہودگی پر نوٹ لکھتے ہیں کہ:-
"روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے، لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جائے، تو پھر "محنتِ روزہ" چہ معنی دارد"

پیمانۂ خیالِ متاخرین

آپ نے متقدمین شعرائے فارسی کا جامِ علم دل کھول کر پیا، خوب سرور ہو گیا ہوگا، اگر بوجہ کمی استعداد فارسی یہ دور آپ کی طبیعت کے موافق نہیں تو شعرائے متاخرین کے ہاتھ سے چند جام پیجئے، کہ یہ بھی پچھلے ساقیوں سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ یہ استعداد کے ساتھ خم کے خم لنڈھا گئے، اگر کوئی خوش اندیش انکے کلام کو وحدت

کی طرف سے جاتا تھا، تو یہاں اب یہ خوف بھی نہیں، کھلی شراب فروخت ہو رہی ہے، اور سب بدمست ہیں، کیوں نہ ہو کہ اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو چکا، کہ جو اسے مذہباً حرام سمجھتے تھے، اب تو قانوناً حلال ہے، اور بازار کھلے ہیں، لائسنس ملے ہیں،

میرزا اسداللہ غالب ان سب پر غالب ہیں، کہ جو شراب پیئے بغیر مشاہدۂ حق کے جلوہ کا خیال بھی نہ لاسکتے تھے ؎

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے، بادہ و ساغر کہے بغیر

بزرگانِ سلف کی شہادت ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں ؎

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں

غالب کی بلا نوشی و ہوسِ جامِ شراب ملاحظہ ہو ؎

پیوں شراب اگر خُم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

غالب شراب پینے کے اوقات بتلاتے ہیں ؎

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

ایک صاحب شرابیوں پر رحمت اور توبہ پر اس طرح بلا نازل کرتے ہیں ؎

مے کشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں
تم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

ذوقؔ زاہد کی تضحیک فرماتے ہوئے شرابی کی مردمی کا نقشہ کھینچتے ہیں ؎

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں
کیا ڈیڑھ چلّو پانی میں ایمان بہہ گیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوقؔ
نامرد، مرد، مردِ جواں مشتر ہو گیا

سید اکبر حسین الہ آبادی اپنی ادائے خاص سے "شیخ صاحب" کو جامِ شراب پیش فرماتے ہیں ؎

اپنے ہاتھوں سے جو دوں انہیں جامِ شراب
شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

اور سوا اس کے وہ اک شخص ہیں معقول پسند
غالباً جانتے ہیں یوں بھی انہیں اکراہ نہ ہو

ہ۔ زاہدا دیکھ وہ گھنگھور گھٹائیں آئیں
عشق رندوں پہ ہوا، توبہ پہ بلائیں آئیں

خمیر کے بغیر جام رد ہو جائے گا' برہمن اپنا پیالہ پیش فرماتے ہیں ؎

سبو بدست پیر مغاں جام مے دیگر ند   با ادب باش کہ پیمانہ و پیمانہ نیست

اس کا مطلب صریح ظاہر ہے' اور کوئی لازم نہیں آتا' اگر میر ولی اللہ یا دیگر شارحاں کی طرح اس کا مفہوم ادا کیا جانا ضروری سمجھا جائے' تو یہ مطلب نکلے گا کہ جب انسان راز ربانی کے رازداں میں داخل ہو جائے' تو اس کو پہلے ہی دروازہ پر اپنے پر سرمد کی طرح مدہوش نہ ہو جانا چاہیے' بلکہ ضبط و تحمل سے کام لینا چاہیے' کہ اس منزل کے لئے یہی حکم ہے' غیر برہمن کا پیر مغاں شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر کہتا ہے' کہ میرے پاس پیالہ نہ ہے' اور میرا تیرا عہد و پیمان بھی ہو چکا ہے' ادب سے رہو' اگر سر مستی یا بے ادبی کرے گا' یا اور مانگے گا تو پیمان شکنی کا مجرم ہو گا' جہاں برہمن کا پیر مغاں شراب نوشوں کے لئے ایسی سخت کڑی شرائط مقرر کرتا ہے' اور اس کی خلاف ورزی پر اسے مجرم ٹھہراتا ہے' وہاں ضروری ہے کہ عمر خیام کے شرائط مے نوشی بھی سنائے جائیں ؎

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست   ہاں تا نہی تو روز آدینہ ز دست

چاہیے کہ ہفتہ بھر متواتر شراب پیتے رہیں   خبردار جمعہ کا دن کہ جو مبارک ہے ہاتھ سے نہ جانے دینا

در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست   جبار پرست باش نہ روز پرست

ہمارے مذہب میں جمعہ اور شنبہ سب برابر ہیں   خدا پرست ہونا چاہیے روز پرستی فضول ہے

برہمن کا پیر مغاں تو شراب کا ایک گلاس دینے سے پہلے عہد و پیمان کا واسطہ دے کر مے نوش کی روح منقبض کرنا چاہتا ہے' مگر عمر خیام کا ساقی ہفتہ بھر متواتر شراب پلانے پر تیار ہے' اور روز مبارک (جمعہ) بھی نہیں چھوڑتا' کیونکہ وہ اسے روز پرستی سمجھتا ہے

برہمن کے یہ جام پے در پے پینے کو دل چاہتا ہے' ہم اس قدر پئیں گے کہ اس میکدہ کا ایک جام بھی باقی نہ چھوڑیں گے' اول اس کی تیز شراب ملاحظہ ہو ؎

ساقی جام محبت نشاء دیگر دارد   آنچہ مستیم ما در ساغر و پیمانہ نیست

اب برہمن کے یہ جام بھر بھر کے پیجئے ؎

برہمن حریفِ مے ارغواں نہ ایم (۱) باشد ہمیشہ خونِ جگر در سبوئے ما

بدورِ ہمت پیرِ مغاں طلب کہ مدام (۲) گواہِ حالِ دلِ او درِ گشادہ اوست

ما خود غمِ خمار کشیدیم برہمن (۳) تا بادۂ طرب بسبوئے کہ آشناست

بجامے ناب لب نیالایم (۴) کہ مرا نشۂ مے دگر است

ہر کہ پیش از صبحدم با ساغرِ صہبا نشست (۵) سرفرازِ روزگارِ خویش چوں مینا نشست

گرفتہ پیرِ مغاں جامِ مے بکف میگفت (۶) کہ ایں قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

مے بدہ ساقی کہ دل را شست و شوئے میباید (۷) در میانِ بزمِ رنداں آبروئے میباید

تو مرد بادہ نہ ورنہ ہرچہ ساقی داد (۸) اگر بظرفِ تو گنجید کارِ ہوش کند

پیہم جرعہ شود امتحانِ جسم و بیجی (۹) چو کار با محک افتاد ہرچہ ہست برآید

ز جامِ بادہ چو از خانہ پارسا برآید (۱۰) ز کعبہ شیخ و ز بتخانہ بت پرست برآید

دماغِ سنتِ پیرِ مغاں نماند مرا (۱۱) ما بجز دستیم ساقی جائے تکلیفِ تو نیست

کہ جامِ خونِ جگر لذتِ دگر دارد (۱۲) نشانِ اہلِ محبت از شرابِ دیگر است

بہ آبِ توبہ امام آلائشِ باطن نشد زائل (۱۳) کہ ایں کارِ فروغ از بادۂ گلرنگ مے آید

بدہ ساقی مے گلگوں کہ رنگِ زرد بگرداند (۱۴) دماغِ رفتہ را سوئے نشاط از بو بگرداند

در آں دیار کہ ہر صبح خوں کنند بجام (۱۵) جبینِ شگفتہ ترا ز آفتاب می باید

ساختہ سرگرم مرا نشۂ صہبا امروز (۱۶) خندہ آورد مرا گریۂ مینا امروز

کارِ امروز بفردا مفگن جام بیار (۱۷) نتواں خورد غمِ وعدۂ فردا امروز

جام در گردش و ساقی بحریفاں سرخوش (۱۸) مجلسِ خوب تریں ہست مہیا امروز

ادب ز صحبتِ رندانِ پارسا آموز (۱۹) بگیر جرعۂ پیمانہ و بہ پیماں باش

مرا در بزمِ رنداں آبروئے مے تواں دادن (۲۰) بیک تہ جرعۂ ہم رنگ و بوئے میتواں دادن

مرا ساقی شرابِ زعفرانی میتواں دادن (۲۱) بیک تہ جرعہ آبِ زندگانی میتواں دادن

آنکس کہ سپرِ چشمِ تہی دستی دعا است اوّل در قبول بروئے اثر زند

رنگِ عاشقانہ

فارسی اور اردو شاعری میں اگر کسی کا کلام عشقِ مجازی (عاشقانہ) کے رنگ سے نہ رنگا گیا ہو، نہ تو وہ شاعر سمجھا جاتا ہے، نہ اُس کی شاعری قدر و قیمت پاتی ہے،

اِس بدمذاقی کا عیاش شاعروں مغلوب الجذبہ نوجوانوں اور تماشبینوں نے اپنی شہوانی خواہشات لذات سے ایسا مخربِ اخلاق تباہ کن جلوہ دکھایا کہ آزاد گورنمنٹ کو بھی ایسے گندے لٹریچر کی اشاعت ممنوع قرار دینا پڑی، اگر دُنیا کی کسی زبان میں شاعری کا غلط استعمال کیا گیا ہے تو وہ فارسی اور اردو ہے جو ملک کی بداخلاقی اور عام بدچلنی کا حقیقی و واحد سبب جذبات بہیمی کا بھڑکنا اور بھڑکانا ہے، شاعری ایک ہندی تیغ تھی، جو فاسد و گندہ خیالات پر چلایا کر انسان کی روحانی طاقتوں کو جلا دیتی تھی، یہ حضرات اُسے اپنے ادب و اخلاق کی گلو تراشی کے کام میں لاتے، شارح و مفسرین کا دامن، جب عشق و عاشقی اور شراب و کباب کے کانٹوں میں اُلجھا تو اُنہیں کھینچ تان کر عشقِ مجازی میں لانے کی نالائق کوشش کی، گو اُن کا یہ کام اپنی حدود کے اندر بدتر تھا، مگر اِن حامیانِ فعل بدافعالان نے اگلی نسلوں کی شاعری کے لئے ایک پُرگناہ راستے کی داغ بیل ڈال دی، اِن نالائق جذبات کا بے جگری سے مقابلہ کرنے کی بجائے اُن کے حوصلے بڑھا دیئے، عشقِ حقیقی کا گلا گھونٹ دیا گیا، اور اب چاروں طرف عشقِ مجازی کا دَور دورہ ہے، کیونکہ کسی طرح کا کوئی متبرک سے متبرک کلام اِس بدعت سے پاک نہیں،

شاعری دراصل انسان کو اشرف المخلوقات بنانے کے لئے پیدا ہوئی تھی، معشوق خداوندِ حقیقی تھا، درد و وظائف لذتِ عشق تھے، اب جو بیشِ خاطر ہے، وہ ظاہر ہے، برہمن نے اِس عشق میں جس درد کے ساتھ محبت کے آنسو نثار کئے ہیں، اور وصل میں کامیاب ہوا ہے، وہ نظارہ دیکھنے کے لائق ہے، ذرا دلِ باختہ عاشق کی اپنے معشوق کے لئے بیقراریاں دیکھئے، مگر جو عشقِ مجازی کے دلدادہ ہیں، وہ تکلیف نہ فرمائیں ؎

در محبت ہوس جام و سبو نتواں کرد
تا بود خونِ جگر ساغر بگو نتواں کرد

تا سرِ زلفِ اُو بدست آرد — دل پریشان تر از صبا شدہ است

عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو رگِ گل — چوں لالہ درد شناسِ محبت بداغ نیست

عاشقِ شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل میخورد — فصلِ گل بگذشت و از بلبل نوائے برنخاست

بہ دلِ مجروح ناخن زن کہ در بزمِ فراق — احتیاجِ سازِ چنگ و نالۂ مضراب نیست

بدردِ عشق برہمن بساز و خوشدل باش — کہ از نہالِ محبت ہمیں ثمر پیدا است

گرفتاریِ ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست — تارِ موئے ز سرِ زلفِ دل آویز بس است

چو دردِ عشق رسد خواہشِ دوا نکند — نظر بقاعدۂ نسخۂ شفا نکند

چاکِ گریبان

ہزار بار برہمن نمودمے "چاکش" — وَلے نیامدم از ضعف تا گریباں دست

یہ مضمون فارسی و اُردو شعرا کی دیوانگی کا نتیجہ ہے، کہ وُہ معشوق کے ہجر میں بیزار ہو کر اپنا دامن چاک چاک کر ڈالتے ہیں، گو اِس کے چاک کرنے کے بیسیوں طریقے اِن کی دیوانگی نے نکالے ہیں، مگر اِس پر بھی آج تک اُن کی دیوانگی کا مکمل نقشہ نہ کھینچ سکا،

میر الطاف حسین حالی نے اپنے مشہور ناقدانہ مقدمہ میں اِن دیوانوں کے بیسیوں "چاک گریبان" کے مضمون دینے کے بعد لکھا ہے، کہ روزِ آغازِ شاعری سے

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے — دامن کے چاک اُور گریباں کے چاک میں

شعر سے بڑھ کر کسی شاعر نے "چاکِ گریبان" کا مضمون نہیں باندھا، اِس سے یہ نتیجہ نکلا کہ دُنیائے شاعری میں ہزارہا شاعروں نے وقت ضائع کیا، مگر ایک مضمون پر ایک شعر بھی موزوں نہ لکھا گیا، حالی نے جو محض ایک شعر انتخاب کیا، وُہ حالی کے مذاق کے موافقِ حال ہو گا، کیونکہ اِس میں جنوں کا دَور دکھلایا گیا ہے، اور یہی ناقص بیان ہے، جذبہ کا دَور نہیں ہوتا، اور وُہ جنون کیا ہوا کہ جو ہر سال اُٹھا اور اِس سے شاعر کی حالتِ ہوش و حواس ظاہر ہوتی ہے، کہ جو ایسا ارادہ ظاہر کرتا ہے برہمن اپنی محویت کا جو نقشہ کھینچتے ہیں، اُس سے اُن کے نہیں بلکہ دُنیا بھر کے گریبان چاک ہوتے ہیں، صدر کا شعر مکرر پڑھیے، اور پھر آپ کی دیگر جدت طرازیاں، مگر اوّل حالی کے پسندیدہ شعر کا جواب

برہمن سے سنئے ؎

کسیکہ جامۂ جاں چاکِ دم تواں دارد / بہ نزدِ ہمتِ او چاک در گریباں چیست

بچاکِ پیرہن از آستیں نباید بروں دستم / کہ ترسم راز دل از چاکِ پیرہن شود پیدا

کردم خیالِ روئے تو سر در کشم بجیب / آید بروں ز چاکِ گریبانم آفتاب

زبسکہ دوختم و پارہ ساختم صد بار / ز چاکِ سینۂ من در دلِ رفوگر است

کوتہ نگاہے گذرد امروز بچاکِ جگرم / ہر کہ دی روز مرا چاکِ گریباں می دوخت

بود بچاکِ جگر لذتے کہ نتواں گفت / تو از ہوس شدہ بر چاکِ یک گریباں شاد

مرا ہر لحظہ باید عشق چاکِ تازہ کردن / چو آہِ نو مرا ہر شب گریبانے دگر باید

بپیرہن بلیست کہ چوں چاک شود بتواں دوخت / سینہ چوں چاک شود باز رفوئے نتواں کرد

دستِ ہر کس زپے شاخِ امیدے بلند / قسمتِ ماست کہ بر چاکِ گریباں آمد

عشقِ مجازی کے عاشقوں کے چاکِ گریباں کے ہزار علاج ہیں، مگر برہمن کے "چاک" کا کوئی علاج نہیں ؎ ہزاراں بخیہ باشد کارگر چاکِ گریباں را ؛ بچاکِ سینۂ کہتر راست می آید رفوئے کس

ہمیشہ چاکِ جگر منتِ دستِ ہمتِ اوست / کسے کہ چاکِ ہوس نیست در گریبانش

کسے کہ از غمِ عشقِ تو سینہ دارد چاک / ز چاکہائے گریباں بگو چہ دارد باک

کہ دارد از بہارِ عشق سامانے کہ من دارم / شود گل داغ ازیں چاکِ گریبانے کہ من دارم

بگریباں نہ زنم دست کہ چوں غنچہ ز شوق / خونِ دل میخورم و پائے بدامن دارم

بجوش آمد چو ابرِ نو بہاراں چشمِ گریانم / ز چاکِ دل گواہی میدہد چاکِ گریبانم

دست اگر داری برہمن جامۂ جاں چاک کن / ننگ دارد عشق از چاکِ گریباں داشتن

دستم دگر ز شوق نگنجد در آستیں / تا در ہوائے چاکِ گریباں برآمدہ

زبسکہ چاکِ جگر لذتے دگر دارد / چو دست سوئے گریباں برم شود کوتاہ

اہلِ حقیقت ہی اپنا گریبان چاک کیا کرتے ہیں، اہلِ مجاز ادھر دھیان ہی نہیں کرتے ؎

لہ؎ ۔ تشبیہ کا الہامی کام ہے، اور اصلاحی شان بھی ملاحظہ ہو۔

عاشق آنست کہ پوشیدہ بود رازِ دلش   ننگِ عشقست اگر چاک گریباں داری

واقعی اوچھے آدمی ہی گریبان چاک کرتے ہیں، کہ جنہیں افشائے راز کا خوف نہیں ہوتا۔

دَورِ حاضرہ کی دلچسپی کے قابل

کفر بے رشتۂ زنار نمے آید راست
کار کن کار کہ گفتار نمے آید راست

یہ خوبی ہر شخص کے کلام میں پیدا نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ ہر طبقہ میں مقبول ہو، اور کلام کی خوبی بھی یہی ہے کہ اس عجائب گاہِ کائنات کا ہر ذرہ اِس گنگا جل سے اپنی پیاس بجھائے۔ شاہنامہ بلحاظ حجم و عدہ خلافی محمود گو جائز طور پر مشہور ہے، مگر ہر طبع کی تفریح کا سامان اس میں موجود نہیں، دیوانِ حافظ اہلِ تصوف و اربابِ دانشاط کے طبقہ کی خوراک ہے، مثنوی ملا روم خاص طبیعتوں کے لئے شیر و شکر ہے، گلستاں و بوستاں کی نسبت بھی ایسا ہی قیاس کر لینا چاہئے کہ مکتب میں پڑھ لینے کے بعد اگر کسی نے دیکھے ہوں گے، کیا وہ کاتبان ہوں گی، یا مصحح یا وہی طفلانِ مکتب، ایسی ہی فارسی و اردو کے دیگر شاعروں کی کیفیت ہے۔

دیگر شعرائے فارسی کے کلام میں یہ خصوصیت اِس وجہ سے پیدا نہ ہو سکی کہ وہ محض اپنی ہی زبان اور کلام سے واقف تھے، مگر برہمن اگر ہندی تھا، تو وہ رشی بالمیک یا گوسائیں تلسی داس تھا، اگر ہندو دھا، تو وہ کلیم و ابوالفضل، عمر خیام، و فطرت، چونکہ آجکل فارسی و اردو شاعروں پر یہ صحیح اعتراض عام طور پر قائم کیا جاتا ہے، کہ اُن کے کلام میں زلف و کاکل، عشق و محبت، گل و بلبل، شمع و پروانہ ہجر و وصال کے فضول خیالات کے سوا اور کچھ نہیں، اِس لئے شاعری مفید نہیں ہو سکتی، واقعی اہلِ زمانہ کا یہ اعتراض ایسا وزنی اعتراض ہے، کہ جس کا کوئی جواب نہیں، مگر اِس اہلِ کمال نے اپنے مختصر کلام میں دَورِ حاضرہ کے نوجوانوں کی دلچسپی کے ایسے سامان بہم پہنچائے، کہ حضرت حسرتؔ ہانی تک چونک پڑے، چنانچہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

"نئے انگریزی مذاق یا انہیں کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ مسائلِ عشق و محبت کو فضول خیال کرینگے، اور کہیں گے کہ ہم تو مفید شاعری کے دلدادہ ہیں سو برہمن کے یہاں ایسے حضرات کے لئے بھی دلچسپی کے سامان موجود ہیں رنگِ محبت

کے ساتھ فلسفۂ عمل کے امتزاج نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے"

سر از دریچۂ صبح امید کردہ بروں
کسے کہ دامنِ شبہائے انتظار گرفت

در میکدۂ عشق باندازۂ خود باش
چوں مستیِ ایں جرعہ باندازۂ ہوش است

بیار بادہ کہ وقت بہار مے گذرد
تو غافل از خودی و وقت کار مے گذرد

اہلِ دانش بر سرِ یک مدعا پیچیدہ اند
ہر کہ دانا تر بود از مدعا خواہد گذشت

انگریزی مذاق

در طریقِ عشق بے کوشش بمطلب کے رسد
ہر کہ ترکِ مدعا را مدعا دانستہ است

جو صاحب انگریزی مذاق سے مانوس ہیں، عشق و محبت کو فضول سمجھتے ہیں، اور مفید شاعری کے گرویدہ، کیونکہ دنیا آجکل مادیات کی رو میں بہی چلی جا رہی ہے، اس لئے آجکل شاعری بھی اسی دریا میں غوطے کھا رہی ہے، برہمن کی شاعری مفید شاعری ہے، اور منزل کے مسافر کے لئے کار آمد، چنانچہ چند شعر اس مذاق کے موافق انتخاب کئے جاتے ہیں ؎

در میکدۂ عشق باندازۂ خود باش
چوں مستیِ ایں جرعہ باندازۂ ہوش است

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد
چوں شکستہ دگر بار کجی آید راست

گرہ کشائیِ ایام در زباں داری
مدار رشتۂ ہمت بعقدۂ تعویق

مذہبی رنگ

میانِ کیش برہمن وفا و یکرنگی ست
کہ قائم است بریں کہنہ دودمان اخلاص

جیسے چند شعرائے زبانِ فارسی گذرے ہیں، انہوں نے کم دبیش چند روزہ روزی کی خاطر اپنا دھرم اور ایمان اس پہ قربان کر دیا تھا، اور ہندیوں کی یہ عادت عام ہے، اگرچہ برہمن بنی نوعِ انسان میں اشرف سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ہمارا برہمن بھی ان ایمان فروشوں سے الگ کھڑا اپنے راگ گا رہا ہے، اور اپنے میٹھے سُروں سے کہ ہندی و مسلمان وجد کرتے ہیں، کیونکہ اس نیک مرد نے مذہبی رنگ وہیں تک اپنے کلام میں چمکایا، جہاں تک کہ ہر ہندی کا ایمان اُسے اجازت دیتا ہے، وہ دل آزاری سے نفرت اور دلداری سے پیار کرتا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ دل سے سچے مسلمان کی قدر کرتا تھا، چونکہ اخلاق اور ادبیات سے بہرہ کامل رکھتا تھا، اس لئے اُن پہ

عامل بھی تھا فرماتے ہیں ؎

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن   رشتۂ زلفِ بتاں با رشتۂ زنّارِ ما

کیفیت احوالِ جہاں در نظرم بود   آں روز کہ برآب نہادند بنا را

قدیم آرین دہرم اور خدائی تعلقات کس طرح مربوط کئے ہیں ؎

تا کند تاب وہ صندلِ پیشانیٔ خویش   برہمن خاک سرِ کوئے تو بر سر برداشت

بہ محبت اشک چناں برہمن ز دیدۂ تر   کہ آب تازہ بروئے برہمناں آورد

خواہم از سلسلۂ زلفِ بتاں تا سے چند   کہ بہم تاب دہم رشتۂ زنّار سے چند

دامنِ عصیاں بآبِ دیدہ شستم برہمن   لیک نقشِ سجدۂ بت بر جبیں دارم ہنوز

برہمن کا کلام مذہبی رنگ سے ایسا رنگا ہوا ہے کہ جیسی راماین، وہ اپنے عقاید و فرائض اپنی برتری و خوبی اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ کسی دوسرے پاسدار مذہب کو شاق نہیں گذرتا اگر مذاہب کے دعویدار اپنی اپنی تحریر و تقریر، اپنی اپنی کلک و زبان سے اسی رنگ میں رنگیں، امن پیدا ہو، فساد جاتا رہے، دینداری پھیلے،

برہمن نے اپنا کلام اس رنگ میں اس وقت رنگا جبکہ ایک ہی رنگ، رنگ لا رہا تھا چونکہ یہ رنگ بیان دلپذیر تھا، اس لئے قابلِ تحریر تھا گو تھا کم میں جگہ بجگہ اس کی زر افشانی کی گئی ہے مگر یہ چند دل نہایت تازہ آمد ہے جیسے اب بھی کچھ نئے ہو، غور سے کلام پڑھئے

فارسی شعر و شاعری کا توجہ

خیالات کے نقاد تاریخ نے گذشتہ ایک ہزار سال کے شعرا نے فارسی کا کلام محک امتحان پر رکھا، کہنا پڑتا ہے کہ حقیقی شاعری کے لحاظ سے کسی کا کلام برہمن کے کلام سے مقابلہ نہیں کھا سکا، چونکہ فارسی مر چکی ہے، اسلئے آیندہ بھی امید نہیں، بعض بیدل کہینگے کہ تنقید طولانی ہے، مگر خدا شاہد ہے کہ یہ بہت کہ نہایت اختصار سے لکھا ہو، اور حق یہ ہے کہ اگر برہمن کے کلام کے صنائع و بدائع اور نکاتِ رموزِ شاعری پر بہ فردا لتفصیل سے نظر ڈالی جاتی تو یہ تنقید کئی ضخیم جلدوں میں ختم ہوتی ارباب فن کا فرض ہے کہ وہ اس داغ بیل کو منڈھے چڑھائیں، اور سا تھ ہی ہم اُن قلوب کیلئے خدائی رحم کے طلبی ہیں کہ جو کلماتِ انصاف سے غم و غصّہ کے شکار ہوں اب ہم آپکو آپ کا کلام سناتے ہیں،

(مجا کمہ نگار خاکسار بہار)

سری گنیش آئمہ

کلیاتِ برہمن

دیوانِ برہمن

مرتبہ
فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار منشی رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی مدظلہ

ردیف الالف

۱

اے برتر از تصوّر و وہم و گمانِ ما — اے درمیانِ ما و برون از میانِ ما

آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق — شد جلوہ گاہِ صورتِ معنی نہانِ ما

جا کرد در میانِ رگ و ریشہ مہرِ دوست — پُر دردہ شد مغزِ وفا استخوانِ ما

اُستادِ عشق حوصلہ فرمائے عاشقست — صد جا شکست تا لبِ آمد فغانِ ما

مانندِ غنچہ گرچہ خموشیم برہمن — لیکن پُر از نواست چو بلبل زبانِ ما

۲

اے عقل پیشِ پرتوِ ذاتِ تو چوں سُہا — وے چشم بر کمالِ صفاتِ تو مبتلا

در سینہ گشت آتشِ مہرِ تو دلنشیں — باشد غبارِ کوئے تو در دیدہ توتیا

ہر ذرہ در ہوائے تو دارد سرِ نیاز — ہر مرغ در خیالِ تو در نغمہ و نوا

افتادہ است دستِ نوالِ تو دستگیر — گم گشتہ است قاید لطفِ تو رہنما

در کنہِ ذاتِ رہ بنرد عقل و ذہنِ ما — جز عجز چیست تحفۂ درگاہِ کبریا

درحضرتِ جلال تو کس را مجال نیست — باشد گدا بکوئے تو ہم شاہ ہم گدا
در بارگاہِ لطف تو جائے سوال نیست — ایں جا چہ احتیاج باظہارِ مدعا
گردن کشاں کہ بادِ غرور زند در دماغ — چوں دانہ اند در تہِ ایں کہنہ آسیا

معدوم گردد ایں ہمہ موجود برہمن
باشد ہمیشہ بر سرِ ما سایۂ خدا

۳ـ

کنم ز سادہ دلی بند دیدۂ مژگاں را — شکست خس نتواں بست راہِ طوفاں را
جگر فشاں شدہ ام باز جائے آن دارد — کہ لالہ زار کنم دامن و گریباں را
ہمیشہ زلفِ ترا اضطراب در کار است — چگونہ جمع کنم خاطرِ پریشاں را
شبے خیالِ تو آمد بخواب و آسودم — وگر ز ہم نکشادم چشمِ گریاں را

برہمن از تو سخن بے دلیل میخواہم
کہ اعتبار نباشد دلیل و بُرہاں را

۴ـ

ہر نفس بوئے محبت آید از گفتارِ ما — ہیچ نتواں فہمید از گفتارِ ما مقدارِ ما
درخمِ زلفش دلِ دیوانہ وار پیچ و تاب — چوں کشاید زلف بکشاید گرہ از کارِ ما
در خیالِ شمعِ روئے او بشبہائے فراق — صبح را در خواب آید دیدۂ بیدارِ ما
گردنِ آزادہ کے در پیشِ گردوں خم شود — کم مبادا از سرِ ما سایۂ دیوارِ ما

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن
رشتۂ زلفِ بتاں با رشتۂ زنارِ ما

۵ـ

رسد براوجِ فلک آہِ سرکشیدۂ ما — صلا بموج دہد اشکِ خوں چکیدۂ ما
ہمیشہ آب گہر با گہر بود دمساز — نشد ز دیدۂ ما دور آبِ دیدۂ ما
بیادِ سنبلِ زلفِ بتاں گرفت قرار — دگر بجا نرود طبعِ آرمیدۂ ما
بیا بمعرکۂ امتحانِ عشق و ببیں — نشانِ راستی از قامتِ خمیدۂ ما

سخن چو پست و بلند است برہمن چہ عجب
کہ خام و پختہ دہد نخل نو رسیدۂ ما

ع ٦

بیہودہ رود باد صبا بر اثر ما — ما گم شدگانیم کہ یابد خبر ما
با معتقد ہمت صاحب نظرانیم — کونین بود مختصر اندر نظر ما
ہر شب گہر افشاں شود از گوشۂ مژگاں — بر دامن صد پارۂ ما چشم تر ما
آرایش ہنگامۂ ایّام جنوں است — آں داغ کہ چوں لالہ بود در جگر ما

لاف از ہنر خود لفضولے نتواں زد
جز بے ہنری چیست برہمن ہنر ما

ع ٧

بکشا چو در صحن چمن بند قبا را — بوئے دگر افزود دم باد صبا را
ہر صبح اگر آئینہ روئے تو بیند — در دست نگیرند بتاں آئینہ ہا را
ارباب نظر بر اثر شاہد مقصود — در راہ طلب دیدہ گذارند نہ پا را
کیفیت احوال جہاں در نظرم بود — آں روز کہ بر آب نہادند بنا را

بگذار کہ آسودہ نشینیم برہمن
زنہار مرنجان دل شوریدۂ ما را

ع ٨

چہ اختلاط بارباب عقل شیدا را — بطور ما بگذارید لحظہ ما را
نظر بشاہد معنی بچشم دل دارم — حجاب عینک چشم است مرد بینا را
سخن اثر نکند در دلیکہ بے اثر است — کسے بجلوہ نیاورد نقش دیبا را
ترا ز آفت دم سردئی جہاں چہ زیاں — اگر بآتش دل گرم کردہ جا را

کسے بر آب روان برہمن نشد ایمن
اساس بر سر آب است قصر دنیا را

ع ٩

بکس خبر نشد از نالہ آشیانۂ ما — کہ نیست قابل گوش کساں ترانۂ ما

عجب نباشد اگر با ثمند افتد کار — کہ ہست در چمنِ شعلہ آشیانۂ ما
بعشق حسن بود نسبتے کہ نتوان گفت — ہمیں حجاب بلا گشت در میانۂ ما
ز زلف و خال خیالِ نجات ممکن نیست — فتادہ بر سرِ راہست دام و دانۂ ما

چگونہ برہمن از عشق احتراز کند
کہ حسن جلوہ فروش است در زمانۂ ما

۱۰

آفتابِ من چو روئے خود نمود آئینہ را — آب و تاب، دیگر از تابش فزود آئینہ را
جز غبارِ خط کہ بر آئینۂ رویش نشست — ہمنفس کے میتواند بود دود آئینہ را
چشم دل یا صورتِ معنی مقابل میکنم — در پسِ دیوار گر باشد چہ سود آئینہ را
روئے خود در آئینہ بیند نہ روئے آئینہ — پیش روئے او کجا باشد وجود آئینہ را

من سخن در پردہ میگفتم سحر با برہمن
آفتابِ من مخاطب کردہ بود آئینہ را

۱۱

ہرگز کسے نکرد نگاہے بسوئے ما — کس گرم تر ز اشک نیاید بروئے ما
با پیچ و تابِ زلف تو داریم در خیال — صد جا ز ہم گسستہ بود گفتگوئے ما
ہرچند ابر گریہ کند بشگفد چمن — از فیضِ آبِ دیدہ بود آبروئے ما
موئے نیابد از سرِ موئے میانِ او — ہرچند پیچ و تاب خورد مو بموئے ما

ما برہمن حریفِ مئے ارغوان نہ ایم
باشد ہمیشہ خونِ جگر در سبوئے ما

۱۲

سر بر زند ز جیبِ خزان نوبہارِ ما — آخر شود شگفتہ گلِ انتظارِ ما
ہرچند شد شکستہ درستی گرفت دل — آخر شکستِ کارِ دل آمد بکارِ ما
بے اختیار کرد دلِ ما قرارِ عشق — دیگر بدستِ عشق بود اختیارِ ما
در دیدہ تا خیالِ گلِ روئے او گذشت — باشد ہمیشہ خونِ جگر در کنارِ ما

ما برهمن صحیفه نویس محبتیم
بیکار نیست کلکِ محبت نگار را

ع۱۳

سهی قدی که چو آید بناز و استغنا / دهد نهالِ قدش یاد عالم بالا
تبسم لبِ معشوق نیست کم ز جواب / چه شد که غنچه خموش است و بلبلان گویا
کشیده سر بگریبان و پای در دامن / چو طفلِ غنچه خموش‌اند مردم دانا
نخست بر دلِ آزادگان رسید شکست / چو شانه زد بسرِ زلف او نسیم صبا

بهر که در نگری همت از تو میخواهد
مهندسان بحباب و برهمنان مدعا

ع۱۴

فروغِ دل ز فیضِ باده روشن شود پیدا / دماغِ رفته از سیرِ گل و گلشن شود پیدا
بچاکِ پیرهن از آستین ناید برون دستم / که ترسم رازِ دل از چاکِ پیراهن شود پیدا
کجا پنهان کنم این گریهٔ طوفان خیز را / که گر در آستین گم گردد از دامن شود پیدا
سر موی ازان موی میانش لیک نتوان گفتن / بجای هر سرِ مو گر زبان بر تن شود پیدا

برهمن لب فرو بستم وگرنه در سخن گوئی
ادای تازه و طرزِ سخن از من شود پیدا

ع۱۵

نداد از نسیم سرِ زلف راه قافله را / بپای دل ز خمِ زلف بست سلسله را
چه قدر راه شناسند رهروانِ طلب / اگر بدیده نه پیموده اند مرحله را
سخن ز عشق مگو ورنه اول از سرِ هوش / لضبطِ رازِ محبت بیار حوصله را
تمام شکرم از احسانِ بی نهایت دوست / کجا گذار بود بر زبانِ من گله را

خیالِ سود و زیان برهمن ز نادانیست
لب از زبان خود کوتاه کن معامله را

ع۱۶

ببوسیم پای آن رنگین نگارِ نازنینی را / که یکدم خشک نگذارد ز خون یک آستینی را

محبت میکشد سوئے جنون رکو چۂ عشقم — کہ سرگرداں کنند رلحظہ عقل دوربینے را
لب لعل بتاں اصل علاج درد ما باشد — مے رنگیں نشاط افزا بود طبع حزینے را
دلم در سینہ آرامی نے خواہد چہ میخواہد — ہلال ابرو بتے خورشید روئے مہ جبینے را

برہمن در ردیف تازہ مضمون تازہ تربستی
نہال تازہ زیبا تر نماید نو زمینے را

١٧

در تنگنائے سینہ مدہ راہ کینہ را — از نقش کینہ سادہ نگہدار سینہ را
با ناکسان سنگدلاں حسن اختلاط — باشد برئے سنگزدن آبگینہ را
افسانہ چند بشنوی از اہل روزگار — از من شنو حکایت راز شبینہ را
اول قدم ز خویشتن گذشتن پسند نیست — اینجا ازیں جہت نگذارند زینہ را

اشعار آبدار برہمن چو گوہر است
پر کردم از جواہر معنی سفینہ را

١٨

جوانی بود فصل عیش و عہد کامرانیہا — کجا آن فصل و کو آں عیش کی آں شادمانیہا
دو چشم خوں فشانی میکند و از لب لعلے — کہ ہنگام تکلم میکند گوہر فشانیہا
ببرد افسانۂ عہد شباب از دل غبار غم — کہ دل را تازہ سازد یاد ایام جوانیہا
بیا یک نکتہ از درس محبت خواں و فارغ شو — کہ باشد نکتہائی بیکراں در نکتہ دانیہا

حدیث عشق از گفتار دیگر است مستغنی
برہمن در محبت کفر باشد قصہ خوانیہا

ردیف بائے موحدہ

١٩

یک نکتۂ مطلع دیوانم آفتاب — یک پرتو مے زشمع شبستانم آفتاب
گر در خیال روی تو سر در کشم بجیب — آید بروں زچاک گریبانم آفتاب

کردم شبی خیال تو در دیده میهمان		ریزد بجای اشک بدامانم آفتاب
از بهر این و آن نکشم منت کسی		آب من آب دیده لب نانم آفتاب

دارد خیال روئی تو در دیده برهمن
من ذرهٔ حقیرم و مهمانم آفتاب

غ ۲۰

همیشه عذر بلبهاست عذر خواه طلب		ادب ز دیدهٔ و اندازه از نگاه طلب
سراغ راه حقیقت ز مرد عارف کن		چو پیک بره نبری آشنائی راه طلب
گذار قافلهٔ فیض در شب تار است		فروغ صبح طرب در شب سیاه طلب
چو آفتاب جهان گشتی و نگشتی سیر		فراغ اگر طلبی سایهٔ کلاه طلب
به هرزه گردئی عالم کسی بجا نرسد		بگوشهٔ ز جهان برهمن پناه طلب

ردیف تا مثناة

غ ۲۱

بچشم همت من نثار رخسار کیست		درین چمن بخزان نسبت بهار یکیست
دلم قرار ده آن زلف بیقرار گرفت		قرار گو نبود در دلم قرار یکیست
قدم نهاده براه طلب هزار اسند		ولی رسیده بمطلوب از هزار یکیست
دلم ز جا نرود از بلند و پست جهان		که نزد اهل خرد وضع روزگار یکیست

باختلاف مبین برهمن که در ره عشق
یکی است قاعدهٔ راه و وصل کار یکیست

غ ۲۲

هر که دارد هوس عشق نشانی با دوست		چون گل لاله بدل داغ نهانی با دوست
در جهان باش ولیکن ز جهان فارغ باش		هر که فارغ ز جهان نیست جهانی با دوست
هر چه گویم بزبان نگهش میگویم		مردم چشم مرا نیز زبانی با دوست
مرد را سود و زیان در نظر آید یکسان		هر که شد در گرد سود زیانی با دوست

برهمن آنکه دل ما بنگاهی میبرد

در تماشائے بتاں اوست کہ آئنے با اوست

۲۳

خیالِ روئے تو رونق فزائے حیرانیست | ہوائے زلفِ تو سرمایۂ پریشانیست
درآں مقام کہ بد کردہ پشیماں شو | علاجِ دردِ گنہ داروئے پشیمانیست
بزیر زنگِ تعلق سیاہ نتواں داشت | کہ دل چو آئینہ آفتاب نورانیست
بعشق ہیچداں شو کہ غور ایں مطلب | نہ در معاملہ فہمی و مدعا دانیست

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید
کہ ہر چہ روئے دہد آشنائے پیشانیست

۲۴

ہوائے فصلِ گل و موسمِ بہارانست | گلِ نشاط بدامانِ مے گسارانست
نہ چشم سرخم و نہ رنگِ زرد چیرانم | کہ کارِ من ہمہ کارِ سیاہ کارانست
زنار زلف با آسودگاں مدہ بوسئے | کہ ایں وظیفۂ دلہائے بیقرارانست
بدرد شادم و از گریہ شکوہا دارم | کہ اشک پردہ درِ حالِ رازدارانست

جنونِ عشق برہمن کشد بمستی کار
کہ عشق آفتِ احوالِ ہوشیارانست

۲۵

دارم دلے شکستہ و سبوئے نمود درست | چاک آں چناں خورد کہ نسازد رفو درست
صہبا شکست شیشہ و صدمہ فتادہ جام | در بزمِ عشق کس نرساند سبو درست
تا ز ابروئے کشادہ گرہ بر جبیں زدی | ہرگز نیایدم نفس اندر گلو درست
بر رنگِ من بچشمِ حقارت نظر مکن | دارد شکستہ رنگیٔ من آبرو درست

تا ساخت شکستہ سرِ زلفِ تو برہمن
ہرگز نہ ہیچکس بکند گفتگو درست

۲۶

با رخ و زلفِ توام خوش سحر و شامے ہست | بخیالِ تو خوش آغازے و انجامے ہست
زلف و خالِ تو اگر دام و گر دانہ بود | دلِ من مرغِ نو آموختۂ دامے ہست

اضطراب دو جہاں را نہ شمارد بجوے — آتشے کو کہ کند سوختہ و پختہ جگر

ہر کرا در شکن زلف تو آرامی ہست — ایں کبابیست نمک سودہ ولے خامی ہست

برہمن مرغ دلے کو کہ گرفتار شود
ورنہ در ہر طرفے دانہ بہر دامی ہست

۲۷

چو درد عشق رسد خواہش دوا کفر است — دریں معاملہ اظہار مدعا کفر است

زخاک کوے بتاں میشود فروغ پذیر — علاج دیدۂ عاشق بہ توتیا کفر است

بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود — ز عندلیب ہائی پُر از نوا کفر است

دریں طریق بجز چشم تر مکن تکلیف — کہ طے مرحلۂ دوستی بپا کفر است

براہ عشق قدم نہ برہمن از سر صدق
کہ رہروان رہ عشق را ریا کفر است

۲۸

راہ نتواند کسے مردم آزاد بست — ہیچکس نتواند آخر رہ بروئے باد بست

از ہجوم غم زلب تا سینہ دارم کارواں — تنگی جا بر دل تنگم رہ فریاد بست

کے گرفتار محبت میل آزادی کند — خاصہ آں صیدے کہ بر فتراک خود صیاد بست

زلف مشکینش پریشاں کرد سنبل را بخاک — طرۂ او صد گرہ بر طرۂ شمشاد بست

بر سر آب رواں افگند طرح خانہ را
اے برہمن ہر کہ دل در دیر بے بنیاد بست

بے ثباتی

۲۹

دل میرود ز دست بروئے کہ آشناست — دیوانہ شد بسنبل موئے کہ آشناست

در کام آرزو ندہد جز عمر مراد — بے مہری زمانہ بخوئے کہ آشناست

در نوبہار مغز من آشفتہ تر شود — ایں بوئے نوبہار ببوئے کہ آشناست

ہر چند پا کشیدہ روم پیشتر رود — باز ایں دل شکستہ بکوئے کہ آشناست

با خود غم خمار کشیدیم برہمن

تا بادهٔ طرب بسوی که آشناست

۳۰

دل بر بتی که آشنا شده است / که ز هر آشنا جدا شده است

با من از مدعا مگو که مرا / مدعا ترک مدعا شده است

برد دلم پا منه که شیشهٔ دل / بسکه شد صاف رونما شده است

تا سر زلف او بدست آرد / دل پریشان تر از صبا شده است

برہمن بسکه خاک راه تو شد / در تهٔ پا چو نقش پا شده است

۳۱

فراست دیده که دارد برابر نیسان دست / برد همیشه ز سر پنجهای طوفان دست

سرش ز حلقهٔ فتراک عشق بیرون باد / گدای عشق بیالاید ار بسامان دست

حرام باد ترا امتحان لذت شوق / اگر ز درد محبت بری بدرمان دست

ز شست و شوی بر دل صاف کی شود باطن / با آب توبه بشو بعد ازین ز عصیان دست

هزار بار برہمن نمود سعی چاکش / ولی نیایدم از ضعف تا گریبان دست

۳۲

دلم بسنبل زلف تو تا قرار گرفت / میان سلسلهٔ عشق اعتبار گرفت

خوش آنکسی که بصحرای ملک ناکامی / ز سیل حادثه آرزو کنار گرفت

سر از دریچهٔ صبح امید کرد برون / کسی که دامن شبهای انتظار گرفت

اگر ز دست روم چیست اختیار مرا / که عشق سر زد و از دستم اختیار گرفت

ز عشق نام میسر برہمن که ناسره / خوش آنکه بر محک امتحان عیار گرفت

۳۳

متاع حسن ترا طرفه روز بازار است / که کس نیافته عالمی خریدار است

بگلشن دل ما بگذرای تماشایی / درین چمن گل خود روی داغ بسیار است

بود در حلقهٔ مستان بر دل چو حلقهٔ در　　جدا ز نرگس مست تو هر که هشیار است
نه دام دانم و نه سنبل و نه ریحان را　　دلم به سلسلهٔ زلف او گرفتار است

ترا به دیر و حرم شیخ و برهمن جویند
بحیرتم که درین پرده این چه اسرار است

۲۴ع

آتشکدهٔ سینهٔ ما بر سر جوش است　　تا رشحه به بر دیدهٔ ما شعله فروش است
از مرسم راحت نشنیده است ندائی　　عمریست که در باغ دل ما پنبه بگوش است
دهکیدهٔ عشق باندازهٔ خود باش　　چون مستی این جرعه باندازهٔ هوش است
هر نوش که از غیر بود نیش نماید　　هر نیش که از دست تو آید همه نوش است

از حال برهمن چه توان گفت که چون
باخون جگر ساخته چون غنچه خموش است

۲۵ع

هر شش همین نه جا به دل ما گرفته است　　در هر دلی چو درد دل ما جا گرفته است
کونین را بخلوت دل ره نمی دهد　　آزاده که ترک تمنا گرفته است
آرد فرو به بزم حریفان سر نیاز　　با گردن بلند که مینا گرفته است
بی آفتاب روی تو تسکین پذیر نیست　　چشم ترم که خوب تماشا گرفته است

با خویش ساختیم برهمن که روزگار
با اهل درد ترک مدارا گرفته است

۲۶ع

مطلب اهل محبت گرمی بازار نیست　　حرف بسیار است اما رخصت گفتار نیست
تار زلف عنبرینش تار موئی برده ام　　بر تن من هر سر مو کمتر از زنار نیست
کوته اندیشان برونی بیش و کم پیچیده اند　　مرد عارف را نظر بر اندک و بسیار نیست
مستی چشمش کند هشیار را مست نگاه　　هیچکس در دور چشم مست او هشیار نیست

در خیال او برهمن با د شبهای فراق

ہمنشین با تغیر از دیدۂ بیدار نیست

۳۷

چرخ ہر جامہ کہ بر قدِّ عزیزاں میدوخت — گرد آں تازہ طرازِ غمِ عریاں میدوخت

طفلِ اشکم ز رہِ شوق ببازی ہمہ شب — لخت لختِ جگر پارہ بمژگاں میدوخت

حسرتِ تیز نگاہش نرود از یادم — کہ دلِ ہر کہ شدی پارہ بپیکاں میدوخت

کو نگاہی کند امروز بچاکِ جگرم — ہر کہ دی روز مرا چاکِ گریباں میدوخت

برہمن گشت فدای غلط اندازیِ او — کہ زدی تیرِ نگہ بر دل و بر جاں میدوخت

۳۸

صبح است و ابر گوشۂ باغے غنیمت است — بوئے ز برگِ گل بدماغے غنیمت است

پروانہ وار در طلبِ آتشِ وصال — افتادگی بپائے چراغے غنیمت است

گو منزلِ مراد ز ما دور دست باد — در راہِ انتظار سراغے غنیمت است

چوں روزگار در گروِ اختیار نیست — از فکرِ روزگار فراغے غنیمت است

با داغِ عشق ساز برہمن کہ چند گاہ — الفت میانِ پنبہ و داغے غنیمت است

۳۹

دارم دلے کہ ترکِ تمنا گرفتہ است — دستِ نسیم دامنِ صحرا گرفتہ است

بینائی درست طلب کن کہ آفتاب — آفاق را بدیدۂ بینا گرفتہ است

ہرگز نمی فتد ز نظر طفلِ اشکِ من — مانندِ موج دامنِ دریا گرفتہ است

بر قامتش نظر مکن و بر کنار باش — زیں آتشِ بلند کہ بالا گرفتہ است

دارد بگوشِ اہلِ سخن راہ برہمن — نظمِ گہر ز عقدِ ثریا گرفتہ است

۴۰

دستم ہمیشہ نسخۂ سودا نوشتہ است — خطِ تباہ چوں خطِ زرسا نوشتہ است

سامان ابر اگر طلبی در میان کنم — چشمم نم صحیفہ بدریا نوشتہ است

لعل لبش ببوسهٔ شیرین او اگر کند — آں نسخهٔ شفا کہ مسیحا نوشته است

باشند دلیل عجز با در راکب مدعا — این دفتر سیاه که دانا نوشته است

گردند گرد برہمن از شوق قدسیاں
گویا سخن ز عالم بالا نوشته است

۲۴۱

حاصل ایام عمر ما پشیمانی بس است — عذر خواه جرم ما تقصیر نادانی بس است

جمع کے گردد دل آوارهٔ صحرائے عشق — مایهٔ جمعیت عاشق پریشانی بس است

راز دل چوں سوسن آزاده نتواں کرد فاش — ہمچو برگ لاله در دل داغ پنہانی بس است

طفل نو آموز اشکم را بشبہائے فراق — بر بیاض چہره مشق گوہر افشانی بس است

برہمن اندیشهٔ ما ره بجائے کے برد
غایت اندیشه ایں را حیرانی بس است

۲۴۲

گرد دل گردم که یار دلستانے بوده است — بازبان بے زبانی ہمزبانے بوده است

ما زلیخا وار سرگرداں مصر بیکسی — یوسف ما درمیان کاروانے بوده است

گردشہائے ما چوں زلف معشوقاں دراز — داستان عاشقی خوش داستانے بوده است

درمیان خاک و خوں افتاده بر راہش دلم — ہمچو مرغ نیم بسمل نیم جانے بوده است

در محبت حال مے بارد ز قال برہمن
برہمن افسوں گرے جادو بیانے بوده است

۲۴۳

ہر طرف جلوهٔ و ہر لحظه تماشائے ہست — میتواں دید اگر دیدهٔ بینائے ہست

گوشهٔ نیست که بے زمزمهٔ عشق بود — ہر طرف معرکهٔ معرکه آرائے ہست

سرورا گو که دگر جلوه به بستاں نکند — که مرا در نظر آں قامت زیبائے ہست

بہر تسکین دل و دیدهٔ خونیں جگراں — زیر ہر غمزهٔ خونریز نوا پیمائے ہست

وصل او مے طلبد برہمن از روئے نیاز

آرزوئے غلط و خواہش بیجائے ہست

۴۴

مست عشقِ تو جز از سرِ دستان نیافت — بے تو یک زمزمہ در خانہ و بازار نیافت

دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد — جائے محفوظ تر از سایۂ دیوار نیافت

نو بہار آمد و شد نغمہ سرا مرغِ چمن — ہیچکس حالتِ این مرغِ گرفتار نیافت

دل بے رفت پئے کام و بکامی نرسید — لعلِ لب یار ولے لعلِ شکر بار نیافت

برہمن زندہ دلاں شب بسحر آرند
ہیچکس ہیچ بجز دیدۂ بیدار نیافت

۴۵

عیش از نیو و شیونِ ما کس نگرفت — گل گر بنود گلخنِ ما کس نگرفت

مانند نسیم از در و دیوار در آئیم — در راہِ طلب دامنِ ما کس نگرفت

اکثر وختہ بودیم شب از گریہ چراغے — اما خبر از روغنِ ما کس نگرفت

فصلِ گل و ایامِ خزاں آمد و بگذشت — ہرگز خبر از گلشنِ ما کس نگرفت

ماییم و سرِ سایۂ دیوار برہمن
گنجِ الم و مسکنِ ما کس نگرفت

۴۶

کارواں بگذشت بانگے از درائے برنخاست — عالمے گم گشت و از جائے صدائے برنخاست

چشم تا برہم زدی (با جبہ) انجام شد آغازِ عمر — طے شد این رہ آنچناں کآواز پائے برنخاست

عاشقِ شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل ہیچ رو — فصلِ گل بگذشت و از بلبل نوائے برنخاست

کشتِ زاہد ہرگز ئی مزرعِ بیگانگیست — از زمینِ شور تخمِ آشنائے برنخاست

برہمن ہر سو بامیدے زدم گامِ مراد
در جہانِ تنگ از سوئے صلائے برنخاست

۴۷

بیا کہ در دلِ ما بے تو آرزو گرہ است — دلِ شکستہ چو زلفِ تو مو بمو گرہ است

کجاست محرمِ رازے کہ عقدہ بکشاید — کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است

زبسکه دوخته‌ام چشم دانا به ساختم صد بار
ز چاک سینهٔ من هر دلی رفوگر است

خبر ز تندی خوی که یافت حیرانم
که گل شگفته شد و باده در سبو گره است

خیالِ زلفِ تو تا در دلِ برهمن ماند
به سینه تا به زبان راهِ گفتگو گره است

غ ۴۸

نشست ساغر و ساقی و گشت مهتاب است
بیار رسمی که هنوز آفتاب در خواب است

زبسکه موجِ محبت بچشم تر دارم
سفینهٔ فلک از گریه‌ام بگرداب است

مرا الصبر تسلی دهند غمخواران
چگونه صبر پذیرد دلی که بیتاب است

خزان بگردِ گلِ داغِ من نمی‌گردد
همیشه این چمن از فیضِ گریه شاداب است

حدیثِ عشق برهمن بدل زند ناخن
چه جای نالهٔ چنگ و صدائے مضراب است

غ ۴۹

من و دلبستگی روی چو ماهی که تراست
من و آشفتگی زلفِ سیاهی که تراست

نیم بسمل شدگان بر سرِ ره منتظراند
قطرهٔ آب از آن تیغ نگاهی که تراست

ای دل از سوزِ جگر مردن آسان نبود
ترسم از چرخ برین بگذرد آهی که تراست

مردِ همت نه نشیند به رهِ شوق از پای
طعنه بر کوه زند این پرِ کاهی که تراست

گر گناه تو همین بیکسی و بیگنهی است
برهمن قابلِ عفو است گناهی که تراست

غ ۵۰

از رهِ بی اثرِ عشق خبر نتوان یافت
راهِ بسیار توان رفت و اثر نتوان یافت

چون زند خونِ جگر جوشِ محبت در دل
محرمِ راز بجز دیدهٔ تر نتوان یافت

کوی عشق است که گم گشته جهانی در وی
گوهرِ دل چه توان کرد اگر نتوان یافت

کیمیائیست قناعت که چو آید به عمل
آنچه زین خاک توان یافت ز زر نتوان یافت

برهمن تا نبود چاشنی لذتِ عشق

مژہ از لختِ دل و خونِ جگر نتواں یافت

۵۱

بتے کہ لعلِ لبش شیوهٔ مسیحا داشت — ہزار طرزِ سخن در سخن بایما داشت

اگرچہ جانبِ بیگانہ داشت گوشۂ چشم — نگاہ گوشۂ ابرو بجانبِ ما داشت

فروغِ شمعِ محبت نگر کہ شعلۂ شوق — بجائے ہر سرِ مو بر تنِ زلیخا داشت

بضبطِ گریہ بسے دوختیم ہم مژگاں — دلے کہ بند ز خاشاک پیشِ دریا داشت

نگاہِ لطف و کرم جانبِ برہمن بود
عتاب و ناز و ستم ہر چہ داشت با ما داشت

۵۲

عشقبازی میکنی این بازیٔ طفلانہ نیست — داستانِ عشق جانسوز است این افسانہ نیست

بزم بے شمع است ورنہ باہزاران بالِ شوق — بر تنِ من ہر سرِ مو کمتر از پروانہ نیست

مستیٔ جامِ محبت نشۂ دیگر دہد — (از ترکیب بند) آنچہ میخواہیم ما در ساغر و پیمانہ نیست

خونِ دل در سینہ خوردن رسمِ مجنوں بود و بس — پاسِ آدابِ محبت کارِ ہر دیوانہ نیست

(اتحاد)
اے برہمن آشنا ہستند از روزِ ازل
در حقیقت ہیچکس از یکدگر بیگانہ نیست

۵۳

رنگِ رخِ تو آب دہِ چہرۂ گلست — زلفِ کجِ تو تاب دہِ شاخِ سنبلست

جمعیتش بخوابِ پریشاں نصیب باد — آشفتہ خاطرے کہ گرفتارِ کاکلست

صوتِ حزیں غبارِ غم از دل برون برد — ما را ہمیشہ گوش بر آوازِ بلبلست

سرگشتۂ نگاہِ تغافل پسندِ اوست — چشمے کہ آشنای ادائے تغافلست

بے سبزہ در رہِ گل نتواں برد برہمن
ہر سبزہ در روزگار نمودار ازاں گلست

۵۴

بیادہ ہر کہ بشبہائے ماہتاب نشست — کلاہ کج زد و با ماہ و آفتاب نشست

من از حجابِ ادب غرقِ انفعال شدم — دراں شبے کہ بمن یار بے حجاب نشست

ز گریه باز نماند دمی چو ابرِ بهار — که نقشِ مردمِ چشمم میانِ آب نشست

رود بجانبِ معمورهٔ عدم روشی — کسی که روز اگر در دهِ خراب نشست

ز آب و رنگِ جهان چیست برهمن حاصل
بماند تشنه لب آنکس که بر سراب نشست
(عاشقانه حقیقی)

ع ۵۵

تیغِ هندیِ صنمان غمزهٔ خونریز بس است — تیرِ مژگانِ جفاجو نگهِ تیز بس است

سوی ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست — بتغافل نگهِ مصلحت آمیز بس است (عاشقانه)

بگرفتاریِ ما سلسله در سلسله چیست — تارِ موئی ز سرِ زلفِ دلاویز بس است (عاشقانه)

گنجِ زر گر نبود همتِ ما باقی باد — دامنِ پر گهر و چشمِ گهر ریز بس است

برهمن سرو درین باغ چه ارزد که مرا
در نظر جلوهٔ آن قامتِ نوخیز بس است

ع ۵۶ (عاشقانه)

ز دیده رفتی و ذکرِ تو بر زبان باقیست — غمی که بود درین سینه همچنان باقیست

همیشه گرمیِ هنگامهٔ جهان برجاست — جهانیان بفنا رفته و جهان باقیست (نادر الکلامی)

هزار بار در آمد دلم بکورهٔ عشق — وگر سوزش اگر جای امتحان باقیست

نه بهار و خزان خارِ عشق بلبل را — بیادگارِ محبت در آشیان باقیست (جذباتِ دل)

حدیثِ عشق برهمن بسر نمی آید
هزار نسخه نوشتند و بیش از آن باقیست
(حقائق و معارف)

ع ۵۷

مرا ز زلفِ دلاویز تارِ مو کافیست — تبسم ز لبِ یارِ تندخو کافیست

اگر ز دیده رود آبِ دیده منت دار — که آبِ چشمِ تو از بهرِ آبرو کافیست

بگلشن ار نگذارند بلبلان سهل است — مرا ز دور تماشای رنگ و بو کافیست

براهِ عشق قدم نه که در طریقِ سلوک — بسوی منزلِ مقصود جستجو کافیست

ز اعتقادِ برهمن اگر نشان خواهند

بجبهہ صندل و زنّار در گلو کافیست

۵۵

مارا ز فیضِ گریہ بہارے بدامنست ... وز آتش نہفتہ شرارے بدامنست

از یادگار خونِ شہیداں ترا ہنوز ... نقشے بر آستین و نگارے بدامنست

ہر قطرۂ کہ سر زند از دیدۂ ترم ... با صد فنا دکیش قرارے بدامنست

از دشتِ عشق میرسم اینک مرا ہنوز ... از راہِ امتحان دو سہ خارے بدامنست

صیدِ ضعیف را نکشد یا د برہمن
صیّادِ ماکہ تازہ شکارے بدامنست

۵۶ [illegible]

چہ آتشے ست کہ در دیدۂ تر افتاد است ... کہ جائے اشک بدامانم اخگر افتاد است

نہ جمع گشت دلِ من ز زلفِ او ہرگز ... کہ این دو نسخہ ز شیرازہ ابتر افتاد است

شدم ز دست اگر میلِ امتحان داری ... ہنوز قطرۂ دُردے بساغر افتاد است

ز پندِ ناصح اگر سرگراں شوم چہ عجب ... کہ کارِ من بحریفانِ دیگر افتاد است

ہی [illegible]

برہمن از سرِ ہمت قدم براہ بنہ
کہ بارِ عشق عظیم است و بر سر افتاد است

۶۰ [illegible]

بسکہ طبعم شیوۂ مہر و وفا دانستہ است ... ہر کجا بیگانہ باشد آشنا دانستہ است

در طریقِ عشق بے کوشش بمطلب میرسد ... ہر کہ ترکِ مدعا را مدعا دانستہ است

زیرِ گردشہائے گردوں ہر کہ دارد آشیاں ... خویش را دانہ ایں آسیا دانستہ است

ہر کہ اسبابِ تعلق را فراہم میکند ... راہ در پیش است تدبیر خطا دانستہ است

برہمن دارد سخن نازکتر از طبعِ بتاں
ایں ہمہ نازک ادائی از کجا دانستہ است

۶۱

مرا لجبینِ عشقم درد از برائے من کافیست ... تبسمِ تو ز بہرِ دوائے من کافیست

ز سرمہ دیدۂ عاشق فروغ نپذیرد ... غبارِ کوئے بتاں توتیائے من کافیست

در شکستی دو جہاں درشکستگی دست / ہمیں شکستہ دلی مدعائے من کافیست

مرا چو تنگدلی باشگفتگی جمع است / چو غنچہ پیرہنِ من قبائے من کافیست

برہمن از ہمہ بیگانہ زندگانی کن
کہ پیرِ دیرِ مغاں آشنائے من کافیست

۶۲ [illegible]

رسید موسمِ گل فکرِ مے پرستاں چیست / من از صلاح گذشتم صلاحِ مستاں چیست

گذشت عمر درین فکر من ندانستم / کہ جرم کفر کدام است صوابِ ایماں چیست

چو ہر دو را نظرے بر بہارِ رحمتِ او / بہم نزاعِ دلِ کافر و مسلماں چیست

کسے کہ جامۂ جاں پاک دم تواں دارد / بہ نزدِ ہمتِ او چاکِ در گریباں چیست

[illegible]

بیا و نرگسِ مستے چو ایں برہمن را
بہ سبز باغ چہ کار است گشتِ بستاں چیست

۶۳ [illegible]

تشنۂ زخمِ تو آب از دمِ خنجر برداشت / نیم بسمل شد و از زخمِ تو مکرر برداشت

کشتۂ تیغِ ترا تشنۂ دیگر افزود / زخم بر زخم پئے لذتِ دیگر برداشت

ہر کہ نوشش لبِ لعلِ تو بیادش آمد / گشت سیراب دل از چشمۂ کوثر برداشت

ساقیِ بزمِ محبت بہ سبکدستیِ ناز / نقدِ ہوشم از دلِ ما برد چو ساغر برداشت

تا کند تا بدہ صندلِ پیشانیِ خویش
برہمن خاکِ سرِ کوئے تو بر سر برداشت

([illegible])

۶۴ [illegible]

تابِ دل نیست در آن جلوۂ روئے کہ تراست / عقل برہم زند آں پیچشِ موئے کہ تراست

جیبِ نخ پیوستہ بود سنگِ حوادث در دست / عاقبت بشکند ایں کہنہ سبوئے کہ تراست

لذتِ چاکِ گریباں نتواں گفت بکس / داں بے حوصلگیہاست رفوئے کہ تراست

از دلِ ما کہ دہد یاد کہ دریادِ تو نیست / صد دل افتادہ بہر گوشۂ کوئے کہ تراست

برہمن کیست کہ دیوانہ چو مجنوں نہ شود

علاجے میرود از ہوش زبونی کہ تراست

۶۵

هر نفس اہل سخن را گرمی بازار ہست — گنج گوهر گر نباشد چشم گوهر بار ہست

صورت معنی بچشم عاقبت بین دیده اند — شادی ما بر امید وعده دیدار ہست

حرف اول از برای اصل فهمیدن بس است — ورنه هر دفتر که بینی نسخه تکرار ہست

داروی راحت نصیب دردمندان کرده اند — مرد را درد از برای امتحان در کار ہست

(حاشیہ: [illegible] کا خاکہ)

در خیال تار زلف عنبرینش برهمن
بر تن من هر سر مو رشته زنار ہست

۶۶

رخ تو رونق هنگامه بهار شکست — خیال نشاء لعل لبت خمار شکست

جبین مده ز رہ که ره افتادگان کثرت را — همیشه کشتی امید بر کنار شکست

خیال روی کسی جلوه کرد چون خورشید — غرور ظلمت شبهای انتظار شکست

شکست زلف تو در هر شکن به پیچش و تاب — دل شکسته ما را هزار بار شکست

(حاشیہ: نازک خیالی — برجستہ بندش)

بهم شکست دل خسته برهمن را
بامتحان چو سر زلف بیقرار شکست

۶۷

باید بیاض دیده بخون جگر نوشت — صد بار محو کرد و دگر از سر نوشت

اکنون چگونه محو توان کرد آنچه بود — استاد ما بتخته ما پیشتر نوشت

طفل دلم ز بهر تماشای تو بهار — پیغام لخت سینه بمژگان تر نوشت

بر هر چه شد نوشته توان بود شادمان — دیگر چه اختیار چو نتوان ز سر نوشت

(حاشیہ: نازک خیالی — [illegible])

ما نورسان هیچمدانیم برهمن
هر کس قلم گرفت ز ما خوبتر نوشت

(حاشیہ: کسر نفسی)

۶۸

بر آتش غم تو دلم چون کباب سوخت — وز اشک گرم مردم چشمم در آب سوخت

بر روی آفتاب کجا پرده جا کند — تا چهره بر فروخته صد نقاب سوخت

(حاشیہ: نازک خیالی)

دارم دلِ شکستہ کہ برآتشِ فراق
چوں مو برئے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت

معاملہ فہمی

آں آتشِ نہفتہ کہ در سینہ داشتم
چنداں بلند شد کہ دلِ آفتاب سوخت

نازک خیالی

گفتی سخن بہ برہمن از لعلِ آتشیں
تا گفتہ یک حدیث زباں در جواب سوخت

۶۹

دل میبرد ز دست ادائے خرام کیست
در باغِ حسن سرو بخوبی غلام کیست

چشمِ تو سرگراں گذرد از سرم بناز
ایں آہوئے رمیدہ ندانم کہ رام کیست

ہرگز بکامِ کس ندہد جرعۂ مراد
ایں دورِ روزگار ندانم بکام کیست

بے ثباتیِ دنیا

دارم خمار و خونِ جگر جوشش میزند
نہ جرعۂ نشاط ندانم بجام کیست

گفتی بتازگیٔ غزلِ تازہ برہمن
ایں طرحِ تازہ طرز کدام و کلام کیست

۷۰

گر ترا از دہنِ تنگ نمکدانی ہست
لختِ لختِ جگرِ سوختہ بریانی ہست

چاک کن جامۂ جاں تاکہ بیرزد بجوے
ہر کرا پارہ دریں شہر گریبانی ہست

میدہد پیرِ مغاں جامِ مے و میگوید
با ادب باش کہ پیمانہ و پیمانی ہست

پریشانی

قطرۂ اشک ز دل کوہِ غم آرد بیروں
چہ غم از کوہِ غم ار دیدۂ گریانی ہست

حاصلِ گرمیٔ عشق است برہمن کہ ترا
دلِ آتش زدہ و سینۂ بریانی ہست

اندرز و نصیحت

۷۱

بدل خیالِ رخِ یار بستن آساں نیست
نظر بوعدۂ دیدار بستن آساں نیست

بدہ ز خونِ جگر خوں بہائے بلبل را
کہ گل بگوشۂ دستار بستن آساں نیست

عاشقانہ

منم کہ با مژہ بستم اشکِ جگر ریز
وگرنہ شعلہ بایں تار بستن آساں نیست

تازگیٔ خیال

بیا ز پاکیٔ داماں و صفائی باطن
کمر بخدمتِ زنار بستن آساں نیست

مذہبی فخر

برہمن از عملِ نیک زادِ رہ باید

نصیحت

بسوئے ملکِ عدم بار بستن آساں نیست

۴۲

ہر کجا صیدیست در دامِ محبت رامِ تست — ہر دلے کاسودگی خواہد مقامش دامِ تست

در دیارِ لطفِ عامت ہیچکس محروم نیست — ہر کہ می بینی نگاہِ جملہ بر انعامِ تست

اے دلِ شوریدہ آساں گیر کارِ روزگار — کارِ تو ناپختہ از اندیشہ ہائے خامِ تست

مردم آزاد از سود و زیاں آسودہ اند — حاصلِ عمرِ گرامی یک دمِ آرامِ تست

برہمن طبعی نتواں دست بمطلوب یافت
از تو تا سر حدِ مطلب جنبشِ یک گامِ تست

۴۳

ہر کہ پیش از صبحدم با ساغر و صہبا نشست — بر فرازِ روزگارِ خویش چوں مینا نشست (تازگی خیال)

خلوت آں باشد کہ در کثرت بدست آید ترا — مردِ دانا در میانِ عالمے تنہا نشست

ہر نوائے کز زبانِ مرغِ نوآموز خاست — ہمچو پیکانِ محبت در دلِ دانا نشست

عاقبت از منزلِ مقصود می یابد نشاں — ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست (اولوالعزمی)

لازم آمد بر سرِ ما خدمتت برہمن
محو گردد ہر آں نقشے کہ در دلہا نشست ([illegible])

۴۴

دل چو آں نرگسِ جادو ادائے رفتہ است — در پئے آں قد و چندیں بلا بستہ رفتہ است

دل نمی بینم بجائے خود نمیدانم کجاست — اینقدر دانم کہ از جا بجائے رفتہ است (سہلِ ممتنع)

چشم اگر بینا بود ہرگز نہ گردد در غلط — مردِ عارف از پئے یک نقشِ پا پے رفتہ است

یا صبا گر رازِ دل گفتم عیبِ ما مکن — در میانِ آشنائی ماجرائے رفتہ است (عاشقانہ)

ما برہمن ہر چہ پیدا کردیم بد دانستہ ایم
عذر میخواہیم اگر از ما خطائے رفتہ است

۴۵ (از دیوانِ رائے برام)

نو بہار آمد بصحنِ بوستاں خواہم نشست — ہمچو گل شاداب بر آبِ رواں خواہم نشست

ہمچو بویا از سرِ گل مختفی نمی خواہم شدن — لیک ہمچوں بلبل آسا در میاں خواہم نشست

ہر چہ می بینم و میدانم زِ خوابے بیش نیست ... فارغ از اندیشۂ سود و زیاں خواہم نشست
بر زمینِ خاکساری چہرہ .... از غبارِ آرزو دامن کشاں خواہم نشست

چون نسیمِ ناتواں خواہم قرانِ برہمن
در میانِ حلقۂ زلفِ بتاں خواہم نشست

۷۶ عارفانہ
کدام دل کہ زیاں دیدۂ تمنا نیست ... کدام دیدہ کہ خوں گشتۂ تماشا نیست
زگفت و گوئی جہاں لب ببند و فارغ باش ... کہ کارِ ما و تو در حسلِ ایں معمّا نیست (خوبیٔ بیان)
خرد براہِ تو بسیار رفت و کار نساخت ... کہ ایں معاملہ در اختیارِ دانا نیست
براہِ عشق بجائے نمی رسد ہر گز ... کسی کہ سودہ تراز نقش در تہِ پا نیست (خوبیٔ بیان)

زاہلِ درد برہمن کسے نمی پرسد (خاموشی)
گناہِ بیکسیٔ ما ز جانبِ ما نیست

۷۷
صحبتِ جمع بہم جیب کجا آر درا ست ... کارِ ما با سرِ زلفِ تو خدا آر درا ست
نقشِ زلفِ تو بہ آشفتہ دلاں کج نشست ... سرِ ایں رشتہ مگر بادِ صبا آر درا ست
جلوۂ سرو قدش میبرد از دل آرام ... قامتِ اوست کہ صد گونہ بلا آوردا ست
آن کہن خرقہ کہ در سلسلۂ مجنوں ماند ... سرِ دارِ عشق تو بر قامتِ ما آر درا ست

برہمن حاصلِ تدبیرِ تو باشد معلوم
کرمِ اوست کہ تدبیرِ خطا آر درا ست

عاشقانہ
سر بگردوں بردہ اے سروِ آزادی ترا ست ... راستیِ راحیلہ شاگردند شمشادی ترا ست
تازگیٔ خیال
از محبت دل شود معمور چوں گردد خراب ... اے دلِ شوریدہ ویراں شو کہ آبادی ترا ست
رعایتِ لفظی
در جگر کاوی بناخن کشتہ اے دل علم ... لافِ شیریں کاریٔ خون کہ فرہادی ترا ست
تازگیٔ خیال
در گریباں چاک ہا چون غنچہ دانند اہلِ ہوش ... گریہ لذتہائے غم خو کردہ شادی ترا ست

اے برہمن جلوہ دارد ہر طرف شیریں مراد

عزمِ صیدِ تازہ فرما کہ صیادی ترا نیست

باخیالِ روئے او در دیدہ جائے خواب نیست	[illegible]	حاصلِ چشم بغیر از قطرۂ خوناب نیست
بر دلِ مجروح ناخن زن کہ در بزمِ فراق	عاشقانہ	احتیاجِ سازِ چنگ و نالۂ مضراب نیست
ہر قدم خواہی سرِ دلہائے مشتاقاں بیاب		ایں متاعِ رائیگاں در شہرِ ما کمیاب نیست
درمیانِ ہر شکنجش بیدلاں افتادہ اند	ذومعنی	زلفِ خود را تاب کمتر دہ کہ ما را تاب نیست

راہِ عشق است و برہمن با مغیلاں ساختن
پہلوی ما آشنائے بسترِ سنجاب نیست

من و سودائی و خیالِ خط و خالے کہ ترا ست	خوبیِ ترکیب	من و دیوانگیِ حسن و جمالے کہ ترا ست
دل برد قامتِ زیبائے تو اے سرو رواں		رونقِ گلشنِ عشق است نہالے کہ ترا ست
اے دل از دوست بجز دوست طلب نتوان کرد		کفرِ محض است بجز دوست سوالے کہ ترا ست
گر شوی در پئے تدبیرِ صفائی باطن		ہمچو آئینہ شود صاف سفالے کہ ترا ست

برہمن میشود آساں برضا و تسلیم
ایں ہمہ در رہِ تدبیر محالے کہ ترا ست

تسلیم و رضا

دلم شگفتہ چو بوئے دماغ پرور اوست	[illegible]	قرارِ من ہمہ از جلوۂ مکرر اوست
خوش آں کہ با تو نشینم بیک نفس بہ نشاط		کہ ہر کہ با تو نشیند نشاط در بر اوست
پسر چو غنچہ نشود تنگدل درین بستان	زندہ دلی	کسے کہ ہمچو گلِ تازہ لب بساغر اوست
سرش بگنبدِ گردوں فرو نمی آید	فلسفہ	کسے کہ از خس و خاشاکِ راہ بستر اوست

برہمن از ہمہ سو می وزد نسیمِ شمال
خوش آں کسے کہ نسیمِ شمال رہبر اوست

فلسفہ

کجاست بادہ کہ عالم بیاد دادۂ اوست	[illegible]	اساسِ آب بر آتش بنا نہادۂ اوست
مریدِ ہمتِ آں پیرِ خرقہ بردوشم		کہ ہر کجاست سرے بر در افتادۂ اوست

بهم شگفته نشینند شاهدانِ چمن — که سایه بر همه از سروِ ایستاده اوست

مدد ز همتِ پیرِ مغان طلب که مدام — گواه حالِ دل او در گشاده اوست

نه فکرِ شیخ و نه تدبیرِ برهمن باید — که اصلِ مصلحتِ کار در اراده اوست

حسابِ عمر بتدبیرِ ناصواب گذشت — فغان که نقدِ گرامی بایں حساب گذشت

ز جلوهٔ غلطِ روزگار دانستم — که پای تشنه لبی چند بر سراب گذشت

دمی ز خوابِ گران میتوان شدن بیدار — وگرنه تازه دهٔ چشم آفتاب گذشت

ز دیر و زود چه حاصل چو عمر در گذر است — فغان که دیر بدست آمد و شتاب گذشت

ز موجِ حادثه بیرون نیافتیم کنار — بروی آبِ روان عمر چون حباب گذشت

شبی خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل — تمام عمر چو زلفش به پیچ و تاب گذشت

برهمن این غزلِ تازه را دگر حکمیست — مگر خیالِ لبش بر دلِ کباب گذشت

(حاشیه: فلسفه — بے ثباتیِ دہر — تشبیہِ کامل — عاشقانہ — عاشقانہ)

عمر گر لیست چون بادِ صبا خواهد گذشت — از همه بیگانه ترا این آشنا خواهد گذشت

هیچکس از گردشِ گردون نمی آید برون — هر یکی چون دانه زیرِ آسیا خواهد گذشت

راه سخت و شیشهٔ عمرِ گرامی نازک است — صحبتِ مینا و خارا تا کجا خواهد گذشت

اهلِ دانش بیسرِ یک مدعا پیچیده اند — هر که دانا تر بود از مدعا خواهد گذشت

بوی دردِ آشنائی زنده میدارد مرا — هر که با درد آشنا شد از دوا خواهد گذشت

دل اگر داناست بی منت مطلب میرسد — دیده گر بینا بود از توتیا خواهد گذشت

نسخهٔ اعجاز برگیرید از لعلِ بتان — ورنه حالِ ما ز قانونِ شفا خواهد گذشت

بر سرِ آزادگان مانندِ گل خواهد شکفت — خارِ صحرای محبت چون ز پا خواهد گذشت

در میانِ پیرهن چون برگِ گل خواهم شکفت — هر کجا در جلوه آن رنگین قبا خواهد گذشت

(حاشیه: [illegible])

چوں ز خبرِ غنچہ حرفِ ترکِ گل خواہد شنید　در میانِ ما و بلبل ماجرا خواہد گذشت

اے برہمن در چمن پیش از سحر باید رسید　راہ بسیار است صبح از پیشِ ما خواہد گذشت

صبح خیزی

ع ۵۵

دنیا تمام خوابِ پریشانیٔ منست　دیں روز و شب تصورِ حیرانیٔ منست

داناکند معالجۂ حالِ خویشتن　بیماریم ز علتِ نادانیٔ منست

بر ہر زمیں کہ می نگرم سجدہ میکنم　خاکِ نیاز صندلِ پیشانیٔ منست

طوطیِ شکر فروشِ دُکانِ زبانِ منا　بلبل نمک حیشِ شکر افشانیٔ منست

ہمہ راست

در بوستانِ عشق برہمن فسانہ گوست　مطربِ ترانہ سازِ غزل خوانیٔ منست

ع ۵۶

پُر از حدیثِ گنہ نامۂ سیاہ منست　گنہ ز بس کہ بود اصلِ گناہِ منست

خوبیٔ بیان

ز ترکِ ہر دو جہاں میدہند در لشان　ہمیں دو پارۂ ترکی کہ در کلاہِ منست

بجنبشِ قدمے طے کنم بآسانی　بلند و پستِ جہاں را کہ پیشِ راہِ منست

اگر ز سینہ کشم آہ آسماں سوزد　نہفتہ آتشِ زیرِ سینہ زیرِ آہِ منست

برہمن از نظرم رازِ چرخ مخفی نیست　کہ ہر چہ نیست در آئینۂ نگاہ منست

اظہارِ کمالِ روحانیت

ع ۵۷

تا گرد راہِ عشق طلب ہائے ما نشست　در دیدہ خاکِ میکدہ چوں توتیا نشست

فلسفہ

فارغ نشست دل ز تمنا مہا ہرگز ولے　تا یک دو گام دور ترا ز مدعا نشست

تیرے کرشمہ بر دلِ بیگانہ زد ولے　پیکاں تمام در جگرِ آشنا نشست

بوئے نیافت دل ز چمن ورنہ بار ہا　بر دامنِ نسیم و بدوشِ صبا نشست

محرومی

نظارہ کن کہ بر سرِ کوئے تو برہمن　محتاجِ یک کرشمہ جا داد و انشست

۸۸

کفر بی رشتهٔ زنار نمی آید راست
کار کن کار که گفتار نمی آید راست

سیر باطن و گرد عالم ظاهر دگر است
سخن خانه ببازار نمی آید راست

پند ناصح نکند در دل عاشق اثری
مست را صحبت هشیار نمی آید راست

منزل عشق دراز است سر از خواب برآر
کار بیدیدهٔ بیدار نمی آید راست

برهمن شیشهٔ دل سخت نزاکت دارد
چون شکست دگر بار نمی آید راست

۸۹ (تصوف)

دنیا بچشم اهل نظر جز سراب نیست
آبادی زمانه بغیر از خراب نیست

هرگز شبم بمطلع صبحی نمی رسد
گویی شب سیه دلان آفتاب نیست

در فصل گل چو جوش زند لاله در چمن
افسرده آن دلی که بر آتش کباب نیست

ما را نظر ندیدهٔ لطف نسیم گشت
از کرده گر حساب بخواهی جواب نیست

تا روز روز این است برهمن امیدوار
گر سوی تو بدیر بیاید عتاب نیست

۹۰ (سبحان الله)

این چه شوریست که در کوچه و بازار یکیست
وین چه سریست که در اندک و بسیار یکیست

کافرم گر سر موئی به تفاوت گویم
رشتهٔ زلف تو با رشتهٔ زنار یکیست

لعل را با لب لعل تو چه نسبت باشد
لعل بسیار ولی لعل شکربار یکیست

هر دلی را نه هوائی سر زلفش باشد
مرغ بسیار شد اما مرغ گرفتار یکیست

برهمن دفتر ایام ورقها دارد
کارکن آمده بسیار ولی کار یکیست

۹۱ (فلسفه و حقیقت)

این همه عالم فانیست که در روز شده یکیست
نقش بسیار شد و دیدهٔ بیننده یکیست

هر صدف گوهر و هر بحر خروشی دارد
پیش ارباب نظر گوهر تابنده یکیست

دو سه روزی بجهان جلوه کنان باید بود
نزد ارباب خرد رفته و آینده یکیست

عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیار اند | این ہمہ قابل عفو اند چو بخشندہ یکیست

ہر کہ آمد ز جہان گذران خواہد رفت
برہمن آنکہ بود باقی و پایندہ یکیست

ع ۹۲

بانی خانۂ معمورہ و ویرانہ یکیست | خانہ بسیار ولے صاحب ہر خانہ یکیست
چوں سر از رشتۂ توحید بر آرند ہمہ | پیش ارباب نظر عاقل و دیوانہ یکیست
آتش عشق چو افروخت ہمہ یک شدند | حسن چوں جلوہ کند والہ و فرزانہ یکیست
تو بصد رنگ بر آ شیوۂ ما سوختن است | شمع بسیار ولے مشرب پروانہ یکیست

برہمن گرچہ جہاں پر بود از افسانہ
لیک گوشے کہ بود قابل افسانہ یکیست

ع ۹۳

شوریدہ خاطرے کہ دل از خویش وا گرفت | دست نسیم و دامن باد صبا گرفت
یک قطرہ در بساط سر انجام خود نداشت | سامان گریہ ابر ز داماں ما گرفت
یک ذرہ بہر دیدۂ خورشید کم نبود | چشم غبار کوئے تو چوں توتیا گرفت
چوں دانہ عاقبت خبر از حال خود نیافت | ہر کس کہ خانہ در تہ این آسیا گرفت

چوں خاک سودہ بر سر راہ تو برہمن
پائے تو رفتہ رفتہ چو رنگ حنا گرفت

چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے
دو پاٹن کے بیچ آ ثابت رہا نہ کو

ع ۹۴

نگہ از دور براں روئے چو ماہے کافیست | بر رخ ماہ تو از دور نگاہے کافیست
در شب ہجر پریشانی حال مرا گو | طرز آشفتگی زلف سیاہے کافیست
خرمن ہوش و خرد بر سر ہم ریختہ اند | بر آتش عشق اگر سر زند آہے کافیست
در مقامے کہ سبکدوش توان رفت برآ | کوہ زر کو نبود یک پر کاہے کافیست

برہمن در بر ما تنگ بود اطلس چرخ
بر سر ہمت ما بار کلاہے کافی ست

بحر ۹۵

من عاشقم مرا بہوس احتیاج نیست — مرغِ رمیدہ را بقفس احتیاج نیست

در راہِ عشق یک قدم از خویش پیش باش — شوریدہ را بصدائے جرس احتیاج نیست

ہرگز نظر بجیفۂ دنیا نمی‌کنم — شہباز را ببالِ مگس احتیاج نیست

در گوشۂ خمول چو عنقا فتادہ‌ام — دیگر مرا بصحبتِ کس احتیاج نیست

گر سوئے ما ندید برہمن از و مرنج
گل را بآشنائیِ خس احتیاج نیست

غزل ۹۶ صنعت لفظی

ما را بکارہائے جہان احتیاج نیست — آزادہ را بسود و زیان احتیاج نیست

چشمِ پر آب چشمۂ مژگان دہد برون — باغِ مرا بآبِ روان احتیاج نیست

رمزیست در میانِ دل و ماجرائے عشق — تقریرِ شوق را بزبان احتیاج نیست

ما سبزۂ فتادہ براہِ محبتیم — ما را بنو بہار و خزان احتیاج نیست

مذہبی فخر

تا جرعہ‌کش شدیم برہمن ز جامِ عشق
ما را دگر بہ پیرِ مغان احتیاج نیست

غزل ۹۷ عاشقانہ تازگی خیال

سنبل شنیدہ‌ام کہ بآن کاکل آشناست — زان زود دلم بسلسلۂ سنبل آشناست

از نالہ گر دمے نشکیبد عجب مدار — شوریدہ بلبلے کہ ببوئے گل آشناست

ما را خیالِ نشارِ لعلِ لبش بس است — سوزد دماغ ہر کہ ببوئے مُل آشناست

از جزو تا بعالمِ کل یک نگہ کند — آن چشمِ دوربین کہ بجزو و کل آشناست

در سینہ جز ہوائے وطن نیست برہمن
ہر چند دل بزمزمۂ کابل آشناست

فلسفہ آمیز غزل ۹۸

اوّل بنائے توبہ گریبانِ ندامت است — وانگہ نہادنِ قدمِ استقامت است

شد آفتاب جلوہ فروزان و ما بخواب — ہر روز را نمونۂ روزِ قیامت است

بارد ہمیشہ سنگِ حوادث بروزگار — دانا نشستہ بر سرِ راہِ سلامت است

کارے کہ ہیچکس نکند کرد اختیار — عاشق خمیدہ در رتبہ بار ملامتست

برقد برہمن ہمہ راست آمدہ است
از خرقہ تا بجامہ ندانم چہ قامتست

۹۹

مارا دماغ سیر گل و گشت باغ نیست — گو نشگفد بہار کہ مارا دماغ نیست
باعشق نور دین چہ کند عقل دوربین — با آفتاب حاجت نور چراغ نیست
(عاشقانہ) عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگ گل — چوں لالہ روشناس محبت بداغ نیست
(عاشقانہ) تا در شکنج خود بکشد سنبل خطش — مارا بدور نرگس مستش فراغ نیست

آید بدام زلف تو بے تاب برہمن
ایں صید بست حاجت سیر و سراغ نیست

۱۰۰

جز محبت ہر چہ می بینیم حیرانی دروست — آنچہ دانائیش میگویند نادانی دروست
وسعت معمورۂ عالم دو گلشن بیش نیست — مایۂ آبادی و اسباب ویرانی دروست
ایں جہاں فانیست اما مردم ہشیار را — عالم باقی ورائے عالم فانی دروست
توبہ باشد نافع از بہر علاج ہر گناہ — ہر گناہے را کہ می بینی پشیمانی دروست
بیقراران محبت را بود دیگر قرار — مایۂ جمعیت عاشق پریشانی دروست
صحبت صافی نہاداں با صفائی دیگر است — صیقل زنگ ہوائے نفس شیطانی دروست

(وصلہ)
ما برہمن مشکلات روزگار آساں کنیم
ہر چہ مشکل تر بود آثار آسانی دروست

۱۰۱

دل حاصل مدعائے ما یافت — صد چیز بترک مدعا یافت
آتش بجگر زند محبت — آنرا کہ بجولیش آشنا یافت
دل در پئے ہر نسیم گردد — تا بوئے تو از دم صبا یافت
(بے ثباتی عالم) دانا چو نگاہ امتحاں کرد — عالم ہمہ نقش سیمیا یافت

آنکس کہ بدادہ گشت خورسند — کو وقت تو خوش کہ کیمیا یافت
از گریہ سفید بود چشم — از خاکِ درِ تو توتیا یافت

شد قاعدہ دان او برہمن
این رتبہ ندانم از کجا یافت
حقائق و معارف

غزل ۱۰۲

دوای دردِ دلم لعلِ آن پری زاد است — کہ خندۂ لبِ شیرین علاجِ فرہاد است
فغان کہ گوش ندارند رہروان ورنہ — بصد زبانِ جرس بے زبان بفریاد است
برون ز دانہ و دام است این گرفتاری — ندانم این کہ دلم میبرد چہ صیاد است
بنای قصرِ جہان را ثبات ممکن نیست — بجز اساسِ محبت کہ دیر بنیاد است
فلسفہ

براہِ عشق دلالت مکن برہمن را
کہ پیشہ در اطوارِ خویش استاد است
مذہبی

غزل ۱۰۳

ہمچو طفلِ غنچہ با خود گفتگوی ما بسست — سر بجیبِ پا بدامان جستجوی ما بسست
چشم کے بندیم بر آبی کہ آب روبرو — آبِ چشم ما برای آبروی ما بسست
گو بدوزد ناصحِ ما جامۂ صد چاکِ ما — یادگارِ چاکِ ناکامی رفوی ما بسست
ایکہ سرخوش میشوی از مے بزمِ دیگران — تلخیٔ زان لعلِ شیرین در گلوی ما بسست
عاشقانہ

تارِ زلفش گر بدستت نامید برہمن
بستۂ موی میانش مو بموی ما بسست

غزل ۱۰۴

بسوزِ عشق ز ہر موی من شرر پیدا است — شبِ سیاہ مرا جلوۂ سحر پیدا است
بہارِ چشم تماشائیانِ گلشنِ عشق — ز آبِ دیدہ و از پارۂ جگر پیدا است
چگونہ خاصیتِ عشق را نہان دارم — مرا کہ خونِ دل و دیدہ تا کمر پیدا است
ہمیشہ موجِ محبت ز سینہ میجوشد — ز دامنِ گہر افشان و چشمِ تر پیدا است
دردِ دارا

بدردِ عشق برہمن بساز و خوشدل باش
عاشقانہ درد

که از نهال محبت همیں ثمر پیدا است

ع ۱۰۵ — درد دارا

قرار دل ز نسیم بهار نتوان یافت — قرار در شکن زلف یار نتوان یافت

فتاده ام به بیابان عشق حیرانم — کجا روم که بجائے کنار نتوان یافت

زمانه گر شود از بادهٔ طرب لبریز — بسینه جرعهٔ آں سازگار نتوان یافت

بر آستان محبت گذار نتوان کرد — قدم ز دیده توان کرد بار نتوان یافت

چو شب بیاد رخش برهمن کند گریه — سحر چنیں گهر آب دار نتوان یافت

ب ۱۰۶ — فلسفہ — شکایات زمانہ [illegible]

مرد را در سینه دل از نور خرد چون گوهر است — ایں گهر با خویش دارد هر که صاحب جوهر است

ما بخود مستیم ساقی جائے تکلیف تو نیست — تشنهٔ اهل محبت از شراب دیگر است

طایر اندیشه را بر اوج معنی راه نیست — عالم مقصود از اندیشهٔ ما برتر است

منصف خود بودن از آشوب اهل دهر کیست — هر در مطلوب انصاف است آں کمتر است

هر چه اسباب زیاں باشد بود سود همه — دور نبود گر مریضی را نظر بر شکر است

در محبت بوی خوش آید ز دلهای کباب — سینهٔ عاشق پر از آتش بسان مجمر است

خوش بود هر چیز پیش آید بد و پرورد گار — گر رضای تو باستقبالش آید بهتر است

پشت همت کے کند گرم از شعاع آفتاب — مرد را گر جامه از قابلیت در بر است

اس غزل کے اشعار حسرت کو شمار کرنا چاہیئں۔

لفظ گر بسیار باشد برهمن در دل حسود — گر نباشد معنی اوراسیه چوں دفتر است

ت ۱۰۷ — از واردات — فخریہ

در شهر عشق شیوهٔ مهر و وفا کم است — بیگانه فرقه فرقه ولی آشنا کم است

از هر طرف صدای جرس می رسد بگوش — اما کسی که گوش کند ایں صدا کم است

در مصر عشق رسم و رواج طبیب نیست — آنجا متاع درد فزون و دوا کم است

بر هر زباں به رمز و ادا بگذرد سخن — اما میان اهل سخن ایں ادا کم است

ما صوفیانِ صاف نهادیم برهمن
نیرنگیٔ زمانه در آئینِ ما کم است

۱۱۸

دیدهٔ آن کسے که دیده ور است	همه شب بر سفیدهٔ سحر است	عارفانه
بے مئے ناب لب نیالائیم	که مرا نشأ مئے دگر است	
همچو آئینه سینهٔ دارم	زاں مرا هرچه هست در نظر است	
نقشِ معنی کجا تواند دید	دیدهٔ آن کسے که بے بصر است	
هیچکس ره نمے تواند بُرد	طارمِ روزگار بسته در است	
راستی نیست این که دارد سر	راست گویم که راستی دگر است	
بسکه از دل خبر نمے یابیم	گریه بلبل و ناله بے اثر است	
تابِ هجراں کسے نمے آرد	مگر آنکس که آهنین جگر است	
دل درحقیقت عشق پروردہ	از ملامت همیشه بارور است	
عشق باید که دل بیاساید	دلِ بے عشق شاخِ بے ثمر است	فلسفه
رهرواں را هنوز سر در خواب	روز کوتاه و راهِ پُرخطر است	نصیحت
روئے پرواز نیست ورنه مرا	بر سرِ مُو بجائے بال و پر است	
ناله خواهم از آنکه نالهٔ زار	بطریقِ اُمید راهبر است	
بگذران هرچه بگذرد خوب است	که جهاں هرچه هست درگذر است	

برهمن یک قدم نرفته برون
هر نفس مرغِ روح در سفر است

۱۰۹

دل رفت زمن پیش بجائے نظرے داشت	باز خویش برون شد ز مقامے خبرے داشت
آمد بکنارم سحر آن ماهِ شب افروز	گویا طلبِ نیم شبِ ما اثرے داشت
از موئے میانش نتوان یافت سرِ مُو	حیرانم ازان رو که چه نازک کمرے داشت

یار آمد و بگذشت ندیدیم برہمن
ایں دیدۂ غنودہ چگونہ بصرے داشت

ع ۱۱۰

نوبہار آمد چو بلبل با نوا باید نشست
ہر کجا خواہد نشیند با صبا باید نشست

یارہا بوئے ریا آمد ز نقش بوریا
بر زمیں مانند نقش بوریا باید نشست

اے غبار کوئے یار از چشم ما بیروں مرو
درمیانِ چشم ما چوں توتیا باید نشست

رفتہ رفتہ میرسد یک نقش پا روز بجا
در محبت زیر پا چوں نقش پا باید نشست

از غبار آرزو دامن برافشاں برہمن
ہمچو سرو آزاد در جائے بجا باید نشست

ع ۱۱۱

گل یکے خار یکے شاخ یکے تاک یکیست
نزد ارباب نظر خس و خاشاک یکیست

در خور قامت ہر مرد بود جامہ درست
لیکن آں جامہ کہ دوزند پئے چاک یکیست

ایں ہمہ آتش عشق است کہ افروختہ اند
گرد و باد یکے آب یکے خاک یکے ست

(عاشقانہ) گرچہ خوبان جہاں عربدہ جویند ہمہ
لیک شوخی کہ بود از ہمہ بیباک یکے ست

ہر یکے را ہوس عشق بدل میگذرد
دیدہ بسیار و لے دیدۂ نمناک یکیست

(عاشقانہ) عاشق آنست کہ معشوق باو دارد میل
صید بسیار و لے قابل فتراک یکیست

برہمن پست و بلند دو جہاں یکسان است
از زمین تا بسر گنبد افلاک یکے است

ع ۱۱۲

نوبہار آمد نظر بر سبزہ و صحرا خوش است
سیر گلشن با خیالِ آں گلِ رعنا خوش است

چوں ز سروِ قامتش برخاست حرفی در بہشت
قمری از بالا فرود آمد کہ سر تا پا خوش است

یک شبے فرخندہ بعد از سالہا آید بروز
گر بروز آید شبے در صحبتِ ما خوش است

میتواند بود ز آشوبِ حوادث برکنار
کشتی امیدِ ما بر ساحلِ دریا خوش است

برہمن امروز اگر حسنِ عمل داری بیار

کشتهٔ امروز بهر حاصلِ فردا خوش است

ردیف ثائے مثلثه

	۱۱۳	
مرا بسیرِ گلستان بهار شد باعث		بباده توبهٔ نا استوار شد باعث
خیالِ سنبل و رخ و عارضِ نگار مرا		بسیرِ سرو و گل و لاله زار شد باعث
قرار در شکنِ زلفِ یار خواهم کرد	صنعتِ عکس	باین قرار دلِ بیقرار شد باعث
چو اشک در پئے آن سرو چون روان نشوم		مرا که گریهٔ بے اختیار شد باعث

سنی شدم بسوئے دیر بے اجازتِ پیر
مرا برهمن زنار وار شد باعث

مذہبی

ردیف جیم عربی

	۱۱۴	
همیشه مرد بود زیرِ آسمان محتاج		کشیده بندِ حوادث باین و آن محتاج
ز تنگ چشمیٔ خود مانده آدمی همه عمر	حقیقت نگاری	بفکر بیهده در سود و در زیان محتاج
ز قسمتِ ازلی سر نمی‌توان پیچید		نصیب کرد هما را باستخوان محتاج
بقدرِ حاجتِ خود هر یکے طلبگار است		جهانیان همه باشند در جهان محتاج

برهمن از گلِ روئے تو رنگ و بو خواهد
بود بجلوهٔ گل چشمِ باغبان محتاج

ردیف حائے حطی (مهمله)

	۱۱۵	
اے مستِ خواب بکن در زمانِ صبح	دنیاداری	یک صبح کن بدیدهٔ تر امتحانِ صبح
تا صبح راز کعبه بعالم نمیدهم		باشد جهانِ فیض دگر در جهانِ صبح

ازبسکہ سینہ صاف شدم از فروغِ عشق — روشن شود ز دودِ دلم دود مانِ صبح
اوّل گذاشت مطلعِ خورشید درمیاں — گشتم چو با خیالِ رخت ہم زبانِ صبح

اوالعزمی

شبگیریٔ دراز تواں کرد تا برہمن
شاید تواں رسید پیٔ کاروانِ صبح

ردیف خائے معجمہ

۱۱۶

بہ سنبلِ او دستِ امتحاں گستاخ — کہ چوں صبا نتواں بود با بتاں گستاخ
مرا زغارتِ گلہائے روئے او چہ زیاں — کہ ہست درچمنِ خویش باغباں گستاخ
ندانم از چہ رہ آیم کہ با تو بنشینیم — تو در حجابِ خود و من جہاں جہاں گستاخ
دلم نہ نسخۂ علم و عمل ادب آموخت — چہ باشد ار بُودم اندکے زباں گستاخ

میانِ پردہ بہم حُسن و عشق درکارند
تو شوخ چشم ہماں برہمن ہماں گستاخ

ردیف دالِ مُہملہ

۱۱۷ اوالعزمی

بیار بادہ کہ وقتِ بہار میگذرد — تو غافل از خودی و وقتِ کار میگذرد
چو برقِ خرمنِ دلہا بخندہ مے سوزد — زدور جلوہ کناں از کنار مے گذرد
شمارِ عمرِ گرانمایہ ہر نفس باید — کہ چشم تازہ از شمار مے گذرد
قرار در شکنِ زلفِ یار خواہم کرد — بایں قرار شبم بے قرار مے گذرد

مرا نظر بہ تہی دستیٔ برہمن نیست
بدامنش گہرِ آبدار مے گذرد

۱۱۸

بتے کہ رنگِ رخش تابِ مہر و ماہ برد — دلِ شکستہ دلاں را بیک نگاہ برد

همیشه دست و گریبان آفتاب بود — اگر بسایهٔ زلفش کسی پناه برد
دران مقام که شرمندگی تهیدستی است — مگر بدست کسی نامهٔ سیاه برد
کلاهِ فقر بخورشید و ماه می‌ساید — زمانه تاجِ سعادت ازین کلاه برد

برهمن آنکه خطا از صواب نشناسد
به تحفه بر درِ رحمت مگر گناه برد

ع ۱۱۹

جهان معلوم جای فانی ار باشد همین باشد — درو فانی شدن نادانی ار باشد همین باشد
بخورشید قیامت میرساند نسبتِ خود را — بعاشق فخر سرگردانی ار باشد همین باشد
ز اسبابِ قناعت کار را بر خویش آسان کن — که چون مشکل شود آسانی ار باشد همین باشد
چو آید نامِ او بر هر زبان در وجد می‌آیم — حدیثِ عشقِ او و حدانی ار باشد همین باشد

بایران می‌برد افسانهٔ هندوستان بلبل
برهمن را شکر افشانی ار باشد همین باشد

ع ۱۲۰

بیا که آمدنت چشمِ تر بیاساید — ز یک نگاهِ تغافل نظر بیاساید
مرا دلی ست پُر از آتشِ محبتِ او — چو بیشتر بطپد بیشتر بیاساید
کسی که چاشنیٔ لذتِ محبت یافت — بخونِ دیدهٔ و لختِ جگر بیاساید
بجای خواب خیالِ تو گشته در چشم — بایں روش دلِ عاشق مگر بیاساید

برهمن از همه سو سیلِ غم فرود آید
کسی چگونه درین ره گذر بیاساید

ع ۱۲۱

آفتابِ من که از می چهره گلگون میکند — از فروغِ جلوه شوقِ تازه افزون میکند
از طریقِ عشق تا راهِ جز و فرسنگ هاست — کی تواند کرد دانا آنچه مجنون میکند
پیشِ او رو بر زمین دارند اربابِ نیاز — نازنینِ من ندانم چه افسون میکند
عشق می‌آید که تا در سینه سازد جای خویش — عقل و اندیشه را از خانه بیرون میکند

در خیال قدِ موزوں توے گوید غزل
برہمن زیں گونہ طبع خویش موزوں میکند

۱۲۲ عاشقانہ

در محبت ہوسِ جام و سبو نتواں کرد — تا بود خونِ جگر مے بگلو نتواں کرد
پیرہن نیست کہ چوں چاک شود بتواں دوخت — سینہ چوں چاک شود باز رفو نتواں کرد
شو ئمو بر اثر راہِ نظر باید داشت — از رہِ عشق خطا یکسر مو نتواں کرد
گل ہر باغ علاجِ سرِ سودائے نیست — بعد ازیں غیر گلِ داغ تو بو نتواں کرد

برہمن خوئے نکو دیدنِ آں روئے نکوست
ترکِ نظارۂ آں روئے نکو نتواں کرد

۱۲۳

چہ شد کہ صبح رسید جلوہ و خرام رسید — کہ چشم تازۂ صبح رفت و شام رسید
بدو شبنلی ز زلفش نجات ممکن نیست — بروں چگونہ رود مرغ چوں بدام رسید
بصد گداز کنند امتحان بکورۂ عشق — بسوختن در آتش کسیکہ خام رسید
تو سر کشیدہ بخوابِ غرور غافل از آں — کہ آفتاب بروں آمد و پیام رسید

مقام عشق بلند است برہمن از شوق
براہ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

۱۲۴ دُنیا داری مذہبی

چو روز نامۂ عمر مرا حساب کنند — تمام لہو و ہمہ سہو انتخاب کنند
عجب شتاب روانند رہروانِ وجود — کہ در شتاب روی بر صبا شتاب کنند
کنند راہ رواں طلب چناں شبگیر — کہ سیرِ ملکِ سحر پیش ز آفتاب کنند
تو گوش دار کہ اربابِ معنی از سرِ ہوش — سخن بروں ز خط و خارج از کتاب کنند

دراں دیار برہمن فتادہ ایم غریب
کہ چوں دماغ رسد سینہ را کباب کنند

۱۲۵

بہارِ دردمنداں با خزاں ہم رنگ مے آید — قبائے عیش بر قدِ عزیزاں تنگ مے آید

دلے چوں شیشه داری احتراز از وادیِ ما کن — که در راهِ محبت پائے دل بر سنگ مے آید
بآب توبه ام آلایشِ باطن نشد زایل — کر این کار از فروغِ بادهٔ گلرنگ مے آید
برائے امتحان سینه ام ناخن مزن ناصح — کجا بیرون صدا زین سازِ بے آهنگ مے آید

برهمن صیقلِ دانش طلب تا دل شود روشن
که تا دم میزنی آئینه زیرِ زنگ مے آید

۱۲۶

اگر تو جور کنی مهرِ تو ز جاں نه رود — که عشق از دلِ عاشق بامتحاں نرود
بحفظِ راز محبت نخست ایں شرط است — که هر چه در دلت افتاده بر زباں نرود
دریں خیال چو مو گشتم و ز شوق هنوز — خیالِ موئے میانِ تو از میاں نرود
بپیچ و تاب خمِ زلف میکشد سرِ یار — کدام دل که پئے یارِ دلستاں نه رود

برهمن از تو سخن گفتن و ز عشق قبول
نگاهِ تربیتِ عشق رائیگاں نه رود

۱۲۷ خودداری

چو در عشق رسد خواهشِ دوا نکنند — نظر بقاعدهٔ نسخهٔ شفا نکنند
دعائے اهلِ محبت ز مدعاست بروں — دعا کنند ولے یادِ مدعا نکنند
بنازِ قاعدهٔ دلبراں همیں باشد — که مے برند دلِ ما و یادِ ما نکنند
چو سرو مردمِ آزاد پائے در دستی — بزیرِ دورِ فلک پشت را دوتا نکنند — خودداری

ز روئے صدق برهمن قدم براه بنه
که رهروانِ رهِ عاشقی ریا نکنند

۱۲۸ خوبیٔ بیان

بدل خیالِ تو راهِ قرار مے بندد — بروئے صبر درِ اختیار مے بندد
دلم ز آهِ جگرسوز و نالهٔ جانکاه — خبر ز بیمِ سیاهیِ شبِ انتظار مے بندد
فروغِ صبحِ سعادت بود نصیبِ کسے — که تارِ چشم بشبهائے تار مے بندد
همیشه در صدفِ دیده قطرهٔ اشکم — بروز و شب گهرے آبدار مے بندد

برهمن از روش روزگار آگه نیست
کسی که دل بنعیم روزگار مے بندد
نصیحت

۱۲۹ (ع)

چشم تو تیغ غمزه چو بر یکدگر زند | از دل برون نرفته میان جگر زند
آتش زند بخانهٔ مردم بیک نگاه | تیغ کرشمه را بتغافل اگر زند
عاشق زکار خویش ندارد دمی فراغ | دستے کز آستین بدر آرد بسر زند
آنکس که سیر چشم تهی دستی دعاست | اوّل در قبول برو ے اثر زند
فلسفه

هر کس زند بحبل عمل دست و برهمن
در روز حشر دست بدامان تر زند

۱۳۰ (ع)

دلم اسیر غم مدعا نمی گردد | بجز دعا طلبی آشنا نمے گردد
زتار زلف تو دل تافت بے میانجی بود | رهین منت باد صبا نمی گردد
فریب شاهد مقصود مے برد دل را | بآن بلا دل ما مبتلا نمی گردد
کسیکه لذّت درد تو یافت مے داند | که درد عشق بگرد دوا نمیگردد

باوج عشق برهمن نمے رسد هرگز
کسیکه سوده تر از نقش پا نمیگردد

۱۳۱ (ع)

جهانیان بنعیم هرزه از جهان رفتند | ندیده سود بصد حسرت زیان رفتند
زبان صحبت احباب انکو دریاب | وگرنه تازه دو چشم ازمیان رفتند
تو سر کشیده بخواب غرور غافل از آن | که پیش راه دراز است همرهان رفتند
ندیده هیچ کسے راه مردم عالم | بسان مردم چشم از نظر نهان رفتند

ز رفتگان خبر از برهمن چه مے پرسی
بزیر خاک ازین کهنه خاکدان رفتند

۱۳۲ (ع)

شود چگونه دل من بسیر بستان شاد | که میشود دل عاشق بچشم گریان شاد

ہمہ اہلِ محبت بغم گرفتار اند　　ندیدہ ہیچ کسے طفلِ ایں دبستان شاد

بود بچاکِ جگر لذتے کہ نتواں گفت　　تو از ہوس شدہ بر چاکِ یک گریبان شاد

دلم ز بوئے گلِ روئے اوست عطر پذیر　　چو عندلیب ببوئے گل از گلستان شاد

برہمن از بتِ من ہر چہ ہست مرغوب است　　(مذہبی فخر)
بود ز زلف و رخش کفر شاد ایمان شاد

غ ۱۳۳

عاشق آنست کہ ز سر را ز قدم نشناسد　　بندۂ عشق شود دیر و حرم نشناسد

اے خوش آں راز محبت کہ چو آید بہ بیاض　　صفحۂ کاغذ او را ز قلم نشناسد

ذرۂ حسنِ عمل باید و پیمان درست　　ہیچکس قاعدۂ راہِ عدم نشناسد

تابعِ گردشِ ایام بود ہر بد و نیک　　رہروِ راہِ خرد شادی و غم نشناسد

ہیر و دو دم بدم از دست رہی عمرِ عزیز
برہمن ہیچ کسے رتبۂ دم نشناسد

غ ۱۳۴

عاقبت پیوند ہائے عمر از جا بگسلد　　رشتۂ تدبیر کارے خویش دانا بگسلد

بادہ باشد مومیائی از برائے ہر شکست　　گر نباشد مے درو پیوند مینا بگسلد

دل بزنجیرِ سرِ زلفِ بتاں پیوند یافت　　جائے آں دارد کہ ایں شوریدہ از ما بگسلد

خوشہ بندد گرد ماہِ نو ز انسانِ عرق　　گر خجالت بر فلک عقدِ ثریا بگسلد

برہمن نظارہ کمتر کن بروئے آں پری
ترسم از ہمہ پردہائے چشم بینا بگسلد

غ ۱۳۵ (عاشقانہ)

رہروانِ زادِ رہ و راحلہ انداختہ اند　　خار در دامنِ ہر آبلہ انداختہ اند

قابلِ صید نہ ورنہ بہر سو کہ روی　　دانہ و دام دریں مرحلہ انداختہ اند

عاشقِ خستہ مگر زنکند قصدِ نگاہ　　کہ در اول نظر از حوصلہ انداختہ اند

شکر در مشربِ عشاق نخستین قدم است　　خویشتن را ز مقامِ گلہ انداختہ اند

تعقیب اسلامی

برہمن مرحلہ با خموشی طے شد
این چہ شوریست کہ در قافلہ انداختہ اند

۱۳۶ — فلسفہ، تنبیہ کامل

قدم دلیر منہ در رہی کہ بے بنیاد — کہ استقامت خسِ مشکلست در رہِ باد
غبارِ راہِ تعلق بگردِ شان نرسد — سبک چو بادِ نسیم اند مردمِ آزاد
قدم شکستہ و لب بستہ رہ بمنزل برد — کہ در طریقِ محبت چنین بود ارشاد
فلک کند کجی اہلِ روزگار درست — کہ جملہ طفلِ ضعیفند و آسمان استاد

صفای سینہ طلب برہمن کہ در رہِ عشق
روند با اثرِ رہروان صاف نہاد

۱۳۷

سروِ قدِ تو چو در صحنِ گلستان آمد — چشمِ نرگس بتماشای تو حیران آمد
خونِ دل جوش زد از سینہ و از تنگیِ جا — آنچہ در دیدہ نگنجید بداماں آمد
دستِ ہر کس ز پئی شاخِ امیدیست بلند — قسمتِ ماست کہ بر چاکِ گریباں آمد
خوی تو شعلہ و ما مشتِ خس و بیش نہ ایم — بسر و برگ چنین پیشِ تو نتوان آمد

برہمن مایۂ ہر چرخ بود سر آلود
ہمہ در کامِ ہماں گیر کہ مہماں آمد

۱۳۸ — بے ثباتی

فکرِ بیہودۂ غمہای جہاں نتواں کرد — خویش را در گروِ سود و زیاں نتواں کرد
بحرِ دنیاست در و سیلِ حوادث بسیار — تکیہ بر ریگِ تہِ آبِ رواں نتواں کرد
صورتِ حال گواہِ دلِ غمگین کافیست — شرحِ این راز بتقریرِ زباں نتواں کرد
(افشای راز) رازِ عشق است کہ در سینہ نہاں باید داشت — با کسی مصلحت است از نہاں نتواں کرد

برہمن جز رہِ تسلیم سپردن نتواں
سعی در پردۂ تقدیر تواں نتواں کرد

۱۳۹ ش

ہرچند سر زلف تو در دست صبا شد — شیرازۂ مجموعۂ جمعیت ما شد
ابروے سرافراز تو در کشورِ خوبی — خم تا شده چون ماہِ نو انگشت نما شد
کامے نگذاریم کہ از خود نہ ہراسیم — ما را خردِ عاقبت اندیش بلا شد
تا سلسلۂ زلف تو آمد بخیالم — دل در برِ من بود ندانم بکجا شد

یک گام بروں نامدم از خویش برہمن
طے رہ این مرحلہ بے جنبشِ پا شد

۱۴۰ غ

کسے بہ بزم محبت چو برگ و ساز کند — مگر بر آتشِ دل سینہ را گداز کند
بنازم آن سر زلفِ سیاہ را کہ شبے — چو در خیالِ من آید شبم دراز کند
ادیبِ عشق چو آموزگارِ ما گردد — نخست شرطِ محبت بحفظِ راز کند
تہی ز نقدِ مرادم ہمیشہ باشد دست — کسے کہ دیدہ بروے امید باز کند

تدبیر و تقدیر

برہمن از رہِ صورت بمعنے آرد رو
نظر بدست در آئینۂ مجاز کند

۱۴۱ غ

دلم بکوے محبت جریدہ مے آید — ز شہر بندِ تعلق رمیدہ مے آید
بہ پیش خاکِ درش عذر رفتہ خواہد خواست — سرے کہ پیشتر از پا دویدہ مے آید
ہواے سجدۂ آن آستان خیال دارم — کہ قد چو ابروست گنم سر خمیدہ مے آید
بہیچ رنگ دلم را دماغ صحبت نیست — کہ دل گرفتہ و دامان کشیدہ مے آید

تازگی خیال

بدیگرے نتوان کرد برہمن تکلیف
کہ طے راہ محبت ز دیدہ مے آید

۱۴۲ ید

کسے کہ دل بخم تارِ زلف او پیچید — درین خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید
ز بیم تند مزاجی و گرم خوئے کیست — کہ آہ در جگر و نالہ در گلو پیچید
بدست تفرقہ ہا داد آبرو برباد — کسیکہ پاے بدامانِ آرزو پیچید

خوبی بیان

خیال زلف که در سینه بود حیرانم　　که صد سخن بزبان گاه گفتگو پیچید

هزار عرض بیکجا برهمن شنیدست و لطف
نزد بگوشت ابرو گره نه رو پیچید

۱۴۳

زلیخاهای شیرین آنچه بر فرهاد می آید　　اگر آهسته گویم سنگ در فریاد می آید

مرا افتاد کاری با جفا کیشی ستمگاری　　که گر زو داد خواهم بر سر بیداد می آید

چگونه از پی تعظیم بر خیزم که از گریه　　مرا پا در گل است و او چو سرو آزاد می آید

دل از زلفش برون افتاد و شد در حلقهٔ چشمش　　نه آید کار از دامی که از صیاد می آید

برهمن من بشاگردی نظر دارم قبولم کن
نظر بر هر که افتد یادم از استاد می آید

۱۴۴

نقاب برزده و بحجاب می آید　　تو گوئی از در صبح آفتاب می آید

نکش بصفحهٔ ایام خط رو هرگز　　که هر چه آید از و انتخاب می آید

چو بر فروختی از باده چهره دانستم　　که کار آتش سوزان ز آب می آید

مرا ز سنبل زلفت چه نسبتی باشد　　همین قدر که ز من پیچ و تاب می آید

ز گردهای برهمن بپرس ای ناصح
که گر حساب کنی بی حساب می آید

۱۴۵

تا گشته جدا غمت از من جدا نشد　　خوابم بچشم و چشم بخواب آشنا نشد

یک ترک بس بود پی انجام صد امید　　آزاده آنکه در گرو مدعا نشد

نازم بسیر چشمی همت که چشم من　　هرگز بروی شاهد امید وا نشد

هرگز بخاک پای نگاری نمی رسد　　آن سر که خاکسار تر از نقش پا نشد

شد برهمن شکنجه کش جور آسمان

ہرگز برون ز گردش این آسیا نشد

۱۴۶

حدیث عشق بہاں بہ کہ تا بیاں نرسد — بدل ہمیشہ بود ثبت و بر زباں نرسد
تمام مغز بجوش آید از حرارت شوق — اگر خدنگ تو روزے باستخواں نرسد
غلام ہمت آزادگان پے قدم — کہ گرد راہ تعلق بگردشاں نرسد
شوم بخون جگر شادمان دوم زنم — کہ اہل حوصلہ را کار تا فغاں نرسد

برہمن از ہمہ کس خوش نماست صافدلی
ولے کسے بصفائے برہمناں نرسد

۱۴۷

علاج درد دل بیقرار نتواں کرد — تسلیش بنسیم بہار نتواں کرد
بود شکستہ دلاں را بہم مناسبتے — قرار جز بسر زلف یار نتواں کرد
بود بسر سر عشق کار بے پایاں — تمام عمر شود صرف کار نتواں کرد
بخاک راہ تو جز آب دیدہ نتواں ریخت — نثار غیر در آبدار نتواں کرد

برہمن از رہ عشق احتراز مے باید
فرار تا نبود اختیار نتواں کرد

۱۴۸

بتاں کہ کسوت تمکین و ناز مے پوشند — بناز چشم ز اہل نیاز مے پوشند
شب فراق غریباں بکنج تنہائی — چو شمع پیرہن جانگداز مے پوشند
مباش رنجہ ز عصیاں کہ دامن تر را — بآب دیدہ چو شستند باز مے پوشند
چو غنچہ خون جگر مے خورند اہل نشاط — بایں روش ز نہیب پردہ راز مے پوشند

ز کم مرنج برہمن کہ در طریق رضا
شکست چشم دل از برگ و ساز مے پوشند

۱۴۹

چہ برد آں کس کہ نزد دوست جاں برد — چہ ارزد جاں کہ پیش او تواں برد
ز لفش و روئے او دل شد گرفتار — ولیکن غمزۂ او از میاں برد

کمند زلف اچندیں مدہ پیچ　　دل عاشق بسوے میستواں برد
سہی سرو ش چو برہمن سایہ افگند　　سرم را از زمیں بر آسماں برد

نگوید کسے رازِ نہاں را
برہمن ہمراہ او در دل نہاں برد

۱۵۰

بجوا ہم دست عشق او گریباں گیر میگردد　　بپائے دل خیالِ زلف او زنجیر میگردد
چو باشد کارہا در پردۂ تقدیر چوں دانا　　پئے آرایشِ دکان تدبیر میگردد
کند عہد جوانی نوبہار عمر را تازہ　　بشاخ خشک ماند آدمی چوں پیر میگردد
بلانوشاں حذر کمتر کنند از ہر چہ پیش آید　　کہ خوں اندر مذاقِ تلخ کاماں شیر میگردد

بلند حوصلگی

برہمن بصفائی دل نگردد کارِ دل حاصل
دعا گر صدق باطن نیست بے تاثیر میگردد

صفائی قلب

۱۵۱

کساں کہ صورت معنی ز حال مے یابند　　فروغ آئینہ در سفال مے یابند
زباں خوش است ز اظہار مدعا بستن　　دراں مقام کہ پیش از سوال مے یابند
بآب دیدہ بشستم ہزار بار و ہنوز　　جبیں ام عرق انفعال مے یابند
فغان کہ گوش ندارند رہروان ورنہ　　بہر طرف ز جرس گوشمال مے یابند

چہ لاف حال زنی برہمن کہ اہل کمال
کمال حال کساں ز قال مے یابند

۱۵۲

کسیکہ خونِ جگر ہمچو غنچہ نوش کند　　کشیدہ سر بگریباں زباں خموش کند
زہی بادہ تواں کرد خرقۂ سالوس　　کہ با تو خوب کند آنچہ مے فروش کند
تو مرد بادہ نۂ ورنہ ہر چہ ساقی داد　　اگر لطافت تو گنجید کار ہوش کند
نہ دیدہ ضبط تواند نمود نہ دامن　　ستم کہ خونِ دل و آب دیدہ جوش کند

برہمن از سر اخلاص در رہ تسلیم

همیشه خاشیهٔ بندگی بدوش کند

۵۳ — [illegible]

این عمرِ تیز رو بتمنا تمام شد — در آرزوی حلِ معما تمام شد
عالم تمام گشت و نشد علمِ او تمام — حرفی نگفت و صحبتِ دانا تمام شد
بر ساحلِ امید ز لب تشنگی بسوخت — لب تر نکرد عاشق و دریا تمام شد
شاد آن کسی که نوبتِ خود را تمام کرد — زان پیشتر که باده و مینا تمام شد

آن مستی که پیشِ نظر بود برهمن
زان یک ادای غمزه بایما تمام شد
— تازگیِ خیال

۵۴ — عاشقانہ

گلی دارم از بس ناز با گلشن نمی‌سازد — چه سازم با کسی کو لحظه‌ای با من نمی‌سازد
حرامش باد لافِ امتحانِ طرزِ یکرنگی — کسی کو بیگانان چون دست با دشمن نمی‌سازد
نگنجد در میانِ دیده طفلِ اشکِ من هرگز — چو نقشِ پا زمین افتاده با دامن نمی‌سازد
قرارِ عاشقِ مسکین بود اضطرابِ دل — باین شوریده هرگز وادیِ ایمن نمی‌سازد

برهمن هر که بوئی یافت از مغزِ دلِ دانا
بسنگِ خاره سازد لیک با کودن نمی‌سازد
— جہالت

۵۵ — رعایتِ لفظی

دلِ صاحبدلان آئینهٔ معنی‌نما باشد — دران آئینه پیدا صفحهٔ هر مدعا باشد
نشانِ رهروِ راهِ محبت کس نمی‌یابد — سرِ افتادگان در زیرِ پا چون نقشِ پا باشد
غبارِ کوی او بیهوده تا کی میبرد هر سو — اگر آرد صبا در چشمِ عاشق توتیا باشد
بغفلت نیز گردشهای گردون آدمی گردد — بآئینی که غافل دانهٔ زیرِ آسیا باشد

خیالِ غیرِ او در دل نگنجد برهمن را
شود بیگانه از خود هر که با او آشنا باشد
— مذہبی

۵۶

پریشان کاکلش جمعیتِ دلهای ما باشد — پریشانی بهر جائی که باشد جای ما باشد
قدم زاندازه بیرون از پیِ مطلب کجا افتد — که دامانِ تحمل آشنای پای ما باشد

جمال از پردہ روشن تر نماید مردِ عارف را — غبارش توتیائے دیدۂ بینائے ما باشد
نظر امروز باید داشتن بر حاصلِ فردا — غمِ امروز تخمِ مزرعِ فردائے ما باشد

فخریہ

برہمن شعر بزم آرائے ما باشد منتشر زانسال — کہ ہر جا در میاں آید سخن غوغائے ما باشد

نمبر ۱۵۱

سودا زدۂ عشق بسامان نہ نشیند — خو کردۂ در دِ تو بدرمان نہ نشیند
پوشیدہ بود صورتِ حال از نظرِ او — کہ مردِ مے سرِ گریبان نہ نشیند
بر روئے زمین باید از آں گوشہ نشستن — کز خاست نت گرد بداماں نہ نشیند
تا سلسلۂ زلفِ تو در دستِ صبا شد — ہرگز دلِ آشفتہ بسامان نہ نشیند

نصیحت

زاں گونہ توان زیست برہمن کہ غبارے — بر آئینۂ خاطرِ مہماں نہ نشیند

نمبر ۱۵۲

مرا کباب کند چوں بجسم آب دہد — دلم ز تاب برد چوں ز زلف تاب دہد
مراست کارِ شوخی کہ در شبِ ہجراں — خیالِ خویش بچشم بجائے خواب دہد
تبسمش شکر افشاں شود بجانبِ غیر — ولے نمک بدلِ خستۂ کباب دہد
کجا دریغ کند نیم ناں ز من چوں ہلال — کسے کہ قرصِ تمامی بآفتاب دہد

بروزِ حشر گر از برہمن سوال کنند — ز علمِ بے عملِ خویشتن جواب دہد

۱۸۹

گر شاخِ محبت ثمرے داشتہ باشد — نخلِ دلِ من نیز برے داشتہ باشد
دل در برِ من نیست ندانم بکجا رفت — شاید کہ ز جائے خبرے داشتہ باشد
سرمایۂ ما نیست بغیر از رہِ تسلیم — کو راہِ محبت خطرے داشتہ باشد
طوفانِ بلا از در و دیوار بر آید — گر گریۂ عاشق اثرے داشتہ باشد

بلند حوصلگی

در معرکۂ عشق در آید چو برہمن

هر کس که بمیدان جگرے داشته باشد

۱۶۲ — حقائق و معارف

زجام بادهٔ چو از خانهٔ یار مست بر آید — از کعبه شیخ وز بتخانه بت پرست بر آید

به نیم جرعه شود امتحان هر بد و نیکی — چو کار با محک افتاد هرچه هست بر آید

دلم فتاده در آن زلف پر شکن غلط — دو جا شکست خورد تا ز یک شکست بر آید

نثار راهِ تو کردم که پا بدیده گذاری — ز زیر پای تو افتم اگر ز دست بر آید

اگر گوار و گر ناگوار در کار است
برهمن آنچه ز خم خانهٔ الست بر آید

۱۶۱ ع

چون به رخسار او نقاب افتاد — ابر بر روئے آفتاب افتاد

تا کشادند بر رخم درِ فیض — هرچه گفتیم مستجاب افتاد

شحنهٔ عشق چون صلا در داد — عقل در معرضِ عتاب افتاد

کے بر آید برون ازین گرداب — دل درین بحر چون حباب افتاد

چون ز انعامِ او ندا دادند — قلم از دفترِ حساب افتاد

حسن بے پرده آشکارا بود — از کجا در میان حجاب افتاد

دلم از تاب رفت و شد بیتاب — چون سرِ زلف او بتاب افتاد

از گلِ روئے او عرق بچکید — از دو چشمِ ترم گلاب افتاد

برهمن هر که در وجود آمد
نقشِ امیدِ او بر آب افتاد

۱۶۳ ے

مے بده ساقی که دل از شست و شوئی میدهد — در میانِ بزم رندان آبروئے میدهد

بر درِ میخانه جا کردم که پیرِ مے فروش — هر که اینجا سر فرود آرد سبوئے میدهد

هرچه از اسبابِ جمعیت فراهم میکند — هر که شد دلبستهٔ زلفش بموئے میدهد

عطرِ روح افزائی عشقست این بستی نهان — گر میان پرده بگذارند بوئے میدهد

میکشد بر روئے گل فریاد بلبل در چمن
برہمن را رخصت برگ گفتگوئے میدہد

۱۶۶ عاشقانہ

بیا بیا کہ مرا بے تو غم بجاں آورد — بیا کہ بے تو نفس بر نئے تواں آورد
دلم چو خواست بجمعیت آشنا گردد — صبا حکایت زلف تو درمیاں آورد
اگر خموش نشینم بہ خویش معذورم — نمیتوان سخن عشق بر زباں آورد
ہزار جان گرامی دریغ نتواں داشت — چو عشق روئے بدلہائے ناتواں آورد

بریخت اشک چناں برہمن ز دیدۂ تر
کہ آب تازہ بروئے برہمناں آورد

ہندو مذہب کی بحالی

۱۶۷ نازکیٔ خیال — خوبیٔ بیان — وردِ دارا

مگر ز شیشہ ساقی آب آتشناک میریزد — کہ میسوزد دلم گر جرعۂ بر خاک میریزد
سخن واکم ز گوہر حسبیت حاصل از نیسانرا — کہ جوہر میشود گر قطرۂ نمناک میریزد
بہنگام تبسم لعل شیرین شکر بارش — نمک بر ریش زخم سینۂ صد چاک میریزد
ندارد ہیچ باک از تہمت آلودہ دامانے — کہ خون بیگناہاں بر زمین بیباک میریزد

ز جوش کینۂ صافی مشو مانع برہمن را
کہ بر روئے غبار آلودہ آب پاک میریزد

۱۶۵ فلسفہ

پا بدامان زدہ و سر بگریباں باید — فکر جمعیت دلہائے پریشاں باید
گو بیا دامنم از لخت جگر بیں گلریز — ہر کرا گشت گل و سیر گلستان باید
در بہار یکہ خزان است وگریباں باشد — لب خنداں چکند دیدۂ گریاں باید
دہجیست دل طفلان مزاجے دارد — کہ ز لخت جگرش زینت مژگاں باید

برہمن مرد بجز درد بجائے نرسد
لذت درد بہ از لذت درماں باید

۱۶۶

نعمت اگر بدلم ہمنشیں تواند بود — مرا وسیلۂ شادی ہمیں تواند بود

اگر بدامن او دست کس رسد بجبال / کدام دست که در آستین تواند بود
چه آتشی که نخواهد زدن بخرمن دل / همیشه خوی تو گر این چنین تواند بود
متاع عالم آسودگی بعالم نیست / مگر نهفته بزیر زمین تواند بود

حقایق و معارف

برهمن از اثر غمزه اش مکن باور / که تا به در جگر آهنین تواند بود

۱۶۷

کسی ز حال پریشان ما خبر دارد / که همچو باد صبا کار با سحر دارد
دماغ منت پیر مغان نماند مرا / که جام خون جگر لذت دگر دارد
بخون دیده و لخت جگر شوم خرسند / که شاخ و برگ محبت همین ثمر دارد
نظر بغیر اگر افگند ز بی‌بصریست / کسی که جلوه حسن تو در نظر دارد

درد دارا

بجای خواب برهمن بدیده خار نهد / که هجر هم شبی حالت دگر دارد

۱۶۸

چو آفتاب رخت بی‌نقابی باید / ترا ز غیر نه از من حجابی باید
در آن دیار که هر صبح خون کنند بجام / جبین شگفته تر از آفتابی باید
ز فیض عشق مرا ذره محبت بس / ز دفتر سخن انتخابی باید
به آتشین نفس خویش گرم دارم جا / که گفته دل عاشق کبابی باید

حقایق و معارف

برهمن آنچه بچشم آیدت ملاحظه کن / که نقش قدرت نه فال کتابی باید

۱۶۹

کند گر خنده زیر لب نهان صد غنچه خون گردد / ندانم گر نگاه آشکارا حال چون گردد
گذارد هر کسی بر ریش من ناصح نمی‌داند / که از دارو شفا نافع درد مشتاقان فزون گردد
درین وادی هزاران عقل و اندیشه میباید / که باشد تا کسی شایسته بزم جنون گردد
نظر بر نقش پای رهروان راه می‌بینم / که شاید رفته رفته نقش پایی رهنمون گردد

حقایق و معارف

شراب عشق در جوشست آنا می باید
برہمن کے حریف این مئے مرد آزمون گردد

غزل ۱۷۰

وفائے عہد تو از بوالہوس نمے آید
کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمے آید

ز صور صبح قیامت مگر شود بیدار
بگوش ہر کہ صدائے جرس نمے آید

ز مرغ روح گرامی خبر دریغ مدار
کہ چون رمیدہ شود در قفس نمے آید

نخست شرط ثبات طریق عشق اینست
کہ پا چو پیش فتد باز پس نمے آید

بره گذار نشستیم برہمن بسیار
ز رفتگان خبر از ہیچ کس نمے آید

۱۷۱ حقائق و معارف

خواہم از سلسلۂ زلف بتان تارے چند
کہ ہم تاب وہم رشتۂ زنارے چند

زلف بکشا کہ بود در خم ہر رشتۂ آن
خط آزادی دلہائے گرفتارے چند

نرگس مست تو در بزم حریفان بنگاه
دارد بیخودی آورده ہشیارے چند

گرد از جیب خطر در شکسار عمر
بر سر راه فرو مانده گرانبارے چند

برہمن باز دل مانگاہے بردند
دلبری لب شکری چند دل آزارے چند

۱۷۲

بده ساقی مئے گلگون کہ رنگ و بگرداند
دماغ رفتہ را سوئے نشاط از بو بگرداند

ہلال ابروئے دارم کہ از بیم نگاه او
نہ گردد آسمان گر گوشۂ ابرو بگرداند

نظر بر نقش مطلب راست باید مرد عارف را
نہ بیند راست اگر آئینہ زانو بگرداند

بمژگان پیش راه گریہ می بندد از آن چشمم
کہ شاید باز آب رفتہ را در جو بگرداند

حقائق و معارف

برہمن ہر سر مو رشتۂ زنار گرد آخر
نشاید رشتۂ زنار اگر یک مو بگرداند

۱۷۳

چو سرو قد تو مست خرام خواہد شد
قیامتے کہ شنیدی قیام خواہد شد

نصیحت

بسکہ بیہودہ غافلم ز عمر دراز — کہ ایں معاملہ روزے تمام خواہد شد

بجلوۂ سحر و فیض شام غرہ مشو — کہ چشم تا زدہ صبح و شام خواہد شد

سر نیاز فرو کن بخاکساری عشق — ہمیں قدر سبب احترام خواہد شد

دراں دیار کہ خوباں بجلوہ برخیزند
بیک نگاہ برہمن غلام خواہد شد

۱۷۴ بحر ردیف

ہر چند یار در پئے جور و جفا رود — عاشق ہمیشہ در رہ مہر و وفا رود

در جرعۂ نخست کہ آید ز جام عشق — اوّل ز یاد اہل خرد مدعا رود

چشمے کہ شد بخاک در دوست اشکریز — خاکش فشاں اگر ز پئے توتیا رود

چوں سرو قامت تو کند جلوہ در چمن — سروے کہ پائے گل بود اوّل ز جا رود

از نیک و بد مرنج برہمن کہ در جہاں
دانا کسے کہ در پئے اہل صفا رود

۱۷۵

حقائق
اگر آئی بشہر عشق سامانی دگر باید — ز یکرنگی میان کفر و ایمانی دگر باید

تشبیہ کامل
مرا ہر لحظہ باید مشق چاک تازہ گردن — چو ماہ نو مرا ہر شب گریبانی دگر باید

قناعت
براہ آرزو کام دلم ہرگز نشد حاصل — ز اسباب قناعت فکر آسانی دگر باید

کہ میداند علاج دردمندان محبت را — بدرد عشق تدبیر ز درمانی دگر باید

برہمن دامن آلودہ ام شد قابل شستن
نہ بہر شست و شوئیش چشم گریانی دگر باید

۱۷۶

بہ بیماری محبت ذرہ دردے دگر باید — چو آہ گرم کم گردد دم سردے دگر باید

بآرائش تواں صد چہرہ زرد ار خواں کردن — در آئین محبت چہرہ زردے دگر باید

ز صحرائے محبت میرسی اما نشانے کو — بپیمائے تو ایں راہ طلب گردے دگر باید

کجا نسبت بود با اہلِ معنی اہلِ صورت را
پئے تحصیلِ معنی جوہرِ فردے دگر باید

نباشد در طریقِ عشق رفتن کارِ ہر مردے
رہِ مرد آزما را برہمن مردے دگر باید

۱۷۷

بروئے اہلِ معنے قطرہ آبے دگر باید
بچشمِ آشنا نشاخوابے دگر باید

بہ زلفش کے تواں دادن نسبت جعدِ سنبل را
کہ اینجا پیچ دیگر باید و تابے دگر باید

بیک شب با تو نتواں گفت حالِ روزِ ہجراں را
شبِ دیگر بود در کار و مہتابے دگر باید

اگر صد بار ہر شب خوانم بر دلم یک باب بکشاید
پئے تعظیمِ اربابِ طلب بابے دگر باید

مے ظاہر نبا دانی نشورا فگند نادا نرا
برہمن مردِ دانا را مے نابے دگر باید

شراب برہمن

۱۷۸ حقائق

بروئے بیدلاں آرایش و رنگے دگر باید
بگوشِ اہلِ معنی صوت و آہنگے دگر باید

نمے گنجد ز وسعت در دو عالم یک دلِ عاشق
جہانِ تنگ را بہر دلِ تنگے دگر باید

کتابِ معرفت از عالمِ دانش بود بیروں
پئے ادراک آں درسینہ فرہنگے دگر باید

بمجنوں کے تواں نسبت نمودن اہلِ دانش را
کہ ناموسے دگر می باید و ننگے دگر باید

برہمن راہِ عشقت آں نگردد طے بصد منزل
اگر فرسنگہا طے گشت فرسنگے دگر باید

حقائق

۱۷۹ دردِ دارا

دلِ عاشق رمیدہ میباید
وز دو عالم کشیدہ مے باید

بارِ عالم بفگن از سرِ دوش
مردِ دانا جریدہ میباید

مشتم از گریہ و سفید نشد
دفترِ دل دریدہ میباید

بو کہ افتد غبارِ دامانش
فرش ایں راہ دیدہ میباید

برہمن اضطراب لایق نیست
آدمی آرمیدہ مے باید

دردِ دارا

۱۸۰

کوی عشقست این که پای عقل در خون میرود ٭ راه پیر اہل خرد تنگ است مجنون میرود

درمیان چار دیوار قفس مرغ نفس ٭ حیرتے دارم کہ چون مے آید و چون میرود

وسعت معمورۂ عالم دو گامے بیش نیست ٭ ہر کہ مے آید درون نارفتہ بیرون میرود

حاصل عمر گرامی جملہ خواب غفلت است ٭ ہر چہ با افسانہ می آید با فسون میرود

برہمن ناخواندہ میداند کہ طرز ناصحیست
مرد دانا از پئے ادراک مضمون میرود

یک مخلص

۱۸۱ درد دارا

دل من داغ از آن لالہ عذارے دارد ٭ وز گل داغ درین باغ بہارے دارد

نرگس مست تو پیمانہ لبریز آورد ٭ ہمہ آنکس کہ ز تہ جرعۂ خمارے دارد

دل شوریدۂ ما را نتوان باز آورد ٭ کہ میان شکن زلف قرارے دارد

ہیشہ و صاف اگر اشک نہ بست بزد ٭ ہر کہ در آئینہ سینہ غبارے دارد

برہمن راہ ہوس با گل نبود چون بلبل
در شب ہجر بہ بستر دو سہ خارے دارد

درد دارا

۱۸۲

در دل من آرزوے صحبت درویشہا ماند ٭ این گرہ در خاطر و این آرزو در سینہ ماند

مرد عارف خوش بآزادی و استغنا گذشت ٭ زاہد ما زیر بار خرقۂ پشمینہ ماند

زنگ غم بر خاطر صافی دلان را کے گرد ٭ در غلاف سینہ ما دل محفوظ چون آئینہ ماند

دشمنان را دوست میدارم چہ جا دوستان ٭ آنقدر رشق محبت شد کہ دل از کینہ ماند

برہمن ہرگز کسے از حال ما آگہ نشد
این گہر در کان نہان چون گنج در گنجینہ ماند

۱۸۳

از مستی چشم او بجز از فسون سازی نمیدانند ٭ نہال قامتش غیر از جلوہ پردازی نمیداند

بنرگس چشم او با باغبان سنجید در گلشن ٭ دلے نرگس با چشم شوخ طنازی نمیداند

ز آب دیدہ را آئینہ سینہ روشن میکردم ٭ ولیکن طفل اشکم طرز غمازی نمیداند

دریں پیرانہ سر با نوجوانی صحبتے دارم — کہ فکرِ مصلحت کیشاں بجز بازی نمی‌دانند

برہمن از لبِ ہندی نژاداں نکتہ می‌سنجد
زبانِ پارسی و ترکی و تازی نمی‌دانند

۱۸۴

نفس ز سینۂ ما آتشیں بروں آید — شرار از دلِ عاشق چنیں بروں آید
چو حلقہ حلقہ کند زلفِ عنبر افشاں را — چہ فتنہا کہ ز کنجِ کمیں بروں آید
چنیں ز بادہ رخِ آتشیں بر افروزد — کہ آہ از جگرِ آہنیں بروں آید
چگونہ گریۂ خونیں نہاں تواں کردن — کہ ریزد از مژہ و ز آستیں بروں آید

نگاہِ لطف سوئے برہمن تواں کردن
کہ غم ز خاطرِ اندوہگیں بروں آید

۱۸۵

لبِ او نسخۂ اعجازِ مسیحا باشد — زلفِ او سلسلۂ گردنِ دلہا باشد
پا بداماں کشم و سر بگریباں آرم — گر مرا ہر دو جہاں میلِ تماشا باشد
گذر انداخت مرا عشق بہ بزمے کہ درو — ہمچو گل شگفد از آبلۂ پا باشد
تا دریں بزم بصد دست نثار آرد پیش — آسماں بگسلد از عقدِ ثریا باشد
پادشاہا ملکا دادگرا دیں دارا — در جہاں باش جہاں دار جہاں تا باشد
شرفِ داغِ غلامیِ تو ازو سے نرود — ماہ چوں ماہی اگر در تہِ دریا باشد

فیض مے بارد ازیں بزمِ برہمن کہ ز شوق
بر تنم ہر سرِ مو ناطق و گویا باشد

۱۸۶

بیا کہ شوق باندازۂ کمال رسید — شمارِ وعدۂ دیریں بماہ و سال رسید
نظر بہ بینشِ کم روزگار کے بندم — مرا کہ حال بسر حدِّ اعتدال رسید
جہاں بچشمِ حقیقت بخوابے ماند — بخوابِ رفت بسر تا کہ در خیال رسید
فروغِ عشق دلِ تیرہ را منور ساخت — صفائیِ آئینہ بر روئے ایں مثال رسید

بخواب تا نرود چشم رہروان سحر — مگر صدائے جرس ہم بگوشِ ما رسید
چگونہ خاصیتِ عشق را نہاں دارم — کہ این معاملہ از قال تا بحال رسید
شگفتہ تر ز گلِ تازہ ساخت غنچۂ طبع — ہر آں نسیم کہ از جانبِ شمال رسید
غبارِ معصیت از چہرہ میتواں شستن — کہ اشکِ توبہ پئے عذرِ انفعال رسید

ز ہوش برد مرا برہمن تو قیتِ سحر
بگوش نالۂ مرغِ شکستہ بال رسید

حسرت اشعار شمار کریں

۱۸۷

شعلۂ شوق تو چوں گرمیٔ بازار شود — اندک اندک بمیان آید و بسیار شود
صبحِ محشر مگر از پردہ بر آید بیروں — ورنہ زیں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود
میرود قافلۂ عمرِ گرامی بشتاب — راہروِ ماندہ شود تا کہ خبردار شود
فرق در ما و تو تا ما و تو ہستیم بس است — آخر ایں پست و بلند ہمہ ہموار شود

برہمن زلفِ بتاں رست نگردد ہرگز
گر ترا ہر سرِ مو رشتۂ زنار شود

جہالت کی مذمت

۱۸۸

بیا کہ بے تو دلم رنجِ بے حساب کشید — بیا کہ کارِ دل از غم باضطراب کشید
چگونہ رازِ محبت نہاں توانم داشت — کہ آہِ سینۂ من سر بآفتاب کشید
کسی کہ از مددِ گریہ خواست وصلِ ترا — لبش بہ بیہدہ خطے بروئے آب کشید
تہی است نسخۂ عالم ز حرفِ مہر و وفا — زمانہ جز و محبت ازیں کتاب کشید
خمارِ عاشقِ مسکیں ز بادۂ دگر است — کہ خونِ دیدہ بجائے شرابِ ناب کشید
بداغِ تشنہ لبی ماند بر کنارۂ یاس — کسیکہ زورقِ امید بر سراب کشید

چگونہ خواب کند برہمن کہ در شبِ تار
بجائے ہر مژہ خارے بروئے خواب کشید

۱۸۹

عقل را در رہ وے پائے بداماں باشد — فکر را در طلبش سر بگریباں باشد

قوّتِ بازوئے ہمّت طلب اندر رہِ عشق — راہِ ہر مور بہ در بزمِ سلیمان باشد
نقشِ مقصود شود در نظرش جلوہ نما — ہر کرا آئینہ از چاکِ گریبان باشد
میخورد تیغ لبِ زخم و بہ بسم میخندد — خندہ بر دیدہ کہ از دردِ تو گریان باشد
فرقِ یک گام در اینجا و عدم پیدا نیست — طے این راہ بیک جنبشِ مژگان باشد
بیش و کم در نظرِ تست کہ کوتہ بینی — ورنہ ہر چیز باندازۂ ہمسان باشد

تفاوت منگر بیہودہ در دشمن و دوست
برہمن ہر چہ بخاک آمدہ یکسان باشد

تفرقہ مذہب نا جائز ہے

۱۹۱

مرا ہمیشہ بدل غیرتِ صبا باشد — کہ آشنا بسرِ زلفِ او چرا باشد
کنند زیر پردہ تماشائے کارنامۂ حسن — اگر کسی بحجابِ تو آشنا باشد
بچشم ہر کہ رسد نور دیگر افزاید — غبار کوئے تو ہمرنگ توتیا باشد
تو در طریقِ محبّت کج آمدی صد بار — وگرنہ راستیٔ راہ رہنما باشد
بجرمِ رفتہ اگر عذر خواستی مہلت — بعذرِ رفتہ خطا گر کنی خطا باشد
نہ چنین علم بدست آمد نہ تقیدِ عمل — اثر کجا بہ تہی دستیٔ دعا باشد

برہمن ار نہ کند یاد مدعا چہ عجب
کہ مدعا ہمہ در ترکِ مدعا باشد

۱۹۲

وگر ز عمرِ گرامی حساب خواہم کرد — ز ارتکابِ خطا اجتناب خواہم کرد
ز بس کہ مشقِ گنہ مے کنم سراسیمہ — کہ رفتہ رفتہ ز جزوئے کتاب خواہم کرد
مرا محاسبۂ حالِ خویش در نظر است — وگر ز خویش بخود احتساب خواہم کرد
چہ شد کہ عمرِ گرامی بہ دیر و زود گذشت — اگر تو بہ درآیم شتاب خواہم کرد
بجز سرشکِ طلب سیل راہ نگشاید — بگریۂ سحری فتحِ باب خواہم کرد
گرفت پیرِ مغاں جامِ مے بکیفیت — کہ اینقدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

بسینه آتش دیرینه تازه می سازد ‌ وگرنه یاد ز عهد شباب خواهم کرد
وگر بوادی دور زمانه افتادم ‌ فغان ز تشنه لبی بر سراب خواهم کرد
ز بی ثباتی قصر زمانه دانستم ‌ که نقش بیهده بر روی آب خواهم کرد
چه فتنه‌ها که نه آید بدیده بیدار ‌ وگر به بستر آرام خواب خواهم کرد
مرا حجاب سزد آفتاب را چه حجاب ‌ تو بی حجاب درآ من حجاب خواهم کرد
ز گرمی نگه آفتاب دانستم ‌ که آب دیده چو در خوشاب خواهم کرد
صلای عیش باهل نشاط خواهم داد ‌ سیخی که سینه خود را کباب خواهم کرد

برہمن ار ز گناهان من زمین پرسد
بگریه بر در رحمت جواب خواهم کرد

۱۹۲

تا ز کوی کش صبا نمی آید ‌ دل عاشق بجا نمی آید
نا شناسای حال خود گشتیم ‌ کار دیگر ز ما نمی آید
آید از خاک کوی دوست بچشم ‌ آنچه از توتیا نمی آید
گر بمعشوقه مرا در سم ‌ یا دم از مدعا نمی آید
دیده در راه عشق باید شود ‌ طی این ره ز پا نمی آید
ای خطا پوش ما ز ما بگذر ‌ که ز ما جز خطا نمی آید

از برہمن مخواه کار دگر
که از او جز دعا نمی آید

۱۹۳

کسی ز بیکسی ما بحال ما نه رسد ‌ کسی بحال غریبان بینوا نرسد
مراست دست طلب پیش دامن تو بلند ‌ ز کوتهی ست که دستم بمدعا نرسد
جبین شوق براه تو سوده می آیم ‌ که طی بمرحله عاشقی بپا نرسد
غبار کوی تو کحل الجواهر بصر است ‌ علاج دیده عاشق بتوتیا نرسد

بود چہ حالِ دلِ خستۂ برہمن را[1]
زکارخانۂ لطفِ تو گر دوا نرسد

۱۹۴

لعلِ شیرینش کہ با ما تلخ کارے ہا نمود[2] — شد نمک ریز و ادائے شکریں با ما نمود

نقشِ دنیا در نظر بس خواب است لیک — کے بہ بیناداں مے نماید آنچہ بر دانا نمود

با نسیمِ صبح گاہے خندۂ گل کے کند — در سحرگہ آنچہ با ما گریۂ مینا نمود

من گوارا ساختم شیریں تر از جانِ عزیز — آنچہ با من تلخئ آں لعلِ شکر خا نمود

مے تواند گو ہمہ مقصود دادن برہمن
دیدۂ ما آنکہ بہرِ مصلحت در پا نمود

۱۹۵

دیدہ را جز برخِ خوبِ تو وا نتواں کرد — چشم یک چشم زدن از تو جدا نتواں کرد

پئے تعظیمِ قدِ ناز تو اے سرو دلا — چہ تواں کرد اگر پشتِ دوتا نتواں کرد

دلِ آشفتہ دلاں در خمِ زلفش خوں شد — بعد ازیں ہمرہِ بادِ صبا نتواں کرد

پائے ہر کس کہ بود منتِ او بر سرِ ما — خویش را گر بتواں کم ز گیا نتواں کرد

برہمن ہر چہ خدا خواست ہماں حاصل شد
نسبتِ ہر چہ بود غیرِ خدا نتواں کرد

حقائق و معارف

---

[1] نواب سعد اللہ خان کو ایک رقعہ میں تحریر فرماتے ہیں: "غرضے کہ بحفظِ شوقِ صحبتِ عالی باوجود ایں حال کہ دماغِ سخن نداشت، بدیہہ گفتہ فرستادہ امید کہ باصلاحِ حضّارِ مجلسِ سامی در آید" — بہار

[2] حضرت عبدالرحیم صاحب بسمل کراڈی یہ غزل عطا فرماتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس غزل کی نسبت برہمن استدعا فرماتے ہیں: "غزلیکہ بتازگی طرح شدہ بود، مرقوم قلمِ شکستہ رقم گشت" ...... "بمطالعۂ اربابِ سخن در آوردہ استدعائے اصلاح نمائید۔"

ردیف ذال معجمه

ع ۱۹۶

صبا میار از آن یار در نظر کاغذ ‏ ‏ ‏ که بی رخش بجگر میزند نشتر کاغذ

کدام لب شکری دست کرد حیرانم ‏ ‏ ‏ که تازه مشقِ نمک ریخت بر جگر کاغذ

شبِ فراق بود عاشقِ ستمکش را ‏ ‏ ‏ ز خونِ دیده سیاهی ز چشمِ تر کاغذ

شرار در جگرم زد چنانچه کرد کباب ‏ ‏ ‏ بحیرتم که چه پیچیده بود در کاغذ

ز گریه چشمِ برہمن سیاه گشت و سفید ‏ ‏ ‏ که داشت پیشِ نظر شام تا سحر کاغذ

ردیف رائے مهمله

ع ۱۹۷

چگونه از تو شود خاطرم شکیب پذیر ‏ ‏ ‏ که دستِ عشقِ تو شد در دلم گریبانگیر

صبا ز سنبلِ زلفِ تو رهزن نبرد ‏ ‏ ‏ که کرد معجزِ حسنِ تو باد در زنجیر

کرا مجالِ سخن پیشِ روی دست نگر ‏ ‏ ‏ ز حالِ خود بزبانِ نگه کنم تقریر

ز جیبِ صبح چو خورشید سر برآرم ‏ ‏ ‏ اگر بیادِ سرِ زلفِ او کنم شبگیر

اثر نکند برہمن در دلِ او ‏ ‏ ‏ خموش کرد مرا نالهای بی تاثیر

درد دارا

ع ۱۹۸

نه بی بدامِ هوس گشته همچو مرغِ اسیر ‏ ‏ ‏ بفکرِ خام فرو مانده در تسلسل و کشیر

کجا بعالمِ تقدیر پی توانی برد ‏ ‏ ‏ که مانده ز غلط در شکنجهٔ تدبیر

فلک ز کیسهٔ عمرِ تو نقد برد و هنوز ‏ ‏ ‏ (۴) ‏ ‏ ‏ چو طفل نازکنی در کنارِ عالمِ پیر

ز سر بنه بزمینِ ادب کلاهِ غرور ‏ ‏ ‏ (۳) ‏ ‏ ‏ دلِ شکسته بدست آر و دستِ خسته بگیر

باهلِ جرم چو فرموده که عذر کنند ‏ ‏ ‏ ز روی لطف و کرم عذرِ برہمن بپذیر

ع ۱۹۹

دلے دارم بزلفِ او گرفتار ‏ ‏ ‏ که دارد با گرفتاری سر و کار

بغفلت مردِ ناداں در فریب است
ز ناہمواریِ دُنیا گذر کن
نمک بر زخم دل ریشاں کہ بستی
دلِ آزادگاں کے رفتے از دست
شگفتیں غنچہاے بلبلاں دہ
ہمے بندی نظر بر خرمنِ گل
با زاری سرِ مو رسے منہ پائے
زمانے گوش کن بر قولِ سعدی
بدست آوردنِ دنیا ہنر نیست

بدنیا دل نہ بندد مردِ ہوشیار
کہ آساں بگذراند مردِ ہموار
نبودی لعلِ خوباں گر شکربار
نبودی اگر آن طرہ طرار
پس آنکہ سیر کن در صحنِ گلزار
کہ گل در دیدۂ بینا بود خار
کسے را یکسرِ موئے نیازار
چہ سعدی بلبلِ فرخندہ منقار
یکے را گر توانی دل بدست آر

[illegible] (سعدی)

برہمن ہر کہ دارد دست در کار
دلش باید کہ باشد سوئے دلدار

۲۶۷ عجز و نیاز

ز روئے عجز نہ بر زمین جبینِ نیاز
چو اشک پردہ درِ حال راز دار انشت
فروغ سینہ زتاریک خاطراں مطلب
خوش آں گردہ کہ خم کردہ قامتِ دل را

کہ ما شکستہ دلانیم و او شکستہ نواز
بروئے او نتواں کرد دیدہ محرمِ راز
کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز
بسوی قبلۂ آن روی میکنند نماز

حقائق و معارف

برہمن از سرِ زلفِ تو برد یکسرِ موئے
بس است یکسرِ موئے تو بہر عمرِ دراز

۲۰۱

دیدہ ام شد خشک و طوفاں در کمیں دارم ہنوز
میرسد نزدیک تر ہنگامِ تشنا پر ز رنگار
از ندامت دود آہ من گذشت از آسمانہا
بیگناہ است آنکہ بر امیدِ رحمت کرد جرم

موج دریا در شکنجِ آستیں دارم ہنوز
من ز خامیہا امیدِ دور بیں دارم ہنوز
در خجالت روئے عصیاں بر زمیں دارم ہنوز
جرم ام از حد رفت چشمِ آفریں دارم ہنوز

دامن عصیان بآب دیده شستم برہمن
لیک نقش سجدهٔ بت بر جبین دارم هنوز

۲۰۲ گرمیِ شوق

بگذشت عمر و گرم تمنا نفس هنوز ... دین مرغ پرشکسته طپان در قفس هنوز
دل می برد بمحمل لیلی کشان کشان ... در گوش نارسیده صدای جرس هنوز
آمد بهار و رفت چمن تازگی گرفت ... بر شاخ مانده میوهٔ ما نیم رس هنوز
عشق آتش بلند برافروخت ست ما ... پنهان کنیم شعله بدامان خس هنوز

گشتیم سر برہمن از تیره باطنی
از لذت گناه نه کردیم بس هنوز

۲۰۳

خودداری — آبے که آبرو ببرد در گلو مریز ... آب از دو دیده ریز ولی آبرو مریز
〃 — چون غنچه عیش کن بگریبان فگنده سر ... در عمر یک دو روزه چو گل رنگ و بو مریز
صبر — گر خونِ دیده جوش زند ضبط گریه کن ... هرگز ز دیده قطرهٔ اشکی فرو مریز
〃 — از هر که بشنوی سخن تلخ گوش کن ... بیهوده آبرو ز پی گفت گو مریز

در شربتِ که زهر غمش نیست برہمن
هرگز بسوی لب مبر و در گلو مریز

۲۰۴

ساخت سرگرم مرا نشاء صهبا امروز ... خنده آورد مرا گریه مینا امروز
کارِ امروز بفردا مفگن جام بیا ... نتوان خورد غم وعدهٔ فردا امروز
جام در گردش و ساقی بحریفان سرخوش ... مجلسِ خوب تریں است مهیا امروز
نوبهار است جنون جوش زنان می آید ... همعنان آمده دیوانه و دانا امروز

برہمن نظم تو از عالم بالا آید
گهر افشاند بره عقد ثریا امروز

۲۰۵

خبر ندارم از آن یارِ مهربان امروز / گذشت وعده و بی حیلتے درمیان امروز

صلا دهید بمرغانِ ریزه خوار سخن / که هست طوطیِ طبعم شکرفشان امروز

ز آفتابِ حوادث کسے نیاساید / که چیست سایهٔ سرے زیرِ آسمان امروز

سخن ز عالمِ بالا مگر فرود آمد / که آمد این غزلِ تازه بر زبان امروز

گذشت نوبتِ مجنون ز کارخانهٔ عشق
برہمن است دریں کہنه دودمان امروز

ردیف سینِ مهمله

۲۰۶

نگارِ من ز استغنا نمے بیند بسوئے کس / که روئے خویش در آئینه می بیند نه روئے کس

سرِ موئے ندارد باک آن ماهِ هلال ابرو / اگر در آتشِ غیرت بسوزد موبموئے کس

هزاران غنچه باشد کارگر چاکِ گریبان را / بچاکِ سینه کمتر راست می آید رفوئے کس

جهان دریائے پرجوش است تا برکنار آن / همه لب تشنگان و نمے گردد گلوئے کس

میانِ گوشهٔ میخانه با تهِ جرعه خو کن تو / سلامت کم رود زین کوچه تا بیرون سبوئے کس

غبارِ دامنِ آلوده را چشمِ ترے باید / بغیر از چشمِ تر بیهوده باشد شست و شوئے کس

برہمن سینه جوش آورد طوفان زا شد چشم
چه خوش باشد که آبِ رفته باز آید بجوئے کس

ردیف شینِ معجمه

۲۰۷

چو غنچه در رهِ تسلیم پا بداماں باش / چو گل بخونِ جگر غرقه در گریبان باش

علاجِ زنگِ گناه صیقلِ شبیب / ز کردهائے خطا بعد ازیں پشیمان باش

ادب ز صحبتِ رندانِ پارسا آموز / بگیر جرعه ز پیمانه و به پیمان باش

بیا ز زلف و رُخ آن نگار در شبِ تار
چو ابر گریہ کُن و ہمچو برق خندان باش

خیالِ زلفِ بُتاں برہمن مدہ در دل
وگرنہ ہمچو نسیمِ صبا پریشاں باش

غ ٢٠٨

شرمندہ ام بسے ز درون سیاہِ خویش
در حیرتم چنانکہ ندانم گناہِ خویش

جز قامتِ بلند تو ام دستگاہ نیست
اُفتادہ ام بگیر مرا در پناہِ خویش

آں بلبلِ شکستہ زبانم کہ در چمن
آسودہ ام بہ سبزیِ مشتِ گیاہِ خویش

تا ماہ اقتباس کُند نُور را ز مہر
من مہر ذرہ لم نہ نمایم ز ماہِ خویش

تا برہمن ز خاک نشیناں او شدم
بر فرقِ آفتاب بسایم کلاہِ خویش

غ ٢٠٩

شُدم بہ بحرِ محبّت غریقِ طوفانش
کہ جز بساحلِ غم نیست حد و پایانش

فلک بساط فرو چید و اہلِ عالم را
گرسنہ چشمیِ امید کرد مہمانش

ہمیشہ چاکِ جگر مشق دستِ ہمّتِ اوست
کسے کہ چاک ہوس نیست در گریبانش

دِلم چگونہ ازیں سیل جاں تواند بُرد
کہ موجِ چشمۂ عشق است در زنخدانش

قدم دلیر منہ برہمن بوادیِ عشق
ہزار قافلہ گم گشتہ در بیابانش

ردیفِ صادِ مُہملہ

غ ٢١٠

بود ہمیشہ مرا با بُتاں نہاں اخلاص
نہاں خوش است آلایشِ زباں اخلاص

مرا درون و برون صاف شد زیکرنگی
میانِ سینۂ تو دہر تا بجاں اخلاص

تو خواہ مہر کُن و خواہ قہر کُن نرود
برون ز سینۂ عاشق با متحاں اخلاص

قدم بنہ بہ رہِ عشق مُخلصِ او شو
کہ ہست قاعدۂ راہِ عاشقاں اخلاص

میانِ کیش برہمن وفا و یکرنگی است
کہ قائمیست دریں کہنہ دودمانِ اخلاص

سناتن دہرم کی تسبیح

ردیف ضادِ معجمہ

۲۱۱ — عمر گرامی — پرواز خیال

ندا رسید بگوشم ز مبدۂ فیاض — کہ نقدِ عمر زکف میرود، مکن اغماض
وجودِ مردمِ دانا بود ہمیشہ بہار — چو غنچہ تنگ مباش اندریں شگفتہ ریاض
ز بسکہ تا سحر از غم گریستم بفراق — ز شوقِ گریہ مرا رنگ دیدہ گشت بیاض
بروئے دوست مرا اختیار تابی نیست — خطا کند چو نصیحت کرم کند اعراض

برہمن از غرضِ خویش دارد استغنا
خوش آں کسے کہ بروں آمد از غمِ اغراض

ردیف طائے مہملہ

۲۱۲

چہ بستہ دلِ آزادہ را بکہنہ رباط — کہ زادِ حسنِ عمل میرسد براہِ صراط
زمانہ بہرِ تو دیبائے عمر مے پیچد — تو بہر گرمیٔ ہنگامہ گستریدہ بساط
نو بہار نگردد شگفتہ غنچۂ دل — بفصلِ گل چو چمن شگفتہ مرا چہ نشاط
زمانہ در خورِ قدِ جہانیاں دوزد — طراز کسوتِ عمرِ عزیز چوں خیاط

کسے بروں نرود برہمن ز گردشِ چرخ
نمودم ایں سخن از دورِ چرخ استنباط

ردیف ظائے معجمہ

۲۱۳

چند بیہودہ کند دربرِ ما جاہ واعظ — فرقِ بسیار بود از برِ ما تا واعظ

باز محتاج بوعظ دگران خواهد بود — گر نشنیند بسر موعظه ما ما واعظ

پنبه در گوش من انداز که در بزم نشاط — باده هم صحبت من گشته و مینا واعظ

راه دیوانگی از عالم دیگر باشد — هست در بزم جنون بیهده گویا واعظ

برهمن پند کسی در دل ما جا نکند
چه کند با دل آمادهٔ سودا واعظ

ردیف عین مهمله

۲۱۴

هر نفس پروانه بال افشان شود بر نور شمع — موسی عشق است زان سر بر زند از طور شمع

دود مان آتش افروزان بسی رونق گرفت — قابلیت کرد تا پروانه را منظور شمع

در خیال آفتاب سوی او مغرور سرم — ذره ذره تا سحر می ریخت چون کافور شمع

از فروغ شعله چشم عندلیب آگاه نیست — ثبت بر بال و پر پروانه شد منشور شمع

ای برهمن چهره را در سوختن افروختند
میتوان آموختن از خاطر رنجور شمع

ردیف غین معجمه

۲۱۵

ز بسکه لخت جگر آمدم برون ز دماغ — مرست دیدهٔ تر گلشن و گریبان باغ

مبین بکوتهی خویش و پا فراتر نه — که بال همت پروانه می رسد بچراغ

کند مرا از نسیم بهار مستغنی — اگر شمیم سر زلف او رسد بدماغ

بوی گل شده ام از دست گر مرا خواهند — میان برگ گل تازه ام کنند سراغ

اسیر ماند دل برهمن که ممکن نیست
بدور حسن تو زان خط سبز خط فراغ

ردیف فٓ

۲۱۶

بگردِ عارضِ او تا سیاہ خط زدہ صف — فتادہ کارِ دلِ ناتوانِ ما دو طرف

متاعِ عقل بدکانِ عشق نایابست — کہ ہست مایۂ دانا بشہرِ عشق تلف

مراست مہرِ تو در دل چو مشک در نافہ — مرا خیالِ تو در سینہ چوں گہر بصدف

تو تیرِ غمزہ بزن ہر قدر کہ بتوانے — کہ ہست سینۂ صافی دلاں سجائے ہدف

برہمن آنکہ غم از سینۂ حزین بہ بُرد — بہانگ چنگ بگویم کہ نیست خوش‌تر دف

خوبی بیان

ردیفِ قاف

۲۱۷

اس غزل کے اشعار [illegible]

توئی کہ ساقیٔ وحدت نہ کوثرِ تحقیق — نخست وادبدستِ توساغرِ تحقیق

بہ بحرِ معرفتِ ایزدی دلت غوّاص — زقعرِ فکر برآوردہ گوہرِ تحقیق

محققان زتو تحقیقِ حق کنند مدام — کہ ہست ذاتِ شریفِ تو مصدرِ تحقیق

دلیلِ تو سرورقِ جزوِ آفرینشِ حق — قضا کشیدہ برآں صفحہ مسطرِ تحقیق

بکلکِ فیضِ نگار ندہائے نقشِ کمال — رقم بنامِ تو کردند دفترِ تحقیق

ظہورِ خواست جمالِ حقیقتِ ازلی — ترا ز فیضِ ازل کردہ مظہرِ تحقیق

عرض بجوہرِ ذاتِ تو عین جوہر شد — زعرضِ حالِ تو پنداشت جوہرِ تحقیق

تو جسم کردہ بر آئینۂ حقیقت بار — لفافۂ زبرت نیست تا درِ تحقیق

جہانِ تیرہ برآمد ز ظلمتِ آں گاہ — چو مہرِ فکرِ تو سر زو ز خاورِ تحقیق

بر آسمانِ حقیقت ترا عروج سزد — کہ ہست ذاتِ شریفِ تو محورِ تحقیق

زروئے لطف دلِ تیرۂ برہمن را

فروغ رائے تو آورد بر سر تحقیق

۲۱۸

تمام عمر مرا صرف شد بفکر عمیق — ولے ز اصل سخن نکتہ نشد تحقیق

مکش بصفحۂ ایام خط بطلان را — کہ حسن علم عقل بود از برائے این تفریق

گرہ کشائے ایام در بنان داری — مدار رشتہ ہمت بعقدۂ تعویق

قبول عذر گناہ از کسے توان کردن — کہ بر رقیمۂ تقصیر خود کند تصدیق

یکے نشست خط خواہش از صحیفۂ دل — بسے نوشت برہمن شکستہ و تعلیق

سخن چو طوطی شکر زبان توان گفتن

وگرنہ ہست بسے در نوا زبان چو بیتی بانگمہ خر

ردیف کاف (عربی)

۲۱۹

کسے کہ از غم عشق تو سینہ دارد چاک — ز چاکہائے گریباں بکوچہ دارد باک

بگرد دامن شان گرد امتحان نرسد — کہ صیت گوشہ نشینان گذشت از افلاک

بروں ز فہم و خیالست صورت معنی — خیال ناقص دانا کجا کند ادراک

درین سرائے سپنجی غبار راہ مشو — اگرچہ آب رواں میروی برو بر خاک

حقائق و معارف

غم زمانہ چو عیش زمانہ مے گذرد — درین رباط کہن برہمن مشو غمناک

بے ثباتی دہر

ردیف کاف (فارسی)

۲۲۰

از غم ہجراں دلم در سینہ مے آید تنگ — بر امید وعدۂ دیرینہ مے آید تنگ

پیش تاب زلف و روئے او کرا ماند قرار — شانہ در ہم میشود آئینہ مے آید تنگ

تقدیر و تدبیر

سینہ بکینہ چوں آئینہ دارم ہر زہر — گر رسد در سینہ خیال کینہ مے آید تنگ

صفائی باطن

در لباس ظاہری باشد برہمن صبح لباس

مرد را از خرقهٔ پشمینه می آید ننگ

ردیفِ لام

۲۲۱

بود بگرد تو گردیدنِ خیال محال — که هست ذات تو فارغ ز فهم و عقل و خیال

کجاست طائرِ اندیشه را مجال نخست — که در هوائے سر بام او گشاید بال

مرا چو آئینه شد سینه در تصورِ دوست — ز عشق فیضِ دگر یافت این شکسته سفال

مجال تنگ شود چوں بعرصهٔ تو رسد — بعرصهٔ تو نهادن قدم کراست مجال

چو روز حشر برہمن حساب پیش آرند — بآبِ دیده بشویم نامهٔ اعمال

۲۲۲

بشب ز لطفِ خداوند ایزدِ متعال — علاجِ درد گنه توبه شد پس از چل سال

کمال و نقص چو یک جا شود یکے گردد — بنقصِ غیر نه پیچید عارفانِ کمال

چو تو به راهِ نما شد بواسطهٔ خادم — ازیں سبب من و توفیق و استقامتِ حال

غبارِ راهِ طلب چون بدیده ام بنشست — ز روئے آئینهٔ دل بود ز زنگِ ملال

دو دیده تر کند و آید بدیده پیش آرد — بروزِ حشر گر از برہمن کنند سوال

ردیفِ میم

۲۲۳

در سلسلهٔ زلفِ تو آرام گرفتیم — رستیم چو آرام درین دام گرفتیم

بیداریِ ما دست نزد در کمرِ صبح — دامنِ صبحی نه سرِ شام گرفتیم — خوبی بیان

در راهِ محبت چو نهادیم قدم را — گامِ دو سه از بادِ صبا دام گرفتیم — نزاکت بیان

چوں میگذرد عمر ز اندیشه چه حاصل — ایں فائده از گردشِ ایام گرفتیم — فلسفه

حقائق و معارف

تا پائے نہادیم برہمن برہِ عشق
کونین باندازۂ یک گام گرفتیم

۲۲۴

چو لالہ داغِ غمِ عشق بر جبیں دارم — چو گل ز لختِ جگر خوں در آستیں دارم
گہے بعشوہ سپارد گہے بغمزہ دہد — چہ فتنہا کہ ز چشمِ تو در کمیں دارم
ترا اگر دلِ سنگیں بود مرا چہ زیاں — کہ من مقابلِ آں جانِ آہنیں دارم
ز اضطرابِ نفس بیخودم بسینہ مگر — بدل خیالِ سرِ زلفِ عنبریں دارم

مرا برشتۂ زنارِ اُلفتے خاص است
کہ یادگارِ من از برہمن ہمیں دارم

۲۲۵

بجوش شد ہمچو ابرِ نوبہاراں چشمِ گریانم — زچاکِ دل گواہی میدہد چاکِ گریبانم
غبارِ معصیت آئینۂ دل تیرہ میدارد — مگر اشکِ ندامت صاف سازد زنگِ عصیانم
مریضِ جرم را ناصح علاج از توبہ فرماید — چو من بیمارِ نادانے شدم انیست درمانم
بشوئید دامنِ آلودہ را اشکِ پشیمانی — بنادانستہ بد کردم چو دانستم پشیمانم

برہمن ابرِ رحمت دامنِ آلودہ میخواہد
بیا را سے ابرِ رحمت بر سرم کالودہ دامانم

۲۲۶ — تشبیہ کامل

در غمِ تازۂ ایں چرخ دوتا کہنہ شدیم — کینۂ چرخ نشد کہنہ و ما کہنہ شدیم
روزِ دیوانِ جزا تا چہ کند اہلِ حساب — ما خود از کشمکشِ خوف و رجا کہنہ شدیم
سبزۂ خاک نشینیم کہ در راہِ نیاز — بر اُمیدِ نفسِ بادِ صبا کہنہ شدیم
نرسیدیم بشہرے و نہ دیدیم رواج — وہ چہ جستیم دریں مرحلہ ہا کہنہ شدیم

برہمن تازہ کند ابرِ بہاراں روئے
گرچہ ما نیز گیاہ و تر یا کہنہ شدیم

۲۲۷

مخمورِ مسکن دیدہ کہ از خواب نخفتم — باز لطف مدہ تا سبکہ از تاب نخفتیم

در چاهِ زنخدانِ تو موجیست دل افروز		مشکل که من از شوق بگرداب نیفتم
آن سبزهٔ خشکم که سموم و هوا آتش		بر روئے زمین افتم و سیراب نیفتم
مقصود دل از سیرِ دو عالم نتوان یافت		من در پئے این مطلبِ نایاب نیفتم

اے برهمن از بهرِ شگفتن چو گلِ تو
چون غنچه همه وقت بجو تاب نیفتم

۲۲۸

عالمِ صورت بمعنی آشنا فهمیده ایم	حقائق	کے بفهمِ کس در آید آنچه ما فهمیده ایم
در حقیقت نیست چون بیگانگی در روزگار	تعصب بیجا	ما بخود بیگانگان را آشنا فهمیده ایم
در میانِ جامهٔ دیبا کجا آید بدست	قناعت	آن فراغتها که در دلقِ گدا فهمیده ایم
آسیائے چرخ میگردد بگرد روز و شب	بے ثباتی دہر	خویشتن را دانهٔ این آسیا فهمیده ایم

خوبی بیان

مدعائے هر یکے در حاصلِ هر مدعاست
ما برهمن ترکِ آنرا مدعا فهمیده ایم

زمن مرنج که محملِ جفائے توام	۲۲۹	براهِ عشق کمر بستهٔ رضائے توام
جدا نمیشوم از خاکِ آستانهٔ تو		زیرِ پائے تو مانندِ نقشِ پائے توام
بجز رضائے تو دم بر نمیتوان آورد	تسلیم و رضا	بهر کجا که روم تابعِ رضائے توام
چه نسبت است مرا با تو در سخندانی		همین قدر که ادا فهمِ نکتهائے توام

برهمن از سرِ کوئے تو کے رود بیرون
تو آفتابی و من ذرّه در هوائے توام

تو داده ای خطِ آزادی ای بہائے سرو و سوسن هم	۲۳۰ مجلس خط	گرفتی خطِ عهدهٔ بندگی از قمری و من هم
ترا حسد باز منت بر نگاهِ لاله و ریحان		مرا چون غنچه کامے شد گریبان چاک دامن هم
شدای باغبان از سیرِ گلشن بیشتر بر من	[illegible]	که عمرِ میتوان آسمان بسر بردن بگلخن هم

۲۳۴ — شاہجہان کی نذر

ہر چند بسنگِ خارا سازم — با سنگدلاں چہ چارہ سازم
ہر نقش کہ سر زند درست است — بیہودہ چہ استخارہ سازم
آفات بروزگار بسیار — وقت است کہ با کنارہ سازم
ایں نسخۂ دل کہ باطل افتاد — آں بہ کہ بدست پارہ سازم

یک بار بہ برہمن نظر کن
تا با دو جہاں دو بارہ سازم

یا دِ دارا

۲۳۵ — دردِ دارا

ما در دلِ خویش نہفتیم و نگفتیم — شب تا سحر از درد نخفتیم و نگفتیم
در رشتۂ مژگاں ہمہ شب دانہ اشکے — از غیر نہاں داشتہ سُفتیم و نگفتیم
در راہِ محبّت بخیالِ قدمے او — صد مرحلہ را با مژہ رُفتیم و نگفتیم
آں حرف کہ از رازِ محبّت خبرے داشت — از غیر نہفتیم و نگفتیم و نگفتیم

در سینۂ خود راز غمِ عشق برہمن
چوں غنچہ بصد پردہ نہفتیم و نگفتیم

۲۳۶ — دردِ دارا

در انتظارِ نوش تو با نیش ساختیم — در کُنجِ بیکسی بغمِ خویش ساختیم
در اختلاط نیست دو رنگی بکیشِ ما — یکساں بہر تونگر و درویش ساختیم
کونین مختصر بود آنجا کہ دانش است — در عالمِ رضا بکم و بیش ساختیم
یک قطرہ خوں بروں نچکید از درونِ ما — مانندِ طفلِ غنچہ بصد نیش ساختیم

ما سازگارِ عشق بتانیم برہمن
با کس نساختیم و بایں کیش ساختیم

دردِ دارا

۲۳۷ — دردِ دارا

در دیدہ ام نظر جانبِ روئے دارم — مو بمو شوقِ رُخ سلسلۂ موئے دارم
چاک در سینۂ عاشق بود آسائشِ دل — کافرم گر ہوسِ تارِ رفوئے دارم
نشوم بیہدہ ممنونِ تو اے بادِ شمال — کہ ہوا در سرِ زلفِ غالیہ بوئے دارم (دارا)

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدہ رود	درد دارا	باز کوئے گذرے بر سر کوئے دارم

برہمن خشک نگردد چمنِ خاطرِ من
کہ من از دیدۂ تر آب بجوئے دارم
درد دارا

ع ۲۳۸
درد دارا

از خون دیدہ بود شرابے کہ داشتیم	ورلختِ سینہ بود کبابے کہ داشتیم
شد عجزِ ما وسیلۂ عذرِ گناہِ ما	شستیم ز آبِ دیدہ حجابے کہ داشتیم //
تا بر فروغِ صورتِ معنے نظر فتاد	از پیشِ دیدہ رفت حجابے کہ داشتیم //
تا با خیالِ روئے تو گردید آشنا	فارغ نشست دیدہ ز خوابے کہ داشتیم //

دارد بیاد روئے تو آباد برہمن
ویران دلِ شکستہ خرابے کہ داشتیم
درد دارا

ع ۲۳۹
درد دارا

حل شد ز فیضِ عشقِ محالی کہ داشتیم	حالے دگر فزود بحالے کہ داشتیم
ہموار ساختیم باندازۂ حساب	با خویشتن جواب و سوالے کہ داشتیم //
سربستہ ماند رازِ نہاں درمیانِ دل	یکساں گذشت نقص و کمالے کہ داشتیم //
ز آب و تابِ عشق چو آئینہ صاف شد	آن کہنہ و شکستہ سفالے کہ داشتیم //

عہدِ شباب میرود از دستِ برہمن
آید مگر بخواب خیالے کہ داشتیم
دارا کے بعد عروج کا زوال

ع ۲۴۰
درد دارا

یاد آں روزے کہ روئے روزگارے داشتیم	سرو قدے بر کنارے جویبارے داشتیم
اختیارِ کارِ ما در عہدۂ گردوں نبود	ہر چہ میکردیم با خود اختیارے داشتیم
دردِ دل را راحتی از غمگساران میرسد	غم نبود از غم چو یارے غمگسارے داشتیم
ہر یکے در صحنِ گلشن بر گلے دارد نظر	ما نظر بر جلوۂ آں گلعذارے داشتیم

دیدہ جوش آورد از استادنِ برہمن
شستہ و شود ادیم اگر بر دل غبارے داشتیم

		شمارہ	
	ہرگز از خانہ پئے کسب تماشا نروم	۲۴۱	سیر عالم کنم و یک قدم از جا نروم
	صحبت اہل جنون نشأ دیگر دارد	یاد دارا	یاد مجنون کنم و از پئے دانا نروم
	دُرِ ناسفتہ بمژگان من ارزانی باد	"	از پئے گنج گہر تا لب دریا نروم
	ساغرے حوصلۂ ہمت من لبریز است	"	بہر یک جرعہ بدریوزۂ مینا نروم
	برہمن یوسف من در دل من جا دارد من ببازار طلب ہمچو زلیخا نروم		یاد دارا
	مست عشقم خانہ و ویرانہ را گم کردہ ام	۲۴۲	وز سر مستی رہ میخانہ را گم کردہ ام
	ہر کجا شمعیست سوزان شعلہ بر من میزند	یاد دارا	در بغل گوئی پر پروانہ را گم کردہ ام
	گر بکاوی سینہ ام حرفے نمی آید برون	"	از زبان تا دل رہ افسانہ را گم کردہ ام
	دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام زیر دست	"	بیقرارم گوہر یک دانہ را گم کردہ ام
	ہان برہمن ہمتے ہمراہی من کن کہ من در خم زلفش دل دیوانہ را گم کردہ ام		درد دارا
	دور از تو ہمچو نقش بدیوار ماندہ ایم	۲۴۳ یاد دارا	در پیچ و تاب عشق گرفتار ماندہ ایم
	او ہر طرف کہ مینگری جلوہ میکند	"	ما منتظر بوعدۂ دیدار ماندہ ایم
	گر پشت خم کنیم تواضع ز بار دوست	"	در زیر بار عشق گرانبار ماندہ ایم
	جمعیت حواس طلب کن نہ گنج فقر	"	ما در میان تفرقہ بسیار ماندہ ایم
	ہر تار موے ما شدہ زنار برہمن ما در میان چو رشتۂ زنار ماندہ ایم		یاد دارا
	ما عیش خود ز جور فلک کم نمی کنیم	۲۴۴ نوٹ دارا	بیہودہ پشت ہمت خود خم نمی کنیم
	آن خشک سبزہ ایم کہ در موسم بہار	یاد دارا	یاد نسیم و خواہش شبنم نمی کنیم
	چون طفل غنچہ خون جگر میخوریم و بس	"	لب تر ز آب کوثر و زمزم نمی کنیم

از خود گذشتن است نخستین درین طریق | یاد دارا | خود را براہ عشق تو محرم نمے کنیم

ما برہمن نظر بگل تازہ بستہ ایم
بیہودہ سیر گلشن عالم نمے کنیم

۲۴۵ — مراۃ النظیر

ہمیشہ عذر ز لبہائے عذر خواہ کنیم | بلذت کرمش رغبت گناہ کنیم
صفائے حسن عمل نیست در جریدۂ ما | مگر بمشق گناہ نامہ سیاہ کنیم
جدا ازاں رخ چوں ماہ در شب ہجراں | ستارہ را بشماریم و یاد ماہ کنیم
طریق عشق دراز است و ما تہی دستیم | مگر ز خون دل و دیدہ زاد راہ کنیم

مقام بر سر کویش برہمن از سر شوق
تمام عمر بامید یک نگاہ کنیم

۲۴۶ — دنیا — تازگی خیال

فغاں کہ عمر بسر رفت ما نہ فہمیدیم | ز ہست بود جہاں مدعا نہ فہمیدیم
براں براہ محبت شدیم کام گذار | کہ خار را ز گل و پا ز سر نہ فہمیدیم
چو دانہ ہر کہ دروں شد برون نمے آید | غرض ز گردش ایں آسیا نفہمیدیم
بجز ایں قدر کہ کند مایل پریشانی | ز زلف نسبت باد صبا نفہمیدیم

صفائی سینہ طلب برہمن کہ در رہ عشق
بصد زبان اثرے در دہن نفہمیدیم

۲۴۷

ما خود برنگ و بوئے رخ گل گرفتہ ایم | پروانہ ایم شیوہ بلبل گرفتہ ایم
از پیچ و تاب زلف کسے میدہد بیاد | زانرو ہمیشہ دامن سنبل گرفتہ ایم
از جا نمیرود دل آسودہ خاطراں | ایں ملک را بتیغ تحمل گرفتہ ایم
یاراں در انتظار لطف نشستہ اند | ما کام دل ز فیض تنزل گرفتہ ایم

بسیار ماندہ اند گرانبار برہمن
ما زاد راہ خویش توکل گرفتہ ایم

۲۴۸

با شمع روئے دوست چو پروانہ ساختیم — چوں شمع سوختیم نہ افسانہ ساختیم

با صد زبان زبانِ خموشی نکو بود — با پیچ تابِ زلفِ تو چوں شانہ ساختیم

آبادِ باد ملکِ مروت کہ با نخویش — در گنجِ غم چو گنج بویرانہ ساختیم

با ما نساخت قاعدۂ عقل و دیں — فارغ شدیم با دلِ دیوانہ ساختیم

تا آشنا شدیم **برہمن** بخویشتن
با آشنائی دلِ بیگانہ ساختیم

۲۴۹

روزگارے ست کہ مشتاق بروئے توام — چوں ہلالِ در خیالِ طاقِ ابروئے توام

موبموئے من گرفتارست چوں در شانہ تو — ما گرفتارے ہوائے یکسرِ موئے توام

آہوئے چشمِ تو چشمِ آہواں را خیرہ کرد — آہواں صیدِ تو و من صیدِ آہوئے توام

از خیالت نیست خالی جا بسوئے روزگار — من بہر جائے کہ باشم رو بدل سوئے توام

(عکس تبدیل) (بیاد دارا)

برہمن دیگر ز حالِ خویشتن آگاہ نیست
رفتہ ام از دست پا افتادہ در کوئے توام

۲۵۰

علاجِ تیرگیٔ طبع بو الفضول کنم — ہر آنچہ مرشدِ کامل دہد قبول کنم

شب است یادِ سرِ زلفِ او کہ یاد دراز — کہ روزگار چرا یاد عرضِ طول کنم

زنیم جرعہ بخمخانہ نشائہ در کاست — بیا سے کہ علاجِ دلِ ملول کنم

سماعِ اہلِ محبت ز عالمِ دگر است — ہزار وجد بآہنگ یک اصول کنم

برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلباں
چہ عیش ہا کہ نہ در گوشۂ خمول کنم

کاشی جی کا قیام

۲۵۱

نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز افتم — گر برآرند ز آتش بدم و باز افتم

عشرت آں بود کہ در رتبۂ نا دانی بود — خواہم از رتبۂ انجام بآغاز افتم

گاہ در حلقۂ آں زلفِ دو تا دست زنم — گاہ در پائے بتِ دلبرِ طناز افتم

کس نہ دانست کہ میلِ نظرش جانبِ کیست — تا کجا درپے آن چشمِ فسون سازِ منم

برہمن پند کسے جا نکند در دلِ من
خود بشوم ناصح درگوشِ خود آوازِ منم

معراجِ براہمن

٢٥٢ (یاد دارا)

نہ میلِ گلشن و نہ خواہشِ چمن دارم — کہ دارد این دلِ شوریدہ کہ من دارم
در اختلاطِ تفاوت نمے تواند کرد — کہ با خیالِ تو خلوت در انجمن دارم
مرا بحالِ خطِ اخیالِ سودا نیست — کہ من معاملہ با زلفِ پُر شکن دارم
سخن ہمیشہ من ہمزبانِ من بسخن — سخنِ من بسخن و من با سخن دارم

بتار رشتۂ زنار کردہ ام پیوند
نظر بقاعدۂ کیشِ برہمن دارم

٢٥٣

نہ صاحبِ زرم نے اہلِ دولت و جاہم — کمالِ عزتِ من اینکہ بندۂ شاہم
مریدِ بندۂ منت پذیرِ احسانم — غلام معتقد و مخلصِ ہوا خواہم
چو سرو گرچہ بآزادی آیدم مشہور — ولے فتادہ بپائے چو سبزۂ راہم
مراست دستِ طلب پیشِ دامنِ تو بلند — بدامنت نرسد دستِ من کہ کوتاہم

اگر زمانہ دگرگوں شود زجا نہ روم
برہمن از روشِ روزگار آگاہم

دارائے وفا

٢٥٤

ما ریزہ چینِ زخوانِ کساں چوں مگس نہ ایم — منت پذیرِ مائدۂ ہیچکس نہ ایم
ما چوں سمندریم بسوزیم و بشگفتیم — موقوفِ یک شرارۂ آتش چو خس نہ ایم
ما را نگاہ بر اثرِ راہِ رواں بس است — محتاجِ گوشمالِ صدائے جرس نہ ایم
بر ما خدنگِ غمزہ گر میزنی بجاست — ما عاشقِ تو ایم ز اہلِ ہوس نہ ایم

خودداری

ما مرغِ سدرہ ایم برہمن در این طریق
در بندِ آب و دانہ و دامِ قفس نہ ایم

خودداری

[illegible]

۲۵۵

حاصلِ عمر از جہاں نقدِ گناہ آوردہ ایم
نامۂ اعمال سرتاپا سیاہ آوردہ ایم

باورت گر نیست حالِ ما زبہرِ امتحاں
دیدۂ غم دیدۂ گریاں گواہ آوردہ ایم

جرعۂ در جامِ احساں کن کہ ما امیدوار
بر درِ میخانہ لطفِ ساقی پناہ آوردہ ایم

ہرگز از ما طاقتِ نظارۂ دیگر مخواہ
صد جگر خوں شد کہ تابِ یک نگاہ آوردہ ایم

در رہِ خواہش نگر دزدِ سجادہ کشد
ما کہ پائے توسنِ ہمت براہ آوردہ ایم

در میانِ سینہ آتش زد شبہائے فراق
یاد آن رخنہ کہ ما بر روئے ماہ آوردہ ایم

آبِ آتش زیرِ اشکِ ما بمژگاں در گرفت
شعلہ گوئے میانِ مشتِ کاہ آوردہ ایم

از دیارِ عشق مے آیم حالِ ما خوش است
تحفۂ اہلِ محبت درد و آہ آوردہ ایم

ما برہمن جبہۂ طاعت زبہرِ افتخار
بر درِ شاہنشہِ گیتی پناہ آوردہ ایم

۲۵۶

از لباسِ زمانہ عریاں نیستیم
ہمچو خورشید و ماہِ تاباں نیستیم

بسکہ طبعِ شگفتہ داریم
لاجرم ہمچو گل پریشاں نیستیم

بے تو شبے چو غنچہ ساختہ ایم
سر بجیب و پا بداماں نیستیم

ہر شب از موجِ گریۂ خونیں
غرقِ دریا و وقفِ طوفاں نیستیم

یادگارِ بہارِ ناکامی
قطرۂ خوں بدوشِ مژگاں نیستیم

بر جبیں روشناست داغِ گناہ
بندۂ روشناسِ عصیاں نیستیم

شبِ ہجراں بعیش بسر بردیم
ظرفِ سنگین دل و گراں جاں نیستیم

برہمن تا رسیدہ بر سرِ کار
ہمسرِ عمرِ خویش ناداں نیستیم

۲۵۷

عاشقم غنچہ صفت پائے بداماں دارم
چو گلِ تازہ ام و حالِ پریشاں دارم

گر ندانی کہ مرا با تو چہ رمز است چہ باک
کہ من ایں راز بخود دارم و پنہاں دارم

غم بمہمانی من آمده وحیرانم
دوسہ لختِ جگر دارم و مہماں دارم

مرغِ دل کے بردد از دامِ ہوائے تو بروں
خویش را بستہ بیک رشتۂ احساں دارم

شمۂ لطفِ تو خاصیتِ دیگر دارد
لطف کن لطف کہ امید فراواں دارم

تا ز بزمِ تو جدا یکدو سہ و نئے بضرور
نہ ہوائے گل و نئے شوقِ گلستاں دارم

ہمچو آن بلبلِ شوریده ام از گلشن دور
کہ دلِ سوختہ و دیدۂ گریاں دارم

سرِ شوریده دل آزرده دماغ افسرده
من ز اسباب جہاں ایں ہمہ ساماں دارم

رازِ دل تا نکند اشک ز چشمم بیروں
دو سہ خارے مژه بر دیده نگہباں دارم

پنجۂ قدرتِ من در گردِ دامن نشست
ورنہ چوں گل ہوسِ چاک گریباں دارم

[illegible]

برہمن در غمِ او کم نتواں بود ز شمع
شعلہ در دامنم اما لبِ خنداں دارم

۲۵۸

در خیالت دیده را چوں ابر نیسانی کنم
از گریباں تا بداماں گوہر افشانی کنم

ما مے بے عیش نگذاریم حالِ خویش را
ساغرِ مے گر نباشد بزم روحانی کنم

خوش بود چوں غنچہ با جمعیتِ دل ساختن
چند چوں زلفِ بتاں مشقِ پریشانی کنم

کارِ مشکل میشود در آرزوئے مدعا
ما بہ ترکِ مدعا خویش آسانی کنم

بے ندامت ہر چہ میخواہی نمے آید بدست
بعد ازیں ہر در گریبانے پشیمانی کنم

خونِ دل آغشتہ با لختِ جگر آید بروں
در دمِ چند جمع آریم مہمانی کنم

عہدِ جہاں ۱۰۶۱

برہمن دانائی از حد مے بری انصاف کن
ساعتے بنشیں کہ تا ہم یاد نادانی کنم
تا ہم با تو نادانی کنم

۲۵۹

ما توبہ ز نا صواب کردیم
بر رفتہ بسے عتاب کردیم

از مشقِ گنہ سیاه شد دل
ما سینۂ خود کباب کردیم

نادانیٔ ما گناهِ ما بود
در دفترِ خود حساب کردیم

فلسفہ

دیر آمده ایم گرچه در کار　　در دیر بسے شتاب کردیم
بیداری ما نساخت کارے　　آسوده شدیم خواب کردیم
گرمی نفس نبود باقی　　ما دیده به چوں حباب کردیم

از نسخهٔ آسمان برہمن
حرفے دو سه انتخاب کردیم

۲۶۰

لبے یاد رخت بخواب کردیم　　نظارهٔ آفتاب کردیم
عشق آمده آتشے برافروخت　　ما سینهٔ خود کباب کردیم
زلف سیہش بما بر آشفت　　چوں یاد ز مشک ناب کردیم
آں نکته که خال نام دارد　　از روئے تو انتخاب کردیم
از زلف تو دل نگشت آزاد　　ہر چند که اضطراب کردیم

دارد خبر از جنوں برہمن
ہر نغمه که با رباب کردیم

۲۶۱

ایں دل شوریده را روزے بصحرا میبریم　　آخر ایں برگشته را با خویش تنہا میبریم
قطرهٔ اشکم که ما داریم کافی کے بود　　دامن آلودهٔ خود را بدریا میبریم
ما و دل یکجا متاع رائگاں داریم بس　　در دکان عشق آں را ہم بسودا میبریم
گرچه نادانیم اما نسخهٔ اعمال را　　بہر اصلاح خطا ہا پیش دانا میبریم
چوں غبار راه بیقدریم در عالم و لیک　　زنگ از آئینهٔ تاریک دلہا میبریم
از نگاه سیر معشوقان کسے ہرگز نیافت　　لذت خاصے که ما از رمز ایما میبریم

از سخن پیداست قدرے ہر سخن رس برہمن
رشتهٔ نظم مسلسل تا ثریا میبریم

۲۶۲

روئے او شب بخواب میدیدیم　　تا سحر آفتاب میدیدیم
نقد عمرے که دیر مے آید　　در گذشتن شتاب میدیدیم

آتشِ عشق برفروختہ ایم — خویشتن را کباب میدیدیم
حاصلِ گریہ ہا نسیم شبے — تا سحر فتح باب میدیدیم
کس نمے بیند از خراشِ جگر — آنچہ من از کباب میدیدیم
کس نیابد بدیدۂ بیدار — آنچہ من شب بخواب میدیدیم
آنچہ آمد بصفحۂ ایجاد — ہمہ را انتخاب میدیدیم
عالمے در حجاب ماندہ کہ ما — من شدہ بے حجاب میدیدیم
دیدہ ام ہر چہ از مژہ میریخت — ہمہ قندِ خوشاب میدیدیم
گُل ز رویش چو یاد میکردیم — اشک خود را گلاب میدیدیم

برہمن در شمارِ عمرِ عزیز
اکثر بے حساب میدیدیم

کتب خانہ آذر

دیوانِ برہمن

گو وہ دیوان جو حضرت آذر کے قبضے میں ہے قلمی جناب برہمن ہے مگر اس میں بھی غلطیاں ہیں، مثلاً غزل نمبری (۶۰) دیوان مذکور میں ایک دفعہ بہ نمبر ۶۱ اور دوسری دفعہ بہ نمبر ۶۷ درج ہے اور ایسا ہی اور چند غزلیں، ہر دیوان میں یکساں غزلیات نہیں، مگر بحیثیت مجموعی حضرت آذر کے دیوان کی غزلیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے

عدد ۲۶۴

نقاب از رخ چو بردارد نگہ گاہ آفتاب من — ز عطر زلف بنشیند گرد حجاب من
سر زلفش کہ خو پیوستہ دارد با پریشانی — پریشان تر شود بیش سازد اضطراب من
ہر اول شد کباب دلِ شکبار آہ گرد د — نمک ریز لبِ تبسم ہائے شیریں بر کباب من
ز راہِ عقل بیرون بے شتابم در پئے مطلب — ہر ا از قرب منزل دور سے دارد شتاب من

دو عالم از کتاب قدرت او یک ورق باشد — سیاق الاعداد — بود زاں یک ورق یک نکتہ عشق انتخاب من
زہے شک سبکی دریائے رحمت آجوش آرم — اگر در روز محشر درمیان آید حساب من

برہمن تا بصبح محشر از ہم چشم نکشایم
اگر آید شبے آں آفتاب من بخواب من

۲۶۵

مرا در بزم رنداں آبروئے میتواں دادن — بیک تہ جرعہ از ہم رنگ و بوی میتواں دادن
بہر کس گرچہ نتواں داد آساں جان شیریں را — بپائے گلعذارے تند خوئے میتواں دادن
پریشاں کاکل و مست ادا ہائے پریشاں نہ — کہ صد دل در شکنج تار موئے میتواں دادن
بغفلت صبح شد ساقی بمخموراں جوابی دہ — کہ بیروں میخانہ گردد بازہوئے میتواں دادن

برہمن فصل گل چوں بہ دید بلبل در فغاں آمد
مرا ہم رخصتے بر گفتگوئے میتواں دادن

۲۶۶

گر از تو جفا رفت نمی باید گلہ از من — آئین جفا از تو خوش و حوصلہ از من
ما بر اثر راہ رواں گام نہادیم — گامے دو سہ گر پیش بود تا قلمہ از من
بوسہ زسر زلف تو خواہم بجنوں داد — تا تازہ شود رسم دریں سلسلہ از من
در راہ طلب پائے من در رگ بیاباں — از گرم روی پیش بود آبلہ از من

از تو غزلے تازہ دریں قافیہ گفتن
وز لعل لب دوست برہمن صلہ از من

۲۶۷

چند باید بر خش زلف پریشاں دیدن — صورت کفر در آئینہ ایماں دیدن
چشمت آلودہ بنظارہ غیر است ہنوز — روئے مقصود باین باصرہ نتواں دیدن
در خیال سر زلف تو شبہائے دراز — چیست جمعیت دل خواب پریشاں دیدن
صورت معنی اگر در نظرت پیدا نیست — باید از آئینہ چاک گریباں دیدن

ساختہ چوں مژہ بر چشم برہمن نشیں — خیال آفرینی

اے کہ داری ہوس موجۂ طوفانِ دلہا بدہ

۲۶۷

تنہا غمزہ اش بسینۂ فرزانہ زد ناخن ۔ اشارتہائے ابرو بر دلِ دیوانہ زد ناخن
شنیدم از بوئے زلفت کیست در شانہ ۔ کہ در مغزِ سرم امروز بوئے شانہ زد ناخن
زند بر سینہ نشتر غمزہ اش چوں چہرہ افروزد ۔ چوں آں شمعے کہ روشن گشت در پروانہ زد ناخن
چہ میگویند اہم عندلیب بوستاں کامشب ۔ بحرفِ آشنا در سینۂ بیگانہ زد ناخن

برہمن قصۂ عشق از شررد بیکار ملیسازد
میانِ سینہ ام بلبل بایں افسانہ زد ناخن

۲۶۹

آزادی از شکنجۂ عالم ہوس مکن ۔ اے مرغِ پرشکستہ فغاں در قفس مکن
شاہد ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود ۔ غفلت نہ احتیاطِ نفس یک نفس مکن
در منزلے کہ راہِ بیاباں نمی رسد ۔ از خویش پیش باش و نظر باز پس مکن
زاں پیشتر کہ صبح بر آید روانہ شو ۔ انجا اعتماد صدائے جرس مکن

در شاہراہِ عشق مزن لاف برہمن
پروازِ عندلیب ببالِ مگس مکن

۲۷۰

غبارِ کوئے آوند عطر بیزے دماغِ من ۔ برائے امتحان زیبا بود روشن شد چراغِ من
بروئے ہیچ مرہم چشمِ زخمم و نشد ہرگز ۔ سرِ مرہم ندارد ہمچو داغِ لالہ داغِ من
نظر بر روئے گل دارم ولے در کنجِ غم بانشد ۔ میانِ آشیانِ خار چوں بلبل شد فراغِ من
من آں مرغم کہ دارم آشیاں در دامنِ صحرا ۔ کند بادِ صبا بیہودہ در بستاں سراغِ من

برہمن بادۂ صافی دلاں خونِ جگر باشد
سبو ہرگز نشد آلودہ دامانِ ایاغِ من

۲۷۱

صفائی صورتِ معنی چو آمد در خیالِ من ۔ ز صیقلہا ز شد تا آئینۂ صافی سفالِ من
ہزاراں عقدہ در کار از فسادِ نفس بستم ۔ بسوئے توبہ بردم دست و آساں شد محالِ من

ترا بنگاہ لالہ گون باغ محبت تازہ میدارم — کہ آب از چشمہ خون جگر گیرد نہال من

بجز معصیت خاموشی اگر باشم روا باشد — کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعال من

برہمن امتحان حال باید مرد عارف را
بقال من نظر نتوان ـ کردن بحال من

ع ۲۷۲

خدنگ غمزۂ صید افگن ابرو کمان من — چو طبع من بجوش آورد مغز استخوان من

ز صد رہ می در آید تا برد از رہ دل عاشق — نگار بے حیا یکے شوخ بت نامہربان من

میان او ز مو باریک و من باریک تر از مو — نگنجد یک سر مو چون میانش در میان من

دہان تنگ او چون غنچہ دارد برگ گل پنہاں — بہنگام تبسم راست خواہد شد گمان من

برہمن از سخن پیداست مقدار سخندانان
گواہ حال من کافیست طبع نکتہ دان من

ع ۲۷۳

بود بزلف و رخت دیدہ آشنا کردن — دل شکستہ گرفتار صد بلا کردن

بجز عنا نرسد ہر کہ مدعا طلب است — چہ مدعاست بہ از ترک مدعا کردن

ہوائے گلشن وصل تو چون صبا آید — چو طفل غنچہ توان چاک صد قبا کردن

دلیل صافی آئینۂ ضمیر بود — غبار کوئے تو در دیدہ توتیا کردن

بدرد عشق برہمن بساز و خوشدل باش
کہ ننگ عشق بود خواہش دوا کردن

ع ۲۷۴

اگر مرد رہے گوشہ بزانو شدہ بنشین — وز کار جہان بگذر و یکسو شدہ بنشین

ہر سو کہ روی سنگ تعلق برہ آید — رو از ہمہ کس در کش و یکسو شدہ بنشین

از صحبت ارباب جہان گوشہ گزین شو — وانگہ بسر دیدہ بد ابرو شدہ بنشین

شاید کہ بیابی اثرے گوشہ میانش — دم در کش و باریکتر از مو شدہ بنشین

خواہی کہ کنی از روش عمر تماشا

یک لحظہ برہمن بسر جوش شدہ بنشین

ع ۲۷۵

مرا ساقی شرابِ زعفرانی میتواں دادن — بہ یک تہ جرعہ آبِ زندگانی میتواں دادن
چو از کس نیست حاصل در جہاں پیوستہ کامِ دل — دو روزے داد عیش و کامرانی میتواں دادن
بگرداں جام ساقی بر دلِ احباب منت نہ — بہ دورِ چرخ جام دوستگانی میتواں دادن
بیکدم گر ہوائے نفس بیروں بگذرد روزے — بشارتہائے عمرِ جاودانی میتواں دادن
جوانی میرود از دست پیش از ہجومِ پیری
برہمن داد ایامِ جوانی میتواں دادن

ع ۲۷۶

نہ تنہا غمزہ اش در دیدۂ بینا زند ناخن — با بروِ ماہِ من بر ماہِ نو صد جا زند ناخن
صفیرِ عندلیب از جا برد اہلِ محبت را — کہ حرفے گفتن نادانی دبیر دانا زند ناخن
دلم چوں شیشہ نازک گشت گر دستش کنی رنجہ — صدا خیزد کسے گر بر لبِ مینا زند ناخن
بروے بسترِ آرام بگذار و جہان پہلو — میانِ چشمِ عاشق صورتِ دیبا زند ناخن
برہمن کرد گردشہائے چشمِ مست او گردد
کہ بر غیرے نگاہ انداز دو بر ما زند ناخن

ع ۲۷۷

خوش بود چوں سرو پا در زیرِ داماں داشتن — غنچہ آسا بود دل و سر در گریباں داشتن
در خیالِ ماہ روئے او بشبہائے فراق — ہمچو ابرِ تیرہ باید چشمِ گریاں داشتن
لختِ دل بسیار مے آورد بر مژگاں ہجوم — عشق اگر تجویز میکردی زساماں داشتن
سہمت در بزمِ محبت شرطِ اوّل درمیاں — سوختن با خویش و لب چوں برق خنداں داشتن
دست اگر داری برہمن جامۂ جاں چاک کن
ننگ دارد عشق از چاکِ گریباں داشتن

ع ۲۷۸

غبارِ کوئے تو کحلِ بصر تواں کردن — علاجِ تیرگیِ چشمِ تر تواں کردن
بمنزلے کہ عبورِ خیال ممکن نیست — نشانِ پائے ترا راہبر تواں کردن

حقائق

تمام گریه شود قطره قطره ریزش کن　　مگر چنین به لبِ او اثر توان کردن
تو سخت بیخبری از تهالِ خاطرِ خویش　　چه کارها که بخونِ جگر توان کردن
شکست نفس درستی دهد در آخرِ کار　　تمام کردی اگر این قدر توان کردن
برون نرفته هنوز از دریچهٔ انکار　　بشاهراهِ یقین چون گذر توان کردن
تمام عمر بامیدِ وعده باشم شاد　　گر اعتماد بروزِ دگر توان کردن
قدم چگونه گذارد کسے درین وادی　　که طے مرحله بر نیشتر توان کردن

براهِ عشق برهمن نتیجه خامیست
نفاد سے اگر از پا و سر توان کردن

۲۷۹

آمد چو آفتابِ سحر در کنارِ من　　آخر نتیجه داد شبِ انتظارِ من
عمریست کز طریقهٔ مجنون اثر نماند　　این رسم کهنه تازه شود در دیارِ من
هر مرغِ دل که رفت ازان حلقه بر نگشت　　دامِ بلا بود شکنِ زلفِ یارِ من
با سختیِ زمانه چو نرمی گرفت دل　　آسان گذشت روزِ من و روزگارِ من

هرگز دمی نه گریه نیاسود برهمن
آبِ روانست گریهٔ بے اختیارِ من

۲۸۰

بهار آمد نظر بر سبزه و گل میتوان کردن　　بگلشن آشیان مانند بلبل میتوان کردن
دو روزے دادِ عیش و کامرانی میتوان کردن　　ز فکرِ دوربین روزے تغافل میتوان کردن
همین حسنِ عمل زادِ طریقِ سالکان باشد　　فراغتها به اسبابِ توکل مے توان کردن
نظر به اصل مطلب راست بایدِ مردِ عارف را　　ز هر جزوے نظر بر رشتهٔ کل مے توان کردن

ز ناهمواریِ دنیا گذر کردن بود اولے
برهمن هر چه پیش آید تحمل مے توان کردن

۲۸۱

بهار آمد سخن از جام و صهبا مے توان گفتن　　سخن گر نشنود ساقی به مینا مے توان گفتن

شکایت ہا ز عقلِ ذوفنون پیشِ جنوں دارم	[illegible]	ز ناداں ہر چہ پیش آید بہ داناں مینواں گفتن
تو ساحل کجا از شورشِ دریا خبر داری		بہ غواصِ سخن از قعرِ دریا مے تواں گفتن
بہ ہر دل تنگ نتواں گفت غمہائے محبت را		اگر در دل نمے گنجد بہ صحرا مے تواں گفتن
برہمن ہوش باید گوش ہرگز بر نمے تابد		حدیثِ عشق جانسوز است باما مینواں گفتن

ردیف ہائے ہوز

تنہا ہمیں نہ جا بدلِ ما گرفتہ	۲۸۲	در ہر دلے چو دردِ دلِ ما جا گرفتہ
دستِ الم بدامنِ عیشت کجا رسد		تا دستِ جام گردنِ مینا گرفتہ
ایمن مشو زسیلِ حوادث بروزگار		اے آنکہ خانہ بر لبِ دریا گرفتہ
با قدسیاں پیامِ دلِ زار ما بگوئے		اے نالہ راہِ عالمِ بالا گرفتہ

آزادگاں ہوس نگزینند برہمن
آسودہ کہ ترکِ تمنا گرفتہ

در سلسلۂ زلفِ تو سنبل نبرد راہ	۲۸۳ [illegible]	گردِ گلِ رخسارِ تو بلبل نبرد راہ
پائے دلِ من در خمِ زلفِ تو شکست است		زاں گونہ کہ از زلفِ بکاکل نبرد راہ
در راہِ طلب ہر کہ قدم پیش گذارد		حشر ہمرہئے اہلِ توکل نبرد راہ
ہاں دام کن از بادِ صبا یکدو سہ گامے		در کوئے طلب فکر و تامل نبرد راہ

در ہر قدمے چشم برہ دار برہمن
در بادیۂ عشق تغافل نبرد راہ

زحالِ من کہ چو نم بے رخت داری خبر یا نہ	۲۸۴ [illegible]	دلِ من سوختہ آیا در دلت باشد اثر یا نہ
اگر چشمِ ترم گوہر فشاں گردد عجب نبود		کہ نیساں در صدف از قطرہ میبندد گہر یا نہ
بیادِ زلفِ او با خویشتن افسانہ میگویم		کہ خواہد شد شبِ ایں قصۂ من مختصر یا نہ

دلِ صاحبدلاں پروردهٔ خونِ جگر باشد　　بهم آغشته لختِ دل و خونِ جگر یا نه

برهمن گر نه کامِ دل بدست آید تغافل کن
نهالِ ناامیدی نیز مے بخشد ثمر یا نه

۲۸۵ ع

گردِ گلت چو سنبل و ریحاں بر آمده　　طومارهائے خوابِ پریشاں بر آمده

دارم دلِ شکسته که در راهِ انتظار　　خوں گشته و ز دامنِ مژگاں بر آمده

دریائے خوں ز هر مژه مے آورد برون　　چشمم که چشمهٔ ایست ز طوفاں بر آمده

دستم وگر ز شوق نگنجد در آستیں　　تا در هوائے چاک گریباں بر آمده

جیرانم از تلونِ احوالِ برهمن
دانا نموده و همه ناداں بر آمده

۲۸۶ ع

رسید دلبرم از دور با رخ چوں ماه　　چو ماه بر سرِ خود کج نهاده طرفِ کلاه

تپیں که چاکِ جگر لذتِ دگر دارد　　چو دست سوئے گریبان برم شود کوتاه

بروزِ حشر تهی دست رفتن آساں نیست　　اگر بدست برم نامهٔ سیاه گناه

درست کرده همه کس دلیل و برهاں را　　ولے ز سرِّ حقیقت کسے نشد آگاه

قدم کشیده گذشتند پختگانِ طریق
ز فکرِ خامِ برهمن هنوز مانده براه

۲۸۷ ع

باز ایں کلاه گوشه که بر سر شکسته　　دلهائے بیدلاں همه از بر شکسته

ساقی چه طرفه ساقیِ بدمست بوده　　مے ریختی لبِ ساغر و ساغر شکسته

تاواں اگر ز لعل دهے در حساب نیست　　تو دل شکسته نه که گوهر شکسته

شرمت ز خویش باد که پیمانِ توبه را　　صد بار بسته و دگر بار شکسته

سیراب باد گلشنِ همت که برهمن
لب تشنه جام بر لبِ کوثر شکسته

ع ۲۸۸

آمد آنکه صبح با مے و ساغر نشسته ‌‌— با ماه و آفتاب برابر نشسته

آمد پیر مے فروش تمنا نیز جرعه — ہاں قسمتے که بر لب کوثر نشسته

چندیں نوا بگوش تو هرگز اثر نکرد — صد گوش بر ترانهٔ دیگر نشسته

جوهر چو نیست صحبت نیکاں تراچه سود — چوں سنگ هم ترازوے گوهر نشسته

با خویشتن بساز برهمن بکنج فقر
با اهل روزگار مکرر نشسته

ع ۲۸۹

دیدم صنمے ماه رخے لب شکرینے — کافر بچهٔ عشوه فروشے نمکینے

هوشے و قرارے و شکیبے ز دلم برد — آں ماه هلال ابروے خورشید جبینے

اینجا نبود کشمکش سبحه و زنار — عشقے و گذشتن ز سر مذهب و دینے

حسن عمل از سیرهٔ دلها نتواں یافت — باید دل صافی و صفائی و یقینے

جز برهمنے خوش سخنے تازه ادائے
طبع که کند سیر دریں تازه زمینے

ع ۲۹۰

بچشم اهل خرد مرد از هنر خالی — بود چو شاخ خزاں دیده از ثمر خالی

ز بس که خون جگر ریختم ز گوشهٔ چشم — شد آستین پر و داماں پر و جگر خالی

ز سینه زنگ برد گریه که صاف آید — مدار از گهر اشک چشم تر خالی

ز سینه ام شرر آتشیں بروں آید — که نیست آتش سوزنده از شرر خالی

بسوز نیم شبے ساز برهمن به نیاز
که آه خسته دلاں نیست از اثر خالی

ع ۲۹۱

گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی — سخن نماند و لب از گفتگو نشد خالی

هزار دسته گل از گلشن جهاں بردند — هنوز ایں چمن از رنگ و بو نشد خالی

همیشه گرمی میخانهٔ جهاں باقیست — هزار جام شکست و سبو نشد خالی

با نہایت نرسد گر چہ راہ وادی عشق
خوش آنکہ یک نفس از جستجو نشد خالی

پر از خیال تو شد مو بمو برہمن را
دل از خیال رخت نیم مو نشد خالی

ع ۲۹۲

سینہ از مہر تو ام نیست ز سر مو خالی
تنگ عشق است سر مو ز غمم تو خالی

نہ ہمیں در شکن زلف تو دلہا جمع شد
نیست از ناوک مژہ و گوشۂ ابرو خالی

مرد را روئے خوش و خوئے نکوئے باید
گل چہ ارزد بچمن چون بود از بو خالی

گرچہ آغاز رہ عشق ندارد پایان
ناتوانے نتوان شد ز تک و پو خالی

برہمن را و سخن را ہمچو گل و بوئے گلیم
در حقیقت ز سخن نیست سخنگو خالی

ع ۲۹۳

دنیا چہ بود کہنہ سرائے و خرابے
خوابے و خیالے و حبابے و سرابے

چون آب روان میگذرد عمر گرامی
وین ہستی موہوم نیرزد بحبابے

بر دیدۂ من عینک خورشید حجاب است
پیداست میان من و آن ماہ حجابے

معشوق من از غیرت من از سر حیرت
چون صورت دیبا بہ سوالے و جوابے

آنجا کہ در رحمت او بر ہمہ باز است
با شیخ و برہمن نہ خطائے نہ عتابے

ع ۲۹۴

مباد ہمچو تو نامہربان نگار کسے
کہ نیست بر دل تو دست اختیار کسے

خزان قریب تماشائیان عشق بس است
مرا چہ کار بسر سبزی بہار کسے

بروئے بحر دلم موج عمر در گشتست
کجا بخاطر من بگذرد غبار کسے

قرار اگر طلبی اے دل رمیدہ بگیر
قرار در شکن زلف بیقرار کسے

تمام عمر توان بود برہمن مخمور
ز مے نگاہش اگر بشکند خمار کسے

۲۹۵

عاشق مشو که شهرهٔ ایام می‌شوی
بدنام خاص و عام بایں نام می‌شوی

ای زلف یار بهر گرفتاری دلم
از خال دانه می‌نهی و دام می‌شوی

جانها فدای دلبری و شوخی تو باد
دل می‌بری ز دست دلآرام میشوی

هر لحظه توبه می‌کنی و میکنی گناه
صد بار پخته میشوی و خام می‌شوی

مرد آزماست بادهٔ توحید برهمن
ناآزموده مست بیک جام میشوی

۲۹۶

دران مقام که خواهی رسیده بنشینی
نخست دفتر دانش دریده بنشینی

باتمام نرسد گرچه راه وادی عشق
ز نارسی است اگر نارسیده بنشینی

ترا ز گردش گردون هرزه گرد چه باک
اگر بکشور دل آرمیده بنشینی

گمان مبر که ز دل تا بدیده ره باشد
ز دل برون نروی گر بدیده بنشینی

برهمن ار هوس گنج بیکسی داری
ز من دو حرف قناعت شنیده بنشینی

۲۹۷

ایکه در دل هوس خط جوانان داری
فکر بسیار بسودای پریشان داری

عاشق آنست که پوشیده بود راز دلش
ننگ عشق است اگر چاک گریبان داری

دیدهٔ عشق بیک قطرهٔ آبی نخرند
گر همه عمر زغم دیدهٔ گریان داری

برهمن در دیدار تو زه کند جمع تجویش
بامیدی و خیالی که تو دریاں داری

۲۹۸

نه همین لب تو نمک ریز در شکر باری
شکنج زلف تو اندازهٔ گرفتاری

چو بوی عنبر زلف تو در مشام آمد
دلم رمیده شد از نافهای تاتاری

هزار جان گرامی ببینم بجو نخرند
بیا بمعرکهٔ عشق اگر دلی داری

کسی چگونه دل از غمزه است تواند برد
که گشت چشم تو خوگر مردم آزاری

چگونہ خواب تواند نمود در دل شب
کنوں کہ یافت ترا برہمن بہ بیداری

(۲۵۹ قطعہ تاریخ دیوان جعفر خان)

ہزار شکر کہ امروز نہ کلک دیوانی
گہر فشاں شدہ در دست آصف ثانی
وزیر اعظم و دستور عہد جعفر خاں
کہ مشکلات جہاں حل کند بہ آسانی
سحر ز مطلع دولت بکام مہتا جاں
چو آفتاب برابر کشاد پیشانی
ہمیشہ بحر کف او گہر فشاں گردد
کہ ہست دست و دلش ہیچو ابر نیسانی

ز مدحت تو برہمن سخن چگونہ کند
کہ خط عجز کشد انوری و خاقانی

مقدمے کی غلطی کا ازالہ

مقدمہ کلیات ہذا کے صفحہ ۱۰ پر لکھا گیا تھا کہ دیوان منسوبہ حضرت آذر کی چند غزلیات کسی ابجد خوان نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے مگر اُن غزلیات کے نمبر دیئے جانے سے رہ گئے تھے، اب صراحت کی جاتی ہے کہ وہ غزلیات از نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۶ و ۲۲۷ تا ۲۳۰ و ۲۴۸ تا ۲۷۰ ہیں، اس لئے ان کی صحت پر کلی اعتبار نہیں،

ایسا ہی رباعیات از نمبر ۳ تا ۲۶ ہیں، اس لئے اُن کی صحت پر بھی کلی اعتبار نہیں،

تہار ستاسی

(قطعہ در مدح جعفر خان)

خانے کہ بلند قدر و عالیشان است
سرچشمۂ فیض و منبع احسان است
مجموعۂ دانش و کمالات جہاں
امروز درین زمانہ جعفر خان است

برہمن نو آشنائے آواز شود
ہر لحظہ ز ہر طرف صدائے دگر آید

کلیاتِ برہمن

معروف

گلزارِ بہارِ بزم نظم

یعنے

افصح الفصحا، ابلغ البلغا، بلبلِ ہندوستان، ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندربھان برہمن

میر منشی شہزادہ داراشکوہ و وقائع نویس حضور دیوانِ اعظم اورنگزیب کی نادر بے نظیر

رباعیات

و

دیگر متفرق کلام

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہادر سنامی

ایم۔ اے، ایس۔ بی، ایم۔ پی، ایچ۔ ایس

رباعیات

(۱)

مارا چو بجالِ خود شناسا کردی | از خار گل و ز قطرہ دریا کردی
از عہدۂ شکر تو برون چون آئیم | ما میدانیم آنچہ با ما کردی

۲

ما رمز شناس عالمِ ایجادیم | ویرانست جہان و ما در و آبادیم
امروز درین قفس فرود آمدہ ایم | فردا کہ قفس شکستہ شد آزادیم

۳

ما ذوقِ مے شبانہ را میدانیم | افسانۂ عاشقانہ را میدانیم
بے جنبشِ دست و پا برقص آرد دل | ما شورشِ این ترانہ را میدانیم

۴

ما پست و بلند روزگاران دیدیم | ما فصل خزان نوبہاران دیدیم
در راہِ طلب دو اسپہ می باید تاخت | ما تاختنِ شاہسواران دیدیم

۵

ما از پئے عیش در جہان آمدہ ایم | از بہر نشاط جاودان آمدہ ایم
ما را ز حساب خطِ آزادی بس | فارغ ز غمِ سود و زیان آمدہ ایم

۶

ما راز مے شبانہ مستی دگر است | وارستگی ز قیدِ ہستی دگر است
ما برہمنیم لیک در مذہبِ ما | حق دیگر و شغلِ بت پرستی دگر است

آں یتیم و بایتیمکسم کارے نہ (۷) دل بستہ بجز گوشۂ دیوارے نہ
بازار پر از متاعِ دانش ہر سو اما اثر از گرمیِ بازارے نہ

من کیستم از راہِ دراز آمدہ ام (۸) در عینِ حقیقت از مجاز آمدہ ام
از میکدۂ عشق دریں دیرِ کہن صد بار برون رفتہ و باز آمدہ ام

ما گنج ز عالمِ بقا یافتہ ایم (۹) از فیضِ ازل نشو و نما یافتہ ایم
گویند جز ایں جہاں جہانِ دگر است ما از دو جہاں ہمیں ترا یافتہ ایم

ما شیفتۂ نرگسِ جادوئے توایم (۱۰) آشفتۂ زلفِ عنبریں بوئے توایم
چوں ماہِ رخِ تو سجدہ فرما گردد خم گشتہ تر از ہلالِ ابروئے توایم

ما سنبل و زلف را یکے دانستیم (۱۱) زنگیتائے دو تا یکے دانستیم
مارا چو (مسلمان) بخویش (ہندو) آشنا ساختہ اند بیگانہ و آشنا یکے دانستیم

تا بوئے معنبر و بدماغم آمد (۱۲) از ہر دو جہاں خطِ فراغم آمد
ہر جا کہ ز عشق تند بادے برخاست پروانہ شد و سوئے چراغم آمد

اے آنکہ بدیدۂ آشنا مے آئی (۱۳) دل بردہ ز دستِ دلربا مے آئی
جائے نگذاشتم کہ نے مَن باشی با اینہمہ عشوہ از کجا مے آئی

دل در خمِ زلفِ یار بستیم و خوشیم (۱۴) در گوشۂ عافیت نشستیم و خوشیم
ہر چیز کہ بود رنج روحانی بود پیمانۂ آرزو شکستیم و خوشیم

تا کے بغلط راہِ ہوس پیمودن (۱۵) ویں مرحلۂ زاہد نفس پیمودن
چوں مرغِ شکستہ پر برای ہمہ عمر در ہر قدمے راہِ قفس پیمودن

تا چند ز جورِ فلک آزردہ شوی (۱۶) و ز گردشِ روزگار افسردہ شوی
چوں غنچہ بجمعیتِ خود راضی باش زاں پیش کہ گل شوی و پژمردہ شوی

دل مائلِ خوبرویاں شدہ است (۱۷) آشفتۂ سنبلِ نکویاں شدہ است
از سر مو دگرے آرد یاد تا واله موئے مشک مویاں شدہ است

در عشق ز مغز و پوست مے باید رفت (۱۸) آنجا کہ نہ رنگ و بوست مے باید رفت
تا دوست ببوئے دوست مے باید رفت سر رشتہ بدستِ دوست مے باید رفت

خواہم کہ ز مژگاں ہمہ شب خوں ریزم (۱۹) در دامنِ خویش اشکِ گلگوں ریزم
از خونِ جگر دو دیدہ ام پر شدہ است معذورم اگر دو قطرہ بیروں ریزم

ارباب جہاں نقشِ بر آب اند ہمہ (۲۰) بے مغز پر از سر حباب اند ہمہ
لب تشنہ در پئے شراب اند ہمہ بر آتشِ آرزو کباب اند ہمہ

ارباب جہاں نمود بے بود ہمہ (۲۱) دربند زیاں و در پئے سود ہمہ
تاریک کناں خانۂ روشن عقل با سینۂ آتشین پُر از دود ہمہ

آنانکہ ز عشق رنگ و بوئے دارند (۲۲) در گلشنِ عیش آبروئے دارند
چوں غنچہ بصد زباں خموش اند ولے در پردہ بگوش گفتگوئے دارند

دل در خمِ زلفِ یار خواہم بستن (۲۳) بر خود درِ اختیار خواہم بستن
شاید قدم نہد خیالش در خواب در دیدۂ خود نگار خواہم بستن

با دلِ دردناک خواہم کردن (۲۴) پیراہنِ صبر چاک خواہم کردن
آلودگی کہ درمیاں آمدہ است با آب دو دیدہ پاک خواہم کردن

آنانکہ بگفت گو زبانے دارند (۲۵) مانند جرس بہرزہ فغانے دارند
جز بر درِ خانۂ فلک نکشایند آہنگ کہ ز راہِ کاروانے دارند

ہرگز نخوریم در جہاں ہیچ غمے (۲۶) باشد کہ بطورِ خویش باشیم دمے
چوں بیش و کمے زمانہ فانی باشد دانا نکند نگاہ بر بیش و کمے

در خلوتِ دل راہ بہر کس ندہند (۲۷) رہ بر درِ ایں شعلہ بہر خس ندہند
خوباں دلِ عشاق امانت ببرند امّا چو طلب کنند واپس ندہند

اسباب نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ (۲۸) چوں در گذر است زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنج معانی ہمہ ہیچ ور ہیچ ندانی دہ بدانی ہمہ ہیچ

امروز کہ تازہ در میاں آمدہ (۲۹) تا در نگری ز دل بجاں آمدہ
از بار دگر چہ حاصلت خواہد بود گیرم کہ دو بارہ در جہاں آمدہ

شب با سر زلف دوست پیماں بستم (۳۰) ہر تار بر رشتہ دل و جاں بستم
تا خندۂ صبح در میاں خواہد بود آں عہدہ کہ با دیدہ گریاں بستم

ایں کار جہاں کہ در شمار آمدہ است (۳۱) تا در نگری صلاح کار آمدہ است
بر کردہ تقدیر سخن نتواں کرد ہر چیز کہ ہست سازگار آمدہ است

از عمر گذشتہ یاد نتواں کردن (۳۲) خود را بفسانہ شاد نتواں کردن
عمرے کہ بدست تست از دست مدہ (دیوان) کم نتواں اگر زیادہ نتواں کردن
(آزاد)

در ہر چہ نظر کنی صفائی دگر است (۳۳) ہر جا کہ روی بر تو جائے دگر است
گر گوش تو آشنائے آواز شود ہر لحظہ ز ہر طرف صدائے دگر است

سرمایۂ عمر جاودانی عشق است (۳۴) اسباب نشاط و کامرانی عشق است
سر چشمۂ آب زندگانی عشق است عنوان صحیفۂ معانی عشق است

آں سے خواجہ نہ نام و نے نشاں خواہد ماند (۳۵) حرفے و وسے بر زباں خواہد ماند
ہر چیز کہ ہست از میاں خواہد رفت (خطاب بہ) جز نامِ خدا کہ در میاں خواہد ماند
اورنگزیب

شاہنشاہی کہ در جہاں شاہی از وست (۳۶) با دولت و تخت ملک آگاہی از وست
او خاصہ چو آفتابِ عالمگیر است در خیل و حشم ز ماہ و ماہی از وست
(در عہد دولت بادشاہ عالمگیر آفاق ستاں)

کلامِ دیگر

(جناب برہمن کا جسقدر اور کلامِ نظم انکی دیگر تصانیف میں دیکھا گیا وہ حسب ذیل ہے)

شاہا عالم مطیعِ فرمانِ تو باد (۳۷) لبریز ادائے شکرِ احسانِ تو باد
چوں ذاتِ تو خلق را نگہباں باشد ہر جا باشی خدا نگہبانِ تو باد
شیخ قطب کو لکھی

ز سرمہ دیدۂ عاشق کجا شود روشن (۳۸) بیا کہ آمدنت چشمِ ما شود روشن
غبارِ کوئے تو کحل الجواہرِ بصر است کہ چشمِ تیرہ بایں توتیا شود روشن
اسلام خان ثانی کو لکھی

من آں مرغم کہ بر گلہا پریدم (۳۹) ہوائے گرم و تر بستاں ندیدم
چو سبزہ لب بہ شیر بر شستم چو گل بر چشم ہائے تر رستم

کو آں شبِ خلوت کہ غنودیم بہم (۴۰) و آں راز کہ گفتیم و شنودیم بہم
آیا بود آنکہ باز باشیم شبے یکبار دگر چنانکہ بودیم بہم

شعلۂ شوق تو چوں گرمیٔ بازار شود (۴۱) اندک اندک بمیاں آید و لبیار شود
صبح محشر مگر از پردہ بر آید بیروں ورنہ زیں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

از ماہ گرفتہ تا بماہی دیدم (۴۲) ہر چیز کہ خواستم کما ہی دیدم
عمرے دلِ من درطلبِ درویشاں بود درویشی در لباسِ شاہی دیدم

سخن چو سخن آرمیدہ میگویم (۴۳) ھمہ سخن سخنے آرمیدہ میگویم
سخنوراں سخنِ ما شنیدہ میگویم من از کمالِ ادب کم نہ دیدہ میگویم

میانِ قالب و جاں دگر نخواہم رفت (۴۴) ازیں مکاں بمکانِ دگر نخواہم رفت
ہمیں جہاں است کہ دارد جہان جاں معنی ازیں جہاں بجہانے دگر نخواہم رفت

بایدد ماغ ہائے نمک سود زیستن (۴۵) بودن تمام آتش و بے دود زیستن
آنکس کہ در رفتاد بدر یار دردِ عشق صد بار کرد محنت و بے سود زیستن

بچشم ہمت من وسعتِ جہاں تنگ است (۴۶) کجا روم کہ زمیں تنگ آسماں تنگ است
ہزار فکرِ تامّل و گردشِ افلاک کند فغاں بہ فلک زیر آسماں تنگ است

شب با سرِ زلفِ دوست پیماں بستم (۴۷) ہر بار برشتۂ دل و جاں بستم
تا خندۂ صبح درمیاں خواہد بود آں عہد کہ با دیدۂ گریاں بستم

از عمرے گذشت یاد نتواں کردن (۴۸) خود نہ شاد نتواں کردن
عمرے تست از دست مده کم نتواں گر زیاد نتواں کردن

تو شرف یافت ایامِ شرف (۴۹) خورشید رخ از ماهِ شرف
طنطنه دولتِ تو ورنہ ملک و شش جہت چار طرف

شہر مبارک شاہجہاں (۵۰) شاہنشہِ آفاق خدیو کیہاں
خورشید چو در دریچہ بیروں آمد صد بلند شد گردوں

اے دبدبۂ فوجِ تو ملک و ملک (۵۱) وے طنطنۂ اوج تو در کوسِ فلک
مانند سبزه تو بر دوشِ سماک آمد تو بر فرقِ سمک

به بارگاه از راهِ دید آمده ام (۵۲) ترا از هر دو جهاں برگزیده آمده ام
و حالِ ما نظرِ عنایت دریغ مدار هر از اہلِ محبت شنیده آمده ام

علامۂ روزگار دانائے جہاں (۵۳) سر دفتر اربابِ کمالاتِ جہاں
دستور وزیر اعظم ہندوستاں عنوانِ صحیفہ خدا افضل خاں

دوش گفت بمن پیرِ مغاں از سر لطف (۵۴) ورنہ آں مست خراب است کہ ہشیار شود
لبکہ خندہ نمک ریز جراحت گردد آں لبِ لعل کہ در خندہ شکر بار شود

مثنوی

اگر واگذارند در گوشہ ام　　زلختِ جگر بس بود توشہ ام
دراں گوشہ عیشِ نہانی کنم　　نہاں از ہمہ زندگانی کنم
بگیرم دگر نامِ دنیائے دوں
بہ لختِ جگر سازم و جامِ خوں

فرد

چوں غنچہ خونِ جگر میخورند اہلِ نشاط (۱) بایں روش زپسِ پردہ رازمے پوشند

فرد

اے خوش آں رازِ محبت کہ چو آید بہ بیاض (۲) صفحۂ کاغذ و آوازِ قلم نشناسد

مصرع

ہر مس کہ بہ کیمیا رسد زر گردد

مصرع ذیل رائے زسکھ داس کو لکھا:۔ تو ئی امروز کہ نامے ونشانے داری

فراد

بر آستانِ توام در جہاں پناہے نیست (۳) سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست
فراد
مرا تغافلِ او بہ نماید از تلطفش (۴) کہ آں بہ ہر کس و ایں خاص از برائے من است

مصرعہ۔ خاشاک نیز بر دلِ دریا گزر کند

شعر

تا گشتہ ام جدا غمت از من جدا نہ شد (۶) خوابم بہ چشم و چشم بہ خواب آشنا نہ شد

بیت

شیخ و برہمن بود و دو نظر (۶) در نظر لیک ہمہ یک خبر

فرد

روشن ضمیر را چہ غم از اختلاطِ خلق (۷) دریا بہ مشتِ خاک مکدر نمی شود

فرد

جوانان قدرِ پیری کی بدانند (۸) بدانند آنچہ باید تا بخوانند

فرد

پس از عمرے بہ سویش میروی می‌خواہم اے قاصد (۹) کہ بر رویش نگاہِ اولیں از چشمِ من باشد

شعر

کسے کہ روئے تو بیند نظر تمام کند (۱۰) مقیم کوئے تو گردد سفر تمام کند

متفرق فردات

بعشق و حسن بود نسبتے کہ نتواں گفت (۱۱) ہمیں حجاب بلا گشت درمیانۂ ما

برادرم از خاطر بگیرم از تو دل (۱۲) ایں مہر بر کہ افگنم آں دل کجا برم

آخر از صفائے حبابے بر آوریم (۱۳) بیہودہ نیست قاعدہ جست و جوئے ما

کجا است محرمِ رازے کہ عقدہ بکشاید کہ آہ در جگر و نالہ در گلوگیر است

بشوقِ قافلہ گم کردہ وسحرے گفت (۱۵) درانتظار غنودیم وکارواں بگذشت

درولِ من آرزوئے صحبت دیرینہ ماند (۱۶) ایں گرہ در خاطر و ایں آرزو دیرینہ ماند

با تو بودن مشکل و دور از تو بودن مشکل است (۱۷) با تو نتواں بودن و دور از تو نتواں زیستن

چہ از حرفِ پریشانِ جہاں میگوئی (۱۸) ایں حدیث است کہ ناگفتہ مکرر گیرند

غزل نمبرہ کے سب دیوانوں میں ۵ اشعار پائے گئے، مگر رائے سری رام صاحب دہلوی کے دیوان میں حسب ذیل شعر اور درج تھا۔ "بہار شامی"

بدستِ ہمتِ ما نسخۂ ز آزادیست (۱۹) نہی ز نقشِ تعلق بود جریدۂ ما

از زلفِ تو دل بکشت آزاد (۲۰) ہر چند کہ اضطراب کردیم

دیدہ چوں بر رخِ زیبائے بتاں باز کنیم (غزل ۳) جائے آنست کہ بر دیدۂ خود ناز کنیم

ہر طرف بے جہتے نیست صدائے جرسے	خوشتر آنست کہ با گوش آواز کنیم
شاہبازانِ طلب راہ بجائے بردند	ما بایں ہمت پرِ چند، چہ پرواز کنیم
سخت مشکل کہ بہم دست دہد محرم راز	بنشینیم و دلِ سوختہ دمساز کنیم

برہمن مصلحتِ کار چو لازم باشد
آنچہ انجام براں گردد و آغاز کنیم

غزل نمبر ۳۰۱

آتش بود نہفتہ بہ تیغِ نگاہِ تو　　خورشید زیرِ سایۂ چترِ سیاہِ تو
زآمد برون بگوشۂ کہ رندانِ پارسا　　خوش کردہ اند ترک ز ترکِ کلاہِ تو
ہمت اگر طلب کنی از خود کنارہ گیر　　بر خویشتن گرفتہ گناہ، این گناہِ تو
ہاں دل شکستہ مکن رازِ خود عیاں　　کافی بود دو دیدہ گریاں گواہِ تو

بر آسماں، نگاہ مبیند از برہمن
ترسم کہ بگذرد ز فلک تیرِ آہِ تو

غزل نمبر ۳۰۲

اے بتِ عشوہ گرے شوخ کہ در گلشنِ ناز　　قدِ نوخیز ترا از سروِ خراماں داری
بدماغے کہ ز بوئے گلِ ریحاں زخند　　خندہ بر روئے گل و بوئے گلستاں داری

تیغ در دستی و مجنونِ شہادت داری
تیر در شستی و شرمندہ احساں داری

تصاویر مستند

چونکہ کلیاتِ برہمن کی طباعت و اشاعت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی، اسلئے خلاف
اُمید کامیابی ہوئی، چنانچہ قابلِ فخر کامیابی تصاویر کا بہم پہنچنا تھا۔

تصویر نمبر ۱۔ سرِ ورق پر جو بلاک کی تصویر ہے وہ اُس دستی تصویر کا بلاک ہے کہ
جو ریاست جے پور کے پوتھی خانہ میں محفوظ ہے اس تاریخی تصویر کی تشریح کیلئے ملاحظہ ہو کلیات صفحہ ۱۳۲ تا ۱۱۴

تصویر نمبر ۲۔ یہ برہمن کے اصل خط نستعلیق آمیز شکستہ رقیمہ تحفۃ الفصحا صفحہ ۱۲ کا عکس ہے
جو بمہ فقیر سراج الدین صاحب آذر لاہور کے کتبخانہ میں موجود ہے

خاکسار بہار سنامی

چہ پیش تشنگان تشنہ تمام سخن — سخن زہر کہ بہ مختصر توان کردن

کلیات برہمن

معروف بہ

گلزار بہار بزم نظم

یعنی

افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبل ہندوستان ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندربھان برہمن

میر منشی شہزادہ داراشکوہ وقائع نویس حضور دیوان اعظم اورنگزیب کے نادر و بینظیر

قصائد

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی

ایم اے ایس پی - ایم پی ایچ ایس

قصائد در شان شاہجہان

چو بر بدیع شہنشاہ شد تمام سخن
سخن نہ ہر کہ بود مختصر تواں کردن

شعرائے شرقی اپنے ممدوح کی شان میں جب کوئی قصیدہ لکھتے ہیں، یا توصیف وثنا کا کوئی موقعہ پاتے ہیں، تو زمین وآسمان کے وہ وہ قلابے ملاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، قصیدے کی پیشانی کی عبارت شاہان شاہی سے دست وگریباں ہوتی ہے اور ایسی کہ پڑھنے والا شاعر کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ یا تو یہ دین وایمان فروش ہے، یا میراثی، بڑے بڑے متقی وعابد فاضل وکامل، اس میدان میں صداقت کے گھوڑے سے ایسے گرے ہیں، کہ صدیاں گذر جانے پر بھی خاک راہ اڑتی نظر آتی ہے، احتیاج تمثیل نہیں، جس کا دل چاہے کسی شاعر کا قصیدہ اٹھا کر دیکھ لے، وہی ٹھوکر، وہی گرنا، وہی گرد، وہی خاک،

یہ الزام جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، کیونکہ حق نمک خواری، رواج ملکی کا سہارا لیکر بد دیانتی کے گڑھے میں اگر نہیں گرتا، تو قصائد کی شکوہ خاک میں ملجاتی ہے، مگر قابل تعظیم ہے وہ شخصیت کہ جو شاہجہان اور اورنگزیب کی سلطنت کا رکن رکین اور منہ دیئے دیندار ہوتا ہوا کبھی جب قصیدہ لکھتا ہے تو وہ لکھتا ہے کہ اس سلطنت کے نیست ونابود ہوجانیکے بعد بھی ہم اسے متملق یا خوشامدی نہیں کہہ سکتے، اسکے ہاتھ میں ایک ایسی میزان ایمانداری ہے کہ ہر لفظ کے بار پہ بال برابر بھی فرق آنے نہیں دیتی،

خاکسار بہار نے بھی اپنی ایمانداری کے زبردست دعوے رکھتے ہوئے بہت سے قصیدے لکھے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف قائم نہ رہ سکا،

ان کے تمام کلام کی پڑتال سے محض ۴ قصیدے ملتے ہیں، ایک قصیدہ ۵ اشعار کا جعفر خان کی مدح میں ہے اور ۳ قصائد شاہجہان کی شان میں لکھے ہیں، قصائد فارسی کی مرصع سازی میں انوری، ظہیر، ظہوری، نظیری، فیضی اور عرفی نے بڑی صنعت کیساتھ نگینے جڑے ہیں، لیکن وہ سب ایسے ہیں کہ انہیں صداقت سے کوئی واسطہ نہیں، برہمن صاحب نے

جس مینا کاری کیا تھا اپنے طبع کے جواہر خانہ سے یہ بیش بہا مرصع سازی کی ہے اُن کی موزونی، چمک، دمک، شاہجہان کے تختِ طاؤس کو بھی شرماتی ہے۔ واقعات کے گوہر اُن کی بحرِ فضیلت سے ایسے نکلے کہ شاہجہان کی سلطنت کی رفعت و بزرگی کا چاند چڑھ گیا۔ آجکل قصیدہ اور حقیقت نگاری متضاد مضامین ہیں، لیکن رائے صاحب کے قلمِ حقیقت نگار نے شوکتِ الفاظ کیساتھ ایسا ارتباط اتحاد کا نظارہ دکھایا، کہ ہمیں دنیا کے اور کسی زبان کے قصیدہ میں نظر نہیں آتا اور آنا بھی نہ چاہیے تھا، کیونکہ قصیدہ گوئی "مدح سرائی اور دعا گوئی سے شروع ہو کر بیجا خوشامد اور ناروا مدحت پر ختم ہو گئی، شعرا کا کام میراثیوں نے سنبھالا، پھر اُن سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ضروری تھا" قصیدہ گوئی کا نام "دعا گوئی" رکھ چھوڑا تھا، اگر قصیدہ گو دعا گوئی پر بس کرتا بہتر تھا، مگر وہاں تو چار چار ورق کے قصیدوں میں دعا گوئی کا ایک ایسا شعر ملتا ہے کہ جو سر آنا ممکن الحصول آرزو پر ختم ہوتا ہے۔ یہ قصیدے کلام کے متفرق حصوں میں چھپے ہیں، اور ایسے پردے میں ہیں کہ جن پر ہر ایک کی نظر نہیں پڑ سکتی اگر یہ قصائد شاہجہان کی شان کی بجائے اورنگزیب کی حکومت کے متعلق ہوتے تو ہمیں انکی پروا نہ تھی مگر یہ ہیں اُس عالیجاہ شاہ کی شان میں کہ جکی برہمن نے تعریف کی ہے اور اسی خیال سے ہم بھی انکی شہرت قائم کرنا چاہتے ہیں، اسلئے ہم انہیں وہاں سے اٹھا کر دربارِ برہمن میں لاکر کلیات میں نشست دیتے ہیں، اور محض اسلئے کہ یہ بیچ نیکے قابل ہیں،

قصیدہ

چراغِ بزمِ شہنشاہ شد چناں روشن (۱) کہ شد ز پرتوِ آں چشمِ آسماں روشن

بہ دورِ عدلِ شہنشاہ بادشاہِ جہاں کہ شمعِ دولتِ او باد جاوداں روشن

ز بس کہ کارِ جہاں حسنِ اتفاق گرفت بنور راہ شود دیدۂ کتاں روشن

چراغِ دولتِ شاہِ زمانہ روشن باد کز وست چشمِ چراغِ جہانیاں روشن

جہاں خدیوِ جہاندار بادشاہِ جہان کہ شد جہاں ز فروغش جہاں جہاں روشن

فگندہ نیّرِ تابش بہر کران پرِ تو نمودہ کوکبِ عدلش کراں کراں روشن

بمہر و ماہ سند روشنی ز خاکِ درش کہ بود رہگزرش چشمِ این و آں روشن

سلہ نظم میں حضور کی دعا گوئی کرتا ہوں (ذوق آبحیات)

قصیدہ

(۲) شرف امروز فیض آباد در ہندوستان دارد ‫—‬ ز خوبی ہر چہ در اندیشہ گنجد بیش ازاں دارد

ز صبح او صفائی سینہ حاصل میکند دانا ‫—‬ ز شام او شفق صد حرف رنگیں بر زباں دارد

ہوائش دلکشا روح بخش و جانفزا باشد ‫—‬ فضائے صاف تر از سینۂ صاحبدلاں دارد

عمارائش مصفیٰ و منزہ چوں دلِ پاکاں ‫—‬ ز رفعت ہر مکانش سر بادرج آسماں دارد

ہوائے باغ و بستانش بیفزاید نشاطِ دل ‫—‬ کہ ہر سو سبزہ زار و ہر طرف آبِ رواں دارد

صفائی آبِ دریا دیدہ دل میکند روشن ‫—‬ ز صافی یک بیک از فلک خود عیاں دارد

گہر بر کف گرفتہ ہر نفس مستانہ مے آید ‫—‬ مگر شوقِ نثارِ پادشاہِ بحر و کاں دارد

شہنشاہے کہ خنگِ عزم او ہر سو کند جولاں ‫—‬ سعادت در رکابش بخت و دولت ہمعناں دارد

ز شوکت از سلیمان و سکندر تاج بستاند ‫—‬ بعدل و داد صد ترجیح بر نوشیراں دارد

جہاں امروز اگر بر خویش نازد جائے آں دارد ‫—‬ کہ شاہنشاہ ملک آرائے چوں شاہِ جہاں دارد

فلاطوں از سبق خواناں ارسطو حکمت و عقلش ‫—‬ بہ بیند در کمالش ہر کہ میلِ امتحاں دارد

ز دستِ بندہ ہا غیر از دعا دیگر چہ می آید ‫—‬ برہمن روز و شب وردِ دعائش بر زباں دارد

قصیدہ

(۳) سخن ز وصفِ شہنشاہ سر تواں کردن ‫—‬ براہِ او چو قلم باز سر تواں کردن

بروز بزمِ سخائش محیطِ عالم را ‫—‬ لبالبِ جیبِ فلک پر گہر تواں کردن

درآں مقام کہ اکسیر لطف فرماید ‫—‬ ز فیضِ یک نظرش خاک زر تواں کردن

چو بر مدیحِ شہنشاہ شد تمام سخن ‫—‬ سخن ز ہر کہ بود مختصر تواں کردن

ز روئے لطف کہ داری دریغ نتواں داشت ‫—‬ بسوئے برہمن از یک نظر تواں کردن

باز

کلامِ اُردو

تبرکاتِ برہمن

اِس کلیات کی تکمیل اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم تبرکاتِ برہمن سے اِسے مکمل نہ کریں۔ زمانے سا یاں کا دیگر کلامِ نظم جو متفرق مضامین پر رنگ بیزی کر رہا ہے، بطور تبرک و تفول درج کیا جاتا ہے۔ نقاد و ملاحظہ فرمائینگے کہ اِسکے بیان کی قادر الکلامی جس گلشن سے گذر جاتی ہے، اُسے معطر کر جاتی ہے اور یہی قادر الکلام کی تعریف ہے۔

(ماخوذ از [illegible])

خدا نے کس شہر اندر ہمیں کو لائے ڈالا ہے
نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے

خوباں کی باغ میں رونق ہووے تو کس طرح یاراں
نہ دونا ہے نہ مروا ہے نہ سوسن ہے نہ لالہ ہے

پیا کے ناؤں کی سمرن کیا چاہوں کروں کس سیں
(ناؤں: نام)
نہ تسبی ہے نہ سمرن ہے نہ کنٹھی ہے نہ مالا ہے
(تسبی: تسبیح)

پیا کے ناؤں عاشق کوں قتل با عجب دیکھے ہوں
نہ برچھی ہے نہ کرچھی ہے نہ خنجر ہے نہ بھالا ہے

برہمن واسطے اشنان کے پھرتا ہے بگیا سیں
(بگیا: باغیچہ)
نہ گنگا ہے نہ جمنا ہے نہ ندی ہے نہ نالہ ہے

”
ایڈ

[illegible] — [illegible]

کلیات برہمن

معروف بہ

گلزار بہار بزم نظم

یعنی

افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبل ہندستان ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندر بھان برہمن

میر منشی شہزادہ دارا شکوہ وقایع نویس حضور دیوان اعظم اورنگزیب کی مشہور نادر نایاب

مثنوی ہفت بحر

مترجمہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار ستامی

ایم اے ایس پی ——— ایم پی ایچ ایس

کہ جنھوں نے مثنوی مذکور کا اصل نسخہ جلو ہاد ربار کپورتھلہ سے حاصل کرکے گلزار سجایا

ہُو

خداوندا دلے دہ محرم راز
کہ بر رویش در معنی بود باز

بمعنی صورتم را آشنا کن
دلم را چشم معنی بیں عطا کن

چہ شد گر حسنِ صورت دل پسند است
فریبِ جلوۂ معنی بلند است

چو چشم دل بمعنی باز گردد
فریبِ صورت از در باز گردد

جہانِ معنی از صورت برونست
بمعنی چشم معنی رہنمون است

بمعنی آنچنانم کن ہم آغوش
کہ گردد جلوۂ صورت فراموش

بمعنی ہرکہ دارد دیدہ را باز
بصورت کے تواند بود دمساز

بعالم نقشِ بے معنی است بسیار
مرا با صورتِ معنے بود کار

برہمن را بمعنے آشنا کن
بخود راہش دہ واز خود جدا کن

در نیاز و ستایش حضرت بے نیاز گوید

خدائے جرم بخشِ بے نیازے
خداوندے کریمے کارسازے

زبان قاصر بتقریرِ صفاتش
برون ز اندازۂ ادراک ذاتش

خرد از سیر راہش باز ماندہ
زبان افتادہ وز پرواز ماندہ

ہوائش عقل را دیوانہ سازد
فروغش شمع را پروانہ سازد

قیاس آنجاست مرغ پر بریدہ
کہ غیر از کنج دیوارے ندیدہ

کسے کز عقل دور اندیش باشد | ز عقل بیش حیران بیش باشد

بدانشهائے او ره کے برد کس

که دانشهائے او او داند و بس

در بیان جوش و خروش دل گوید

کیم من خانه زادے خانهٔ عشق | برهمن زادهٔ بتخانهٔ عشق

دل دارم بسے بیگانه از خویش | براه عشق از من صد قدم پیش

ز سر تا پا پرستارے محبت | بگردن بستهٔ زنارے محبت

ز دست پیچ و تاب عشق بیتاب | سراپا آتش و از شرم چون آب

ز یکرنگی هم آغوش محبت | سراپا هوش بے هوش محبت

تهی دست از متاع کامرانی | دل آماده از گنج معانی

چو باشد گنج معنے در دل من | دو عالم سهل باشد حاصل من

هنر باید چراغ خانهٔ دل | ز معنی گنج در ویرانهٔ دل

خداوندا دلے دارم همه ریش | که مرهم را نخواهد محرم خویش

تهی دست دلے در اول کار | متاع آشنائی را خریدار

دل من ذرهٔ آن آفتاب است | که گردش عالمے در پیچ و تاب است

دماغ آشفته و عشقم چو سنبل | پریشان خاطرے پیوسته چون گل

ز خون دل برآنم هر زبان چو کلکے | که نقاشی کنم بر صفحهٔ روئے

چه خواهد رنگ تخمیں رنگ رزم | گل افشان از بهار دیده گردم

جراحت خانهٔ اندیشهٔ من | محبت محرم دیرینهٔ من

دل من طفل نادان محبت / سبق خوانی دبستان محبت

سرم سودائی بازار عشق است / دلم دل بستهٔ زنار عشق است

نه آه گرم آتش می فشانم / نه آب دیده تر می نشانم

گهی از آب و گه از آتشم شاد / خرد کارم به آب و آتش افتاد

نهانی آتشی دارم بسینه / بآئینه که می در آبگینه

مرا ناخن بدل تا کار فرماست / دلم را از خروش آسودگیهاست

ز گریه هر نفس افتم بگرداب / چراغی دیده روشن سازم از آب

چنانم مانده در طوفان دیده / که خس باشد بطوفانی رسیده

نه در مغز سرم بوی محبت / نه خاکی بر سر از کوی محبت

نه سوزان و نه جوشان نه خامم / ز بس خامی سخن دانم کدامم

چو چشمم خونفشانی کرد آغاز / مرا از غنچهٔ دل شد گره باز

متاعی از جگر دارم فراوان / که آئین بسته ام در شهر یزدان

بود لخت جگر زیب کنارم / تو گوئی باغبان این بهارم

ز مژگان در گهر ریزی چنانم / تو پنداری محیط بیکرانم

سخن بس بر زبان ناگفته دارم / نگهم در وحشت و مغز آشفته دارم

نفس از سینه ام بیرون نیاید / که صد جا پایش اندر خون نیاید

هوا های صبا فصل نوبهار است / ولیکن چارچشم عاشق اشکبار است

نشسته هر یکی در کنج باغی / رسانیده نه جام می دماغی

من اندر کنج تنهائی بصد سوز / ندانم رنگ شب تا لونهٔ روز

مرا شد چهره از غم سیب زرد / برآرم آه گرمی با دم سرد

دلم تا بزم غم را تازه آراست / صبوری از برم آهسته برخاست

بدریائے محبت چوں فتادم / برفت اندیشهٔ ساحل ز یادم
من و غواصی این بحر نایاب / بدست آرم درے ورنه موج آب
زہے سامان طوفان چشم زارم / چو خواہی امتحان اشکے بیارم
زہے ہمسایهٔ آتش دل من / بروئے آب و آتش منزل من
تنور سینه ام آتش فروش است / سرشک دیده ام طوفان خروش است
بناخن مے شگافم سینهٔ ریش / که تا محرم شوم در خانهٔ خویش
چنان در سینه دارم آتش تیز / اگر گویم زبان گردد شرر ریز
چو مرغم کآتشیں دارم قفس را / که مے سوزم درو با هم نفس را
مرا رمزیست پنهاں با خیالش / کزاں در پرده مے بینم جمالش
من آن با خویشتن خلوت نشینم / که آئینه ببینم هر چه بینم
ازاں رو بار غم بر دل ندارم / که با غم ہمچو شادی سازگارم
غم و شادی بود چون جلد اندر دست / خوش است آن کاں رہنما خاطر اوست
شبے بودم به تنہائی ہم آغوش / بکلے کرده ہستی را فراموش

شبے آمد پس از سالے بدستم
که از اندیشهٔ عمرے برستم

در صفت تازیانهٔ آگاہی گوید

دلا تا کے شبت پنہاں شود روز / برآمد آفتاب عالم افروز
نسیم صبح باید گرد در کار / که گردد چشم خواب آلوده بیدار
ترا چشم خرد تا در نقاب است / نه بینی فی المثل گر آفتاب است

بر عاشق جهان باشد سرابی   بود معمورهٔ عالم خرابی
ترا لب تشنه در هر سرابست   تو معموری طلب عالم خرابست
ز علم بی عمل چندان که کاهی   بیفزا در عمل گر مرد راهی
بقای مطلق ار خواهی فنا شو   اگر خواهی بقا از خود جدا شو
مبین در غیر غیر از وی مبین هیچ   که غیر از وی همه هیچ است در هیچ
چو سرو از لاف آزادی زند کس   کشد پای طلب در دامن و بس
چو غنچه راز دل باید نهفتن   بخون خوردن چو گل باید شگفتن
اگر چون لاله بر دل داغ داری   میان خانهٔ خود باغ داری
بگل افشان بهار کامرانی   بگردان دور جام دوستگانی
تماشا هست در هر کوی بازار   ولی باید تماشا را خریدار
دلت را گر فروغ آشنائی است   بچشمت از حقیقت روشنائی است
خرد را پیشکار راه خود کن   سخن ها با دل آگاه خود کن
چو آگه نیستی از آخر کار   ز آخر ها ز اول شو خبردار
ترا در سر غرور تو از انست   تو بی مغزی غرور تو از انست
گر دهی سر پر از مغز خرد کن   بدانش امتحان نیک و بد کن
دلت آمادهٔ چندین گناه است   چه حاصل گر زبانت عذر خواه است
چو دل در کار خود باشد گرفتار   ندارد در میان عذر زبان کار
ز یک رنگی زبان با دل یکی کن   عمل بیش و حکایت اندکی کن
چه خوش باشد بروی عقل و تدبیر   سمند نفس را گشتن عنان گیر
که چون در تبه خواهد کرد جولان   عنان گیری بصد تدبیر نتوان
بهوش در تبه چون تخمی فشاند   نهال آرزو در دل نشاند

زدل بیروں کن ایں تخمِ ہوس را — مبیں دانہ ہمیں قیدِ قفس را
بکش سر در گریبانِ خموشی — شناسا تو بعالمِ غیب پوشی
کسے کز عیبِ خود گردد خبردار — (خوب) کجا دارد بہ عیبِ دیگراں کار
چوں دامانت پُر از آلودگیہاست — (واہ) ترا لافِ صفائی نکتہ بیجاست
بدوز از دیدنِ عیبِ دو دیدہ — خوش آں دیدہ کہ غیر او ندیدہ
نقاب از پیشگاہِ دیدہ کُن دور — کہ یابد دیدہ ات از ہر گراں نور
دلت از زنگِ عصیاں گر سیاہ است — پشیمانی علاجِ ہر گناہ است
تماشائے بگلزارِ وفا شو — بآدابِ حقیقت آشنا شو
ترا آئینۂ دل گر بدست است — چہ شد گر ظاہرت صورت پرست است
بہر کارے کہ کردی شغل بسیار — قصورے در حسابِ عمر بشمار
نہ بلبل ترا قیدِ قفس چیست — نہ گر بوالہوس چنداں ہوس چیست
ہوس را مرغِ دست آموز کردن — شبِ شادی بغفلت روز کردن
نظر بر کوتہی بسیار بستن — خیالے یک خطا صد بار بستن
کسے کو گرد حالِ خویش گردد
خبردارِ مآلِ خویش گردد

در صفتِ طراوتِ گلشنِ جوانی و مذمتِ ایامِ نادانی گوید

جوانی جلوۂ دارد دل افروز — کہ ہر صبحش بود چوں عید نوروز
جوانی فصلِ عیشِ کامرانیست — نشاط افزاست دل فصلِ جوانیست
جوانا قدرِ یکدیگر بدانید — بدانید آنچہ باید تا جوانید

ببالغ عمر اگر باشد جوانی
بهار آرزو نهال کامرانی

چه کار آید کسی کو پیر گردد
که شاخ خشک آتش گیر گردد

سخن بر لب ز حیرت باز ماند
نفس در سینه از آواز ماند

دریغا صرف شد نقد جوانی
به تلخی رفت شیرین زندگانی

بکار آمد که باید عاقبت کار
جوانی رفت ناگشتم خبردار

چو کلک شد آب از خود دست شستم
چو نقد از کیسه بیرون رفت جستم

چو طاقت طاق شد هشیار گشتم
چو وقت از دست شد بیدار گشتم

ولیکن تا دمی از عمر باقیست
مئی هوش آفرینم در دست ساقیست

مرا ساقیست پیری خرقه بر دوش
که ریزد ساغر هوشم از ره گوش

من ار پیرم هنوزم دل جوان است
زبانم طوطی شکرفشان است

چه شد گر پیر باشد مرد هشیار
دلش باشد جوان در عرصهٔ کار

هنوزم نشه در سر باده در جام
هنوزم هست سیر دانه در دام

سخن را رنگ و بوئی تازه از من
کتاب عشق را شیرازه از من

بساط غفلت از هم در نوردم
شبم تا دم بیاد هر که گردم

بگیرم نامهٔ اعمال در پیش
بخوانم ماجرای قصهٔ خویش

در صفت ره نوردی کمیت قلم بعرصهٔ سخن گوید

قلم نقاش نقش روزگار است
قلم جادو ادای سحر کار است

قلم را گر نباشد بند پایی
چو مرغ وهم برگردون کند جا

بیا ای کلک مشک افشان نگارم
که جز تو محرمی دیگر ندارم

که با جادو ادای آشنائی
توان سحر آفرین با دو ادائی

سخن را از تو باشد جسم و جانی
ز تو باقی بود هر داستانی

سخن مرغیست صیادش تو باشی
فریب طبع آزادش تو باشی

صبا را کس ندارد بند بر پا
تو داری از سخن صد رشته برجا

فزاید طبع گرد از تو گلشن
سواد دیده باشد از تو روشن

بر دلها راز تا داری نهانی
تو محرم در میان دوستگانی

نگار تازه بر کش بر حریری
بر آن هستم بر دلها نفیری

بر آواز محبت نقش برکار
که بر دلهای مشتاقان کند کار

در کیفیت انشای سخن گوید

بجوش آمد گر طبع رسانم
اگر با چشمهٔ فیض آشنائم

سخن اندک اگر بسیار گویم
حکایت از زبان یار گویم

سخن گویم سخن بی‌شمار است
به بستان کم گل و بسیار خار است (۵۱۹)

بمعنی پر بود آنکه خموش است
دهل خالی بود زان پر خروش است

خموشانی که در جلباب هوشند
زبان در کام چون غنچه خموشند

سخن لبریز معنی بر زبانم
بجوش آورد مغز استخوانم

سر تیغ زبانم تند و تیز است
سمند طبع شوخ گرم خیز است

درو با هم سخن میدان من بس
بمیدان سخن جولان توسن بس

سخن چوں راز داری چوں مئی یافت / تو گوئی گنج خود را مخزنی یافت

سخن بسیار دارم در خزانہ / ولیکن رخصتِ گفتن مرا نہ

کسے در خلوتِ دل آشنا نیست / کہ آنجا جز سخن در مدعا نیست

نہ از رنگ و نہ نیرنگ و نشان بود / صفاتِ حق چو ذاتِ حق نہاں بود

چو گفت و گوئے خواہش در میاں شد / سخن چوں بر زباں آمد عیاں شد

نبودے گر سخن گفتن زباں را / کہ دادے از صفاتِ حق نشاں را

سخن خواہم کہ باشد بر زبانم
چہ شد گر نیست گوہر در میانم

در صفتِ آرائشِ بستانِ سخن گوید

بخواب آمد مرا آں روئے گلگوں / کز آں کز دیدہ ام بیروں و خوں ہا

ہوائے آں دو زلفِ عنبریں بو / کشد دل را بتسخیرش بہر سو

چو پیچید زلفِ او پیچید دلِ من / کہ مشکل تر بود ہر مشکلِ من

صبا چوں زلفِ او را شانہ سازد / دلِ شوریدہ را دیوانہ سازد

دلم زاں پیچ و تابِ زلف و کاکل / کند مشقِ پریشانی چو سنبل

خطِ سبزش کند روشن نظر را / لبِ لعلش کند شیریں شکر را

کنم کحلِ بصیرت خاکِ پایش / بروں از دیدہ نتواں کرد جایش

نقاب از چہرۂ خود چوں کند دور / شود دیوانہ او دیدۂ حور

شکنجِ طرۂ مشکیں غزالاں / فریبِ جلوہ ہائے نونہالاں

بُرد از جا دلِ افتادگاں را / بقید آرد سرِ آزادگاں را

چه دامست آن کمندِ عنبر افشاں
که اوّل رشته بندد بر رگِ جاں

بر رویش بهارِ کامرانی
خطِ رویش نگارِ شادمانی

چو بگشاید شکنجِ کاکلے را
بهر موئے تواں دادن دلے را

لبش کانِ شکر آیا شکر ریز
خیالِ شربتِ او مستی انگیز

گلش در گلبنِ خوئے دمیده
ملاحت از جبینِ او چکیده

چو بر لب مهرِ خاموشی نهادی
تبسّم بر لبش بیخود فتادی

فرو میرد تحیّت هنگامِ تکلّم
شکر در خنده و گل در تبسّم

نهالِ تازه بستِ آں پریزاد
خیالِ یاد و ملو بلے برد از یاد

نهالِ غمزهٔ آن ناوک انداز
برد دلها و استغنا و هم باز

ز بوئے گل دماغ آں پری رو
ز نفرت میزند چینے بر ابرو

عذارے نازک او برگے از گل
بر ویش چشمِ من چوں چشمِ بلبل

برافشانم اگر اشکے ز دیده
برند از دامنِ من گل کشیده

اگر در دیده ضبطِ گریه خواهم
چکد خونِ محبّت از نگاهم

در صفتِ طبل سازِ بلند آوازهٔ عشق گوید

چو مستی آورد عشقِ زبردست
نخستین توبه ها را کند پست

الا اے مستِ جامِ بادهٔ عشق
براهِ عشق کار افتاده عشق

شرابِ عشق مرد افگن از آن است
که در دے آبِ رنگِ امتحان است

جنونِ عشق در پیشم گذر کرد
مرا مجنوں ز فیضش یک نظر کرد

ز فیض عشق گشتم جمله تن گوش / چو سوسن ده زبان و همه خاموش
جنون رونق فزای کار عشق است / هوا انگیز گرمی بازار عشق است
خرد مزدور ارباب جنون است / خرد حمال اسباب جنون است
جهان گر سبز خواهد سربسر گشت / نخواهد هیچ عاشق کشت سرگشت
جنون را پیش کاری کار خود کن / محبت شحنهٔ بازار خود کن
ز عشق آنانکه قرب وصل خواهند / ز راه عاشقی گم گشته راهند
تو نقش ماسوا از سینه کن دور / که بر صافی تجلا میکند نور
تو از تخم هوس کن سینه را پاک / که بینی عالمی دیگر درین خاک
چو بنهادی براه عشق گامی / میان ره نه صیادی نه دامی
چو خس باید بروی آب رفتن / چو باد از روی صحرا پاک رفتن
هزاران فتنه در آغاز کار است / ولیکن مرد همت برقرار است
نمی باید چنان در راه فتادن / که در هر گام باید ایستادن
برون نه یک قدم از خویشتن پای / که پای در مکان عافیت جای
خوشا آن پرهیزگاران نظرباز / بفیض عافیت بین محرم راز
جهان بر جلوه اینها چشم بسته / فلک در گردش اینها شکسته
خموشان پر از جوش محبت / سراپا هوش و بیهوش محبت
ترا در دیده اول نور باید / که در چشم تو آن صورت نماید
من و سیر گل باغ محبت / فراغ سینه با داغ محبت
شرابی کز محبت بوی دارد / هزاران رنگ یکرنگی فزاید
محبت چون شراری بر فروزد / نه تنها خام اول پخته سوزد
نهانی شعلهٔ این آتش تیز / کند دامان مژگان را شرر ریز

بہ بندد لختِ دل بر دوشِ مژگاں
شود خوں ریزۂ مژگاں تا بداماں

عجب سازیست سازِ آشنائی
کہ با او نیست تارِ بیوفائی

برون آمد نوائے تازہ تریں ساز
دہد بیروں ازاں پے ناخن آواز

در صفت گوہر افشانئ صحائف مدح و ثنائے ذاتِ ملکی ملکات اعلیحضرت گوید

زبانِ ہر کہ گویا در دہان است
ثنا خوانِ شہنشاہِ جہان است

فلک ہر صبح سازد از برِ خویش
نثارِ خاکِ راہش گوہرِ خویش

شہنشاہے جہاندار و جوان بخت
کہ خورشیدش سزد تاج آسماں تخت

بہر جا سرکشاں در روزگار اند
زمین آسا براہش خاکسار اند

پئے آرامِ دلہائے شکستہ
ستم را دست و بازو بشکستہ

بر آفاق است چترش سایہ گستر
کہ باشد در شکوہ از چرخ برتر

ہما در سایۂ آں ہمتِ والا
کند سرمایۂ دولت مہیا

فلک طاقیست در کاشانۂ او
چراغِ آسمان پروانۂ او

براقِ ہمتش آں تیز گام است
کہ جولان گاہِ عرشش روم و شام است

شمارِ لشکرش افزوں از حساب است
کہ او در ملک گیری آفتاب است

فلک از بارگاہش خیمہ دار است
ز کلکش گنبدِ گردوں حصار است

ضمیرش مظہرِ انوارِ الٰہی
شناسائے سپیدی و سیاہی

بکثرت گرچہ دارد با جہاں کار
ولے باشد بخلوت با جہاں دار

دلش آئینۂ صاف معانی
درو پیدا ہمہ راز نہانی

جہاں ماند برو راز نہفتہ
کہ مے یابد بسے حرفے نگفتہ

گل افشانی کند گاہ تبسم
گہر ریزی کند وقت تکلم

نسیم خلق او عنبر شمیم است
نسیم روح پرور زاں نسیم است

بعلم اندازۂ عالم کند راست
کہ در علم و در ہر کار رشد است

دلش دریائے بے پایان پر جوش
بماہی تا بماہش حلقہ در گوش

بدورش ہر کہ بینی کامیاب است
بنائے ظلم در عہدش خراب است

بود آفاق ایمن در پناہش
سر نخوت فروشاں خاک راہش

جہاں شاہنشہے گردوں سریرے
چو خورشید فلک آفاق گیرے

غبار راہ او کحل بصرہا
فروغ رائے او نور نظرہا

بہر سوئے کہ راند موکب خاص
باستقبالش آید فتح رقاص

سنانش آبدار و آتش افروز
عدو را آب تیغ او گلو سوز

ملک از بس کہ می گردد بکامش
ہمائے مدعا افتد بدامش

زباں در وصف او گوہر فشانست
خرد در راہ او کوتاہ زبانست

چو افشاند کف گوہر فشاں را
تہی سازد دل دریا و کاں را

چو بنشیند باورنگ فلک سائے
بود چوں مہر تاباں عالم آرائے

چو اورنگ از فلک پایہ برتر
فروزندہ درو گوہر چو اختر

ز رفعت شد سریرش ہمسایۂ چرخ
شکوہ پایہ اش ہمپایۂ چرخ

کجا آید بچرخے سایۂ آں
چراغ کشورش ایران و توراں

فلک خم گشتہ زیر پایۂ او
بود خورشید زیر سایۂ او

سراپایش ز گوہرہای ناب است — تو گوئی نور چشم آفتاب است
ثبات پایهٔ او پایدار است — ہمانا دورِ گردوں را مدار است
نہ چنداں لعل گوہر شد درو صرف — کہ گنجد در سر ہر نقطہ ہر حرف
چو گردد توسنِ او جلوہ فرمائے — بروئے توسن گردوں زند پائے
غبارش کحلِ چشم آفتاب است — فلک از جنبش او در شتاب است
ز گردوں بگذرد بے جنبش پا — نسیم آسا رود بر روی دریا
سمندِ باد پائے برق رفتار — سبک خیز و سبک سیر و گرانبار
نگنجد وصف او در حرفِ تحریر — نشاید نام او در قیدِ تقریر
نوا سازانِ بزمِ شاہِ عالم — برآمد از دست دلرا کز دل غم
زنند آنگونہ مطرب زخمہ در تار — کہ در جنبش در آید نقشِ دیوار
نوائے دلنشین و تارِ طنبور — ز دلہائے حزیں غمہا برد دور
بگو مطرب کہ تا دورِ زمان است — شہنشاہِ جہاں شاہِ جہان است
مبارکباد بروے جاودانہ — ہزاراں فتح نو در سر ترانہ
چو وصف شاہ افزون از بیان است — بیانِ آں نہ یارائے زبان است
بنازم بر عماراتِ شہنشاہ — کز و تا چرخ باشد یک قدم راہ
ز رفعت از فلک بگذشتہ شانش — مہ و خورشید خشتِ آستانش
طلائے ناب شد چنداں درو خرج — کہ عنواں کرد در لوحِ فلک درج
ز رنگینی پُر از نقش و نگار است — ز صافی سنگ او آئینہ دار است
چہ ساں گویم سخن از گوہر و سنگ — کہ از آئینہ دلہا برد زنگ
فضائے نام او والا نشیمن — بود بر اوجِ گردوں سایہ افگن
بُود جیبش برفعت سر کشیدہ — نظیرش دیدۂ گردوں ندیدہ

چو آرائید شهنشاهِ جهانش | نهد فردوس سر بر آستانش
ز آب آئینه دار و هر طرف پیش | که تا پیوسته دارد جلوهٔ خویش
چو فردوس برینش هر مکانی | بود در هر مکانی بوستانی
خیابانش چنان عشرت سرشت است | که گوئی کوچهٔ راه بهشت است
ز گل هر سو صبا دارد ره آورد | به هر گامی مقامی میتوان کرد
و زین گلشن ز گلها دسته دسته | صبا در هر طرف گلدسته بسته
برعنائی و زیبائی چنانست | که گوئی شاهد ملک جهانست
هوایش دلکشا و دلنشین است | طراوت خانه زاد این زمین است
درین گلشن هوا زین گونه سیراب | که تا دم میزنی آتش شود آب
بهارش نشه بخش هوشیاران | خزانش آفت پرهیزگاران
بزلفی باز مانده شاخ سنبل | بزیبائی پریشان کرد کاکل
شگفته هر طرف گلهای لاله | گرفته بر کف از غیرت پیاله
ریاحین با شقایق دوش بر دوش | ستاده هر یکی با هم هم‌آغوش
هزاران رنگ هر سو گل شگفته | ز شادی تا سحر بلبل نخفته
صبا تا بر دل بلبل نهد داغ | برافروزد چراغ لاله در باغ
زبان کوته شود در وصف سوسن | که این معنی نمی‌آید بگفتن
بیادم آب و رنگ بوستان را | صلائی بیش دادم دوستان را
زبان در وصف گل بیتاب گردد | سخن تا بر لب آید آب گردد
لبالب غنچه پر گل شد دهانم | سخن رنگین بر آمد از بیانم
مرا بوی گل از جا آنچنان برد | که بر دوشش نسیمی میتوان برد
همی پیچید در سر شور بلبل | علاجش گر نکردی نکهت گل

دماغ از بوی گل گردد جهان مست … که بر هر گل توان صد ره شد از دست

ز خاکش بوی عنبر میتوان یافت … ز جوشش آب کوثر میتوان یافت

دید گلشن سرای ز آب زانسان … که پنهان دید در روی راز پنهان

در و راز فلک یکیک عیان است … تو گوئی عینکِ چشم جهان است

صدای آب میپیچد بفرسنگ … گلی آهسته از دلها برد زنگ

ز نهرش چون توان گفتن سخن را … که آبی سید هر روی چمن را

چنان زین نهر شد فواره در جوش … که کرد اول سرو پارا فراموش

نگر شد نهر این گلشن گهر ریز … که شد فواره اش آبی گهر ریز

بگیرد چشمهٔ خورشید ازو آب … ز آبش مزرعهٔ چرخ است سیراب

لبالب زو هر زمان لولوی لالا … نثارِ راه شاهنشاهِ والا

نهان در سینه دارد آن قدر دُر … که گر بیرون کند دریا شود پُر

بود سیراب ازو پیوسته گلشن … سرش بر آسمان و پا بدامن

عمارت بود با گردون برابر … چراغان بود در رخشنده اختر

چو بازار چراغ شاه شد گرم … چراغِ ماه شد در پردهٔ شرم

ز عکسِ این چراغانِ جهانتاب … کشیده صد هزاران نقش بر آب

ز حفظِ عدل شاهِ عالم آرا … میانِ آب و آتش میکند جا

دل او آنچنان روشن چراغست … که هر سر از فروغِ او فراغست

چراغش بسکه دارد نور جاوید … بود پروانهٔ این بزم خورشید

بگردش قلعهٔ سنگین چنانست … که از رفعت نظیرِ آسمانست

فلک بر کنگرش اختر فشانده … ازو تا آسمان یک زینه مانده

بگردِ او فلک در پیچ و تابست … بهٔ برجِ او نزولِ آفتابست

زطاقِ اُو رواقِ چرخ نزدیک
بتر زیاد فرازِ کوہ باریک

بود ہمسایۂ خورشید انور
بود ہمپایۂ سدِ سکندر

کنون فیض دگر بخشم زبان را
زشہر شاہ گویم داستان را

چہ شہرے آنکہ مصراز وی نشانے
ہرات از کوچۂ اُو داستانے

بمعموری و آبادی چنان است
کہ در ہر کوچہ اش صد اصفہان است

سخن کوتہ شود در طول بازار
بعرض اندر زبان ماند بگفتار

نشستہ ہر طرف گوہر فروشے
برآوردہ ز دریا ہا خروشے

فتادہ ہر طرف صد لعل رخشاں
بود در ہر دکان کانِ بدخشاں

متاعِ ہند در دکان و بازار
فتادہ ہر طرف چندیں شتر بار

بہر دکان متاعِ چیدہ چندال
کہ باشد در تماشا دیدہ خنداں

برآمد از برائے امتحانے
متاعِ ہفت کشور داستانے

ز اہلِ روم و شام و چین و ماچین
متاعِ خویشتن را دادہ آئین

عراقی و خراسانی ز حد بیش
نہادہ پیش خود سرمایۂ خویش

فرنگی از فرنگستاں رسیدہ
نوادر از بنادر پیش چیدہ

چو شاہ از ملک خود آگاہ باشد
ز مشرق تا بمغرب راہ باشد

خدایا تا کہ دورِ روزگار است
فلک را دور گردوں را مدار است

شہنشاہِ جہاں شاہِ جہان باد
بدولت کام بخش و کامراں باد

ہو الرحمٰن

اے تو از اندازۂ دانش فزوں
دے ز تو پُر گشتہ درون و بروں

عقل بادراک تو دانا شدہ
چشم بدیدار تو بینا شدہ

ہر طرف طنطنۂ ساز تست | ہر دو جہاں گوش بر آواز تست
اے بمیانِ ہمہ و بر کراں | زمزمۂ نام تو بر ہر زباں
شیخ و برہمن بتو دارد نظر | در نظرے لیک ہمہ بے خبر
ہیچ سر از سرِّ تو بیگانہ نیست | از تو جدا عاقل و دیوانہ نیست

بحر گہر موج زند ہر طرف
خشک لب افتادہ بساحل صدف

در کیفیت نشاطِ شبِ مہتاب و جلوۂ صبح گوید

بود شبے صاف چو روئے بتاں | صاف تر از سینۂ صاحبدلاں
سادہ شد از نقشِ نگینی فلک | صاف شد از غُصّۂ حسینی فلک
ماہ کہ ہم ساقی و ہم جام بود | دست و گریباں بلبِ بام بود
من بچنینی شب بچراغ خرد | ہم بخرد کردہ سراغ خرد
پیر خرد شد ادب آموز من | جلوہ دہ ماہِ شب افروز من
ملکِ من از فیضِ گہر بار شد | اندکِ من مایۂ بسیار شد
شب ہمہ شب بادلِ مے فروز | گرم سخن بودہ بہم تا بروز
من بسخن گرم سخن پروری | کردہ بہم طرح ہنر یاوری
من بسخن داشتہ ہنگامہ گرم | من بسخن گشتہ بیک جامہ گرم
رمز شناساں کہ دریں پردہ اند | رمز شناسی بسخن کردہ اند
غیرِ سخن نیست درون و بروں | نکتہ ز خونِ جگر آید بروں
چیست سخن گوہرِ ناسفتۂ | نکتۂ ناگفتہ بہ از گفتۂ

گر بہ سخن فکر فراواں بری
گوہر نایاب بدست آوری

چوں بسخن دست و گریباں شدم
تا بدر صبح خراماں شدم

صبح چو از چہرہ کشادم نقاب
دست زدم در کمر آفتاب

ما و سحر صاف چو آئینہ ایم
ہر دو بہم محرم دیرینہ ایم

من کہ سحر گہ بدماغ آمدم
پیشتر از صبح بباغ آمدم

نغمہ سرا بلبل دستان سرا
زد بجگر زخم تو از ہر نوا

مرغ چمن بر سر ہر نخل گل
نغمہ فزو خواندہ ز ہر فرد گل

تر شدہ از فیض ہوا صحن باغ
تازہ شد از باد بہاراں دماغ

سبز شود بر دل پروانہ داغ
شعلہ سر سبز بریزد چراغ

مغز تر و نور نظر بیز شد
خون دل و لخت جگر تیز شد

دست ہوا طرفہ طراوت گریست
آتش اگر سبز شود دور نیست

دستہ گل گشتہ زباں در دہن
سبز شدہ بر لب گویا سخن

در انتباہ نفس اماره گوید

چشم تو مخمور ز جام شراب
بر دل افتادہ ز غفلت نقاب

عمر تو در خواب سحر میرود
روز بہر روز بہتر میرود

ایں ہمہ آرائش ہنگامہ چیست
لاف تو بر خرقہ و عمامہ چیست

پوست بنائے جہاں
خانہ بنا زند بر آب رواں

تا بزر و مال فسرو ماندہ
نغمہ برام ہوس افشاندہ

هر نظر تیز بدان دانه کرد — در شکن دام هوس خانه کرد
دانه فرو ریخته راه تست — دانه شناس این دل آگاه تست
دانهٔ این دام بدندان مخا — تا نشوی دانهٔ این آسیا
پای طلب گرم هوس کردهٔ — تیز روی ها چو نفس کردهٔ
گام باندازهٔ خود میگذار — هر دم اول دم آخر شمار
ای که نهٔ سنگ گرانی مکن — بادهٔ بیهوده روانی مکن
هرچه کنی از پی نفع و ضرر — عیب تو انست که دانی هنر
بر سر هر گل که تماشا کنی — دشمنی بلبل شیدا کنی
غنچه درین باغ خموش آمده — لاله بصد داغ بجوش آمده
وای بفکر دل نادان تو — حیف برین فکر پریشان تو
آئینه از چاک گریبان بس است — لخت جگر زینت دامان بس است
چشم جهان بین خدا بین شود — کار تو بسیار بآئین بود
کثرت دانش همه در وحدت تست — وحدت دانش همه در کثرت تست
پرده چو از چشم براندا ختند — محرم خلوتگه حق ساختند
دامنت آلودهٔ آلایش است — یاد تو بیهوده در آسایش است
دست بدامان ارادت بزن — خیز در صبح سعادت بزن
برگ ره پیش و پس خود بساز — هان نفسی با نفس خود بساز
ای شده بدمست شراب هوس — داشته چشم نقاب هوس
چند شوی مست مئ ناگوار — جرعه کشی بادهٔ ناسازگار
چند کنی دود هوس در دماغ — تیره بایں دود چه سازی چراغ
مرو رهی پای بدامان بکش — غنچه صفت سر بگریبان بکش

راه روانند بشبهای تار
تا بدر صبح کشایند بار

هر که شب لذّت این راه یافت
با خضر از فیض سحرگاه یافت

قطع تعلق کن و آزاد شو
مشق تجرد کن و استاد شو

یک سخن از درس محبّت بخوان
بند کن آنگاه چو غنچه زبان

سوخته جانی که محبّت درست
همچو گل تازه پر از رنگ و بوست

ای زده بر سر ز هوس کج کلاه
سوده کلاه گوشه بخورشید و ماه

جامه و عمامه بیاراسته
برهم افزوده ز دل کاسته

چشمهٔ دل منبع فیض خداست
زنده دل آنکس که بدل آشناست

با دل خود محرم دیرینه باش
راست بهم صاف چو آئینه باش

حیف بود دوستی تن بدل
چهرهٔ خورشید نهفتن بگل

برگ گل باغ دو لخت جگر
آب دو برگ گلی چشم تر

سوز ترا گر نمک شوق نیست
کام ترا چاشنی ذوق نیست

اهل هوس را جرس بی صداست
قافله سالار محبّت خداست

شمع ترا روغن تدبیر نیست
نور تو جز شعلهٔ تزویر نیست

طبع تو سرخوش ز شراب غرور
عقل تو صد قافله از راه دور

گر تو ز خود کرده پشیمان شوی
دم بخود و سر بگریبان شوی

طبع تو لبریز معانی شود
محرم اسرار نهانی شود

آئینه حال تو زانو بس است
طوطی طبع تو سخن گو بس است

در نظر همت ارباب کار
کار جهان هیچ ندارد مدار

از تو بود تا بدهیم کام
کام بکن دام و بوحدت خرام

مغز بداری چو کدو نی تهی
از سر بی مغز چه خواهی بهی

شمع خرد تا نهی پیش رخے
راه حقیقت بتکلف مپوے

هستی ذات تو حجاب تو بس
پردهٔ افکار نقاب تو بس

شمع دل از آتش دل برفروز
هرچه بود غیر محبت بسوز

اهل محبت چو گل تازه اند
نسخهٔ دل را همه شیرازه اند

چند چو ماه چهره بیاراستن
چهرهٔ برآراستن و کاستن

گوش تو بر نغمهٔ تزویر چند
پائے خرد بستهٔ زنجیر چند

علم تو تا چند بود بے عمل
عمر تو کوتاه بطول عمل

هست دریں باغ خزان و بهار
جلوهٔ گر آئینهٔ نظر هوشیار

چشم تو بر خاره و گر بر گل است
هرچه تو بینی همه جز و کل است

اینهمه یک قطره ز دریائے اوست
یک ورق کهنه ز اجزائے اوست

سره توان اندریں راه فرس
تا نشود واقف ره هیچ کس

راه روتاں که دریں راه شدند
از پس و از پیش نه آگاه شدند

سر ز سراپردهٔ وحدت برار
سایهٔ خود نیز ز خود دور دار

بے اثر است ایں ره دور از حساب
تو سر خود از سر ایں ره بتاب

به که اثر یابی ازیں راه دور
ظلمت ایں راه شود بر تو نور

خیز و باندازهٔ خود کار کن
هرچه کنی با دل هوشیار کن

راهرو ملک قناعت شدن
به ز گرفتار بطاعت شدن

حرف گنه از ورق دل تراش
صاف تر از چهرهٔ آئینه باش

خواست حق بهر تو بیجا است نیست
معده در خواهش ناراست نیست

تو بجز از قطرهٔ خونی نهٔ
غیر نشانی و نخونی نهٔ

لاف تو بر پایهٔ طینت ز چیست
چین تغافل به جبینت ز چیست

کج رویت کوته و تنها رچه ‏ لافِ تو بر اندک و بسیار چه
راستی آموز و خطا بین مشو ‏ کج رود کج باز چون فرزین مشو
قافلهٔ عزم تو تا در بس است ‏ راستی کوه تو رهبر بس است
چشم گشا راهِ سفر را ببین ‏ قافلهٔ شام و سحر را ببین
زادِ ره از لختِ جگر تازه کن ‏ هر چه توان کرد باندازه کن
گر قدمے پیش نهی پس مخواه ‏ همرهئ مردمِ ناکس مخواه
زادِ رهِ عشق به از درد نیست ‏ غیرِ دلِ گرم و دمِ سرد نیست
چند نشینی بغمِ روزگار ‏ غم نتوان خورد و بر دمے بیار
گردِ غم از صفحهٔ خاطر بشو ‏ عیشِ دو عالم ز غمِ دل مجو
خاک شود هر که بعالم در است ‏ گرمئ ما از پئے خاکستر است
راست کسے جز قدمِ دل نرفت ‏ هر که غلط رفت بمنزل نرفت
گر بگریبانِ دل آئی در دل ‏ راه نیابی که بیائی بر دل
تا بسری اهلِ هوس جائے تست ‏ بادِ هوس مرحله پیمائے تست
صاف تر از چشمهٔ دل چشمه نیست ‏ منبعِ خورشید و دلِ تو یکیست
چند بجوئی و لافِ تجرّد زدن ‏ چند بزنجیرِ تعلّق شدن
خار که در راهِ توکّل بود ‏ در نظرِ اهلِ نظر گل بود
خار و گل اندر نظرِ رهروان ‏ میوه بر از گلشنِ تختے نشان
آبِ رخِ مردِ توکّل گزین ‏ بس بود از قطرهٔ خوئ جبین
چون سخن از باغِ توکّل کنم ‏ دامنِ اندیشه پر از گل کنم
مرد چو در راهِ توکّل شود ‏ خارِ مغیلان بر هش گل شود
هر که درین مرحله رهرو بود ‏ خونِ جگر را ذرّهٔ او بود

زهر و شکر در جگر او یکے — خار و گل اندر نظر او یکے
عارف از آئینهٔ صاف دردل — شد بتماشائے دو عالم بردل
کثرت و وحدت بسبر او یکے — شادی و غم در نظر او یکے
مستیٔ عرفان الہٰی در و — خاکِ رہ و عالم شاہی در و
دست نینداخته بر خوانِ دہر — یکشب نا آسوده مهمان دہر
راحتِ عالم نفسے بیش نیست — ملک دو عالم نفسے بیش نیست
هرچه دری دائره آورده اند — تا نفسے راست کہنی کرده اند
بادهٔ سرشار بهر جام نیست — مغزِ سخن در سر هر خام نیست
یاد جگر کاویٔ شبهائے تار — ز اوّل شب تا بسحر بیقرار
خونِ دل و لختِ جگر زادِ من — مرحلهٔ غم ـــ دل ناشادِ من
شمع صفت چہره برافروختن — چهره برافروختن و سوختن
سوختن از آتشِ دل تا سحر — ساختن از عیش بالختِ جگر
خون خورم و سر بگریبان کشم — غنچه صفت پائے بدامان کشم
شعله بود داغے این لاله زار — داغ بود سوخته این بهار
خاک خورد سبزه درین بوستان — گل بود از لختِ جگر باغبان
از غم هر صبح بگنجِ چمن — غنچه بخوننابه بشوید دهن
سبزه و سنبل همه را زد بخاک — لاله و گل شد همه تن جامه چاک
پیک دم صبح نسیم سحر — آنکه از عمر رساند خبر

غافلی از عمر که چون میرود
هر نفس آغشته بخون میرود

ہُوَ الرّحیم

ہر یکے را سوئے اُو باشد نیاز
در رکوع و در سجود و در نماز

ذرۂ خالی ز مہر دوست نیست
در جہاں یک مغز اُو بے پوست نیست

ہر کہ بینی مظہرِ لطفِ خداست
گر ہمہ بیگانہ باشد آشناست

آشنا ہستند با ہم ہر کہ ہست
عاقل و دیوانہ و ہشیار و مست

عالم ہر سو فدائے ناز دوست
ہر طرف صد گوش بر آواز دوست

دل فدائے ناز آں طنّاز کن
طاقتِ دل بر سرِ یک ناز کن

تو ندانی راہ کج تا راہ راست
ورنہ رہ روشن تر از آئینہ ہاست

ایں جہاں بگذشت جائے بینش نیست
نفسِ اُو نفس از دعائے بیش نیست

تو دراں افتادہ بے پا و سری
ہیچو بے مہرۂ در ششدری

محمل عمر است روز و شب رواں
تو بغفلت ماندہ شد کارواں

چشمِ عبرت بیں کشا در روزگار
تا تُرا گل گل نماید خار خار

خار و گل را بہر کار آوردہ اند
در حساب اندر شمار آوردہ اند

خاک باشد زر بچشمِ عارفاں
خاک را زر مے شمارند ابلہاں

اے برادر مست میباید شدن
در طلب از دست مے باید شدن

اے برادر جُملہ از خاکیم ما
یک گریبان است صد چاکیم ما

ہست مرداں را نشانِ مردمی
آدمی را مردمی کرد آدمی

چند ہر دم نفس را سرکش کنی
خویشتن را طعمۂ آتش کنی

ہر چہ بینی در جہانِ بے بقا
چشم تا برہم زنی گردد فنا

عمر اگر بسیار و گر کوتہ بود
ہر کہ بندد دل درو ابلہ بود

اہلِ دنیا را بزرگے گفت نغز
پوست بگذارند تا یابند مغز

گردِ رنگ و بوئے دنیا خوش مپر ہمچو خاشاک اند در آتش ہمہ

ترک کن ایں جیفۂ مردار را بہتر از گفتار کن کردار را

مرگ بر تو جہل نادانی بس است قاتلِ تو نفس شیطانی بس است

اے برادر دفترِ حکمت بشنو ہر چہ میگوئی ز نادانی بگو

دردمنداں را نشانے دیگر است بیہر باناں راز بانے دیگر است

اے کہ داری زیبِ ظاہر را شعار زینتِ ظاہر نمے آید بکار

تا نگیرد دل بجائے آشنا کے شوی از نفسِ شیطانی جدا

نفس چوں آتش میانِ خرمن است نفس پنہاں شعلہ زیرِ دامن است

اے برادر اے گرامی اے عزیز میتواں کردن بحالِ خود تمیز

تا نگردی آشنائے حالِ خویش کے شوی آگاہ بر اعمالِ خویش

بندۂ حسنِ عمل باید شدن ورنہ پیشِ خود خجل باید شدن

مرد دانا پیشِ خود شرمندہ است ہست در شرمندگی تا زندہ است

کارہائے ایں جہان و آں جہاں فی المثل باشد چو مشتِ استخواں

گر بدست آری بدل خواہد طپید ور بیندازی بپا خواہد رسید

اے برادر ما و تو ہم خانہ ایم تا نگاہے میکنی افسانہ ایم

بر سرِ ہم خانگی بیگانگی

وائے با بیگانگی ہم خانگی

ھو المستعان

ای بسوی تو نیاز ہمہ کس — وی بروی تو نماز ہمہ کس

از تو آگہ نہ حقیقت نہ مجاز — وز تو واقف نہ نماز و نہ نیاز

ہمہ کس روی بسویت دارد — آرزوی سر کویت دارد

کوی تو قبلۂ حاجات ہمہ — منزل وجد و مناجات ہمہ

دام عشق است کہ گسترده تست — ہر کجا زنده ولی مرده تست

رہروانند دریں عالم و بس — کہ نیابد اثری زانہا کس

ہمہ در راہِ خدا می پویند — سخن از وحدتِ حق میگویند

دامن از لوثِ جہان نابوده — پا نہ در راہِ ہوا فرسوده

ہیچکس خالی ازیں عالم نیست — نیست محروم اگر محرم نیست

از تو کوشش کشش از جانب دوست — گرچہ کوشش ہمہ از جانب اوست

مشک عشق است کہ پنہان نشود — ماه پنہان بگریبان نشود

خام آنکس کہ زند دم ز ہوس — پختہ آنکس کہ شود بیخود و بس

پختگانند کہ خونی جگر اند — پختگان دگر و خامان دگر اند

مرد باید کہ سبکبار بود — کہ گرانبار گرفتار بود

ہر کہ تمکین و وقار اندیشی — از ہوس گنج و کنار اندیشی

محرمِ حق ز حق اندیشد و بس — بگسلد از ہمہ جا و ز ہمہ کس

چند در مرحلہ ہا کشتے آسودن — باید این راه بسر پیمودن

سر دریں راه قدم باید کرد — تیز گامی چو قلم باید کرد

صبح شد صبح بسر از خواب بر آر — کشتیِ عمر ز گرداب بر آر

در رهِ عشق ز بوئے خالی — سر بود ہمچو کدوئے خالی

عشق گلگونهٔ رخسار دل است / باعث گرمئ بازار دل است
عشق در دل چو بود شعله فروش / برزند خون جگر در دل جوش
یا رب از فضل خودم شادان کن / دل ویرانِ من آبادان کن

هو الغنی

ای ز اندازهٔ خرد افزون / وی ز شیرازهٔ سخن بیرون
عقل در کنه ذات تو حیران / در صفات تو فهم سرگردان
نه بفهم آید آنچه می باید / نه ز عقل آید آنچه می شاید
عقل هر چند دوربین باشد / در رهت چشم بر زمین باشد
عقل هر چند در رهت تازد / نارسیده سپر بیندازد
آنکه فارغ بود ز کون و مکان / کی در آید صفات او بزبان

برهمن را بجود شناسا کن
چشم بینش ببخش و بینا کن

در اظهار کیفیت های روزگار گوید

چیست دانی جهان پر شر و شور / خانهٔ تنگ و تیره چون دل مور
تا بغم خانهٔ جهان باشی / بغم و غصه میهمان باشی
غم تو در عمل فزودن تو / عمر صرفی گشته بر در دون تو
گر مس خویش کیمیا داری / در نظر نقد مدعا داری
گر بخواهی دل جهان افروز / کورهٔ امتحان بیار و بسوز

تا در آتش گداخته نشوی | سرهٔ و صاف ساخته نشوی

چند آلوده بر جهان بودن | بر خود از بار خود گران بودن

ای بغفلت سپرده سر رشته | پرده بر روی دل فروهشته

در نظر ریزهٔ خذف تا چند | وی دُرِ ناب در صدف تا چند

در جهان دیدهٔ تماشائی | چند بندی و چند بکشائی

نظری کن بجلوهٔ معبود | گذری کن بمنزل مقصود

شب دیجور و صبح نوروزی | زودست در روزنامه‌ات روزی

عمر در فکر سود و سودا رفت | همچو دی صد هزار فردا رفت

چه فرو ماندهٔ بخواب گران | میرود عمر همچو آب روان

مایهٔ فقر و سایهٔ دیوار | بهتر از صد هزار باغ و بهار

سینه باید بنورِ عرفان پاک | گر حقیرست ظاهر تو چه باک

صورت ار زشت باشد و گر خوب | معنی از آدمی بود مطلوب

مهر باید به سینه جلوه فروز | دشمن خود را خس بدان دلسوز

پرتو چون نورِ حق ظهور کند | باز در دیدهٔ تو نور کند

چه بایں پرده های تو بر تو | ماندهٔ در حساب خویش گرو

علم باید شود جسم و وجود | که بجز علم کس گره نکشود

مرد مشغول به تعلم و عمل | کز کمالات می‌شود اکمل

در نظر هائی خاص اهل نظر | زر بود خاک و خاک باشد زر

در نظر هائی خاص اهل کمال | یک جوی علم به ز خرمن مال

علم علم خدائی آمد و بس | بخدا آشنائی آمد و بس

به شناسائی حق بیچون | نبود غیر علم راهنمون

علم گر با تو با عمل گردد — مشکلات تو جملہ حل گردد

نیک داند کسے کہ عقل درست — کز ہمہ نیکوئی خرد نیکوست

اے برادر دریں سرائے خراب — نقش ما و تو چیست نقش حباب

در دلِ ہر کہ روشنائی ہاست — ہر نفس گرم آشنائی ہاست

خویشتن را بگیر و خیرہ مکن — دل بدود دماغ تیرہ مکن

دشمنِ تست نفسِ سرکش تو — در کمینگاہ کردہ کاہشِ تو

نفس خرسند بود ہر چہ خواہش تست — خواہشِ تست آنچہ کاہش تست

چرخ را جامہ ایست نیلی رنگ — چیست تا پر شیشہ آستین سنگ

قربِ حق خواہی اے برادر من — سنگ بر شیشۂ تعلق زن

بر تنت جامۂ سفید چہ سود — کہ دلت از گنہ گشتہ کبود

تا تو آموزگار خود نشوی — قابلِ روزگار خود نشوی

غنچہ شو تا دلت کشادہ شود — بر سرت تاجِ زر نہادہ شود

چہ زنی لافِ کار در ہر کار — چند بے مایہ گرمئے بازار

غنچہ خاموش با ہزار زباں — تو بایں یک زباں لب بندستاں

جوہری مرد کے شناسد کس — مرد را مرد مے شناسد بس

مرد باید کہ چشم باز کند — سیرِ دلہائے اہلِ راز کند

گر نداری ز فہم و عقل شعار — تو ہمانی کہ نقش بر دیوار

تو بکردی و باز بشکستی — تو گر مردہ نہ بد مستی

چند وار قید آب و گل بودن — از خود و کار خود خجل بودن

اے دلت آفتابِ نورانی — چہ فرو ماندہ بحیرانی

دل بسامان آرزو بستن — طوق پندار در گلو بستن

خطابِ برہمن باآفتاب

ای جہاں گردِ سبک رفتار — وی ز مہرِ تو گرمیِ بازار
جنبشِ روزگار دانۂ تست — دانہ در خوشہ چشم بر رہِ تست
چوں سحر بر سپہر بشتابی — روئے ناشستہ لعلہا یابی
باغ در سایۂ تو پرورده — سایۂ تو نگارہا کرده
گل ز دستِ تو چاک در سینہ — لالہ را از تو داغِ دیرینہ
ای تو در ابتدائے فصلِ بہار — تازگی بخشِ گلشنِ روزگار
کانِ لعل است در خزینۂ تو — مے رنگیں در آبگینۂ تو
تو بہر آستاں کہ مے آئی — زنگِ ظلمت ز خانہ بزدائی
تو بر آتش نہادہ زرّیں طشت — یار گردِ تو کے تواند گشت

در گلوئے سحر برہمن وار
تو دہی تاب رشتۂ زنّار

خطابِ دیگر

تو کہ مغزِ خرد بجوش آری — دلِ افسردہ در خروش آری
تو بخنگِ فلک سوار شوی — سایہ افگن بہر دیار شوی
بر در و بام سایہ اندازی — تو بہر خانہ محرمِ رازی
ای تو سر دفترِ جمال و جلال — روزنِ خانہ از تو مالامال
چرخ در دامنِ تو سرگرداں — ماہ در پیشِ جاہِ تو نہاں
از فروغِ تو شمع گردد داغ — چہ کند پیشِ آفتاب چراغ

شمع ہر چند سر بر افرازد / پیش تو سر بخاک اندازد

شب روانان که راه پیمایند / بر درت بار خویش بگشایند

تو وہی رونق و رواج ہمہ / از تو حاصل شود خراج ہمہ

دست ہر کس بجیب دامن تست / ہندوی خاص تو برہمن تست

بر رخ گلرخان عرق از تو / بر فراز فلک شفق از تو

مہ که بر فرق کج نہاد کلاہ / بر در جاہ تو ندارد راہ

با تو در گردش ہست ملک و ملک
از تو در جنبش ہست چرخ و فلک

در ستایش ذات قدسی صفات خدیو جہان خلیفۂ زمان شاہجہان بادشاہ گوید

یار طبعم چو کار فرما شد / ہر چه میخواستم مہیّا شد

تازه بستم نگار جادو کار / ہمه آراسته بنقش و نگار

از سخن ہائے روشن و مرغوب / دُرج در گشت صفحۂ مرغوب

چون قلم را اجازتے دادم / بتماشا بگوشہ استادم

کلک من از سرود شیرین کار / کرد دلہائے خفته را بیدار

خاطرم موج خیز دریائیست / آسمان سیر و چرخ پیمائیست

چون زبانم گہر فشان گردد / مدح سنج خدائیگان گردد

بادشاہ زمانه شاہجہان / حکم او ہر طرف چو آب روان

عدل او در رواج دولت و داد / ملک او از عدالتش آباد

روزگارش بشادی آمودہ
عالمے در زمانش آسودہ

دل و دستش بگاہ جود و سخا
مایۂ بخشد بدامن دریا

بادشاہے کہ در جہاں داری
شب در روزش رود بہشیاری

ذاتِ اُو سایۂ خدا باشد
سایہ از ذات کے جدا باشد

دست اُو ابر را دہد مایہ
چتر اُو راست چرخ در سایہ

روشنی بخش چہرۂ خورشید
عشرت افزائے مجلس ناہید

بزم او خلد را دہد تزئین
رزم اُو فتح را دہد آئین

ہر کجا رو نہد ظفر یابد
ہر چہ در عزم بیشتر یابد

آنکہ شیر فلک شکار کند
شیر در پیش اُو چہ کار کند

شیر گردوں بزیر راں دارد
شیر در پیش اُو چہ جاں دارد

شیر ہر چند بر فلک نازد
پیشِ اُو سر بخاک اندازد

یا حفیظ تعالیٰ شانہٗ

خدایا مرا محرم راز کن
در فیض بر روئے من باز کن

بفضل خودم کن ثنا سائے خویش
بدہ بینش ساز بینائے خویش

دلم کوہ طور است تو گنج طور
تجلّی توان کرد بر کوہِ طور

چو شد صاف آئینۂ سینہ ام
فتد عکس معنے در آئینہ ام

غبارے کہ دارد ز راہت فشاں
بود سرمۂ چشم صاحبدلاں

بیکتائی تو نگنجد دوئی
توئی تو توئی و توئی و توئی

چو من سینۂ خویش را کافتم
بکامِ تمنتیں ترا یافتم

کنوں دامن از من توانی کشاند / ترا دیدم از من نشانے نماند
ندانم که دیگر چه خوانم ترا / توئی در من و من ندانم ترا
چو من خویش را در تو گم ساختم / چنیں بردم و آنچناں باختم
شود محو در حضرت پاک تو
برہمن کند سجدہ خاک تو

در بے ثباتی اساس ناپائدار روزگار گوید

جہاں دام گاہیست پروانہ / نیفتد درو مرد فرزانہ
نظر تیز بر دانہ کردن خطاست / کہ ایں دانہ آں دام را رہنماست
اگر وا گذارند در گوشہ ام / ز لخت جگر بس بود توشہ ام
باں توشہ عیش نہانی کنم / نہاں از ہمہ زندگانی کنم
بگیرم دگر نام دنیائے دوں / بلخت جگر سازم و جام خوں
گہر بر گہر زاں فروچیدہ ام / کہ دریائے لبریز شد دیدہ ام
نگنجد چو دریا بہ مژگان من / رود سیل خونیں ز دامان من
فلک آسیائیست دنداں شکن / نہ دنداں شکن بلکہ سنداں شکن
شب و روز با گردش زود و دیر / بگردد چو دولاب بالا و زیر
چو بے باؤ تو بگذرد روزگار / دمے زندگانی غنیمت شمار
خوشاں روزگارے کہ با دلستاں / چو بلبل کنی سیر در بوستاں
بگوئیم کہ آں روزگاراں گذشت / جوانی چو ابر بہاراں گذشت
شدی پیر در دامن روزگار / کنی ناز چوں کودک شیرخوار

نه آگه که زهر است در شکرش — نه واقف که خون است در ساغرش

از آن رو لب جام خندان بود — که لبریز از خون مستان بود

دلی دارم آماده بر مهر دوست — که از شادمانی نگنجد به پوست

چو در ملک معنی کشایم دکان — که اهل سخن را کنم میهمان

ز خون جگر پیش آرم شراب — ز لخت جگر تازه سازم کباب

دماغ مرا تازگی در سر است — مرا نشاء از بادهٔ دیگر است

بده ساقی آن جام مرد آزما — که لختی کند دور ما را ز ما

کند یکزمان بیخود از خویشتن

برون آرد از خطرهٔ ما و من

هو الفرد

ای محرم دیده های نمناک — مرهم نه زخم سینهٔ چاک

دانائی زبان بی زبانان — سرمایهٔ حال ناتوانان

هنگامهٔ شوق تازه از تو — چهرهٔ حسن غازه از تو

از جلوهٔ ماه تا بماهی — بر وحدت تو دهد گواهی

چون حکم تو بر همه روان است — هر نقش که بسته همان است

از ذات تو برهمن چه گوید

چون نیست سخن سخن چه گوید

در مشاہدۂ جلوۂ صبح و ادراکِ کیفیتِ نسیمِ بہار گوید

دریاب که فصلِ نوبهار است بنگر که نسیم در چه کار است
چون صبح دمید خواب تا چند مخمورِ دل بخواب تا چند
برخیز که صبح جلوه فرماست برخیز که آفتاب برخاست
با صبح ز خویش میتوان رفت گامی دو سه پیش میتوان رفت
صحرا همه سبزه و باغ شاداب دریاب نسیمِ صبح دریاب
این سرو چه در دماغ دارد آرایشِ روی باغ دارد
از نکهتِ کیست نکهتِ گل وز طرهٔ کیست تابِ سنبل
این آبِ صفا که در روانیست همسایهٔ آبِ زندگانیست
در غنچه نهفته دفترِ راز بلبل ز ادای آن خوش آواز
گلهای چمن بجلوه ریزی گرده ز بنفشه مشک بیزی
صد صفحه نهان به برگِ گل بین در هر سرِ جزو نقشِ گل بین
لب مستِ شرابِ زعفرانی زین خنده بنال ناتوانی
از عیش اگرچه خنده زاید از گریه گرهِ دل کشاید
ای غافل ازین سرای فانی فارغ به نشاطِ حباب دانی
بر عمر چه اعتبار باشد با باد چه اختیار باشد
امروز که اختیار داری غافل منشین که کار داری
این قبه که چرخ نام دارد یک گردش و صد خرام دارد
بر صد نسق است کارِ گردون سررشته کسی برآورد چون
دامانِ فلک که زرنگار است چو درنگری سیاه کار است

چوں مرد ز عقل گردد آگاہ
از عقل بہ عقل میبرد راہ

آنجا کہ ز عقل کار بندد
در دفتر آسمان پسندد

آن نسخہ کہ از خرد نویسد
اندازۂ نیک و بد نویسد

از نیک و بد است عقل آگاہ
با عقل تواں فتاد در راہ

راہے کہ بعقل پے سپر شد
ہنگام دگر بہ از دگر شد

دل از رہِ چشم عقل بیناست
دل قطرۂ عقل خون دریاست

عقل است چو محرم الٰہی
از عقل بخواہ ہر چہ خواہی

بر عیب کسے مکن نظر تیز
از آتش عیب خود بپرہیز

ہر کس کہ بعیب خود نہ بیند
گنجینۂ عیب خود نہ بیند

بے عیب اگرچہ آدمی نیست
گر فاش کنی ز مردمی نیست

آں دیدہ بروں ز سر نیفتد
بر عیب کسے اگر نیفتد

دَر بیانْ مراتب عشق گوید

دُر دانہ بے بہائے عشق است
عالم ہمہ رونمائے عشق است

بے عشق کہ آتش جگر سوز
بے عشق کہ جوہری دل افروز

گردے کہ ز کوئے عشق خیزد
بر چہرۂ مہر و ماہ ریزد

ایں جملہ کہ کارگاہِ دنیاست
عشق است درو کہ کارفرماست

چوں آتش عشق بر فروزد
ناپختہ و پختہ ہر دو سوزد

آید چو نسیم عشق در باغ
چوں لالہ تواں نشست در باغ

تا گردشِ روز روزگار است | ہنگامۂ عشق برقرار است
تا سورشِ حسن در جہان است | افسانۂ عشق درمیان است

چوں حسن ز پردہ گشت بیروں
دیوانۂ عشق گشت مجنوں

تمت

نوٹ:- اصل غلطیوں سے پُر ہے، نقل ہذا بھی خالی نہیں

بہار سنامی

سینہ بر بستہ گل فرمادید بلبل در حمیت (برہمن) برہمن را رخصت بر گلگشت [illegible]

گلدستہ بہارِ فصاحت

معروف بہ

تحفۃ الفصحا

مولفۂ افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبلِ ہندوستاں، ہندوئے فارسی داں

رائے رایان منشی پنڈت چندربھان المتخلص بہ برہمن میر منشی

شہزادہ دارا شکوہ، تحت پزدہ، دیوان شاہجہاں وقائع نویس حضور

دیوانِ اعظم اورنگ زیبِ آفاق ستاں

جس میں

یک صد و پنجاہ سالہ انتہائی عروجِ زبانِ فارسی کے فضلائے ایران، توران، کابل اور ہندوستان کا تذکرہ بمعہ نمونہ کلام درج ہے

جسے

فضیلت مآب کمالاتِ انتساب جناب سردار دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار شامی

ایم اے، ایس بی۔ ایم پی، ایچ ایس، نے مصنف ممدوح کے

کتب خانہ کے اصلی قلمی نسخہ سے صحت کرکے مرتب کیا

شری گنیش آئینمہ
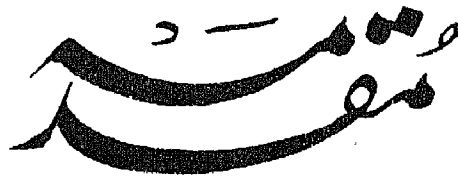
بیادِ سنبلِ زلفِ تتاں گرفت قرار ۔۔۔ وگرنہ جانہ زود طبع آرمیدہ ما

چار مینارِ فضیلتِ برہمن

آفاتِ ارضی وسماوی کے مقابلہ کے لئے جبکہ سو برس کا زمانہ بھی کوئی سنگین یا فولادی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں تین سو برس کا عرصہ تو ایک بڑی بات ہے۔ بہ خود فراموش دنیا بدوں کا تو ذکر کیا۔ ملک کے رہنماؤں، سرگروہوں، بہادروں، فاتحوں اور بڑے بڑے نامی ذوالاقتدار تاجداروں تک کے نام و نشان مٹا دیتی ہے لیکن اس کے علی الرغم دنیا میں اگر کوئی طاقت زمانۂ ستم شعار کے ظلم و زوال سے بچنے کا کمال رکھتی ہے تو وہ کمالِ علم ہے، لاکھوں برس گذر گئے۔ رامائن کی تصنیف کی وجہ سے رشی بالمیک جی زندہ ہیں، اور جب تک دنیا قائم رہے گی۔ اور دنیا دار مرکر گمنام ہوتے رہیں گے، رشی موصوف کی عمر بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی طرح عالمانِ اسلام میں سعدی۔ حافظ، ملا روم، نظیری، شمس تبریز روبرو ہستیاں صدیاں گذر جانے پر ہمارے سامنے ہیں جو اپنا دل آویز تقریر کرتی نظر آتی ہیں لیکن اُن کے وقت کے بادشاہوں کے نام کا نشان نہیں ملتا۔ نہ خود اُن کے دنیوی نام کی بقا ہے۔

اسی لازوال کمال اور سربشان عمل کی وجہ سے افصح الفصحا ابلغ البلغا سندِ فارسی داں رائے رایاں منشی چندربھان برہمن کی تصویر پرتنویر کا ہر خط و خال

گذشتہ تین سَو برس سے علمی دُنیا کے آئینۂ خیال کی رونق ہے۔ اور زمانہ چون چرا نا قابل یاد بار دُنیا گران ہستیوں کو خاک میں ملاتا چلا جائیگا۔ برہمن کا نام و کام تا قیام نظام فلکی اُفق آسمان پر آفتاب عالمتاب بنکر روز افزون نور افگن ہوتا رہیگا۔ سعدی کی شہرت کی بہار گلستان پر۔ حافظ کی تعمیری حفاظت اُس کے دیوان پر۔ اور مُلّا روم کی ثبات شہر مثنوی پر ایک دو تین ہو جاتی ہے۔ گویا تینوں اپنے اپنے ایک ایک حلقہ میں محدود ہیں لیکن برہمن کی منازل علمی کے سر افلاک اور مکمل چار مینار ہیں کہ جو بلحاظ بلندی و رفعت مضبوطی و پائیداری صنعتگری و رفعت قیامت کا مقابلہ کرنے والے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ایک دوسرے سے قطع وضع میں بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ کہ جو دُنیا بھر کی کسی علمی تعمیر میں ایک بھی پایا نہیں جاتا۔

مینارِ اوّل معارف و حقائق کے مواحد جدت نزاکت خیال کے موجد صنائع و بدائع کلام کے واضع، اندرز و نصائح کے ناصح، اصلیت و حقیقت کے شیدا، آہ اور واہ کے شہدا، ادراک مضمون کے مدرک، رمز و ادا کے گاہک، عشق حقیقی کے عاشق، فسق مجازی کے فاسق، اختصار و اعجاز کے معجز، قومی اتحاد و رواداری کے معزز، اپنی اپنی دُنیا میں دیوان برہمن بغل میں لیے اُن کے نام و کام کا خوشدلی کے ساتھ ہمیشہ اعلان کرتے ہوئے نظر آئیں گے،

مینارِ دوم ہر چہار اطراف کی دُنیا، اور ہر قسم کی مخلوق اُن کے چہار چمن کے پھول دُنیا بھر کے چمنستان ادب سے بہتر پائے گی، انہیں ہی نمائش میں لا کر سجائے گی۔ اور دیگر گلدستے اپنی اپنی الماریوں اور میزوں سے گرا کر اِن ہی کے پھولوں سے دماغ عالم و عالمیان معطر کرے گی،

مینارِ سوم تاریخ و وقائع کے اُستاد حقیقت نگاری کے نقاد ظفر ائے شاہجہان کو برہمن کا طرۂ امتیاز و شہرت بنانے میں ہر جگہ سعی موفور کرتے دیکھے جائیں گے،

مینارِ چہارم برہمن ہرگز کسے از حالش آگاہ نہ شد۔ این گہر در کان نہاں چو گنج در گنجینہ ماند فصحائے و بلغائے دہر تحفۃ الفصحا کو دُنیا بھر کی ادبی الماریوں میں سب سے اونچی جگہ دیں گے۔ کیونکہ فارسی زبان کے فصحا کا کوئی کلام اس کے مقابل تو کیا نظر دیئے جانے کے لئے بھی ملک سخن کے خزانۂ عامرہ میں موجود نہیں،

دوران تیاری کلیاتِ برہمن (حصۂ نظم) برہمن کی جملہ تصانیف کا پتہ لگا۔ اور رائے بہادر پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم کے تجسّسِ عالمانہ نے برہمن کا کتبخانہ مولوی سراج الدین صاحب آذر۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل لاہور کے گھر مِل گیا۔ جس سے یہ مشہورِ روزگار نسخہ تحفۃ الفصحا بھی برہمن کا قلمی نکل آیا۔

کلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاخیر تحفۃ الفصحا کی اشاعت کا باعث ہوئی

عمرِ رفتہ قافلۂ عمرِ گرامی بشتاب۔ رائے بہادر شیو نرائن شمیم نے کلیاتِ برہمن حصۂ نظم کی اولاً ترتیب کا مشورہ دیا تھا۔ کہ اس لائق دنیا کی بہتری و بھلائی کیلئے کلیات نثر بھی تیار کیجائے۔ مگر ریاستی وعدوں اور اُمیدوں کیطرح حصۂ نظم ہی کی کتابت و طباعت میں سال گذر گئے۔ یا یہ سمجھا جائے کہ میرے گذرنے کے دن قریب آ گئے۔ عقل نے کہا کہ جب کلیات حصۂ نظم کی اشاعت میں اسقدر تاخیر ہو گئی۔ تو خدا معلوم حصۂ نثر کی تیاری کا موقعہ آئے یا نہ آئے۔ چونکہ علم تاریخ حشمت علوم ہے اس نسبت سے تحفۃ الفصحا سب سے فائق تر نظر آیا۔ یہ جوہرِ بے بہا بڑی آسانی کیساتھ حضرت آذر صاحب کی کان سے نکال لیا۔ دیکھا کہ خطِ شکستہ کے آدم نے خطِ نستعلیق آمیز شکستہ میں اس طرز و ترتیب سے لکھا کہ ایک صفحہ دوسرے صفحہ سے زیادہ موزوں ہے۔ تحریر نثر میں ایسی جدت بھی برہمن ہی کا حصہ ہے۔ کتابت کیلئے کاتب کے حوالے کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ تم خطِ نستعلیق میں لکھو مگر طرز و ترتیب سطور میں اصل کی پیروی کرو۔ اُسنے معذوری ظاہر کی میں نے کہا کہ جسقدر ہو سکے کوشش کرو۔ چونکہ وہ نسخہ گوہر شاہوار کیطرح ہر طرح بے نقص تھا۔ اس لئے صحت کے ساتھ کتابت ہو گئی۔ جہاں جہاں خالی جگہ چھوڑی گئی ہے۔ وہ گردشِ زمانہ کا کرم ہے۔ اگر کہیں سے دوسرا نسخہ مل گیا۔ مکمل ہو جائے گا۔

برہمن کی مخصوص اختصار بیانی اور مطلب و مدعا نویسی

بیت:
لفظ گر بیبا بشد برہمن در دل جہ سود
گر نہ با معنیٔ دراسیبا و جوں فقرا

زبان اظہارِ خیال کا ایک ذریعہ ہے اور خیال ایک خاص مطلب ہے کہ جو قلم کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے قابل وہی سمجھا جاتا ہے کہ جو اپنا مطلب سادگی سے ادا کرے۔ جو صنائع و بدائع کی اُلجھنوں میں پھنسا وہ حقیقت و اصلیت سے دور جا گرا۔ فیضی، ابو الفضل اور دیگر مشہور اہلِ علم ان ہی اُلجھنوں کیلئے بدنام ہیں بقول

آزاد دہلوی اُن کی تحریر کے دو ورق میں ایک بات بھی مطلب کی نہیں مگر برہمن مطلب نویسی کی قلمرو کا بادشاہ تھا۔ اسکی تصانیف موجود ہیں دیکھ لو، ایک لفظ بھی بیکار نہیں مراۃ الخیال کا مصنف شیر خاں لودی جو اپنی بدبختی و تعصب سے ہندیوں کا جانی دشمن تھا، برہمن کی اس قابلیت سے مسحور و مجبور ہو کر لکھتا ہے۔

"نظم و نثرش پسند خاطر شہزادہ (دارا شکوہ) افتادہ از تصنیفاتش نسخہ چہار چمن به مطلب نویسی و سادگیٔ عبارت وے گواہی مبید ہد"

شاہجہاں اور اورنگزیب کے زمانہ کے مشہور فاضل ناصر علی سرہندی سلمہ نازک خیال برہمن کی معنی آفرینی سے حیران و ششدر رہے۔ فاضل سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ:-

"میاں ناصر علی میفرمود، در کار طبع این جوان (برہمن) حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد برہمن بسیار مقبول فکر سخن میکرد روزے پیش نواب سعد اللہ خاں این بیت از زادہ ہائے طبع خود برخواندہ۔

رسیدان سخن گوئی سخن بُرد   برہمن زادہ از ہر دو برہمن

نواب خندہ کرد درین اثنا میر محمد علی ماہر سید فرمود کہ بشنوید برہمن زادہ از دو برہمن چہ میگوید برہمن از ہندوان مشہور بود، دو می چند بھان میکرد۔ گویا دو برادر بودند در کشمیر روزے بشاہ ہا گفتند، بہ بندہا ہر دو نام و تخلص طالب بخشید کلیم را چہ قسم کردہ ایم، طالب جی یا کلیم گویا، دیوان ہائے ضخیم و مثنوی ہائے رنگین دارد۔ در شرش ملا ظہوری بسیار برمضامین تازہ نگاشتہ، ملا منیر لاہوری این فقرہ انتخاب نمودہ، در خواجہ سبحان کہ با خواجہ سنبل نسبتے ہمزلفی داشتہ میگفت"

درحقیقت برہمن کی بنیاد مطلب نگاری و استعارہ نویسی یک خاص امتیاز رکھتی ہے اور بڑے غور کی محتاج ہے۔

حیرت انگیز کثرتِ مطالعہ

سوال یہ ہے کہ ایسا جامع اور عجمی کے اشعار کا لاجواب تحفہ جناب برہمن اپنی بے پناہ مصروفیات وزارت اور گوناگوں مشاغل زندگی کے باوجود کسطرح پیش کر سکے۔ اور انہیں دور اکبری سے لے کر شاہجہانی عہد تک ڈیڑھ سو برس کے ایران، توران، کابل اور ہندوستان وغیرہ والیتوں کے لاکھوں شعراء کے ہزاروں دیوانوں، سینکڑوں مثنویوں اور دیگر علمی و ادبی تصانیف کی نقادی کا کیونکر موقعہ مل گیا؟

اس کا جواب آ طہری کی ملاقات کے ذکر میں جناب برہمن خود دیتے ہیں۔ غور کیجیے:-

"برہمن عقیدت کیش جویائے ارباب سخن است در سرہند بملاقات اُو رسیدہ صحبت رنگین داشت"

ایسی ہی اطلاع ملک الشعراء ملا محمد جان قدسی کی صحبت کے حالات میں دیتے ہیں:-

"در وقتے کہ از ایران بدار السلطنۃ لاہور آمدہ، در کاروان سرائے نزول نمودہ بود، این برہمن فارسی دان کہ خواہانِ صحبتِ این طائفہ است، بمکانش رسیدہ" الخ

جو انسان جس شے کا جویا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام مصروفیت اسی شے کے حصول میں صرف کیا کرتا ہے۔ برہمن عالم تھا اور فطرتاً علم دوست، ہر ذکر اور ہر فکر میں علم و عمل کے حاصل کرنے کے لئے غلطاں و پیچاں رہتا تھا، واقعی آجکل کے بیکاروں کے نزدیک اُن کی عالمگیر واقفیت باعثِ تحیر ہے؛ ۱۲ ورق پر ۴۰ شعراء کا تذکرہ کلام کی تنقید اور نمونہ کلام لکھ دینا ایک بات ہے۔ حسرت موہانی اِس تذکرہ کی مختصر نویسی دیکھ کر ضرور نادم ہونگے، کہ جنہوں نے آپ کا دیوان دیکھ کر غزلیات کے انتخاب کر لینے کا سراسر غلط الزام لگایا تھا۔

انتخابِ شعراء

"ما برہمن نظر بگلِ تازہ لب ایم　بیہودہ سیرِ گلشنِ عالم نمی کنیم"

برہمن نے اِس عرصۂ ڈیڑھ سو سال کے شعراء کا کلام جیسا کہ حق ہے، دیکھا، اور یہ ظاہر ہے کہ مغلیہ حکومت کے اِس پُرشان علمی عہد میں بچہ بچہ شاعری کا دعویٰ کر رہا تھا لیکن اسکی حقیقت بین نگاہ نے تحفۃ الفصحا کیلئے محض ۴۰ شعراء انتخاب کئے۔ یہ زمانہ فارسی کے عروج کی انتہائی منزل تھی، اِس لئے یہ دُنیا بھر کے وہ شعراء ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بجائے خود ہر ایک فلکِ ادب کا آفتاب تھا۔ اور دو کے سوا یہ سب مسلمان تھے۔ آج وہ کون ہندو اور مسلمان ہے، جو ایسی رواداری و مساوات کا روادار ہو، خدمتِ ملک اِسی صفت کا نام ہے۔ اور یہی حب الوطنی ہے۔

سلیقہ انتخابِ اشعار

"مرا خیالِ خطِ او خیالِ سودا نیست　کہ من معاملہ با زلفِ پُرشکن دارم" (برہمن)

دورِ حاضرہ میں شعراء کے کلام کا انتخاب کبھی تو کوئی صرف اِس غرض کیلئے کرتا ہے کہ گو شاعر فنِ شعر کا ماہر نہیں ہے لیکن علم و فضل یا کسی اور حیثیت سے اُسے خاص امتیاز حاصل ہے، اور کبھی اس مدعا سے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ اُس کے افکار معلوم ہو سکیں۔ اِن ہر دو طریقۂ انتخاب کے علاوہ کبھی اس کے فنِ ادب کی مہارت کا اظہار مدِ نظر ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے اظہارِ بیان اور طرزِ ادا کا خیال مرکوزِ خاطر، مگر ہمارے خیال میں سب سے بڑی بات اقسامِ شعر میں شاعر کی قدرت اور دستگاہ دکھانی ایک تذکرہ نویس کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ برہمن کے حسنِ تنقید جس کا نتیجہ

مرقع بسبیل اعجاز اپنی لاجواب فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ انشاء پردازی کے رنگ میں پیش کیا ہے
دنیائے ادب فارسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہر زبان کے زباندانوں کے جسقدر تذکرے پائے
جاتے ہیں وہ عام اور ہمہ گیر نہیں۔ ان کے مصنفوں نے رطب و یابس مشہور و گمنام عام و خاص
بلکہ عوام الناس میں بھی کچھ تمیز نہ رکھی اور زیادہ تر تذکرے تو ایسے ہیں جو عامیانہ درجہ تک پہنچ گئے ہیں
ایسے انتخاب میں جس احتیاط کی ضرورت تھی وہ آبحیات کے فاضل مصنف سے بھی نہ ہو
سکی مگر آپ نے اپنے بے مثل سلیقہ و واقفہ نگاری سے شاہان کلام کے کلام ایسا انتخاب کیا ہے
کہ ڈیڑھ سو برس کی فصاحت و بلاغت میں جان ڈالدی ہے تو یہ ہے کہ زبان فارسی کی اس سے
بڑھکر کسی نے خدمت نہیں کی امتحان کی عمیق نگاہی بصیر نقادی اور کامل مبصری برہمن ہی
کا حصہ ہیں آپ کی طبع نقاد نے زبان فارسی کے بہترین کلام کا عطر نکالا ہے اور ٹھیک اسی
طرح سے جیسا کہ ملا روم نے اپنی مثنوی میں قرآن شریف کا

من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیش سگاں انداختم

چو دور نظیری بہار زد از ہمہ عالم جمعیت دل کافر و مسلماں

نالائق ہندوستانیوں کی قابل رحم حالت

(برہمن) تقریباً ایک صدی گذشتہ سے ہندوستان میں چھاپہ کا رواج ہے مگر ہمارے بدبخت اہل وطن ہندی مسلمان
ہر روز ہزاروں ورق ایک ایک سے ہیچ چھپتے ہیں اور دشنام دہی کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام قابلیت
اسی میں خرچ کرتے ہیں کاش یہ ملکی خدمت کرتے لاکھوں ابنائے وطن صاحبان فن کی دماغ سوزی سے
فائدہ اٹھاتے اور انکے تجربات چھپاتے جنکا ایسا نایاب ذخیرہ روز بروز دنیا سے ناپید ہو رہا ہے

اعتذار خاکسار بہار کا ارادہ تھا کہ اول ان ہم شعراء کا مختصر تذکرہ لکھتا اور پھر انکی کل تصانیف کی ا
دیتا لیکن بہ طریقہ مروجہ مسودہ کو آسے جس حالت میں تھا اسی حالت میں چھپا کر اپنی غلطیوں کیلئے بیکار رونا اہل ملک سے
معافی کا خواستگار ہے عیب مکن گیر اگر اہل خطا بسیار اند — این ہمہ قابل عفو اند جو بخشندہ کیست
اے درخشاں بزرگوں کی مستور روحو تم اپنے بزرگوں کے کلام پر حسن قبول کی روشنی ڈالو تاکہ
گم گشتگان وادی سخن کو صحیح اور پاک راستہ پر چلنے کی توفیق ہو

سنام محلہ نیشان بتاریخ یکم ہاڑ سمت ۱۹۸۵ بکرمی مقدمہ نگار سراپا گنہگار خاکسار بہار سنامی

اگر کوئی چیز کسی کے پیش کیجائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں کی حیثیت جانچ لیجائے

چنانچہ

مقدس انکشافات برہمن کا پیشکش کسی مقدس ہستی کے حضور ہونا چاہیے

تھا، اس پاک فرض کی ادائیگی کے لئے اطراف عالم پر نظر ماری، مگر افسوس

کہ ایسی کوئی ہستی نظر نہ آئی، دراصل یہ انکشافات سرا بسر نور ہی ہیں،

اسلئے

بارگاہِ الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی بارگاہ اس پیشکش کی اہل نہیں ہو سکتی۔

پس نہایت عجز و انکسار کے ساتھ انکشافات برہمن کا ہدیہ جناب باری

میں پیش کیا جاتا ہے کہ اب اُن کا اصلی مقام وہی ہے

گذرانیدہ خاکسار بہار سنامی